من يرد الله به خيرا يفقهه في الدين (الحديث)
فتاویٰ
دارالعلوم اعلیحضرت
جلد دوم
از حکیم الملت حضرت العلام مفتی ناظر اشرف صاحب قادری بریلوی
مرتب مولانا ابو حامد غزالی قادری

فتاویٰ

دارالعلوم اعلیٰ حضرت

جلد دوم

از

حکیم الملت حضرت علامہ مفتی ناظر اشرف قادری بریلوی مدظلہ

ناشر: دارالعلوم اعلیٰحضرت رضانگر کلمنا ناگپور مہاراشٹر

نام کتاب: فتاویٰ دار العلوم اعلیٰ حضرت (جلد دوم)

مصنف : حکیم الملت حضرت العلام مفتی ناظر اشرف صاحب قادری بریلوی مدظلہ

تقریظ جلیل: قائد اہلسنت محافظ مسلک اعلیٰحضرت حضرت العلام مفتی سید محمد حسینی میاں صاحب قبلہ مدظلہ سجادہ نشین سیدنا قطب رائچور شریف کرناٹک

تقریظ جلیل: فخر الاماثل سراج الفقہاء حضرت العلام مفتی سید محمد کفیل ہاشمی صاحب قبلہ مدظلہ العالی صدر مفتی جامعہ رضویہ منظر اسلام بریلی شریف

نظر ثانی: بحر علم وحکمت حضرت العلام مفتی عبد الرحیم نشتر فاروقی صاحب قبلہ مدظلہ ایڈیٹر ماہنامہ سنی دنیا بریلی شریف

مرتب: (شہزادۂ حکیم الملت) فقیر ابو محامد غزالی قادری، دار العلوم اعلیٰ حضرت ناگپور موبائل نمبر 7020217206

تعداد : 1000

سن اشاعت : بموقع جشن صد سالہ امام اہلسنت سرکار اعلحضرت قدس سرہ العزیز بریلی شریف

ہدیہ : 300

ناشر : دار العلوم اعلیٰ حضرت رضا نگر کلمنا ناگپور مہاراشٹر

ملنے کے پتہ: ☆ دار العلوم اعلیٰ حضرت، رضا نگر (ریلوے کراسنگ)، کلمنا ناگپور۔۲۶ (مہاراشٹر)

☆ حکیم غلام حسین قادری، رضا نگر، ادھار تال، جبلپور (ایم۔پی)

☆ مولانا تراب الدین رضوی، دار العلوم غوثیہ رضویہ، اشرف نگر، ہنگلی گیٹ، ناندیڑ

☆ مولانا ابو الکلام نوری، مدرسہ گلشن نوری، ایل۔آر۔پی۔چوک، بہادر گنج، ضلع کشنگنج، بہار

☆ مولانا حاضر رضا خان، مدرسہ حکیم الملت مڑکی، ضلع ڈنڈوری (ایم۔پی)

فہرست مضامین

کتاب العقائد

فہرست مضامین

فہرست مضامین

فہرست مضامین

فہرست مضامین

فہرست مضامین

فہرست مضامین

فہرست مضامین

نمبر شمار

کتاب الصلوٰۃ

فہرست مضامین

فہرست مضامین

کتاب الحج

فہرست مضامین

کتاب النکاح

فہرست مضامین

باب المہر ۲۶۹

فہرست مضامین

کتاب الطلاق

فہرست مضامین

کتاب الحظر والاباحۃ

فہرست مضامین

فہرست مضامین

فہرست مضامین

فہرست مضامین

تقریظ جلیل

شیخ العلماء والمشائخ، مجاہد اہلسنت رہبر شریعت وطریقت قائد ملت محافظ مسلک اعلیٰ حضرت سیدنا الکریم مولانا العظیم مفتی سید محمد حسینی میاں اشرفی حسینی دامت برکاتہم القدسیہ

سجادہ نشین خانقاہ قطب رائچور شریف (کرناٹک)

''فتاویٰ دار العلوم اعلیٰ حضرت'' اہلسنت کیلئے عظیم علمی سرمایا

حضرت مولانا مفتی ناظر اشرف صاحب مدظلہ العالی وسط ہند میں ہی نہیں بلکہ پورے ہند میں معروف قابل اور ذی فہم جید علماء کرام میں سے ایک معروف عالم دین ہیں جو کئی اسلامی علوم میں مہارت تامہ رکھتے ہیں خاص طور پر فقہی مقام میں ارفع واعلیٰ درجے پر فائز ہیں۔ اسلامی فقہ بہت نازک اسلامی علم ہے فقہ میں وہی عالم کامیاب کہلاتا ہے جو حصول فقہ سے پہلے اس سے متعلق تمام علوم میں ماہر ہو، ان میں سے خاص طور پر صرف ونحو ولغات، علم حدیث وتفسیر، اصول وبیان، عقائد وکلام وغیرہ میں کامل صلاحیت کا مالک ہو، مذکورہ ان علوم کے ساتھ دیگر علوم کی ضرورت ہوتی ہے ان تمام علوم میں مہارت کاملہ کے بعد علم فقہ کی ابتداء ہوتی ہے۔ چونکہ اس علم فقہ کا تعلق علوم نبوی سے ہے اس لئے کہ اس علم فقہ کے بارے میں ارشاد نبی کریم ﷺ ہے ''من یرد اللہ به خیرا یفقهه فی الدین'' یہ کتنا اعلیٰ وارفع علم ہے ارشاد رسول گرامی ﷺ سے ظاہر ہوگیا کہ جس کے ساتھ اللہ بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے اس خاص بندے کو تفقہ فی الدین کی دولت سے سرفراز فرماتا ہے۔ اس کو دین کا فقیہ یعنی مفتی قاضی شرع بلکہ قاضی القضاۃ بناتا ہے دین میں عظیم زبردست علم وفہم کی دولت سے سرفراز فرماتا ہے۔ افتاء کا معنیٰ ہوتا ہے دین کی فہم وفراست میں کامل ہوکر جواب دینا، یہ معنیٰ قرآن کریم سے ثابت ہے قرآن مجید میں بادشاہ مصر کا

یہ قول منقول ہے "یاایھا الملاء افتونی فی رویای" (سورہ یوسف)
اے درباریو! میرے خواب کا جواب دو۔ اصطلاح میں افتاء کا معنیٰ ہے حکم مسئلہ کو واضح کرنا اور شرعی فیصلہ بتانا حضرت سید شریف جرجانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تحریر فرماتے ہیں "الافتاء بیان حکم المسئلۃ (التعریفات ص ۶۶ بحوالہ فتاویٰ مفتی اعظم) حکم مسئلہ بیان کرنے کو افتاء کہتے ہیں۔ اور حضرت علامہ شامی قدس سرہ السامی ارشاد فرماتے ہیں "الافتاء فانہ افادۃ الحکم الشرعی" ردالمحتار جلد ۴ ص ۳۳۶ (بحوالہ فتاویٰ مفتی اعظم) یعنی شرعی فیصلے سے آگاہ کرنے کو افتاء کہتے ہیں افتاء کی اہمیت وعظمت اس سے بھی ظاہر ہوتی ہے کہ خدائے عزوجلّ نے قرآن مجید میں افتاء کی نسبت خود اپنی جانب فرمائی ہے ارشاد خداوندی ہے "یستفتونک قل اللہ یفتیکم فی الکلالۃ (سورہ نساء)
اے محبوب تم سے فتویٰ پوچھتے ہیں تم فرمادو کہ اللہ تمہیں کلالہ کے بارے میں فتویٰ دیتا ہے خداوند قدوس نے سب سے پہلے افتاء کے منصب کو اپنے مظہر اتم حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو سرفراز فرمایا (بحوالہ فتاویٰ مفتی اعظم)

لفظ افتاء کی خصوصیت کا پتہ چلا کہ یہ منصب اہم وارفع واعلیٰ ہے مفتی اپنے منصب کے اعتبار سے اور دنیاوی معنیٰ کے اعتبار سے جج بلکہ جسٹس اور چیف جسٹس ہوتا ہے، مفتی کیلئے ضروری ہوتا ہے کہ اس کا ذہن نہایت قوی اور علوم ضروریہ کا ماہر ہو جسکی تصریح اوپر بیان ہوئی اور پیش آنے والے سوالات پر گہری نظر رکھتا ہو، مفتی جب درالافتاء میں فتویٰ تحریر کرنے کیلئے مسند افتاء پر جلوہ افروز ہوتا ہے تو تمام دنیاوی تفکرات وخیالات سے اس کا ذہن خالی ہوتا ہے۔ مفتی جب مسئلہ کو اخذ کرتا ہے تو پہلے کتاب اللہ پر نظر ڈالتا ہے پھر حدیث رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) پر گہری توجہ دیتا ہے پھر اجماع صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور اکابرامت کے اجماع پر توجہ دیتا ہے اگر ان امور لوازمہ سے بظاہر کامل عقل فہم وفراست کے باوجود مذکورہ دلائل سے مسئلہ کا حکم ظاہر نہیں ہوتا ہے انہیں اصول کے دائرے میں رہکر قیاس بھی کرنا ہوتا

ہے اسکے لیے بہت اعلیٰ واقویٰ دماغ کی ضرورت پڑتی ہے مفتی فتویٰ لکھتے وقت حضرت سیدنا امام اعظم بوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مظہر ہوتا ہے۔آپ ہی کے اصول وضوابط پر فتویٰ دیتا ہے جیسا کہ حضرت امام اعظم بوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اقوال کے ہوتے ہوئے قیاس نہیں فرماتے۔

اب ہم اپنے ممدوح نازش علم فقہ حضرت علامہ مولانا الشاہ مفتی ناظر اشرف صاحب مدظلہ العالی کی طرف توجہ کرتے ہیں۔آپ کے اندر خدائے تعالیٰ نے کئی علوم کوجمع فرمایا ہے ان میں خاص طور پر علم فقہ کی دولت لازوال سے بہرور فرمایا میں نے دیکھا ہے کہ مشکل سے مشکل مسائل بیان کرنے میں حضور اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف توجہ فرماتے آپ کو وہاں سے وسعت ذہن وقلب حاصل ہوتی پھر مسئلہ بیان فرماتے ہیں تو ایسا لگتا ہے کہ آپ فتویٰ نویسی میں مظہر اعلیٰ حضرت امام بریلوی ہیں۔میں نے فتاوے کی پہلی جلد دیکھا پھر دوسری جلد میں ''کتاب الحظر والاباحۃ''تک دیکھا مجھے کامل مفتی واقویٰ عالم دین کے جلوے نظر آئے۔میں نے آپ کے مجموعہ فتاویٰ کو نظر وفکر کی گہرائی سے دیکھا، مجھے خدا کے محبوب بندے عالم ربانی مفتی ناظر اشرف صاحب کے اندر علم وفہم وذکاء کے حیرت انگیز جلوے نظر آئے۔وسط ہند میں خاص طور پر ناگپور میں علم فقہ کا عظیم سرمایہ حاصل ہوا ہے۔اللہ تعالیٰ آپ کی اس علمی کاوش کو قبول فرمائے، آمین

سید محمد حسینی اشرفی

سجادہ نشین آستانۂ عالیہ شمسیہ اشرفیہ، قطب راۓچور

چیف ایڈیٹر ماہنامہ سنی آواز ناگپور

تقریظ جلیل

از: فخر الاماثل سراج الفقہاء حضرت علامہ مفتی سید محمد کفیل احمد ہاشمی صاحب قبلہ دامت برکاتہم القدسیہ
صدر شعبۂ افتاء مرکز اہلسنت جامعہ رضویہ منظر اسلام بریلی شریف

افضل العلماء تاج الفقہاء مناظر اعظم حضرت علامہ الشاہ مفتی محمد ناظر اشرف بریلوی صاحب قبلہ کے فتاویٰ کا یہ دوسرا مجموعہ بنام فتاویٰ دار العلوم اعلیٰ حضرت شائع ہونے جارہا ہے۔ فقیر قادری نے بنظر غائر اس کا مطالعہ کیا، اس میں بے پناہ خوبیاں اور اہل حل وعقد کیلئے بیشمار علمی فوائد ہیں، مفتی صاحب قبلہ بہت وسیع النظر اور کہنہ مشق مفتی ہیں، علمائے اہلسنت بالخصوص علمائے بریلی کو آپ کے فتویٰ پر بے پناہ اعتماد و بھروسہ رہا کرتا ہے۔ آپ بہت اچھے مفتی کیساتھ ساتھ ایک عظیم مصنف بھی ہیں، آپکی تصنیفات وتالیفات سے مسلک اعلیٰ حضرت کی خوشبو آتی ہے۔ آپ نے بریلی شریف کے خلاف اٹھنے والی ہر ایک تحریر کا دنداں شکن جواب دیا ہے، خواہ وہ موبائل کے ذریعہ رویت ہلال کا مسئلہ یا خبر مستفیض کا، چلتی ٹرین پر فرض وواجب نماز کا مسئلہ ہو، یا پھر بلا ضرورت شرعیہ وحاجت شدیدہ تصویر کشی اور فوٹو گرافی کا ان تمام مسائل پر بڑی دیانت داری کیساتھ رسائل ومضامین کے ذریعہ آپ نے مخالفین کی زبانیں بے لنگ کردی ہیں، جسکا جواب آج تک اس مخالف خیمہ سے نہ بن سکا ہے اور صبح قیامت تک نہ بن پائیگا۔ کیونکہ حق ہمیشہ سر چڑھ کر بولتا ہے اور رضا کا شیر مخالفین بریلی شریف کیلئے ذو الفقار حیدری کا کام کرتا ہے جو ان کے فتاوے سے بھی ظاہر ہے۔

فتویٰ نویسی دنیا کے تمام علوم وفنون میں سب سے زیادہ نظری علم ہوتا ہے جو بڑی محنت شاقہ اور ریاضت کاملہ کا متقاضی ہوتا ہے مفتی دراصل وہی ہوسکتا ہے جو استنباط احکام، اسباب وعلل، نقض ومنع، طرد وعکس میں مکمل طور پر مہارت رکھتا ہو، عبارات وعرف، حرج وبلویٰ اور تعامل ناس میں درک

وممارست رکھتا ہو، یوں تو فقہ وافتاء کا منصب اصحاب اجتہاد کیلئے مخصوص ہے مگر امام مہدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی آمد تک یہ دروازہ بند ہے کہ اجتہاد کے شرائط ولوازمات کی معرفت وممارست والے افراد کا وجود تقریباً ناممکن ہے اس وجہ سے امت کے اکابر نے اجماع فرمالیا کہ اب ائمہ اربعہ کی تقلید ہی فرض ہے اوراس سے خروج گمرہی ہے اس لئے تمام اقوال مذہب کی نقل کو ہی فتویٰ قرار دیتے ہیں۔

اقول:

مذہب کی نقل بھی آسان نہیں کہ مذہب کی چند کتابیں مطالعہ کر کے افتاء کا کام شروع کر دیا جائے بلکہ تغیر عالم کے سبب پیدا ہونے والے جدید مسائل جو رونما ہوتے ہیں اس کے حل کرنے کی صلاحیت ولیاقت بھی ہو، جیسا کہ دور حاضر میں دیکھا جارہا ہے کہ نئے نئے مسائل پیدا ہورہے ہیں مسائل کی نئی نئی شکلیں پیدا ہورہی ہیں۔ خداوند کریم وقدوس اپنی رحمت نازل فرمائے ہمارے ائمہ کرام پر کہ انہوں نے کلیات وجزئیات کا استیعاب اس انداز میں فرمادیا کہ ہر مسائل جدیدہ اور ہر نئی صورت کو ہمارے ائمہ فقہاء کے بیان کردہ کسی حکم پر منطبق کیا جاسکتا ہے اور انطباق استخراج کا یہ عمل بھی ہر عالم کی دسترس میں نہیں ہے بلکہ اس کیلئے فقہی ابواب وفصول اوران کے جزئیات وکلیات پر مدتوں جگر سفوری کرنی پڑتی ہے تب کہیں نقل اقوال وترجیح وادراک مفتیٰ بہ اور کسی جزئیہ مصرح پر مسائل جدیدہ کے انطباق پر قابو حاصل ہوتا ہے۔

بحمدہ تعالیٰ مفتی صاحب نہایت بردبار، خوش اخلاق، بہت ہنس مکھ، نرمی کیساتھ بات کرنے والے۔ غرض کہ وہ تمام شرائط جو ایک مفتی میں بدرجۂ اتم موجود ہونا چاہئے وہ ان میں بدرجہ اولیٰ موجود ہے اوران کے فتاویٰ میں تحقیقات وجزئیات کے علاوہ عکس رضویات زیادہ تر نظر آئے ہیں وہ ہر جواب

میں فتاویٰ رضویہ کو فیصل کا درجہ دیتے ہوئے جواب کو مکمل فرماتے ہیں جیسا کہ ان کے فتاویٰ سے ثابت وظاہر ہے۔

فقط والسلام

فقیر قادری سید محمد کفیل احمد ہاشمی رضوی

خادم دارالافتاء جامعہ رضویہ منظر اسلام بریلی شریف

تقدیم

از: ابومحامد غزالی قادری ناگپور

قارئین کرام! الحمدللہ ثم الحمدللہ میرا قلب فرحت وانبساط سے مچل اٹھا، میری روح کی تسکین ہوگئی، میری خواہش رب متعال کے فضل وکرم سے پایۂ تکمیل تک پہونچی کہ والد گرامی حضور حکیم الملت مدظلہ الاقدس کے مجموعہ فتاوے "فتاویٰ دارالعلوم اعلیٰ حضرت" جلد اول ودوم کی ہیئت میں منصۂ شہود میں آچکا ہے۔ جو علمائے دین متین کے افادہ واستفادہ کیلئے بیش بہا خزانہ ہے، جو عوام اہل سنن کے عقائد کے تحفظ اور مسائل دینیہ سے روشناس کرنے کیلئے بہترین ذریعہ ہے، جو صراط مستقیم پر گامزن کرنے کیلئے ہدایت تامہ ہے، جو گمراہ کن افکار ونظریات سے نسل انسانی کا محافظ ہے، جو منحرفین مسلک اعلیٰ حضرت کیلئے دنداں شکن جواب ہے۔ جن میں اکثر فتاوے استقامت علی الدین الحق کا لبادہ اوڑھے ہوئے ہیں جن میں تفقہ فی الدین کے آثار جھلکتے ہیں، جو اسلاف کرام کی روش اختیار کئے ہوئے ہیں۔ اس مجموعہ فتاویٰ میں کچھ ایسے فتاوے ہیں جو عامی کے فہم سے ماوریٰ اور عالم کیلئے قیمتی زیور کی حیثیت رکھتے ہیں اور اسی فتاویٰ دارالعلوم اعلیٰ حضرت میں چند اہم رسائل جو عزیمت ورخصت کے محال کے صحیح تطابق کی عکاسی کررہے ہیں۔ وہ شامل فتاویٰ کردئے گئے ہیں۔ زیر نظر جلد دوم کتاب العقائد کتاب الصلوٰۃ کتاب النکاح کتاب الطلاق کتاب الحج کتاب الحظر والاباحۃ پر مشتمل ہیں۔ اس جلد میں کل ۱۰۵ ر فتاوے ہیں اور ۵ ر رسائل ہیں۔ جن میں سے میں چند فتاوے پر جزوی اشارہ کرنا چاہونگا تاکہ اس مجموعہ فتاوے کے اہمیت معلوم ہوسکے۔ دیوبندیوں کا اللہ ورسول جل علاوعلیہ ﷺ صحابہ وتابعین واولیاء کی شان اقدس میں گستاخیاں کرنا انکی قدیم ریت ہے ان لوگوں کے سرکار اعلیٰ حضرت قدس سرہ کی ذات اور الملفوظ پر کئے گئے اعتراضات کے مناظرانہ طرز پر مدلل جوابات تحریر کئے گئے ہیں۔ اسی مجموعہ کے کتاب العقائد

میں شامل ہیں۔

الملفوظ شریف کی عبارت ''وہابی، رافضی، قادیانی وغیرہم کفار، مرتدین کے جنازہ کی نماز انہیں ایسا جانتے ہوئے پڑھنا کفر ہے'' اور فتاوی رضویہ شریف کی عبارت ''دنیوی نفع کی صورت میں کفر نہیں ہے'' پر تحلیل وتجزیہ کے ساتھ دونوں میں تطبیق وتوفیق بتاتے ہوئے تحقیق وتدقیق سے مزین کرتے ہوئے فرمایا ہے۔ ''الملفوظ شریف میں عرض کے تحت جو معروضہ ہے وہ مطلق ہے۔ لہذا امام اہلسنت علیہ الرحمۃ والرضوان نے ارشاد کے تحت جو جواب ارشاد فرمایا کہ۔ وہابی، رافضی، قادیانی وغیرہم کفار، مرتدین کی نماز انہیں ایسا جانتے ہوئے پڑھنا کفر ہے۔ یہ حکم مطلق ومنصوص ہے۔ اور المطلق یجری علیٰ اطلاقہ '' کے تحت یہی حکم حق وصواب اور شریعت مطہرہ کے مطلوب ومقصود کے موافق ومطابق ہے۔ جس میں تشکک وتردد نہیں۔ لیکن فتاوی رضویہ جلد ۴ رص ۱۷ اور ص ۵۷ رکے سوالات میں تشکیک معروف جیسا کہ تجزیے سے معلوم ومشہود اسی لئے امام اہلسنت علیہ الرحمۃ والرضوان نے بھی جوابات میں تشقیق کو ملحوظ فرما کر جوابات رقم فرمائے ہیں۔ لہذا الملفوظ شریف کے اطلاق واجمال والے جواب میں اور فتاوی رضویہ کے تفصیلی جوابات میں تعارض سمجھنا قصور فہم کی بین دلیل ہے۔ فافھموا ولا تعجلوا ''

اور کتاب العقائد میں ایک رسالہ جنتی فرقہ کے نام سے موسوم ہے اس میں حضرت مفتی مطیع الرحمن مضطر صاحب پورنوی نے ''تہتروں فرقے سزا پانے کے بعد ضرور جنت میں جائینگے اور سنی اور مسلمان، میں عموم خصوص مطلق کی نسبت بتاتے ہوئے اسماعیل دہلوی کو گمراہ مسلمان ثابت کرنے کی جو سعی ناتمام کی تھی۔ اس میں والد گرامی مدظلہ نے کتب متداولہ سے یہ ثابت کیا کہ فرقۂ ناجیہ کے علاوہ وہ فرق باطلہ جنکی بد مذہبی حد کفر کو پہونچ چکی ہیں وہ سب ہمیشہ ہمیش جہنم میں رہیں گے۔ اور مفتی مطیع الرحمن صاحب کے چند اعتراض کا جواب دیتے ہوئے ان کے مقالہ کا رد بلیغ فرمایا ہے۔

اور عصر حاضر میں زوج یا زوجہ کے مرض کیوجہ سے بچہ کی ولادت نہ ہونے سے ٹیسٹ ٹیوب بے بی

کا استعمال کثرت سے کیا جارہا ہے جو شریعت مطہرہ میں ناجائز و حرام ہے۔ والد گرامی نے عقلی و نقلی دلائل و براہین سے ٹیسٹ ٹیوب بے بی کے ذریعہ بچہ پیدا کرانے کا عدم جواز ثابت فرمایا ہے۔ مثلاً (ج) ایسا کام جو بلا ضرورت و حاجت ڈاکٹر کے ذریعہ خواہ وہ ڈاکٹر مسلم ہو یا غیر مسلم ماہر ہو یا غیر مہارت والا۔ شرمگاہ کے ذریعہ رحم میں بذریعہ انجکشن یا آلہ مخصوصہ منی کو داخل کرنا عورت کی بے حیائی۔ خلاف شریعت حرکت شنیعہ اور شوہر کی ایسی حرکت شنیعہ کرانا اور اس پر راضی رہنا بے غیرتی و بے حمیتی پر دال۔ **الحیاء شعبة من الایمان** کا کچھ بھی نہ خیال۔ دعویٰ اسلام، اور منکرات کے دام میں گرفتار ہو کر خلاف شرع مطہر کام۔ جسکا برا انجام۔ قدرت کاملہ عز جلالہ کے دخیل نظام۔ اگر منی کے دخول کے وقت دہشت سے عورت مرگئی یا منیٔ مخلط کے داخل کرنے کے بعد ضرر و اضرار کی وجہ سے جان چلی گئی تو ڈاکٹروں کے ساتھ شوہر پر بھی مارنے کا شدید الزام اور اگر زوجہ خود بھی ماہر ڈاکٹرنی ہو تو جب بھی اپنی شرمگاہ میں بذریعہ انجکشن و آلہ مخصوصہ منی کا ادخال حرام۔ جیسے لکڑی یا موم بتی وغیرہ کو شرمگاہ میں داخل کرنا شرع مطہر کے خلاف اور ہوائے نفسانی اور فعل شیطانی کا ملاپ۔ اگر لکڑی یا موم بتی وغیرہ اندام نہانی میں ٹوٹ گئی تو پھر وہی بے شرمی و بے حیائی کیوجہ سے ڈاکٹر یا ڈاکٹرنی کی محتاجی۔ للہ انصاف کیجئے یہ ٹیسٹ ٹیوب کا استعمال بہر صورت متقاضی عدم جواز و حرمت پر منصوص مقال، اسلئے ٹیسٹ ٹیوب بے بی کا استعمال ناجائز ہے۔ پھر آزاد خیال مسلم نژاد جائز کیلئے کیوں مرے جارہے ہیں۔ **استغفر اللّٰہ من تلک الخرافات الصریحة القبیحة الشنیعة**

غرض کہ فتاویٰ دار العلوم اعلیٰ حضرت میں اکثر فتاوے تحقیق و تدقیق سے مزین دلائل و براہین سے مبرہن ہے، انشاء المولیٰ تعالیٰ جس سے قارئین مستفیض و مستنیر ہونگے۔ والد گرامی مدظلہ الاقدس کے حکم سے میں نے منتشر فتوؤں کو جمع کر کے مجموعی شکل دیا ہے۔ جو آسان کام نہیں تھا۔ لیکن یہ رب متعال کا فضل و کرم ہوا کہ والد گرامی کے عین حیات ہی میں ہمارے حصہ میں اس کام خیر کو انجام دینا تھا جو پایۂ

تکمیل تک پہونچا، رب عزو جلّ کی بارگاہ قدس میں دعا ہے کہ والد گرامی مدظلہ کی خدمات کو قبول فرمائے اور ان کی عمر میں برکت عطا فرمائے آمین بجاہ سید المرسلین علیہ افضل الصلوٰات والتسلیم

فقط والسلام

ابومحامد غزالی قادری

دار العلوم اعلیٰ حضرت رضا نگر کلمنا ناگپور مہاراشٹر

نوٹ! میں نے والد صاحب کے جتنے فتوؤں کو جمع کر کے مزین کیا ہے حتیٰ المقدور کوشش کی گئی ہے کہ غلطی نہ رہ جائے لیکن میں بھی ایک انسان ہوں خطا کا ہونا ممکن ہے لہذا اگر کسی صاحب کو کوئی غلطی نظر آئے تو براہ کرم بجائے تنقید و تنقیص بغرضِ اصلاح ہمیں ضرور مطلع فرمائیں تاکہ جلد اول کے تیسرے ایڈیشن اور جلد دوم کے دوسرے ایڈیشن میں اصلاح کردی جائے۔ فقیر قادری مشکور ہوں گا ۱۲

كتاب العقائد

۸۶/۹۲ء

وَمَا عَلَّمْنٰهُ الشِّعْرَ وَمَا يَنْبَغِيْ لَهٗ کا مطلب

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان اہلسنت وجماعت دیوبندیوں کے اس اعتراض کے جواب میں کہ قرآن پاک میں آیا ہے **وَمَا عَلَّمْنٰهُ الشِّعْرَ وَمَا يَنْبَغِيْ لَهٗ** یعنی اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو شاعری کا علم نہیں دیا اور یہ آپ ﷺ کے لائق نہیں [ترجمہ اشرفعلی تھانوی]

اس سے ثابت ہوا کہ آپ ﷺ کو علم ما کان وما یکون نہیں ہے۔ اس کا جواب علمائے اہلسنت کے پاس کیا ہے؟ معقول ومنقول مدلل ومفصل جواب باصواب دیں تاکہ دیوبندیوں کو دنداں شکن جواب دیا جاسکے۔ فقط والسلام

محمد مظاہر القادری نزد ناخدا مسجد کلکتہ، بنگال

۸۶/۹۲ء الجواب بعون الملک العزیز العلام الوهاب

اہل سنت وجماعت کا مذہب مہذب یہی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو رب ذوالجلال والاکرام نے ما کان وما یکون کا علم عطا فرمایا۔ یعنی جو چیزیں پہلے ہو چکیں۔ اور جو قیامت تک ہونے والی ہیں۔ ان تمام اشیاء کا علم حضور اکرم نور مجسم عالم ما کان وما یکون صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو حاصل ہے۔ **وَمَا عَلَّمْنٰهُ الشِّعْرَ وَمَا يَنْبَغِيْ لَهٗ** [پارہ ۲۳ ررکوع ۳ رسورۂ یٰسین شریف]

اور ہم نے ان کو شعر کہنا نہ سکھایا [ترجمہ کنزالایمان] **وَمَا عَلَّمْنٰهُ الشِّعْرَ وَمَا يَنْبَغِيْ لَهٗ** کا یہ معنی نہیں کہ خدائے قدیر وقادر جل جلالہ نے اپنے محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کو شاعری کا علم نہیں دیا۔ جسکا مطلب دیوبندی یہ سمجھ رہے ہیں کہ شعر کا علم نہ دیا۔ بلکہ معنی یہ ہے کہ شعر گوئی کا ملکہ نہیں دیا۔ حقیقت شعر کا

علم اور چیز ہے۔ اور شعر کہنے کا ملکہ شئ دیگر است۔ تو مطلب یہ ہوا کہ سرکار محبوب رب العلمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو حقیقت شعر کا علم تھا۔ مگر شعر گوئی کا ملکہ نہیں عطا فرمایا۔ امام قاضی عیاض علیہ الرحمۃ والرضوان شفاء شریف ص ۶۸ ؍ پر فرماتے ہیں انما کانت غایة معارف العرب النسب واخبار اوائلها والشعر والبیان وبهذا الفن من بحر علمه صلی اللّٰہ تعالیٰ علیه وسلم ولا سبیل الیٰ جحد الملحد بشیء مما ذکرناه.

یعنی عرب کے کمالات علمیہ کی نہایت نسب اور متقدمین کے واقعات اور شعر و بیان کا جاننا تھا اور یہ فن حضور اکرم ﷺ کے علم کے سمندر میں سے ایک نقطہ ہے۔ اور ان میں سے کسی چیز کے انکار کی ملحد (بے دین) کو گنجائش نہیں۔ اسی مضمون کی تشریح فرماتے ہوئے حضرت ملا علی قاری علیہ رحمۃ الباری شرح شفاء شریف ج ۳؍ ص ۲۴۱؍ اور علامہ شہاب الدین خفاجی علیہ الرحمہ نسیم الریاض ج ۳؍ ص ۲۴۱؍ پر فرماتے ہیں۔ سیدنا کعب بن زهیر رضی اللّٰہ تعالیٰ عنه و ارضاه عنا نے نعت پاک صاحب لولاک ﷺ میں ایک قصیدہ شریف لکھ کر بارگاہ مصطفےٰ جان رحمت ﷺ میں باریاب ہوئے جس کا مصرعۂ اولیٰ یہ تھا بانت سعادفقلبی الیوم مبتول. اسی کو پیش کرتے ہوئے جب اس شعر پر پہونچے وان رسول اللّٰہ لنار یستضاء بها . وانه سیف من سیوف الهند مسلول۔ یعنی بیشک رسول اللہ ﷺ ایک ایسی آگ ہیں جن سے روشنی لی جاتی ہے۔ اور حضور اکرم ﷺ ہند کی تلواروں میں سے ایک تیز دھار دار تلوار ہیں۔ اس پر فوراً سرکار عالمین عالم ما کان وما یکون ﷺ نے اصلاح یوں فرمائی۔ وان رسول اللّٰہ لنور یستضاء به.. وانه لسیف من سیوف اللّٰہ مسلول۔ یعنی حضور اکرم ﷺ ایسے نور ہیں جن سے روشنی حاصل کی جاتی ہے۔ اور بیشک حضور اکرم ﷺ اللہ تعالیٰ کی تلواروں میں سے ایک کھینچی ہوئی تلوار ہیں۔ نیز شرح قصیدہ ابن زہیر بانت سعاد لابن حجة الحموی [مکتبة المعارف الریاض] ص ۵۴؍ پر ہے کہ حضور اکرم نبی رحمت شفیع امت ﷺ نے

چھتواں شعر کا دوسرا مصرع جب حضرت کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پڑھا۔ والعفو عند رسول اللہ مامول تو اس پر بھی عالم ما کان وما یکون ﷺ نے اصلاح فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا۔ والعفو عند اللہ مامول۔ جس سے ثابت ہوا کہ آقائے دوجہاں مالک انس وجاں ﷺ کو شعر کے حسن وقبح صحیح وغلط کا ضرور بالضرور علم تھا ہاں شعر گوئی ملکہ نہیں تھا۔ علم کیلئے ملکہ لازم نہیں ہے۔ علم ما به الانکشاف کو کہتے ہیں۔ قرآن عظیم میں علم شعر کی نفی مراد نہیں ہے بلکہ ملکہ کی نفی مراد ہے اور وَمَا عَلَّمْنٰهُ الشِّعْرَ وَمَا يَنْبَغِيْ لَهٗ کا معنی یہ ہے اور ہم نے ان کو شعر کہنا نہ سکھایا اور نہ وہ ان کی شان کے لائق ہے۔ هذا الجواب مختصر والتفصیل فی الکتب الکثیرۃ فتطالع ان شئت واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

کتبــــــــــــــــــــــــــــــــــــہ

فقیر محمد ناظر اشرف قادری بریلوی غفرلہ القوی

خادم دار الافتاء دار العلوم اعلیٰ حضرت رضا نگر کلمنا ناگپور مہاراشٹر

ضروریات دین وغیرہ کی تعریفات اور اسکے احکام

حضور حکیم الملت حضرت مفتی صاحب قبلہ مدظلہ۔۔۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

حضور مندرجہ ذیل اصطلاحات کی تعریفات کیا کیا ہیں۔ اور ان کے حکم شرعی کیا کیا ہیں؟

(۱) ضروریات دین کی جامع تعریف کیا ہے؟

(۲) ضروریات مذہب اہلسنت کی جامع تعریف کیا ہے؟

(۳) ثابتات محکمہ کس کو کہتے ہیں؟

(۴) ظنیات محتملہ کس کو کہتے ہیں؟

(۵) کفر لزومی اور التزامی کی تعریف کیا ہے؟

المستفتی :۔ محمد ایوب عالم رضا چوک جبلپور

۷۸۶/۹۲ الجواب بعون الملک العزیز العلاّم

(۱) دین کے وہ احکام و مسائل جو قرآن کریم یا احادیث متواترہ یا اجماع قطعی سے اس طرح ثابت ہوں کہ ان میں کسی شبہ کی گنجائش نہ ہو۔ اور تاویل کی کوئی راہ نہ ہو۔ اور ان احکام و مسائل کا دین اسلام سے ہونا خواص و عوام سبھی جانتے ہوں یہ ضروریات دین کی تعریف ہے۔

[فتاویٰ حدیثیہ ص ۴۷۵ مطبوعہ دار الفکر بیروت]

نیز ردالمحتار ج ۲ رص ۵/المعتمد المستند ص ۱۹۴/حاشیہ چلپی علیٰ شرح العقائد جلد ۳ رص ۱۴۵/فتاویٰ رضویہ مترجم جلد ۲۹ ررسالہ اعتقاد الاحباب] میں بھی وہی تعریف ہے۔ ضروریات دین کا منکر یا ان میں باطل تاویلات کا مرتکب کافر ہو جاتا ہے۔ [فتاویٰ رضویہ مترجم جلد ۲۹ رص ۳۸۵]

(۲) جن مسائل کا مذہب اہلسنت و جماعت سے ہونا خواص و عوام سب کو معلوم ہو ان کا ثبوت بھی دلیل قطعی سے ہو مگر ان کے قطعی الثبوت ہونے میں ایک نوع شبہ اور تاویل کا احتمال ہو۔ ضروریات مذہب اہلسنت کا منکر کافر نہیں ہوتا بلکہ گمراہ بد مذہب بد دین کہلاتا ہے [فتاویٰ رضویہ مترجم جلد ۲۹ رص ۳۸۵]

(۳) جن کے ثبوت کیلئے دلیل ظنی کافی ہوتا ہے مگر اس کا مفاد اکبر رائے ہوتا ہے کہ جانب خلاف کو مطروح و مضمحل اور التفات خاص کے ناقابل بنا دیتا ہے اس کے ثبوت کیلئے احادیث احاد صحیح یا حسن کافی ہے یا قول سواد اعظم و جمہور علماء کا سند وافی ہے. فان ید اللّٰہ علی الجماعۃ یعنی اللہ تعالیٰ کا دست قدرت جماعت پر ہوتا ہے۔ ثابتات محکمہ کا منکر نہ کافر ہے نہ بد مذہب بلکہ وضوح امر کے بعد خاطی، گنہگار

قرار پاتا ہے۔[فتاوی رضویہ مترجم جلد ۲۹ ص ۳۸۵]

(۴) جن مسائل کے ثبوت کیلئے ایسی دلیل ظنی بھی کافی ہوتی ہے جس میں جانب خلاف کیلئے بھی گنجائش رکھی ہو۔ظنیات محتملہ کا منکر صرف قصوروار کہا جاتا ہے نہ گنہگار نہ گمراہ نہ کافر

[فتاوی رضویہ مترجم جلد ۲۹ ص ۳۸۵]

(۵) کفر لزومی کی تعریف یہ ہے کہ جو بات کسی نے کہی عین کفر نہیں مگر منجر بکفر ہوتی ہے، یعنی مآل سخن وہ لازم حکم کو ترتیب مقدمات وتتمیم تقریبات کرتے لے چلیئے تو انجام کار اس سے کسی ضروری دینی کا انکار لازم آئے۔اسکی مثال اسمٰعیل دہلوی کے اقوال ہیں۔

اور کفر التزامی کی تعریف یہ ہے کہ ضروریات دین میں سے کسی شئی کا تصریحاً خلاف کرے یہ قطعاً اجماعاً کفر ہے اور قائل کافر ومرتد ہے، جیسے اشرف علی تھانوی، رشید احمد گنگوہی، خلیل احمد انبیٹھوی، مرزا غلام احمد قادیانی کے کفری اقوال بدتر از ابوال ہیں۔۔

کتبہ

فقیر محمد ناظر اشرف قادری بریلوی غفرلہ القوی

خادم دارالافتاء دارالعلوم اعلیٰ حضرت رضا نگر کلمنا ناگپور مہاراشٹر

جو یہ عقیدہ رکھے خدا جھوٹ بول سکتا ہے وہ کافر ہے

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں

کہ انوار شریعت عرف اچھی نماز کتاب کے مصنف فقیہ ملت حضرت مفتی جلال الدین امجدی

صاحب علیہ الرحمہ نے اپنی کتاب کے آغاز میں پہلے صفحہ پر یہ عقیدہ لکھا ہے کہ "لہٰذا جو یہ عقیدہ رکھے کہ خدا جھوٹ بول سکتا ہے۔ وہ گمراہ وبدمذہب ہے" جسکا مطلب یہ ہے کہ وہ کافر نہیں حضور والا جواب شریعت کی روشنی میں لکھ کر جلد بذریعہ ڈاک روانہ فرمادیں۔

المستفتی: غلام قادر بیگ، گوا

۷۸۶/۹۲ الجواب بعون الملک العزیز العلام

فقیہ ملت علامہ مفتی جلال الدین امجدی علیہ الرحمہ نے "انوار شریعت" مبتدی طلبہ کے حصول تعلیم کیلئے تحریر فرمایا ہے۔ اور خداوند قدوس کے تعلق سے جو یہ عقیدہ بیان فرمایا ہے کہ۔ "جو یہ عقیدہ رکھے کہ خدا جھوٹ بول سکتا ہے۔ وہ گمراہ و بدمذہب ہے" تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ صرف ضال ومضل ہے بلکہ گمراہ و بدمذہب کا ایک درجہ کفر وارتداد بھی ہے۔ اور یہاں انوار شریعت میں یہی مراد ہے۔ بالفاظ دیگر یعنی گمراہ و بدمذہب کے دو درجے ہیں ایک کفر فقہی جس کے مرتکب کو متکلمین اور فقہائے محتاطین گمراہ کہتے ہیں اور عامۂ فقہاء کی جماعت کافر کہتی ہے۔ دوسرا کفر کلامی جس کے مرتکب کو متکلمین اور فقہاء دونوں جماعتیں کافر کہتی ہیں اور یہاں گمراہ سے یہی دوسری قسم مراد ہے۔ امام المحققین قاضی عبداللہ بن عمر بیضاوی علیہ الرحمہ متوفی ۶۸۵ھ اپنی کتاب طوالع الانوار ص ۷۹ر میں تحریر فرماتے ہیں۔ فان الکذب نقص و النقص علیٰ اللہ تعالیٰ محال ۔ نیز علامہ سعد الدین تفتازانی علیہ رحمۃ الباری شرح عقائد نسفی ص ۱۷ر پر لکھتے ہیں کہ کذب کلام اللہ تعالیٰ وھو محال.

نیز شرح مقاصد ج ۲ رص ۱۵۲ر پر قال وتمسکوا بوجوہ الاول ان حسن الاحسان وقبح العدوان کے تحت رقمطراز ہیں۔ الکذب وھو محال اما اولاً فباجماع العلماء اما ثانیاً فیما تواتر من اخبار الانبیاء واما ثالثاً فان الکذب نقص باتفاق العقلاء وھو محال

علیٰ اللّٰہ تعالیٰ لما فیہ امارۃ العجز والجھل والغیر ..

انہیں عبارتوں سے ثابت ہوگیا کہ جھوٹ عیب ہے۔اور ہر عیب اللہ تعالیٰ کیلئے محال بالذات ہے اس پر سلف وخلف کے علماء کا اجماع ہے اور انبیاء کرام علیہم الصلوات والسلام کی اخبار کا تواتر بھی ہے۔اور عقلاء کا اتفاق بھی ہے۔

لہٰذا جو یہ عقیدہ رکھے کہ خداوند قدوس جھوٹ بول سکتا ہے۔تو وہ خداوند قدوس کو عیبی مانتا ہے۔ اور اللہ جلّ مجدہٗ کو عیبی ماننے والا مسلمان نہیں۔بلکہ کافر ومرتد اور خارج از اسلام ہے۔[جیسا کہ انوار شریعت میں مندرج اوپر کا جملہ ''جھوٹ، دغا، خیانت، ظلم، جہل وغیرہ ہر عیب سے پاک ہے۔اس کے لئے کسی عیب کا ماننا کفر ہے'' صراحتہً دال ہے]۱۲واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

کتبـــــــــــــــــہ

فقیر محمد ناظر اشرف قادری بریلوی غفرلہ القوی

خادم دار الافتاء دار العلوم اعلیٰ حضرت رضا نگر کلمنا ناگپور مہاراشٹر

منہیہ:

میرے مذکورہ جواب پر بعض مفتیوں کو اطمنان کلی حاصل نہ ہوا،اسی لئے ذیلی عبارت بطور حوالہ پیش خدمت ہے۔کیونکہ استحالۂ کذب باری تعالیٰ اعلیٰ ضروریات دین میں سے ہے،جیسا کہ امام احمد رضا قادری بریلوی قدس سرہ القوی اپنے رسالہ ''سبحٰن السبوح عن عیب کذب مقبوح'' میں فرماتے ہیں''**اقــول** : باللہ التوفیق بداہت عقل شاہد ہے کہ الٰہ عزّ مجدہٗ جمیع عیوب ونقائص سے منزہ اور اسکا ادراک شرع پر موقوف نہیں'' اور پھر چند سطروں کے بعد فرماتے ہیں۔

''پھر شرع مطہر کی طرف رجوع کیجئے تو مسئلہ اعلیٰ ضروریات دین سے ہے۔جس طرح قرآن وحدیث

نے باری جلّ مجدہ کی توحید ثابت فرمائی یونہی ہر عیب و منقصت سے اسکی تنزیہ و تقدیس"

اور جب مسئلہ اعلیٰ ضروریات دین میں سے ہے تو یقیناً کذب باری تعالیٰ کے محال بالذات ہونے کا منکر کافر و مرتد ہے۔اور فاضل اجل امام بریلوی رضی المولیٰ تعالیٰ عنہ اپنے رسالہ **القمع المبین لآمال المکذبین** میں فرماتے ہیں "ہاں جب اسے اللہ عزّ وجلّ کی طرف نسبت کرو جو ضرور محال ہے کہ ذات الٰہی بالذات مقتضی جملہ کمالات منافی جملہ نقائص ہے تو اس پر کذب محال بالذات ہے یہ استحالہ جانب باری سے بالذات ہوا کہ اسکی ذات ذات کریم ہر عیب کے منافی ہے"

لہٰذا جو شخص اللہ تعالیٰ کیلئے جھوٹ کو محال بالذات نہ مانے خواہ صرف امکان مانے یا وقوعی مانے تو وہ شخص ضرور کافر و مرتد ہے۔اور جیسا کہ حضرت مفتی شریف الحق صاحب امجدی علیہ الرحمہ ایک سوال کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں کہ "البتہ اس نے جو یہ بکا "اللہ جھوٹ بول سکتا ہے، رام رحیم ایک ہے، مسجد مندر خدا کا گھر ہے" **ان جملوں کیوجہ سے یہ شخص کافر و مرتد ہوگیا**" [فتاویٰ شارح بخاری کتاب العقائد ج ا رص ۲۶۲] واللہ الھادی الی سواء السبیل

کتبـــــــــــــــــــــــــــــــــــہ

فقیر محمد ناظر اشرف قادری بریلوی غفرلہ القوی

خادم دارالافتاء دارالعلوم اعلیٰحضرت رضا نگر کلمنا ناگپور

مولوی اشرف علی تھانوی، رشید احمد گنگوہی، قاسم نانتوی وغیرہ کافر ومرتد ہیں

بخدمت اقدس حضرت علامہ مفتی صاحب قبلہ۔۔۔۔۔السلام علیکم ورحمة اللہ وبرکاتہٗ

مندرجہ ذیل سوالوں کے جوابات عنایت فرما کر عنداللہ ماجور وعندالقوم مشکور ہوں جزاکم اللہ خیر الجزا آمین (۱) غلام احمد قادیانی، (۲) قاسم نانوتوی (۳) رشید احمد گنگوہی (۴) خلیل احمد انبیٹھوی (۵) اشرف علی تھانوی ان تمام کی کفری عبارتیں متواتر اور مشہور بین العوام والخواص ہیں۔ امام اہلسنت حضرت مولانا شاہ احمد رضا خاں قادری رحمۃ اللہ علیہ نے ان افراد خمسہ پر ۱۳۲۰ھ کو المعتمد المستند میں کفر کلامی کا حکم جاری فرمایا ہے اور علمائے حرمین طیبین نے ۱۳۲۴ھ مطابق ۱۹۰۵ء میں اس فتویٰ کی تصدیق فرمائی اس کی تفاصیل حسام الحرمین میں موجود ہیں۔

ایک مدت بعد شیر بیشۂ اہلسنت حضرت مولانا حشمت علی خاں رحمۃ اللہ علیہ کے مشورہ کے مطابق ۱۳۴۴ھ میں غیر منقسم ہندوستان کے ۲۶۸/ اکابر علمائے کرام نے امام اہلسنت کے فتویٰ کی تصدیق کی اس کی تفصیل ''الصوارم الہندیہ'' میں موجود ہے۔ مذکورہ بالا افراد خمسہ آپ کی تحقیق کے مطابق مرتد ہیں یا نہیں؟

(۲) جو شخص ان افراد خمسہ کی کفریہ عبارات کے قطعی ویقینی علم اور علمائے عرب وعجم کی جانب سے ان افراد خمسہ کی تکفیر قطعی ویقینی اطلاع کے باوجود ان افراد خمسہ کو مؤمن اعتقاد کرے وہ شخص مؤمن ہے یا کافر؟

المستفتیان

فیضان المصطفیٰ قادری (گھوسی) طارق انور مصباحی (کیرلا)

۷۸۶/۹۲ الجواب بعون الملک الوہاب

(۱) یقیناً حتماً لازماً لاریب فیہ جو حکم شرع شریف امام اہلسنت مجدد اعظم قدس سرہٗ نے المعتمد المستند وغیرہ میں مذکورہ بالا افراد خمسہ کے کفروارتداد کے تعلق سے بیان فرمایا ہے۔اور اس کی تصدیق وتائید وتوثیق اس زمانہ کے علمائے اہل سنن حرمین طیبین نے فرمایا ہے۔جنکی تفاصیل حسام الحرمین الشریفین میں موجود ہیں۔وہ حرف بحرف صحیح ودرست ہیں۔اور میری تحقیق کے مطابق بھی متذکرہ بالا افراد خمسہ کافر ومرتد ہیں۔

(۲) وہ شخص ہرگز ہرگز مؤمن نہیں ہے۔بلکہ دائرۂ اسلام سے خارج ہے۔اور ان افراد خمسہ کے کفریات پر اطلاع یقینی کے بعد ادنیٰ شک کرنے والا بھی مؤمن نہیں ہے۔کیونکہ علمائے اہل سنن حرمین طیبین وغیرہم نے صاف صاف ارشاد فرمادیا ہے کہ۔من شک فی کفرہ وعذابہ فقد کفر یعنی جو شخص ان افراد خمسہ کے کفروارتداد پر اطلاع کے بعد شک کرے وہ بھی کافر ہے۔۱۲واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

کتبہ

فقیر محمد ناظر اشرف قادری بریلوی غفرلہ القوی

خادم دارالافتاء دارالعلوم اعلیٰ حضرت رضا نگر کلمنا ناگپور

مسلک اہلسنت اور مسلک اعلیٰ حضرت میں عموم خصوص مطلق کی نسبت ہے

کیا فرماتے ہیں حضور حکیم الملت مدظلہ الاقدس کہ

میرے پاس مفتی نظام الدین صاحب مبارکپوری،صدر شعبۂ افتاء جامعہ اشرفیہ مبارکپور کی کتاب ہاتھ لگی ہے،جسکا نام ہے ’’مسلک اہلسنت کی مترادف اصطلاح مسلک اعلیٰحضرت‘‘اب سوال یہ ہے کہ کیا

مسلک اہلسنت اور مسلک اعلیٰحضرت میں ترادف کی نسبت ہے یا تساوی کی نسبت ہے؟

آپ اپنا نظریہ امام احمد رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کتاب کے حوالے سے تحریر فرما کر روانہ فرمادیں مشکور ہونگا۔ ساتھ ہی ساتھ چند سوالات آپکی بارگاہ میں روانہ کررہا ہوں ترتیب وار آسان زبان میں جواب تحریر فرمادیں گے تاکہ ہم جیسے لوگوں کو سمجھ میں آجائے۔ فقط والسلام

ناچیز (مولانا) عبدالمصطفیٰ حاضر رضا خاں

ڈنڈوری، صوبہ مدھیہ پردیس

۷۸۶/۹۲ الجواب اللّٰھم ھدایة الحق والصواب

مسلک اہلسنت اور مسلک اعلیٰحضرت کے مابین نہ ترادف کی نسبت ہے اور نہ ہی تساوی کی۔ بلکہ دونوں کے درمیان عموم خصوص مطلق کی نسبت ہے، جسمیں ایک مادہ اجتماع اور ایک مادہ افتراق کا ہوتا ہے۔

فتاویٰ رضویہ شریف ج ۳/ص ۲۹۲ پر تحریر ہے کہ فاضل علامہ سیدی احمد مصری طحطاوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ حاشیہ درمختار میں ناقل۔ من شذ ان جمهور اهل الفقه والعلم والسوادا لاعظم قد شذ فيمايدخله فى النار فعليكم معاشر المومنين فباتباع فرقة الناجية المسماة باهل السنة والجماعة فان نصرة الله تعالىٰ وحفظه وتوفيقه فى موافقتهم وخذلانه وسخطه فى مخالفتهم وهذه الطائفة الناجية قد اجتمعت اليوم فى مذاهب اربعة وهم الحنفيون والمالكيون والشافعيون والحنبليون رحمهم اللّٰه تعالىٰ ومن كان خارجاً عن هذه الاربعة فى هذاالزمان فهو من اهل البدعة والنار

ترجمہ: یعنی جو شخص جمہور اہل علم وفقہ وسواد اعظم سے جدا ہوجائے وہ ایسی چیز کے ساتھ تنہا ہوا جو اسے دوزخ میں لیجائیگی۔ تو اے گروہ مسلمین! تم پر فرقہ ناجیہ اہلسنت وجماعت کی پیروی لازم ہے کہ خدا

کی مدداور اسکا حافظ وکارساز رہنا، موافقت اہلسنت میں ہے اور اسکا چھوڑ دینا اور غضب فرمانا اور دشمن بنانا سنیوں کی مخالفت میں ہے اور یہ نجات والا گروہ اب چار مذہب میں مجتمع ہے۔ حنفی، مالکی، شافعی، حنبلی، اللہ تعالیٰ ان سب پر رحمت فرمائے۔ اس زمانہ میں ان چار سے باہر ہونے والا بدعتی جہنمی ہے۔

تو معلوم ہوا کہ مسلک اہلسنت حنفی، مالکی، شافعی، حنبلی چاروں کو شامل ہے اور مسلک اعلیٰحضرت عقائد میں اہلسنت ماتریدیہ اور فروعیات میں فقہ حنفی کا نام ہے جس کی آئینہ دار تصانیف امام احمد رضا قدس سرہ العزیز ہے۔ اس سے ظاہر ہوگیا کہ مسلک اہلسنت اور مسلک اعلیٰحضرت میں عموم خصوص مطلق کی نسبت ہے۔

مثلاً

	مسلک اہلسنت	مسلک اعلیٰحضرت	مادہ
حنفی	//	//	اجتماع
شافعی، مالکی، حنبلی	//	×	افتراق

سوال نمبر (۲) ہمارے علماء اہلسنت میں اکابر ومشائخ نے اپنی تحریروں میں یہ جو فرمایا ہے کہ "ہم مسلک اہلسنت وجماعت یعنی مسلک اعلیٰحضرت پر قائم ہیں" تو اس سے یہ شبہ پیدا ہوتا ہے کہ مسلک اہلسنت اور مسلک اعلیٰحضرت دونوں میں ترادف کی نسبت ہے۔

جواب نمبر (۲) جن اکابر ومشائخ نے ہمارا مسلک اہلسنت وجماعت یعنی مسلک اعلیٰحضرت ہے" فرمایا ہے وہ جملہ اکابر ومشائخ حنفی ہیں۔ کسی شافعی، مالکی یا حنبلی نے یہ نہیں فرمایا ہے کہ ہمارا مسلک اہلسنت وجماعت مسلک اعلیٰحضرت ہے۔

سوال نمبر (۳) حسام الحرمین الشریفین کی اکابر ومشائخ میں سے شافعی ومالکی، حنبلی نے بھی تصدیقات تحریر فرمائے ہیں تو اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ ان لوگوں کا مسلک بھی مسلک اعلیٰحضرت ہے۔

جواب نمبر (۳) جن اکابر ومشائخ مالکی وشافعی وحنبلی حرمین شریفین زادھم اللہ تعالیٰ شرفاً وتکریماً نے حسام الحرمین الشریفین کی تصدیقات فرمائے ہیں وہ اصول عقائد میں موافقت کی اساس پر فرمائے ہیں۔ نہ کہ فروعیات کی بنیاد پر۔ اور حسام الحرمین الشریفین میں امام اہلسنت اعلیٰحضرت مجدد اعظم قدس سرہ نے جو کچھ تحریر فرمایا ہے، وہ سب عقائد ہیں۔ اور اصول عقائد میں حنفی، مالکی، شافعی، حنبلی سب کے سب اہلسنت وجماعت میں شامل ہیں۔ جو ما انا علیه و اصحابی کی تعبیر اصلی ہے۔

سوال نمبر (۴) وصایا شریف میں امام اہلسنت علیہ الرحمۃ والرضوان نے فرمایا ہے کہ میرا دین ومذہب وہی ہے جو میری کتب سے ظاہر ہے تو یہ دو لفظ (۱) میرا دین (۲) مذہب، فرمانے کی کیا وجہ ہے؟

جواب نمبر (۴) امام اہلسنت علیہ الرحمۃ والرضوان نے میرا دین کہہ کر اہلسنت وجماعت مراد لیا ہے۔ اور مذہب فرما کر مذہب امام اعظم بوحنیفہ رضی المولیٰ تعالیٰ عنہ وارضاہ عنا مراد لیا ہے۔ اسی لئے دو لفظ ارشاد فرمایا ہے۔

سوال نمبر (۵) ماتریدیہ اور اشاعرہ دونوں اہلسنت ہیں تو پھر حنفیہ اور ماتردیہ میں کونسی نسبت ہے؟

جواب نمبر (۵) عموم خصوص من وجہ کی نسبت ہے۔ اس صورت میں جب مدعیان حنفیت کو داخل مانا جائے مثلاً معتزلہ ودیابنہ۔ اور اگر خارج مانا جائے جیسا کہ حقیقیہ نفس الامر یہی ہے تو عموم خصوص مطلق کی نسبت ہے، جیسا کہ امام اہلسنت قدس سرہ نے المستند ص ۲۰۲ / پر فرمایا ہے۔ ای الماتریدیة ذلک ان بین الحنفیة واهل الحق عموماً من وجه فنحن بحمد الله تعالیٰ سنیون حنفیون واخواننا الاشاعرة سنیون لاحنفیون والمعتزلة حنفیون لا سنیون ۱۲

ترجمہ: حنفیہ یعنی ماتریدیہ حضرات اور یہ اس وجہ سے کہ حنفیہ اور اہل حق کے مفہوم میں عموم من وجہ ہے۔ تو ہم بحمد للہ سنی حنفی ہیں۔ اور ہمارے اشعری بھائی سنی ہیں حنفی نہیں اور معتزلہ حنفی ہیں (یعنی حنفی ہونے کے مدعی ہیں) سنی نہیں۔

توباعتبار حقیقت اس سے صاف واضح ہوگیا کہ حنفی اور اہلسنت میں عموم خصوص مطلق ہے اور مسلک اعلیحضرت فقہ حنفی کی روشنی میں مسلک اہلسنت ہے۔ واللّٰہ تعالیٰ اعلم بالصواب وعلمہ جلّ مجدہ اتم واحکم بالجواب

کتبــــــــــــــــــــــــہ

فقیر محمد ناظر اشرف قادری بریلوی غفرلہ القوی

خادم دارالافتاء دارالعلوم اعلیٰ حضرت رضانگر کلمنا ناگپور

فتاویٰ رضویہ کی روشنی میں
وہابی، دیوبندی کی نماز جنازہ کا شرعی حکم

﴿الواضحة الجليلة فى مسئلة الجنازة﴾

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام وفقہائے عظام مسئلہ ذیل میں کہ

(۱) الملفوظ شریف حصہ اول ص ۶۷ مطبوعہ رضا اکاڈمی ممبئی میں ہے کہ

عرض: ایک صاحب نے ایک وہابی کے جنازہ کی نماز پڑھی ایسے شخص کیلئے کیا حکم ہے؟

ارشاد: وہابی، رافضی، قادیانی وغیرہم کفار، مرتدین کے جنازہ کی نماز انہیں ایسا جانتے ہوئے پڑھنا کفر ہے۔۔۔

لیکن فتاویٰ رضویہ شریف ج ۴ ص ۱۷، ۱۸ اور ص ۵۷ کی عبارتوں سے یہ فہم ہوتا ہے کہ دنیوی نفع کی صورت میں کفر نہیں ہے۔ دونوں میں تطبیق کیسے ہوگی؟

(۲) دنیوی نفع کی صورت کا معنیٰ کیا ہے؟

(۳) نماز جنازہ کی تعریف کیا ہے؟

(۴) بہار و بنگال کے علاقے میں وہاں کے لوگ وہابی، دیوبندی وغیرہم کی رشتہ داری کیوجہ سے انکے جنازہ کی نماز پڑھتے ہیں۔ انکے بارے میں کیا حکم ہے؟

حضور مفتی صاحب قبلہ آپ مسائل مذکورہ کی توضیح وتشریح فرمادیں تاکہ عوام اہلسنت ان افعال مردودہ سے بچیں۔ اور فہم مسئلہ میں سہولت ہو۔

المستفتی (مولانا) محمد ابومحامد غزالی، ناگپور

۷۸۶/۹۲ الجواب بعون الملک العزیز العلام

صورت مستفسرہ میں سب سے پہلے فتاویٰ رضویہ شریف میں مندرج دونوں فتاوے کی تشریح وتوضیح کو فہم ودرک کرنا از حد ضروری ولازمی ہے۔

من وعن یکے بعد دیگرے دونوں فتوؤں کو نقل کر کے اسکی تجزیہ وتحلیل لازم جانتا ہوں تا کہ فہم مسئلہ میں قصور واقع نہ ہو۔

فتاویٰ رضویہ المجلد الرابع ص ۱۷ پر سائل نے امام اہلسنت مجدد اعظم قدس سرہ العزیز سے سوال کیا۔
کہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص اہل اسلام سے آخر عمر تک تارک الصلوٰۃ والصیام وشارب الخمر باللیل والایام ملحق بادین نصاریٰ رہا۔

حتیٰ کہ بہ تحقیق بدون توبہ ڈاک بنگلہ پر منتقل ہوا۔ پھر ورثا اسکے مکان پر لائے۔ معاذ اللہ اور بخوف عدم شرکت دفن اہل اسلام کے ایک حجام اور خرادی اور کنجڑا پرورش یافتہ خود کو مصنوعی شاہد مقرر کر کے توبہ پر اس میت کی قائم کیے۔ عیاذاً باللہ۔۔

تب جنازہ اٹھا اور ہمراہ جنازہ کے عیسائی بھی تھے۔ تب بھی ہر چند کس نے دیدہ ودانستہ نماز جنازہ پڑھی۔ اور اسقاط لیکر قبر پر قرآن پڑھا۔ بعد دخول قبر عیسائیوں نے ٹوپی اتار کر سلامی لی۔ پس مسلمانوں کو بحکم شرع میت کے اسلام پر خدشہ صادقہ تھا۔ اور یقین کامل ہوا۔ اور بحمیت اسلامی ان سے روکش ہوئے کہ اوروں کو عبرت ہو۔ کیونکہ بعملداری ہنود تعزیز غیر ممکن۔ اور ان کے پیچھے نماز جماعت درست ہے یا ممنوع؟ اسکے حق میں اور ان کے مشترک کے حق میں شرعاً کیا حکم ہے؟ مشرح بعبارت کتب بیان فرمادیں رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔

اس سوال کا تجزیہ کریں تو مسئول عنہ کے درج ذیل اجزاء ہو سکتے ہیں۔

(۱) ایک شخص اہل اسلام سے ہے یعنی مسلمان ہے۔

(۲) تارک الصلوٰۃ والصوم وشارب الخمر باللیل والایام (یعنی نماز وروزہ کا چھوڑنے والا اور رات و دن شراب پینے والا ہے)

(۳) ملحق بادین نصاریٰ رہا (یعنی عیسائیوں کے دین کے ساتھ متصل رہا)

(۴) حتیٰ کہ بہ تحقیق بدون توبہ ڈاک بنگلہ پر منتقل ہوا۔ پھر ورثا اس کے مکان پر لائے۔ معاذ اللہ

(۵) اور بخوف عدم شرکت دفن اہل اسلام کے ایک حجام (نائی) خرادی (لوہار) اور کنجڑا (سبزی فروش) پرورش یافتہ خود کو مصنوعی (بناوٹی) شاہد (گواہ) مقرر کر کے توبہ پر اس میت کی قائم کیے۔ عیاذاً باللہ

(۶) تب جنازہ اٹھا۔ اور ہمراہ جنازہ کے عیسائی بھی تھے۔

(۷) تب بھی چند کس (مسلمانوں) نے دیدہ و دانستہ نماز جنازہ پڑھی۔ اور اسقاط (کچھ اناج وغیرہ) لیکر قبر پر قرآن پڑھا۔

(۸) بعد دخول قبر عیسائیوں نے ٹوپی اتار کر سلامی لی۔

(۹) پس مسلمانوں کو بحکم شریعت میت کے اسلام پر خدشۂ صادقہ۔ (یعنی صحیح شک وشبہ) تھا

(۱۰) اور بحمیت اسلامی ان سے روکش (شرمندہ ہو کر ناراض) ہوئے کہ اوروں کو عبرت ہو کیونکہ بعملداری ہنود تعزیز غیر ممکن۔

(۱۱) اس خیال سے ان لوگوں سے مرتدین کا معاملہ کرنا جائز ہے یا نہیں؟ جب تک توبہ نہ کریں۔

(۱۲) اور ان کے پیچھے نماز جماعت (نماز باجماعت) درست ہے یا ممنوع؟ اس کے حق میں اور اس کے مشترک (یعنی شریک ہونے والوں) کے حق میں شرعاً کیا حکم ہے؟ مشرح (تشریح کئے ہوئے) بعبارت کتب بیان فرمادیں۔

(الف) سوال کے جزء اول سے سائل کا مقصود، میت کو مسلمان بتانا ہے۔

(ب) سوال کے جزء ثانی سے سائل کا مقصود، میت کو بے نمازی و بے روزہ دار اور شرابی بتانا ہے۔
(ج) سوال کے جزء ثالث سے سائل کا مقصود، میت کو دین عیسائی رکھنے والوں کے ساتھ میل جول۔
اٹھک بیٹھک کا الحاق و اتصال بتانا ہے۔ نہ کہ ایصال اور ایسا اتحاد و وداد کہ دین نصاریٰ ہی مرضیٰ و مختار ہے
(د) سوال کے جزء رابع سے سائل کا مقصود، میت کو تحقیقی طور پر توبہ کئے بغیر ورثہ کے مکان پر لانے کو بتانا
ہے۔
(ہ) سوال کے جزء خامس سے سائل کا مقصود، دفن میت کیلئے مسلمانوں کے شریک نہ ہونے کے خوف
سے۔ تین گواہ میت کے توبہ پر بتانا ہے۔ (مگر سائل کا مقصود یہ بھی ہے کہ گواہان بناوٹی ہیں)
(و) سوال کے جزء سادس سے سائل کا مقصود، جنازہ قبرستان لے جانے کے وقت عیسائیوں کی ہمراہی
بتانا ہے۔
(ز) سوال کے جزء سابع سے سائل کا مقصود، چند مسلمانوں کا جان بوجھ کر نماز جنازہ پڑھنا اور کچھ لیکر
قبر پر قرآن مجید پڑھنا بتانا ہے۔
(ح) سوال کے جزء ثامن سے سائل کا مقصود، میت کو قبر میں داخل کرنے کے بعد عیسائیوں کا ٹوپی اتار
کر سلامی دینا بتانا ہے۔
(ط) سوال کے جزء تاسع سے سائل کا مقصود، عیسائیوں کی ٹوپی اتار کر سلامی دینے سے میت کے مسلمان
ہونے پر صحیح شک و شبہ کو بتانا ہے اور میت کے عیسائی ہونے پر یقین کامل کو بھی بتانا ہے۔
(ی) سوال کے جزء عاشر سے سائل کا مقصود، غیرت اسلامی کیوجہ سے مسلمانوں کا ناراض ہونا بتانا
ہے۔ تاکہ اوروں کو نصیحت ہو۔
کیونکہ ہندوستان میں ہندوؤں کی عملداری کیوجہ سے سزا دینا ممکن نہیں ہے۔ یہ بھی بتانا ہے
(ک) سوال کے جزء حادی عشر سے سائل کا مقصود، اس خیال سے جو مسلمان شریک جنازہ ہوئے ان

لوگوں سے مرتدین کا معاملہ کرنا جائز ہے یا ناجائز؟ جب تک توبہ نہ کریں۔ استفسار کرنا ہے؟

(ل) سوال کے جزء ثانی عشر سے سائل کا مقصود اس امام کی اقتداء میں نماز جماعت درست ہے یا نادرست اور میت اور شرکاء کے حق میں کیا حکم ہے استفسار کرنا ہے؟

متذکرہ بالا تفصیلات سے واضح ہے کہ سائل خود اشتباہ میں مبتلا ہے۔ مثلاً نمبر ا ر پر مسلمان تسلیم کر رہا ہے اور ۴ ر پر تحقیقی طور پر بغیر توبہ کے مرنے والا اور نمبر ۵ ر پر توبہ پر مرنے والا، نمبر ۸ ر پر عیسائیوں کی ٹوپی اتار کر سلامی دینے کیوجہ سے عیسائی سمجھ میں آنیوالا۔ اور نمبر ۹ ر خدشۂ صادقہ یعنی سچا شک وشبہ جسمیں کذب کا احتمال نہ ہو وغیرہ ذٰلک۔۔

سوال کے اجزاء پر جب ایک ذمہ دار مفتی غور کرتا ہے تو پھر اس کے بعد جواب پر قلم حق رقم کو جنبش دیتا ہے۔ اور اس مشتبہ سوال کے جواب میں ایسا ذمہ دار مفتی جو اپنے وقت کا مجدد اعظم ہے۔ ایۃ من ایات اللہ علام الغیوب ہے۔ معجزۃ من معجزات النبی الکریم علیہ الصلوات والتسلیم ہے۔ اسپر نظر عمیق ڈالنے کے بعد امام اہلسنت مجدد اعظم قدس سرہ العزیز نے اس مشتبہ سوال کے جواب میں جن شقوق کی طرف عام مفتیوں کے اذھان وقلوب کو ملتفت فرمایا ہے۔ اس پر نظر عمیق اور فکر غائر ڈالنے کی سخت ضرورت ہے۔۔

الـــــــجــــــــواب

ترک صوم وصلوٰۃ وشرب خمر گناہان کبیرہ ہیں۔ جن کا مرتکب فاسق وفاجر اور عذاب دوزخ کا مستحق ہے۔ مگر حرام جان کر بشامت نفس کرے۔ تو کافر نہیں

یہ تجزیہ کردہ سوال نمبر ا ر کا جواب ہے۔

پس اگر شخص مذکور نے مذہب نہ بدلا تھا۔ صرف باغوائے شیطان دنیا پرستان خدا ناترس کیطرح ان امور کا مرتکب ہوتا اور عیسائیوں سے میل جول رکھتا تھا۔ تو اس پر کفر کا فتویٰ نہیں دیا جاسکتا۔ بلکہ جب وہ

کلمہ پڑھتا۔ اور اپنے آپ کو مسلمان کہتا تھا۔ مسلمان ہی ٹھہرائیں گے۔

یہاں تک تجزیہ کردہ سوال نمبر ۲ ر اور ۳ ر اور سوال نمبر ۸ ر کا جواب ہے۔

اور اس تقدیر پر اس کے تجہیز و تکفین اور جنازہ کی نماز بیشک ضروری و لازمی تھی۔ اگر بجانہ لاتے، گنہگار رہتے۔ **عن النبی صلیٰ اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم . الصلاۃ واجبۃ علیکم علیٰ کل مسلم یموت برا کان اوفاجرا وان ھو عمل الکبائر رواہ ابو داؤد وغیرہ**

اور نصرانیوں کا معاذ اللہ جنازہ کے ساتھ ہونا۔ یا بعد دفن ٹوپی اتار کر سلامی دینا ان کا اپنا فعل تھا۔ جس کے سبب مسلمان کو کافر نہیں ٹھہرا سکتے۔

اور یہ بدگمانی کہ اگر یہ ان کا ہم مذہب نہ ہوتا۔ تو وہ جنازہ میں کیوں شرکت کرتے۔ محض مردود ہے۔ ایسے اوہام پر بنائے احکام نہیں۔ نہ کہ معاذ اللہ معاملۂ کفر و اسلام۔ جسمیں انتہا درجہ کی احتیاط لازم بلکہ اسکا عکس دوسرا گمان قوی تر ہے کہ اگر اسے اپنا ہم مذہب جانتے۔ اپنی روش پر تجہیز و تکفین کرتے۔ مسلمانوں کو اسکا جنازہ کیوں دیتے۔

غرض اس صورت میں نماز پڑھنے والوں نے فرض خدا ادا کیا۔ ان پر اصلاً الزام نہیں۔

الزام ان پر ہے جو اس بناء پر ان سے معاملۂ مرتدین کرنا چاہیں۔

یہاں تک تجزیہ کردہ سوال نمبر ۴ ر اور ۵ ر کا جواب ہے۔

(ہ) اور اگر بہ ثبوت شرعی ثابت ہو کہ میت عیاذاً باللہ تبدیل مذہب کر کے عیسائی ہو چکا تھا۔ تو بیشک اس کے جنازہ کی نماز اور مسلمانوں کی طرح اسکی تجہیز و تکفین سب حرام قطعی تھی۔ **قال اللّٰہ تعالیٰ وَلَا تُصَلِّ عَلٰی اَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّاتَ اَبَدًا وَّلَا تَقُمْ عَلٰی قَبْرِهٖ** [پ۱۰ رکوع ۱۷]

(ہ) مگر نماز پڑھنے والے اگر اس کی نصرانیت پر مطلع نہ تھے۔ اور بر بنائے علم سابق اسے مسلمان سمجھتے تھے

نہ اس کی تجہیز و تکفین ونماز تک ان کے نزدیک اس شخص کا نصرانی ہوجانا ثابت ہوا۔ تو ان افعال میں وہ اب بھی معذور و بے قصور ہیں کہ جب انکی دانست میں وہ مسلمان تھا۔ ان پر یہ افعال بجالانے بزعم خود شرعاً لازم تھے۔

یہاں تک تجزیہ کردہ سوال نمبر ۷/ کا جواب ہے۔

(ہ) ہاں اگر یہ بھی اس کی عیسائیت سے خبردار تھے۔ پھر نماز و تجہیز و تکفین کے مرتکب ہوئے۔ قطعاً سخت گنہگار اور وبال کبیر میں گرفتار ہوئے جب تک توبہ نہ کریں۔ نماز ان کے پیچھے مکروہ۔ **کما هو حکم الفاسق المصرح به فی غیر ما کتاب المحرر المنقح فی الغنیة وغیرها.**

(ہ) مگر معاملۂ مرتدین پھر بھی برتنا جائز نہیں۔ کہ یہ لوگ بھی اس گناہ سے کافر نہ ہوگئے۔ ہماری شرع مطہر صراط مستقیم ہے۔ افراط وتفریط کسی بات میں پسند نہیں فرماتی۔

یہاں تک تجزیہ کردہ سوال نمبر ۹/ ۱۰/ ۱۱ اور ۱۲/ کا جواب ہے۔

(ہ) البتہ اگر ثابت ہوجائے کہ انہوں نے اسے نصرانی جان کر، نہ صرف بوجہ حماقت و جہالت۔ یا کسی غرض دنیوی کی نیت سے۔

بلکہ خود اسے بوجہ نصرانیت مستحق تعظیم وقابل تجہیز و تکفین ونماز جنازہ تصور کیا۔ تو بیشک جس جس کا ایسا خیال ہوگا۔ وہ سب بھی کافر و مرتد ہیں۔

اور ان سے وہی معاملہ برتنا واجب، جو مرتدین سے برتا جائے۔ اور انکی شرکت کسی طرح روا نہیں۔ اور شریک ومعاون سب گنہگار۔۔۔۔ واللہ تعالیٰ اعلم

یہاں تک سائل کے اس سوال کا تحقیقی جواب ہے۔ کہ معاملۂ مرتدین برتنا جائز ہے یا نہیں

تنبیہ نبیہ

ان چند شبہات کا جواب جو امام اہلسنت مجدد اعظم رضی اللہ تعالی عنہ وارضاہ عنا کے جواب میں ہے۔

(الف) شق اول

اور اگر بہ ثبوت شرعی ثابت ہو جائے کہ میت عیاذ اباللہ تبدیل مذہب کر کے عیسائی ہو چکا تھا۔ مگر نماز پڑھنے والے اسکی نصرانیت پر مطلع نہ تھے۔ تو بر بنائے سابق ان کو مسلمان سمجھنے کیوجہ سے معذور و بے قصور تھے۔ لیکن اگر تبدیل مذہب کر کے عیسائی ہونے کا علم یقینی (یعنی شرعی طور پر وہ علم یقینی جو فقہ میں معتبر ہے وہ مراد ہے) پہلے سے تھا تو نماز جنازہ اور مسلمانوں کی طرح تجہیز و تکفین حرام قطعی تھی۔ (اور نماز جنازہ وغیرہ سب کچھ کفر) مگر سائل چونکہ خود ہی اشتباہ کا شکار ہے۔ کہ اس میت کو مسلمان سمجھا جائے یا عیسائی، اسی لئے امام اہلسنت رضی المولی تعالی عنہ نے اجمالاً حرام قطعی تحریر فرمادیا اور بس

(ب) شق ثانی

ہاں اگر یہ بھی اسکی عیسائیت سے خبردار تھے الی آخر الاقوال

اس مقام پر خبر کا معنی علم یقینی نہیں بلکہ وہی معنی جس میں صدق و کذب کا احتمال ہو یعنی میت کا مسلمان ہونا بھی مشہور اور عیسائیوں کی صحبت کیوجہ سے صحیح شک وشبہ بھی معروف اور شک وشبہ کیوجہ سے یقین کامل مر ددد۔ اسی لئے حکم فسق ہی شرع شریف میں مقصود ہوا۔

(ج) شق ثالث

البتہ اگر ثابت ہو جائے الی آخر الاقوال (یعنی شرعی طور پر وہ علم یقینی جو فقہ میں معتبر ہے وہی مراد ہے) تو اس صورت میں درج ذیل حکم ہوگا کہ انہوں نے نصرانی جان کر نہ صرف بوجہ حماقت و جہالت (یعنی عدم واقفیت و عدم علم) یا صرف دنیوی غرض (جس میں بلا نیت یونہی اقتداء کی یا بلا نیت دکھاوے

کیلئے نماز پڑھادیا) اور بوجہ نصرانیت مستحق تعظیم وقابل تجہیز وتکفین ونماز جنازہ تصور کیا تو بیشک جس جس کا ایسا خیال ہوگا (ہوگا کا لفظ اس لئے کہ مسئلہ میت مشکوک ہے) تو وہ سب بھی کافر ومرتد ہیں توان سے وہی معاملہ برتنا واجب جو مرتدین سے برتا جاتا ہے۔ **لاشیٔ من الارتیاب والارابة من جواب الامام اهل السنة عند الفقهاء العظام وتزلزل الاقدام بعضاً من المفتيان المصنوعة فى تحقيق الكلام وتدقيق المرام من قلة العلوم والافهام فى هذه المسئلة المشكوكة والمشككة فيه لصلوٰة الجنازة المسبوطة. فتامل وتتدبر**

انتباہ: اسی فتویٰ میں مندرج ہے کہ

"ایسے اوہام پر بنائے احکام نہیں۔ نہ کہ معاذ اللہ معاملۂ کفر واسلام جسمیں انتہاء درجہ کی احتیاط لازم"

جس کا صاف اور صریح مطلب یہی ہے کہ۔ ایسے اوہام (بہت سے وہم) پر احکام کی بنیاد نہیں ہوسکتی (نہ کہ) یعنی چہ جائیکہ معاذ اللہ کفر واسلام کا معاملہ جس میں انتہا درجہ کی احتیاط لازم ہے۔

سوال نمبر (۲) کیلئے فتاویٰ رضویہ شریف ج ۴ / ص ۵۷ / ملاحظہ کریں۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین مندرجہ ذیل صورت میں کہ

"ایک شخص جو شیعہ اثنا عشری مذہب رکھتا ہے۔ وہ کلمۂ **لا الٰه الا اللّٰه محمد رسول اللّٰه علی خلیفتة بلا فصل** وغیرہ اعتقادات مذہب شیعہ کا معتقد ہے تو فوت ہوا ہے۔ تو اس کا جنازہ

ہمارے امام حنفی المذہب جامع مسجد نے پڑھایا۔اوراس کوغسل دیا۔نیز اسکے ختم میں شامل ہوا۔شیعہ جماعت نے امام مذکور کے جنازہ پڑھانے کے بعد دوبارہ شیعہ امام سے متوفی مذکور کی نماز جنازہ پڑھائی۔کیاامام مذکورحنفی المذہب کا یہ فعل ائمہ احناف کے نزدیک جائز ہے؟اگرناجائز ہے؟توکیاامام صاحب مذکورکا یہ فعل شرعاً قابل تعزیر ہے؟اور کیاتعزیرہونی چاہئے؟

اس سوال کا تجزیہ کریں تو مسئول عنہ کے درج ذیل اجزاء ہو سکتے ہیں

(۱)ایک شخص جوشیعہ اثناعشری (یعنی بارہ فرقے والا) مذہب رکھتا ہےسوال میں بارہ فرقوں میں سے کسی ایک فرقہ کی تعیین وتخصیص موجودنہیں ہے۔

(۲)وہ کلمہ ' لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ علیّ خلیفۃ بلا فصل وغیرہ اعتقادات مذہب شیعہ کا معتقد ہے۔(یعنی تفضیلی شیعہ ہے)

(۳)تو فوت ہوااسکا جنازہ ہمارے امام حنفی المذہب جامع مسجد نے پڑھایااسکوغسل دیانیزاسکے ختم میں شامل ہوا۔(اسمیں بھی یہ تشریح نہیں ہے کہ امام حنفی المذہب نے شیعہ جان بوجھ کر پڑھایایاعدم علم کی بناء پر پڑھایا)

(۴)امام مذکور کے جنازہ پڑھانے کے بعددوبارہ شیعہ امام سے متوفی مذکورکی نمازجنازہ پڑھائی۔

(۵) کیاامام مذکورحنفی المذہب کا یہ فعل ائمہ احناف کے نزدیک جائز ہے؟

(۶) کیاامام مذکورکا یہ فعل شرعاً قابل تعزیر ہےاور کیاتعزیرہونی چاہئے؟

(الف)سوال کے جزءاول سے سائل کامقصود میت کوکافرومرتدبتاناہے۔

(ب)سوال کے جزءثانی سے سائل کامقصود میت کوتفضیلی شیعہ بتاناہے۔جوکافرومرتدنہیں بلکہ

گمراہ وبددین ہے۔ (اس سے معلوم ہوتا ہے کہ سائل کو اشتباہ ہے)

(ج) سوال کے جزء ثالث سے سائل کا مقصود حنفی المذہب امام کا میت کے جنازہ، غسل اور ختم میں شمولیت کو بتانا ہے۔ (مگر یہ تشریح نہیں ہے کہ امام حنفی المذہب نے جان بوجھ کر وہ افعال کیے یا انجانے میں ہو گئے۔

(د) سوال کے جزء رابع سے سائل کا مقصود میت کو شیعہ ثابت کرنا ہے۔ اسکی علت یہ ہے کہ دوبارہ شیعہ امام نے متوفی مذکور کی نماز جنازہ پڑھائی۔

(ہ) سوال کے جزء خامس سے سائل کا مقصود حنفی المذہب امام کے افعال کے جواز وعدم جواز سے استفسار ہے؟

(و) سوال کے جزء سادس سے سائل کا مقصود حنفی المذہب امام کے افعال کیوجہ سے شرعی تعزیر معلوم کرنا ہے؟

متذکرہ بالا توضیحات سے روشن ہے کہ سائل خود اشتباہ میں مبتلاء ہے مثلاً نمبر ۱ر سے سمجھ رہا ہے کہ وہ کافر ومرتد ہے۔ اور نمبر ۲ر سے اس میت کا اعتقاد بتا رہا ہے جس سے تفضیلی ہونا واضح ہے۔ نمبر ۳ر میں کچھ تشریح نہیں ہے کہ حنفی المذہب امام کو قبل غسل ونماز جنازہ علم تھا یا نہیں تھا۔ سوال میں مذکور نہیں ہے۔ نمبر ۴ر سے سائل یہ سمجھ رہا ہے کہ وہ میت شیعہ ہی تھا۔ نمبر ۵ر اور ۶ر سے حنفی المذہب امام کا حکم دریافت کر رہا ہے۔ اس مشتبہ سوال کے جواب میں امام احمد رضا قدس سرہ العزیز کے جواب کو ملاحظہ فرمائیں۔

الجواب

صورت مذکورہ میں وہ امام سخت اشد کبیرہ گناہ کا مرتکب ہوا۔ اس نے حکم قرآن عظیم کا خلاف کیا۔ قال اللہ تعالی وَلَا تُصَلِّ عَلٰی اَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّاتَ اَبَدًا۔ تعزیر یہاں کون دے سکتا ہے۔ اسکی سزا حاکم اسلام کی رائے پر ہے وہ چاہتا تو پچھتر کوڑے لگاتا اور وہ چاہتا تو قتل کرسکتا تھا کہ اس نے مذہب کی توہین

ہیں۔ ایسے پیچھے نماز پڑھنا جائز نہیں۔ اور اسے امامت سے معزول کرنا واجب۔ تبیین الحقائق وغیرہ میں ہے لان فی تقدیمه تعظیمه وقد وجب علیهم اهانته شرعاً فتاویٰ حجہ ونیہ میں ہے لو قدموا فاسقاً یاثمون۔

یہ سب اس صورت میں ہے کہ۔ اس نے کسی دنیوی طمع سے ایسا کیا ہو۔

اور اگر دینی طور پر اسے کار ثواب اور رافضی تبرائی کو مستحق غسل ونماز جان کر یہ حرکات مردودہ کیں تو وہ مسلمان ہی نہ رہا۔ اگر عورت رکھتا ہو اس کے نکاح سے نکل گئی۔ کہ آجکل رافضی تبرائی عموماً مرتدین ہیں۔ کما حققناہ فی رد الرفضة۔ اور بحکم فقہائے کرام تو نفس تبرا کفر ہے کما فی الخلاصه وفتح القدیر وغیرها کتب کثیرة۔ اور کافر کیلئے دعائے مغفرت ہی کفر ہے۔ نہ کہ نماز جنازہ۔ کما فی الاعلام وغیرہ وبیناہ فی فتاوانا. واللّٰہ تعالٰی اعلم ...

سائل کے سوالات کے تجزیہ وتحلیل سے صاف طور پر واضح ہے کہ سائل کا اصل منشاء ومقصود میت کے شیعہ ہونے کی تحقیق اور اثنا عشری فرقوں میں تفضیلی، رافضی، خوجہ، بوہرہ وغیرہ کی تدقیق نہیں۔ بلکہ حنفی المذہب امام کی اقتداء میں نماز ادا کرنا درست ہے یا نہیں؟ اور ایسا حنفی المذہب امام مستحق تعزیر ہے یا نہیں؟ فقط یہی اصل منشاء ومقصود ہے۔

اسی لئے امام اہلسنت قدس سرہ العزیز نے سب سے پہلے امام حنفی المذہب کی اقتداء میں نمازیں ادا کرنے کا حکم اور تعزیر کا حکم رقم فرمایا۔

یہ تجزیہ کردہ سوال نمبر ۵/ اور ۶/ کا جواب ہے۔

اور آخر میں یہ تحریر فرمایا کہ یہ سب اس صورت میں ہے کہ اس نے کسی دنیوی طمع سے ایسا کیا ہو۔

دنیاوی طمع

جواب ۲؍ر: دنیوی طمع کا مفہوم یہ ہے کہ کچھ عوض لیکر یا کسی اور دنیاوی مقصد کی خاطر غسل وختم میں شریک ہوااور نماز جنازہ پڑھایا مگر اس نے بلا نیت دکھاوے کیلئے یونہی یہ افعال ادا کئے اوران افعال کوناجائز وحرام ہی سمجھا کار ثواب نہ جانا۔

لہذا میت کے مشتبہ ہونے کی حالت اور دنیاوی طمع کیوجہ سے امام اہلسنت علیہ الرحمۃ والرضوان نے اس امام کی اقتداء میں نمازیں پڑھنے کوناجائز اور امامت سے معزول کرنا واجب فرمایا الی آخر الاقوال

یہاں تک تجزیہ کردہ سوال نمبر ۱؍۲؍اور ۳؍کا جواب ہے۔

اور اگر دینی طور پر اسے کار ثواب اور رافضی تبرائی کو مستحق غسل ونماز جان کر یہ حرکات مردودہ کیں تو وہ مسلمان ہی نہ رہا۔ الی اخرالاقوال

یہ تجزیہ کردہ سوال نمبر ۴؍کا جواب ہے۔

یہی امام اہلسنت کے مذکورہ بالا جواب کا خلاصہ ہے

انتباہ: جیسا کہ فتاویٰ رضویہ جلد چہارم ص ۱۸؍کے جواب۔ نہ کہ معاملۂ کفر واسلام کے مفہوم میں ''نہ کہ'' بمعنی چہ جائیکہ مبین ومتعین ہے۔ ایسے ہی اس فتویٰ میں بھی ''اور کافر کیلئے دعائے مغفرت ہی کفر ہے۔ نہ کہ نماز جنازہ'' اسی معنی مذکور یعنی (نہ کہ) چہ جائیکہ معنی میں مبین ومتعین ہے۔ جسمیں شک وریب کرنا سفاہت سے خالی نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

تطبیق: الملفوظ شریف میں عرض کے تحت جو معروضہ ہے وہ مطلق ہے۔لہذا امام اہلسنت علیہ الرحمۃ والرضوان نے ارشاد کے تحت جو جواب ارشاد فرمایا کہ۔وہابی،رافضی،قادیانی وغیرہم کفار، مرتدین کی نماز انہیں ایسا جانتے ہوئے پڑھنا کفر ہے۔یہ حکم مطلق ومنصوص ہے۔اور''المطلق یجری علیٰ اطلاقہ'' کے تحت یہی حکم حق وصواب اور شریعت مطہرہ کے مطلوب ومقصود کے موافق ومطابق ہے۔جس میں تشکک وتردد نہیں۔

لیکن فتاویٰ رضویہ جلد۴رص ۷۱راور ۷۵ر کے سوالات میں تشکیک معروف جیسا کہ تجزیئے سے معلوم ومشہود اسی لئے امام اہلسنت علیہ الرحمۃ والرضوان نے بھی جوابات میں تشقیق کو ملحوظ فرما کر جوابات رقم فرمائے ہیں۔لہذا الملفوظ شریف کے اطلاق واجمال والے جواب میں اور فتاویٰ رضویہ کے تفصیلی جوابات میں تعارض سمجھنا قصور فہم کی بین دلیل ہے۔فافھموا ولا تعجلوا

﴿نماز جنازہ کی تعریف﴾

جواب۳ر: نماز جنازہ کی تعریف یہ ہے کہ مخصوص میت پر نیت کر کے چار بار کھڑے ہو کر تکبیر کہہ دے۔ جیسا کہ امام اہلسنت مجدد اعظم قدس سرہ جد الممتار حاشیہ رد المحتار الجزء الثانی باب صلاۃ الجنائز ص ۵۶۲راور ص ۵۶۳ر پر فرماتے ہیں فلو ان احداً کبر اربعاً ولم ینو بہ التکبیر علیٰ الجنازۃ لم یصل صلوٰۃ الجنازہ قطعاً کمن قام علیٰ المنبر فعطس فحمد بنیۃ الحمد علیٰ العطاس لم یات بالخطبۃ.

یعنی اگر کسی آدمی نے چار تکبیریں کہی اور ان تکبیروں سے مخصوص جنازہ پر نیت نہیں کی۔تو قطعی طور پر اس

آدمی نے نماز جنازہ نہیں پڑھی جیسا کہ وہ شخص جو خطبۂ جمعہ کی نیت سے منبر پر کھڑا ہوا۔ اور کھڑے ہوتے ہی چھینک آ گئی اور چھینک پر حمد کی نیت سے الحمدللہ کہہ دیا تو اس سے فرض خطبہ ادا نہ ہوا۔

پھر چند سطور کے بعد ارقام فرماتے ہیں۔

فمن كبر الله وفي قلبه التكبير علىٰ الميت لاداء صلاة الجنازة فقد اتى بالدعاء ولم يبق الدعاء المخصوص الا سنة كما هو المنصوص،فنية الدعاء للميت فرض لاشك وتحصل بان ينوى صلاة الجنازة اذ لا معنىٰ لها في الشرع الا تكبير الله عزّوجلّ شفاعة للميت واذا اتى بفريضة النية ثم كبر فقد اتى بركني التكبير والدعاء جميعاً وبه ظهر ان لا تائيد في ايجاب نية الدعاء لركنيه الدعاء المخصوص هذا ما ظهر لي وارجو ان يكون الصواب الباهر والحمد لله ١٢

یعنی جس آدمی نے اللہ اکبر کہا اور اس کے دل میں نماز جنازہ ادا کرنے کیلئے مخصوص میت پر اللہ اکبر کی نیت ہے تو اس نے دعاء یعنی نماز جنازہ ادا کرلیا۔ اور دعائے مخصوص جو سنت ہے وہی باقی رہی۔ پس میت کیلئے دعاء کی نیت کرنا یقیناً فرض ہے اور نماز جنازہ کی نیت کرنے سے حاصل ہو جاتی ہے۔ کیونکہ شرع شریف میں نماز جنازہ کا کوئی معنیٰ نہیں۔ سوائے میت کیلئے شفاعت کے طور پر اللہ عزوجل کی تکبیر کہنا اور جب نیت کا فریضہ ادا کرلیا پھر تکبیر کہا تو اس آدمی نے نماز جنازہ کے دونوں رکن تکبیر اور دعاء ادا کرلیا۔ اسی سے ظاہر ہو گیا کہ کوئی تائید نہیں نیت دعاء کو دعائے مخصوص (مثلاً حمد وثنا درود شریف اور بالغوں کیلئے اللّٰھم اغفر لحینا الخ اور نابالغوں کیلئے اللّٰھم اجعله لنا الخ اور نابالغات کیلئے اللّٰھم اجعلها لنا الخ یا اس کے علاوہ اور کوئی دعائے مسنون) کی رکنیت کیلئے واجب کرنے میں یہ وہ تحقیق ہے جو میرے لئے ظاہر ہوئی اور میں امید کرتا ہوں کہ یہی روشن صواب ہو تمام خوبیاں اللہ تعالیٰ کیلئے ہے۔

امام اہلسنت علیہ الرحمۃ والرضوان کی دونوں عبارتوں نے آفتاب نیمروز سے زیادہ روشن کر دکھایا

کہ نماز جنازہ کیلئے نیت فرض (شرط) ہے اگر نیت مخصوص میت کیلئے نہ ہوتو اذا فات الشرط فات المشروط کی وجہ سے نماز جنازہ ہی نہیں ہوگی۔ ایسے ہی بلانیت جماعتِ جنازہ میں قیام اور چاروں تکبیروں کے کہنے کے باوجود نماز جنازہ میں اس آدمی کی شرکت نہیں سمجھی جائے گی۔ معلوم ہوا کہ نیت شرط ہے۔ اور بلا عذر قیام اور چاروں تکبیریں کہنا نماز جنازہ کی تعریف ہے۔

انتباہ: اگر کوئی شخص نماز جنازہ کی جماعت میں یونہی بلانیت قیام کیا۔ اور تکبیرات اربعہ بھی نہ کہا۔ یا امامت کی اور اس مخصوص میت کی نیت نہ کی اور تکبیرات اربعہ میں بھی بلانیت مخصوصہ یونہی کہدیا۔ تو دیکھنے والا یہ سمجھے گا کہ اس نے نماز جنازہ ادا کی۔ اگر وہ میت سنی جماعت کی ہے تو درست ہے اور اگر وہ میت کسی وہابی، دیوبندی شیعہ وغیرہ وغیرہ جماعت اہلسنت کا مخالف ہے۔
اور بلانیت شرکت کی یا امامت میں بلانیت یونہی تکبیرات اربعہ کہدیا۔ اور دعائے استغفار وغیرہ کچھ بھی نہ پڑھا۔ تو ناظرین یہی سمجھیں گے کہ وہ بھی شرکاء نماز جنازہ میں ہے۔ لہذا ناظرین فرق باطلہ کے کسی معین ومتیقن میت پر بحالت قیام دیکھ کر اسپر حکم کفر عائد کردیں گے۔ جب تک کہ وہ نماز جنازہ میں شریک ہونے والا یا پڑھانے والا اپنی نیت ظاہر نہ کرے۔ اگر چہ دنیاوی طمع کی وجہ سے ہو۔
مگر جب اظہار نیت کردیا کہ ہم نے بلانیت پڑھی یا پڑھائی۔ یا پڑوسی ہونے کیوجہ سے یا غرض دنیاوی کی اساس پر ریا ونمود مقصود تھا تو اسپر حکم کفر نہ ہوگا۔ بلکہ حرام اشد حرام۔ گناہ کبیرہ کا مرتکب۔ اور فاسق معلن کا حکم دیا جائیگا۔ اور اگر امام ہے تو اس کی اقتداء میں نمازیں نادرست۔ مکروہ تحریمی۔ اور پڑھی ہوئی نمازوں کا اعادہ واجب ہوگا۔ جب تک علی الاعلان توبۂ نصوحہ نہ کرلے۔
یہ وہ حکم مسئلہ ہے جو امام احمد رضا قدس سرہ العزیز کے حاشیہ ردالمحتار المعروف بہ جدالممتار سے ظاہر ہے۔ اور یہی حق وصواب ہے۔

(۴) بہار و بنگال کی عوام جو اپنے آپ کو دیوبندی، وہابی کہلاتی ہیں۔ اگر دیوبندیوں، وہابیوں کے عقائد باطلہ پر مطلع ہوکر اوران کے پیشواؤں کو مسلمان جان کر ان کے عقائد کو حق و درست مانتے ہیں۔ تو وہ سب بھی کافر و مرتد ہیں۔ ان سبھوں کی نماز جنازہ کا وہی حکم ہے جو ماقبل میں مذکور ہوا۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

کتبـــــــــــــــــہ

فقیر محمد ناظر اشرف قادری بریلوی غفرلہ القوی
خادم دارالافتاء دارالعلوم اعلیٰ حضرت رضا نگر کلمنا ناگپور

نعرۂ ''کرشنا مراری مولیٰ بھنڈاری'' لگانا، موم بتی جلا کر اس کے سامنے سبکو سجدہ کرنا، کروانا، اگر سجدۂ تحیت ہے تو حرام اور سجدۂ تعبدی ہے تو کفر ہے

امین شریعت ایجوکیشن ٹرسٹ راجکوٹ ہائیوے، دھرول، ضلع جام نگر گجرات

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں

دھرول گاؤں میں ایک ایسے شخص کا مزار بنا کر نیاز وعرس وغیرہ کیا جاتا ہے جو اپنی زندگی میں مرد و بے پردہ عورتوں کو بوقت شام جمع کر کے پانی کی بوتل میں کچھ پڑھکر سگریٹ کا دھواں منہ میں لیکر پھونک مارتا تھا پھر وہ پانی مرد وعورتوں پر چھڑکتا تھا تو سب بے حال ہوکر اس کے آگے جھومنے لگتے حتیٰ کہ عورتیں بال بکھیر کر بیخود ہوجاتی تھیں، بعدہٗ وہ شخص موم بتی جلا کر اس کے سامنے سبکو سجدہ

کرواتا، اسکا نعرہ یہ تھا ''کرشنا مراری مولی بھنڈاری'' علاوہ ازیں بہت سارے کام خلاف شریعت وہ کرتا، کراتا تھا اور اپنے فرقہ کو باواجان فرقہ سے متعارف کرواتا تھا اس شخص کے مرنے کے بعد اس کے لوگوں نے اس کا مزار بنوایا اور اس پر ایسی چمک دمک والی عمارت تعمیر کرائی کہ دھرول میں کسی بھی درگاہ شریف پر ایسی تعمیرات نہیں ہیں، اور خوب دھوم دھام سے نیاز کرنے اور عرس منانے لگے۔ بلکہ مردوں عورتوں اور بچوں کو لبھانے اور انہیں اپنی جانب کھینچنے کی غرض سے اچھی اچھی شیرینی وکھانے روزانہ تقسیم کرنے لگے۔ یہاں کے علماء ائمہ مساجد اور بعض سنی مسلمانوں نے ان لوگوں کو سمجھانے اور عرس وغیرہ نہ کرنے کے واسطے حتیٰ الامکان محنت کر چکے۔ مگر ابھی تک وہ باز نہیں آرہے ہیں بلکہ یہاں کے لوگوں سے قطع تعلق کر کے باہر عرس کا خوب اشتہار کرتے ہیں اور عوام اہلسنت کو بنام عرس اکٹھا کر کے گمراہ کرتے ہیں۔ تو دریافت طلب امر یہ ہیکہ اس مذکورہ شخص پر ازروئے شریعت کیا حکم عائد ہوگا؟ اور اس کے مزار بنانے اس کا عرس کرنے اس کی قبر پر فاتحہ خوانی اور اسکے لئے ایصال ثواب کرنے کے تعلق سے قرآن وحدیث میں کیا حکم ہوگا؟ نیز جو لوگ عرس وایصال ثواب اس کیلئے کریں، کرائیں اور نیاز وغیرہ میں شرکت کریں شرعاً ان سب پر کیا حکم لگے گا؟

بینوا وتوجروا

المستفتی:

فقیر عثمان غنی رضوی

۸۶/۹۲ الجواب بعون الملک العزیز العلام

صورت مستفسرہ میں برصدق سائل وصحت سوال ایسا شخص پیر نہیں ہوسکتا۔ بلکہ اسکے مذکورہ افعال تلبیس ابلیس ہے، جو اجنبیہ عورتوں کو اپنے پاس بلائے، بیٹھائے، جبکہ الاشباہ والنظائر ج ۲

کتاب الحظر والاباحة ص۶۶۴ رپر رقم ہے الخلوۃ بالاجنبیۃ حرام یعنی اجنبیہ عورت کیساتھ تنہائی میں ملنا حرام اور ملنے والا مرتکب حرام ہے۔ جب خلوت میں حرمت ثابت تو مذکور فی السوال کی صورت میں جلوت میں بدرجۂ اتم حرمت متحقق۔ تو مذکورہ شخص کا فاسق معلن ہونا متعین ومتیقن۔ اس سے مرید ہونا جائز نہیں۔ کماقال الامام احمد رضا البریلوی قدس سرہ العطایا النبویۃ فی فتاویٰ الرضویۃ مترجم ج۲۱رص۶۰۳ رایسے شخص سے بیعت کا حکم ہے جو کم ازکم چار شرطیں رکھتا ہو(۱) سنی صحیح العقیدہ ہو(۲) علم دین رکھتا ہو(۳) فاسق نہ ہو(۴) اس کا سلسلہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم تک متصل ہو، اگر ان میں سے ایک بات بھی کم ہے، تو اسکے ہاتھ پر بیعت کی اجازت نہیں، اور جبکہ پیر کی تعظیم بجالانا واجب اور فاسق کی اہانت ضروری اور ان دونوں کا اجتماع محال ہے۔ اور غیر خدا کو سجدہ کرنا، کروانا اگر سجدۂ تحیت ہے تو حرام اور اگر سجدۂ تعبدی ہے تو کفر ہے۔ کما فی رسالہ "الزبدۃ الزکیۃ لتحریم سجود التحیۃ" اور نعرۂ کرشنا مراری مولی بھنڈاری کا حکم تو سخت سے سخت تر، ایہام کفر سے واضح تر، تو پھر کیونکر ایسے شخص کا عرس منانا، ایصال ثواب وغیرہ کرنا جائز ہوسکتا ہے؟ جولوگ اس سے بیعت ہوئے ہوں وہ اصلاً مرید ہی نہیں ہوئے کیونکہ وہ شرعاً پیر ہی نہیں۔ لہٰذا وہ حضرات کسی سنی صحیح العقیدہ والعمل پیر صاحب سے مرید ہو جائیں، اور جولوگ عرس مناتے ہیں ایصال ثواب کرتے ہیں اشتہار چھپوا کر دعوت شرکت دیتے ہیں اور خود شریک ہوتے ہیں وہ حضرات گناہ عظیم میں مبتلاء ہیں ان حضرات پر بصدق دل توبہ واجب ہے اور جولوگ عرس میں شرکت سے منع کرتے ہیں ان لوگوں کا منع کرنا درست وکار ثواب ہے۔ اگر وہاں کے ارکان ممانعت پر عامل نہ ہوں تو ان لوگوں سے قطع تعلق کرنا علماء وائمہ اور عوام اہلسنت کیلئے بھی واجب وضروری ہے۔ کما ھو مصرح فی کتب الفقہ

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب وعلمہ جلّ مجدہٗ اتم واحکم بالجواب

کتبــــــــــــــــــــــــــــــــہ

فقیر ابومحامد غزالی غفرلہ القوی

دارالعلوم اعلیٰ حضرت رضانگر کلمنا ناگپور

عزیزم مجیب سلمہ نے شخص مذکور کے متعلق جو جواب رقم کیا ہے۔ وہ صحیح ودرست ہے اور یہی کتب شرع مطہر میں مصرح وموجود ہے "کرشنا مراری مولی بھنڈاری" کا نعرہ، نعرۂ افراد نعیم نہیں۔ بلکہ افراد جحیم ہے۔ شخص مذکور پر توبۂ نصوحہ کے بعد تجدید ایمان کا حکم، حکم شرع کریم ہے۔ اور اگر بیوی رکھتا تھا، تو بمہر جدید تجدید نکاح ظاہر و باہر۔ اور اگر مرید تھا، تو از خود بیعت فسخ وزائل، لہذا بعد وضوح امر جملہ شرکاء پر بھی وہی حکم سابق لاحق ہے۱۲ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

فقیر محمد ناظر اشرف قادری بریلوی غفرلہ القوی

دارالافتاء دارالعلوم اعلیٰ حضرت رضانگر کلمنا ناگپور

امام احمد رضا قدس سرہ العزیز کے الملفوظ شریف پر دیوبندی سوالات کے مناظرانہ طرز پر مدلل جوابات

دیوبندی سوال (۱) اہلسنت کا متفقہ فیصلہ ہیکہ عبدالرحمٰن قاری سچے مومن تھے۔ جلالت شان کیوجہ سے ایسے بلند مقام پر پہونچے ہوئے تھے کہ وہاں تک دنیائے اسلام کے تمام اولیاء، اقطاب، ائمہ مجتہدین اور مجددین میں سے کسی کی رسائی نہیں ہوسکتی۔ اس میں اختلاف ہے کہ وہ صحابی تھے یا تابعی؟ تہذیب التہذیب میں انکوصحابی کہا گیا **عبد الرحمن ابن عبد القاری من ولد القارة ابن دیش له صحبة**۔ ترجمہ: عبدالرحمٰن بن عبدالقاری جوقارہ بن دیش کی اولاد سے تھے وہ صحابی تھے۔

[تہذیب التہذیب مطبوعہ حیدرآباد: جلد ۶ ص ۲۲۳]

لیکن احمد رضا کی کافرانہ نگاہوں نے صحابی رسول کوبھی نہ چھوڑا۔ چنانچہ احمد رضا خاں لکھتے ہیں۔

عبدالرحمٰن قاری کافر تھا اسے قرأت سے قاری نہ سمجھ لیں بلکہ قبیلہ بنی قارہ سے تھا [ملفوظات حصہ دوم ص ۱۹۴ ناشر فیاض الحسن بک سیلر نئی سڑک کانپور] بتایئے ایک صحابی رسول کوکافر کہنے والا کیا خود کافر نہ ہوگا؟

۹۲/۷۸۶ الجواب

(۱) الملفوظ حصہ دوم مطبوعہ رضا اکیڈمی بمبئی میں ہے کہ ایک بار عبدالرحمٰن فزاری جو کافر تھا۔ اپنے ہمراہیوں کے ساتھ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اونٹوں پر آ پڑا۔ چرانے والے کوقتل کیا۔ اور اونٹ لے گیا۔ پورا واقعہ درج ہے کہ یہ عبدالرحمٰن فزاری کافر، ظالم، سرکش تھا۔ محرم الحرام ۷ھ غزوۂ ذات القرد میں مقتول ہوکر جہنم رسید ہوا۔ اسی عبدالرحمٰن کا واقعہ مشکوٰۃ المصابیح صفحہ ۳۴۸ راور صحیح مسلم

شریف کے صفحہ ۳۲ میں بھی موجود ہے۔ اور یہ سب پانچ منظوم جو خط ہے اس میں عبدالرحمٰن فراری ہے تو کوئی نہیں۔ ممکن ہے کہ دیوبندیوں کے کافر کے اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ و مسلمان کہا اور ان کے ماننے والوں کو اہل اسلام سے خارج کیا۔ جیسے کہ اشرف السوانح وقوانین دارالعلوم دیوبند وغیرہ باتیں ہے۔ اب خود ان کے معتقدین کو کافر کیسے کہا جائے؟ تو منظوم جو اعلیٰ حضرت کی تصنیف نہیں ہے۔ نقل در نقل ہو کر چھپتا رہتا ہے۔ اور چھاپنے میں کوئی پابندی بھی نہیں۔ کوئی بھی چھاپ سکتا ہے۔ اس میں تبدیلی عبارت کر کے اس پر حکم کفر جڑ دیا جاتا ہے تاکہ عوام اہل سنت کو یہ باور کرایا جا سکے اگرچہ یہ یوں ہم لوگوں کو خداوند قدوس اور رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں توہین و گستاخی کی بنیاد پر کافر و مرتد کہتے ہیں۔ تو ہم لوگ بھی سنیوں کو ویسے ہی کہتے ہیں۔ حالانکہ یہ ان کا خیال خام ہے۔ ان کا کفر تو شدت اظہر ہے۔ جب کہ اہل سنت و جماعت پر ان کے الزامات متعلق بہ معمولات ہیں اور یہ معمولات بھی قرآن و احادیث و اقوال ائمہ سے ثابت ہیں۔ دیوبندیوں کے عقیدہ انکار ختم نبوت جس پر حکم کفر ہے وہ بھی ایک منظم سازش ہے اس سلسلہ میں آئیے حوالہ ملاحظہ کیجئے۔ میں جس کتاب کا حوالہ دے رہا ہوں۔ کوئی بھی دیوبندی انکار نہیں کرسکتا۔ دیوبندیوں کے پیشوا مولوی قاسم نانوتوی نے سرکار شافع یوم النشور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے آخری نبی ہونے کا انکار کیا۔ اور عوام اہل سنت کا خیال بتایا۔ تحذیر الناس ص ۳ پر ہے کہ "سو عوام کے خیال میں تو رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا خاتم ہونا بایں معنی ہے کہ آپ کا زمانہ انبیاء سابق کے زمانہ کے بعد اور آپ سب میں آخری نبی ہیں۔ مگر اہل فہم پر روشن ہوگا کہ تقدم و تاخر زمانی میں بالذات کچھ فضیلت نہیں پھر مقام مدح میں ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین فرمانا اس صورت میں کیونکر صحیح ہو سکتا ہے؟"

جبکہ ارشاد ربانی ہے۔ مَا کَانَ مُحَمَّدٌ اَبَا اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِکُمْ وَلٰکِنْ رَّسُوْلَ اللّٰہِ وَخَاتَمَ النَّبِیّٖنَ ۔ [پ ۲۲ رکوع] اور بہت سارے احادیث کریمہ میں سے ایک ارشاد پاک یہ بھی ہے۔ انا العاقب ۔ والعاقب الذی لیس بعدہ نبی ۔ اور یہ بھی ہے کہ انا قائد المرسلین ولا فخر وانا

خاتم النبین ولا فخر وانا اوّل شافع ومشفع ولا فخر (مشکوۃ المصابیح ص ۵۱۴/۵۱۵)

قرآن کریم اور حدیث نبی رؤف ورحیم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم سے ثابت ہوگیا کہ مولوی قاسم نانتوی کا عقیدہ اسلام کے سراسر خلاف ہے اس کا عقیدہ ہیکہ سرکار عالمین شافع یوم النشور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد نبی پیدا ہوسکتا ہے اس لئے انہوں نے تحذیر الناس میں حضور ﷺ کے خاتم النبیین ہونے کو عوام کا خیال بتایا اس تعلق سے مملکت سعودیہ سے چھپی ہوئی کتاب القول البلیغ کے ص ۳۷ کی عبارت ملاحظہ کیجئے جو سوانح قاسمی سے منقول ہے۔ من الطامات ایضا ماذکرہ محمد اسلم (ص ٦) ان الشیخ محمد قاسم النانوتوی شکا الیٰ مرشدہ حاجی امداد اللّٰہ فقال کلما وضعت السبحۃ فی یدی ابتلیت بمصیبۃ وبلغ الثقل بحیث کانہ وضع علیّ صخرات کان وزن کل صخرۃ میاتا منّ ووقف اللسان والقلب فقال الحاج امداد اللّٰہ ،ان ھذا فیضان النبوۃ علیٰ قلبک و ھذاھو الثقل الذی یحسّہ النبی ﷺ وقت الوحی فیستخد مک اللّٰہ لعمل کان یفعلہ الانبیاء (سوانح قاسمی اول ص ۲۵۸/۲۵۹)

ترجمہ:۔ اور نیز بڑی مصیبتوں میں سے جسکو محمد اسلم نے صفحہ ٦ پر ذکر کیا بے شک شیخ محمد قاسم نانوتوی نے اپنے پیر حاجی محمد امداد اللہ مکی سے شکایت کی تو کہا جب جب میں نے اپنے ہاتھ میں تسبیح رکھا تو مصیبت میں مبتلاء ہوگیا اور بوجھ پہونچا اسطور پر کہ گویا مجھ پر چٹانیں رکھ دی گئیں اور ہر چٹان کا وزن دو سومن تھا جس سے میری زبان اور دل ٹھہر گیا تو حاجی امداد اللہ نے فرمایا بے شک یہ تمہارے دل پر نبوت کا فیضان ہے یہ وہی بوجھ ہے جس کو نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے وحی کے وقت محسوس فرمایا تھا تو اللہ تعالیٰ تم سے ایسے عمل کی خدمت لیگا جس عمل کی خدمت انبیاء کرتے تھے۔ معاذ اللہ رب العلمین اللہ تعالیٰ سنیوں کو دیوبندیوں کے شر و فساد سے مامون فرمائے امین واللہ الھادی الی سواء السبیل

کتبہ:۔ فقیر محمد ناظر اشرف قادری بریلوی غفرلہ القوی

دیوبندی سوال (۲) اہلسنت کا عقیدہ ہے کہ انبیاء علیہ السلام معصوم ہیں ان کے علاوہ کوئی معصوم نہیں رضا خانیوں کا عقیدہ یہ ہیکہ انبیاء علیہم السلام سے تو لغزشیں واقع ہوئیں لیکن ان کے اعلیٰ حضرت معصوم ہیں حق تعالیٰ نے ان کو ہر لغزش سے محفوظ رکھا بہار شریعت میں ملاحظہ فرمائیے۔

انبیاء علیہم السلام سے جو لغزشیں واقع ہوئیں انکا ذکر تلاوت قرآن اور روایت حدیث کے سوا حرام ہے۔

(بہار شریعت حصہ اول ص ۱۵)

اقبال احمد رضوی اپنے اعلیٰ حضرت کے بارے میں لکھتے ہیں۔

غیر فصیح اور غلط لفظ بچپن میں بھی زبان مبارک پر نہیں آیا۔ جسم و جان، قلب و زبان کے مالک حق تبارک وتعالیٰ نے آپکو ہر لغزش سے محفوظ رکھا۔ (کرامات اعلیٰ حضرت ص ۱۳/مکتبہ تعلیمات رضا کانپور)

خدارا بتائیے انبیاء علیہ السلام سے لغزشوں کو ماننا اور احمد رضا کو لغزشوں سے محفوظ سمجھنا کیا یہ توہین انبیاء نہیں؟ اور احمد رضا کو انبیاء سے بڑھانا نہیں ہے؟ کیا ایسا عقیدہ رکھنے والا مسلمان ہوسکتا ہے؟

الـــــــــــجـــــــــــواب

(۲) بہار شریعت حصہ اول ص ۳۸/مکتبۃ المدینہ (دہلی) میں ہے کہ نبی کا معصوم ہونا ضروری ہے۔ یہی اہلسنت وجماعت کا عقیدہ ہے، اس کے نیچے منح الروض الازہر ص ۵۶/ کے حوالہ سے موجود ہے

"الانبیاء علیھم الصلاۃ والسلام کلھم منزھون ای معصومون (ملتقطا)

نیز شرح نووی ج ا/ص ۱۰۸/ کے حوالہ سے ہے ذھب جماعۃ من اھل التحقیق والنظر من الفقھاء والمتکلمین من ائمتنا الیٰ عصمتھم من الصغائر کعصمتھم من الکبائر

نیز المعتقد المنتقد لامام احمد الرضا البریلوی قدس سرہ العزیز ص

۱۱۰ فمنهم العصمة وهي من خصائص النبوة علیٰ مذهب اهل الحق ۔

مذکرہ بالا جملہ عبارتوں سے ثابت ہوگیا کہ اہلسنت وجماعت کے نزدیک انبیاء کرام علیہم الصلاۃ والسلام معصوم ہیں۔ اور یہی اہلسنت وجماعت کا عقیدہ ہے۔ اور کوئی سنی صحیح العقیدہ مسلمان انبیاء کرام علیہم الصلاۃ والسلام میں سے کسی کو خطاکار و گناہگار ہرگز ہرگز نہیں مانتا، جبکہ دیوبندیوں کا عقیدہ ہے کہ حضور اکرم ﷺ خطاکار و گنہگار ہیں۔ ارشاد ربانی انا فتحنا لک فتحا مبینا ط لیغفر لک اللہ ما تقدم من ذنبک وما تاخر [سورۃ فتح رپ ۲۶] کا ترجمہ کرتے ہوئے مولوی اشرف علی تھانوی نے اپنے عقیدہ کے مطابق یہ ترجمہ کیا ہے کہ "بے شک ہم نے آپکو ایک کھلم کھلا فتح دی۔ تا کہ اللہ تعالیٰ آپکی سب اگلی پچھلی خطائیں معاف فرمادے" (معاذ اللہ رب العلمین)

اور دیوبندیوں کے پیشوا مولوی رشید احمد گنگوہی کہتے ہیں کہ "ہم سے خطائیں نہیں ہوئیں" دیکھئے ارواح ثلاثہ ص ۲۹۲ پر لکھتے ہیں کہ حضرت (گنگوہی صاحب) نے فرمایا کہ "حق تعالیٰ نے مجھ سے وعدہ فرمالیا ہے کہ میری زبان سے غلط نہیں نکلوائیگا" اور تذکرۃ الرشید ج ۲ ص ۱۷ پر لکھتے ہیں۔ کہ رشید احمد نے کئی مرتبہ بحیثیت تبلیغ یہ الفاظ زبان سے فرمایا "سن لو حق وہی ہے جو رشید احمد کی زبان سے نکلتا ہے، اور بقسم کہتا ہوں کہ میں کچھ نہیں ہوں۔ مگر اس زمانے میں ہدایت ونجات موقوف ہے میری اتباع پر"

کیونکہ مولوی اشرفعلی تھانوی نے تو نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کو مذکورہ آیت کا ترجمہ کرتے ہوئے خطاکار بتایا اور مولوی رشید احمد گنگوہی بزبان خود بے خطا و بے گناہ ثابت ہوئے اسی سے معلوم ہوگیا کہ گنگوہی صاحب کا مقام نبی پاک ﷺ سے بڑھکر ہے۔ [معاذ اللہ رب العلمین]

مولوی اشرف علی تھانوی قرآن کریم کی آیت مقدسہ ولا تقربا هذه الشجرة فتكونا من الظلمين فازلهما الشيطن عنها فاخرجهما مما كانا فيه ۔ [پ ا رکوع ۴] کا ترجمہ ذیل

عبارت سے کیا ہے ملاحظہ کیجئے۔

''اور نزدیک نہ جائیو اس درخت کے ورنہ تم بھی انھیں میں شمار ہو جاؤ گے جو اپنا نقصان کر بیٹھتے ہیں پھر لغزش دیدی آدم وحوا کو شیطان نے اس درخت کیوجہ سے سو بر طرف کر کے رہا ان کو اس عیش سے جس میں وہ تھے'' (ترجمہ اشرف علی تھانوی)

اور اسکی کوئی تشریح دیوبندیوں کی کسی کتاب میں ہو تو پیش کرنا دیوبندیوں کی ذمہ داری ہے۔

اور بہار شریعت حصہ اول ص ۸۸ رمکتبۃ المدینہ دہلی میں مسائل ضروریہ کے تحت جو عبارت ہے وہ مکمل عبارت یہ ہے'' انبیائے کرام علیہم الصلاۃ والسلام سے جو لغزشیں واقع ہوئیں انکا ذکر تلاوت قرآن وروایت حدیث کے سوا حرام اور سخت حرام ہے اوروں کو ان سرکاروں میں لب کشائی کی کیا مجال۔۔ مولی عزوجل ان کا مالک ہے جس محل پر جس طرح چاہے تعبیر فرمائے وہ اس کے پیارے بندے ہیں اپنے رب کیلئے جس قدر چاہیں تواضع فرمائیں، دوسرا ان کلمات کو سند نہیں بنا سکتا اور خود انکا اطلاق کرے تو مردود بارگاہ ہو، پھر ان کے یہ افعال جن کو زلت [پھسلنا] ولغزش سے تعبیر کیا جائے ہزار ہا حکم ومصالح پر مبنی، ہزار ہا فوائد وبرکات کی مثمر ہوتی ہے ایک لغزش اپنا آدم علیہ السلام کو دیکھئے اگر وہ نہ ہوتی، جنت سے نہ اترتے، دنیا آباد نہ ہوتی، نہ کتابیں اترتیں، نہ رسول آتے، نہ جہاد ہوتے، لاکھوں کڑوروں مثوبات کے دروازے بند رہتے، ان سب کا فتح باب ایک لغزش آدم کا نتیجہ بارکہ ثمرۂ طیبہ ہے۔ بالجملہ انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام کی لغزش، من وتو کے شمار میں نہیں ہے، صدیقین کے حسنات سے افضل واعلیٰ ہے۔ حسنات الابرار سیأت المقربین ...

اور اسی کے حاشیہ نمبر ۲ ر پر اشعۃ اللمات اور پھر فتاویٰ رضویہ ج ا رص ۸۲۳ رتا ۸۲۴ ر کی مکمل عبارت ملاحظہ کریں۔ در قرآن مجید بآدم نسبت عصیاں کردہ واعتاب نمودہ مبنی بر علو شان قرب اوست ومالک را میرسد کہ بر ترک اولیٰ وافضل اگر چہ بحد معصیت نرسد بہ بندۂ خود ہر چہ خواہد بگوید

واعتاب نماید دیگر را مجال نہ کہ تواند گفت اینجا ادبی ست کہ لازم است رعایت آں و آں اینست کہ اگر جانب حضرت بہ بعض انبیاء کہ مقربان درگاہ اند عتابی وخطابی رود یا از جانب ایشان کہ بندگان خاص او یند تواضعی و ذلتی انکساری صادر گردد کہ موھم نقص بود مارا نباید کہ دراں دخل کنیم و بداں تکلم نمائیم [اشعۃ اللمعات کتاب الایمان فصل اول ج ا ص ۴۳]

ترجمہ: قرآن کریم میں جو حضرت آدم علیہ السلام کی طرف عصیان ونافرمانی کی نسبت کی اور ان پر عتاب فرمایا وہ حضرت آدم علیہ السلام کہ خدائے تعالیٰ کے مقرب ہونے اور انکی بلندی شان پر مبنی ہے اور مالک کو حق پہونچتا ہے کہ اولیٰ وافضل چیز کے ترک کرنے پر اگر چہ وہ معصیت کی حد تک نہ پہونچے اپنے بندے کو جو کچھ چاہے کہے اور عتاب کرے دوسرے کسی کو کچھ بھی کہنے کی مجال نہیں ہے یہ نہایت ہی ادب کا مقام ہے جس کا لحاظ ضروری ہے اور وہ ادب یہ ہے کہ اگر خداوند تعالیٰ کی جانب سے بعض انبیاء علیھم السلام پر جو اسکی بارگاہ کے مقرب ہیں عتاب نازل ہو یا ان کی طرف خطاء کی نسبت کی گئی ہو یا خود ان انبیاء علیھم السلام کی طرف سے جو کہ اس کے خاص بندے ہیں تواضع، عاجزی انکساری کی بات صادر ہو جس سے ان میں نقص وعیب کا وہم پڑتا ہو، تو ہم بندوں کو اس میں خلل دینے یا اسے زبان پر لانے کی ہرگز اجازت نہیں۔۔

اعلیٰ حضرت عظیم البرکت قدس سرہ فتاویٰ رضویہ شریف مترجم ج ا ص ۸۲۳ / تا ۸۲۴ میں تنبیہ مہم کے تحت فرماتے ہیں کہ غیر تلاوت میں اپنی طرف سے سیدنا آدم علیہ السلام کی طرف نافرمانی اور گناہ کی نسبت حرام ہے۔ آئمہ دین نے اس کی تصریح فرمائی بلکہ ایک جماعت علمائے کرام نے اسے کفر بتایا مولیٰ کو شایان ہے کہ اپنے محبوب بندوں کو جس عبارت سے تعبیر فرمائے دوسرا کہے تو اسکی زبان گدی کے پیچھے سے کھینچی جائے **للہ المثل الاعلی** ، بلاتشبیہ یوں خیال کرو کہ زید نے اپنے بیٹے عمرو کو اسکی کسی لغزش یا بھول پر متنبہ کرنے ادب دینے حزم وعزم واحتیاط اتم سکھانے کیلئے مثلاً بیہودہ، نالائق، احمق وغیرہا الفاظ

سے تعبیر کیا باپ کو اس کا اختیار تھا اب کیا عمرو کا بیٹا بکر یا غلام خالد انہیں الفاظ کو سند بنا کر اپنے باپ اور آقا عمرو کو یہ الفاظ کہہ سکتا ہے؟ حاشا اگر کہے گا سخت گستاخ ومردود ناسزا و مستحق عذاب وتعزیر وسزاوار ہوگا جب یہاں یہ حالت ہے تو اللہ عزوجل کی ریس کر کے انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام کی شان میں ایسے لفظ کا بکنے والا کیونکر سخت شدید ومدید عذاب جہنم وغضب الٰہی کا مستحق نہ ہوگا، العیاذ باللہ تعالیٰ

امام ابوعبداللہ قرطبی تفسیر قرطبی میں زیر آیت **وطفقا یخصفن علیهما من ورق الجنة** کی تفسیر میں فرماتے ہیں **قال القاضی ابو بکر بن العربی رحمه الله تعالیٰ لایجوز لاحد من الیوم ان یخبر بذلک عن آدم علیه الصلاة والسلام الا اذ ذکرناه فی اثناء قوله تعالیٰ عنه او قول نبیه صلیٰ الله تعالیٰ علیه وسلم فاما ان نبتدئ ذلک من قبل انفسنا فلیس بجائز لنا فی ابائنا الادنین الینا المماثلین لنا فکیف بابینا الا قدم الاعظم الاکبر النبی المقدم صلیٰ الله تعالیٰ علیه وسلم وعلیٰ جمیع الانبیاء والمرسلین .**

ترجمہ: قاضی ابوبکر بن عربی فرماتے ہیں کہ ہم میں سے کسی کو یہ جائز نہیں کہ آدم علیہ السلام کی بابت اس کی خبر دے، ہاں قرآن کریم یا کسی حدیث میں ہو تو حرج نہیں، اپنی طرف سے تو اس قسم کے امور کو کوئی شخص اپنے ماں باپ کی طرف بھی منسوب کرنا پسند نہ کرے گا، تو حضرت جو ہمارے جد اعلیٰ اکبر واعظم اور اللہ کے تمام انبیاء ومرسلین سے پہلے نبی ہیں ان کی بابت یہ سوچا بھی نہیں جا سکتا ہے۔

اور امام ابوعبداللہ محمد بن عبدری ابن الحاج مدخل میں فرماتے ہیں

قد قال علماؤنا رحمهم الله تعالیٰ ان من قال عن نبی من الانبیاء علیهم الصلاة والسلام فی غیر التلاوة والحدیث انه عصیٰ اوخالف فقد کفر نعوذ بالله من ذلک

ترجمہ: ہمارے علماء رحمہم اللہ تعالیٰ نے فرمایا انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام کا ذکر بغیر تلاوت یا حدیث کے ان کی لغزش کا ذکر کیا یا ان کی نافرمانی کا ذکر کیا تو اس نے کفر کیا، ہم اللہ تعالیٰ سے اس بارے میں پناہ مانگتے ہیں۔ ایسے امور میں سخت احتیاط فرض ہے اللہ تعالیٰ اپنے محبوبوں کا حسن ادب عطا فرمائے امین

[فتاوی رضویہ]

مذکورہ عبارتوں سے بھی ثابت ہوا کہ اہلسنت و جماعت کا عقیدہ یہ ہے کہ انبیاء کرام علیہم الصلاۃ والسلام معصوم ہیں۔ اور کوئی نبی خطا کار نہیں، جبکہ دیوبندیوں کے پیشوا مولوی اشرف علی تھانوی کے نزدیک ہمارے نبی کریم ﷺ سے اگلی پچھلی خطائیں ہوئیں، کا ترجمہ قرآن عظیم میں موجود ہے۔ (ھذا الجواب الزاماً للخصم)

اقبال احمد رضوی ایک عام تاجر کتب تھے۔ کوئی بڑے مولانا، مولوی نہیں، جنکی بات قابل استناد ہو۔ لیکن دیوبندیوں کے مولوی رشید احمد گنگوہی تو دیوبندیوں کے نزدیک قابل استناد اور لائق اعتبار ہیں، جو دیوبندیوں کے نزدیک مربی خلائق بھی ہیں۔ شیخ دیوبند مرثیہ گنگوہی ص ۸ پر لکھتے ہیں۔

خدا ان کا مربی وہ مربی تھے خلائق کے

میرے مولیٰ میرے ہادی تھے بیشک شیخ ربانی

مربی خلائق کا معنیٰ ہوتا ہے تمام مخلوقات کی پرورش کرنے والے جو رب العلمین کا ہم معنیٰ ہے۔ تو دیوبندیوں کے رب العلمین مولوی رشید احمد گنگوہی صاحب ہیں۔ اسی وجہ سے مولوی اشرفعلی تھانوی نے قرآن کریم کی ذکر کردہ آیت کے ترجمہ میں خطا کار ہونے کا ترجمہ کیا۔ کہ نبی پاک ﷺ تو خطا کار ہو سکتے ہیں۔ لیکن جو رب العلمین ہو اس دیوبندیوں کے خدا سے غلطی ہو ہی نہیں سکتی (استغفر اللہ)

رب متعال سنیوں کو دیابنہ کے شر و فساد سے محفوظ فرمائے۔ آمین ثم آمین بجاہ سید المرسلین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم ۱۲ واللہ الھادی الیٰ السواء السبیل

دیوبندی سوال (۳) بکثرت احادیث اور سیرت کی کتابوں سے پتہ چلتا ہیکہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا آنحضرت ﷺ کے سامنے انتہائی باادب تھیں آپ نے کبھی ایسا کلمہ نہیں فرمایا۔ جس میں حضور ﷺ کی شان میں گستاخی کا پہلو نکلتا ہو لیکن رضا خانیوں کے مجدد احمد رضا خان لکھتے ہیں کہ حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا آنحضرت ﷺ کی شان اقدس میں ایسی باتیں بھی کہہ جاتی تھیں جن پر سزائے موت دی جا سکے۔ ملاحظہ ہو۔ ام المؤمنین حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا جو الفاظ شان جلال میں ارشاد کر گئی ہیں دوسرا کہے تو گردن ماری جائے [ملفوظات حصہ سوم ص ۲۸۳]

اللہ اکبر حضرت عائشہ تو وہ ہیں جو حضور ﷺ کی سب سے زیادہ چہیتی بیوی ہیں تمام مومنین کی ماں ہیں۔ جن کی برأت وصفائی میں ایک مستقل سورت سورۂ نور نازل فرما کر اللہ تعالیٰ نے ان کا مقام اور مرتبہ بیان فرما دیا تو پھر کیسے وہ حضور کی شان میں گستاخی کر سکتی ہیں؟ مسلمانو خدارا بتاؤ ان پر بہتان لگا کر کیا کوئی جہنم کے ایندھن بننے سے بچ سکتا ہے؟

الجواب

(۳) الملفوظ حصہ سوم ص ۶ مطبوعہ رضا اکیڈمی ممبئی میں ام المؤمنین سیدتنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے لئے جو پاکیزہ جملہ امام احمد رضا قدس سرہ سے منقول ہے۔ وہ ان احادیث کریمہ کی طرف اشعار ہے جو کئی مواقع پر سیدتنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے سرور کون ومکان مالک انس وجاں، باعث تخلیق کائنات ﷺ سے ہم کلام ہوئیں ہیں جو احادیث کریمہ کے مطالعہ کرنے والوں پر اظہر من الشمس ہے۔ جن کا اظہار عوام الناس کے روبرو غیر مناسب ہے اور یہ زوجہ ہونے کی وجہ سے ان کا حق اور دوسرے کہیں تو قتل کے مستحق۔ لیکن چونکہ مولوی اشرفعلی تھانوی کی اس گستاخی اور بے غیرتی پر پردہ ڈالنا ہے جو انھوں نے سیدتنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی شان حرمت میں کی ہے ع۔ ''توالٹا چور کوتوال

کوڈانے'' کے مطابق دیوبندیوں نے اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ پر الزام رکھ دیا۔

اب ذرا ام المومنین کی شان تطہیر میں مولوی اشرفعلی تھانوی کا ایک گھنونا اقتباس ملاحظہ کیجئے۔ الامداد۔ ماہ صفر ۱۳۳۵ھ میں موجود ہے ''ایک ذاکر صالح کو مکشوف ہوا کہ احقر (اشرفعلی تھانوی) کے گھر حضرت عائشہ آنے والی ہیں انھوں نے مجھ سے کہا کہ میرا (یعنی اشرفعلی تھانوی) کا ذہن معاً اسی طرف منتقل ہوا کہ کم سن عورت ہاتھ آئیگی، کہ اس مناسبت سے حضور ﷺ نے حضرت عائشہ سے نکاح کیا تو حضور کا سن شریف پچاس سے زائد تھا، اور حضرت عائشہ بہت کم عمر تھیں۔ وہی قصہ یہاں ہے'' [معاذ اللہ]

میں اہل انصاف کو آواز دیتا ہوں، کہ وہ ذرا دل پر ہاتھ رکھکر ایمان سے بتائیں کہ اشرفعلی تھانوی کی ناپاک ذہنیت نے سیدتنا صدیقہ زوجۃ النبی الاعظم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شان اقدس میں کس قدر گھنونی گستاخی کی ہے۔ ایسے شخص کو جامع المجددین وغیرہ القاب سے یاد کرنا اہل ایمان کا شیوہ ہرگز نہیں ہوسکتا ہے۔ جب کہ دیوبندی مولوی حضرات ان کو جامع المجددین کہتے ہیں۔ واللہ الھادی الی السواء السبیل

کتبہ

فقیر محمد ناظر اشرف قادری بریلوی غفرلہ القوی

خادم دارالافتاء دارالعلوم اعلیٰ حضرت رضا نگر کلمنا ناگپور

دیوبندی سوال [۴] اللہ تعالیٰ اپنے کلام پاک میں ارشاد فرمایا كُلَّمَا جَآءَهُمْ رَسُوْلٌ بِمَا لَا تَهْوٰى اَنْفُسُهُمْ فَرِيْقًا كَذَّبُوْا وَفَرِيْقًا يَقْتُلُوْنَ [پ ۶، سورۂ مائدہ رکوع ۱۳]

جب کبھی ان کے پاس رسول وہ بات لیکر آئے جوان کے نفس کی خواہش نہ تھی ایک گروہ کو جھٹلایا ایک گروہ کو شہید کرتے ہیں۔ اللہ پاک تو فرماتے ہیں کہ رسول اللہ تو شہید ہوئے لیکن رضا خانیوں کے مجدد صاحب کہتے ہیں کہ رسول شہید نہیں ہوئے ملاحظہ ہو۔ رسولوں میں کون شہید کیا گیا انبیاء البتہ شہید

کئے گئے رسول کوئی شہید نہ ہوا یقتلون النبین فرمایا گیا نہ کہ یقتلون الرسول [ملفوظات حصہ چہارم ص ۳۹۷]

رضاخانیوں کے مجدد احمد رضا خاں نے یہاں آیت قرآنیہ کا صاف انکار کیا ہے امت مسلمہ کا متفقہ عقیدہ ہیکہ جو قرآن کی ایک آیت کا انکار کردے وہ کافر ہو جاتا ہے۔کوئی رضا خانی مولوی یہ ثابت نہیں کر سکتا۔ کہ احمد رضا نے اپنی زندگی میں اس انکار آیت کی وجہ سے جو وہ کافر ہو گئے توبہ کی ہو۔ چونکہ امت مسلمہ کا یہ بھی متفقہ عقیدہ ہیکہ جب علانیہ کفر صادر ہو جائے تو علانیہ توبہ کرنی ہوگی۔تب ہی مومن شمار کیا جائیگا۔ ملفوظات ۱۳۳۸ھ میں شائع ہوئے اور احمد رضا خاں کا انتقال ۱۳۴۰ھ میں ہوا اس دو سال کے عرصے میں اس نے کوئی توبہ نامہ شائع نہیں کیا معلوم ہوا کہ احمد رضا خاں صاحب اسی حالت کفر میں دنیا سے چلے گئے جن کو ان کے رضا خانی مولویوں نے بھی تسلیم کیا ہے۔چنانچہ ظہیر الدین خاں قادری برکاتی نوری رضوی خود لکھتے ہیں کہ جدید ایڈیشن الملفوظ کا جب بھی چھپے اسے حذف کر دینا چاہیئے تا کہ اعلیٰ حضرت کے دامن پر آیت قرآنیہ کے انکار کا داغ نہ رہے [روح اعلیٰ حضرت کی فریاد ص ۸۶]

احمد رضا خاں تو وہ ہیں جس نے علامہ ابن حجر عسقلانی پر بہتان باندھا جس نے صحابی رسول عبدالرحمٰن قاری رضی اللہ عنہ کو کافر کہا جس نے صحابی رسول حضرت جابر رضی اللہ عنہ پر بہتان باندھا جس نے ماں عائشہ رضی اللہ عنہا کی شان میں گندے اور بازاری اشعار کہے، اور شان اقدس میں گستاخی کرنے کا بہتان لگایا، جس نے فقہائے عظام پر سنتیں معاف کرنے کا الزامات لگایا، جس نے گڑی ہوئی حدیثیں بیان کر کے حضور اکرم ﷺ کی شان میں گستاخی کی، جس نے لاکھوں علماء ومشائخ کو کافر بنایا۔جس نے ہزاروں گھروں میں فتنہ وفساد برپا کیا۔بھلا خداوند قدوس کی غیرت کب برداشت کر سکتی تھی کہ ایسا انسان ایمان کے حالت میں اس دنیا سے جائے۔

برادران اسلام: ہم نے یہاں صرف چار نمونے پیش کئے ہیں اگر صحیح معنیٰ میں دیکھا جائے تو ان کی

کے گئے رسول کوئی شہید نہ ہوا یقتلون النبین فرمایا گیا نہ کہ یقتلون الرسول (ملفوظات حصہ چہارم ص ۳۹۷)

رضاخانیوں کے مجدد احمد رضا خاں نے یہاں آیت قرآنیہ کا صاف انکار کیا ہے امت مسلمہ کا متفقہ عقیدہ ہے کہ جو قرآن کی ایک آیت کا انکار کردے وہ کافر ہو جاتا ہے۔ کوئی رضا خانی مولوی یہ ثابت نہیں کر سکتا۔ کہ احمد رضا نے اپنی زندگی میں اس انکار آیت کی وجہ سے جو وہ کافر ہو گئے توبہ کی ہو۔ چونکہ امت مسلمہ کا یہ بھی متفقہ عقیدہ ہے کہ جب علانیہ کفر صادر ہو جائے تو علانیہ توبہ کرنی ہوگی۔ تب ہی مومن شمار کیا جائیگا۔ ملفوظات ۱۳۳۸ھ میں شائع ہوئے اور احمد رضا خاں کا انتقال ۱۳۴۰ھ میں ہوا اس دو سال کے عرصے میں اس نے کوئی توبہ نامہ شائع نہیں کیا معلوم ہوا کہ احمد رضا خاں صاحب اسی حالت کفر میں دنیا سے چلے گئے جن کو ان کے رضا خانی مولویوں نے بھی تسلیم کیا ہے۔ چنانچہ ظہیر الدین خاں قادری برکاتی نوری رضوی خود لکھتے ہیں کہ جدید ایڈیشن الملفوظ کا جب بھی چھپا اسے حذف کر دینا چاہیئے تا کہ اعلیٰ حضرت کے دامن پر آیت قرآنیہ کے انکار کا داغ نہ رہے (روح اعلیٰ حضرت کی فریاد ص ۱/۶)

احمد رضا خاں تو وہ ہیں جس نے علامہ ابن حجر عسقلانی پر بہتان باندھا جس نے صحابی رسول عبدالرحمٰن قاری رضی اللہ عنہ کو کافر کہا جس نے صحابی رسول حضرت جابر رضی اللہ عنہ پر بہتان باندھا جس نے ماں عائشہ رضی اللہ عنہا کی شان میں گندے اور بازاری اشعار کہے، اور شان اقدس میں گستاخی کرنے کا بہتان لگایا، جس نے فقہائے عظام پر سنتیں معاف کرنے کا الزامات لگایا، جس نے گڑی ہوئی حدیثیں بیان کر کے حضور اکرم ﷺ کی شان میں گستاخی کی، جس نے لاکھوں علماء و مشائخ کو کافر بنایا۔ جس نے ہزاروں گھروں میں فتنہ وفساد برپا کیا۔ بھلا خداوند قدوس کی غیرت کب برداشت کر سکتی تھی کہ ایسا انسان ایمان کے حالت میں اس دنیا سے جائے۔

برادران اسلام: ہم نے یہاں صرف چار نمونے پیش کیے ہیں اگر صحیح معنیٰ میں دیکھا جائے تو ان کی

کتابیں فحش، بہتان گستاخی رسول اور کفریات سے بھری ہوئی ہے۔ جو آئندہ انشاء اللہ کتابچہ کی شکل میں آپ کے سامنے آئیں گی۔ اگر رضا خانی مذہب کو اس کے آغاز سے جاننا چاہتے ہیں تو علامہ محمود (دیوبندی) کی کتاب مطالعۂ بریلویت کا مطالعہ ضرور کریں۔

الـــــــــــــجـــــــــــــواب

(۴) الملفوظ مطبوعہ رضا اکیڈمی ممبئی کے حصہ چہارم ص۲۴ر پر جو عبارت ہے کہ رسولوں میں سے کون شہید کیا گیا؟ انبیاء البتہ شہید کئے گئے۔ رسول کوئی شہید نہیں ہوئے۔ قرآن کریم کی آیت یَقْتُلُوْنَ النَّبِیّٖنَ سے دلیل دی گئی ہے۔ اور جہاں قرآن کریم میں رسول کی شہادت کا ذکر آیا ہے۔ وہاں رسول سے نبی ہی مراد ہے۔ دیوبندی حضرات تفاسیر کی کتابوں میں سے کسی کتاب سے ایک رسول کی ہی شہادت ثابت کر دکھائیں۔ کیونکہ مولوی اشرف علی تھانوی نے اختصار شدہ بیان القرآن ص ۲۷۹ر پر لکھا ہے کہ ''رسول صرف اسی کو کہتے ہیں جو نئی شریعت لے کر آئے۔ اور نبی عام ہے خواہ نئی شریعت لے کر آئے یا پرانی شریعت کی تبلیغ کرے'' اور یہ بات تفاسیر کی روشنی میں طے شدہ ہے کہ حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام سے لیکر حضرت عیسیٰ روح اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام تک جتنے بھی انبیاء کرام درمیان میں تشریف لائے ان میں کوئی بھی نبی نئی شریعت کا حامل نہیں تھا۔ اور یہ بھی طے شدہ ہے کہ انہی میں سے کچھ نبی شہید کئے گئے۔ لہذا ثابت ہوا کہ شہداء انبیاء کرام میں سے تھے رسلان عظام سے نہیں تھے۔

الملفوظ میں امام اہلسنت اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ نے قرآن حکیم اور اسکی تفاسیر کریمہ کے عین مطابق ارشاد فرمایا ہے۔ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ نے قرآن پاک کی کسی آیت کا انکار نہیں کیا۔ یہ سید ظہر الدین خاں قادری برکاتی رضوی نوری فرضی نام ہے یا پھر وہابی ہے اور اپنے نام کے آگے قادری رضوی وغیرہ لکھکر

سنیوں کو دھوکا میں ڈالنے کی سعی ناتمام کی ہے اور انداز بیاں ایسا اختیار کیا ہے جیسے کوئی بہروپیا۔

ع، صاف چھپتے بھی نہیں سامنے آتے بھی نہیں؟

کاش دیو بندی شیعوں کی طرح تقیہ نہیں کرتے صاف صاف کھلکر سامنے آجاتے تو لوگ دیو بندیوں کے دام تزویر میں گرفتار نہیں ہوتے۔ مگر دیو بندیوں کا حال تو یہ ہے کہ کبھی سنی بن جاتے ہیں کبھی شیعوں کی طرح امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ماتم کرتے ہیں، کبھی وہابیوں کی طرح یزید کو امیر المؤمنین کہتے ہیں اور کبھی مرزا غلام احمد قادیانی کی طرح نبوت کا بوجھ قاسم نانوتوی کی چھاتی پر ہونے کو تسلیم کرتے ہیں اور کبھی منافقت کی چال چلتے ہیں اور یہی طریقہ روح اعلیٰ حضرت کے فریاد نامی کتابچہ میں پیش کیا ہے اور اپنے نام کے پہلے سید اور بعد میں خاں بھی لکھا ہے ذرا خیال فرمایئے۔ تو سہی! جو سید ہوگا۔ وہ پٹھان ہوگا؟ اور جو پٹھان ہوگا وہ آل رسول پاک ہوگا؟ حق وہ ہے جو سر چڑھکر بولے نام سے ہی جھوٹ کا پردہ چاک ہوگیا اس جواب کے آخر میں یہاں تک لکھدیا کہ احمد رضا خاں تو وہ ہیں جس نے علامہ ابن حجر عسقلانی پر بہتان باندھا جس نے صحابیٔ رسول عبد الرحمٰن قاری رضی اللہ عنہ کو کافر کہا۔ جس نے صحابی رسول حضرت جابر رضی اللہ عنہ پر بہتان باندھا۔ جس نے ماں عائشہ رضی اللہ عنہا کی شان میں گندے اور بازاری اشعار کہے۔ الیٰ آخرہٖ

میں ان کلاب النار سے استفسار کرتا ہوں کہ جن مذکورہ ذوات قدسیہ کے تعلق سے دیو بندیوں نے امام احمد رضا قدس سرہ پر کذب ودروغ سے مملو بہتان باندھا ہے کیا ان تمام کو دلائل وبراہین کی روشنی میں دیو بندیوں کے مولوی ثابت کر سکتے ہیں؟ میرا دعویٰ ہیکہ ہرگز ہرگز ثابت نہیں کر سکتے۔ تو پھر یہی کہا جا سکتا ہے کہ جھوٹا الزام لگانا بہتان باندھنا ان لوگوں کی سرشت میں داخل ہے۔ افسوس صد ہزاراں افسوس! کہ دیو بندیوں نے اپنی کتاب براھین قاطعہ میں خداوند قدوس کیلئے جھوٹ بولنے کو ممکن مانا۔ اور تقویۃ الایمان میں ''حضور اکرم ﷺ کو مرکر مٹی میں ملنے والا ہوں'' لکھا حفظ الایمان میں رسول اللہ ﷺ کے علم

غیب کو بچوں پاگلوں اور جانوروں سے تشبیہ دی ۔ فتاوی دارالعلوم دیوبند میں خلفاء ثلاثہ یعنی سیدنا ابوبکر صدیق سیدنا عمر فاروق اعظم سیدنا عثمان ذوالنورین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی شان میں گستاخی کرنے والوں کو گمراہ اور بددین بھی کہنے کے بجائے صرف فاسق اور ظالم کہنے پر اکتفا کیا۔ فتاوی رشیدیہ قدیم نسخہ میں ہے جو شخص صحابہ کرام کی تکفیر کرے وہ ملعون ہے اور وہ اس کبیرہ کے سبب سنت وجماعت سے خارج نہ ہوگا یعنی وہ سنی ہی رہیگا۔ براہین قاطعہ میں شیطان کے علم کو رسول اللہ ﷺ کے علم سے زیادہ مانا اور نص قطعی سے ثابت ہے لکھا۔ اور صراط مستقیم نامی کتاب میں نماز میں حضور اکرم ہادی اعظم ﷺ کے خیال لانے کو گدھے اور خچر کے خیال میں ڈوب جانے سے بدرجہا بدتر'' لکھا ہے۔ وغیرہ وغیرہ کفری عقیدے دیوبندیوں کی کتابوں میں بھرے پڑے ہیں اس کے باوجود عوام کو دھوکہ دینے کیلئے اپنا عیب چھپانے کیلئے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا علیہ الرحمہ پر الزام دیتے ہیں۔ جب دیوبندیوں کا خدا جھوٹا ہوسکتا ہے دیوبندیوں کو جھوٹ بولنے میں کیا حیا آسکتی ہے؟ دیوبندی جیسے لوگوں کے حق میں ارشاد ربانی ہے وَلَا تُطِعْ كُلَّ حَلَّافٍ مَّهِينٍ هَمَّازٍ مَّشَّاءٍ بِنَمِيمٍ مَّنَّاعٍ لِّلْخَيْرِ مُعْتَدٍ اَثِيمٍ عُتُلٍّ بَعْدَ ذٰلِكَ زَنِيمٍ [پارہ ۲۹ سورۂ قلم رکوع ۳]

ترجمہ (کنز الایمان): اور ہر ایسے کی بات نہ سننا جو بڑا قسمیں کھانے والا ذلیل بہت طعنے دینے والا ادھر کی ادھر لگاتا پھرنیوالا بھلائی سے بڑا روکنے والا حد سے بڑھنے والا گنہگار درشت خو اس سب پر طرہ یہ کہ اسکی اصل میں خطاء ہے ۱۲ واللہ الھادی الی السواء السبیل

کتبہ

فقیر محمد ناظر اشرف قادری بریلوی غفرلہ القوی
خادم دارالافتاء دارالعلوم اعلیٰ حضرت رضا نگر کلمنا ناگپور

دیوبندی سوال (۵) اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ہم نے زمین اور ان سے متعلق چیزوں کو چار دن میں اور آسمان کو دو دن میں پیدا کیا فقضٰھن سبع سمٰوٰت فی یومین [پ ۲۴ / آیت ۱۱ / سورۂ حٰم سجدہ] لیکن رضا خانیوں کے مجدد احمد رضا خاں لکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آسمان کو چار دن میں پیدا کیا ملاحظہ ہو رب العزت تبارک وتعالیٰ نے چار روز میں آسمان اور دو دن میں زمین یکشنبہ تا چہارشنبہ آسمان پنجشنبہ تا جمعہ زمین ۔اس جمعہ بین العصر والمغرب آدم علیہ السلام کو پیدا کیا [ملفوظات حصہ اول صفحہ ۴۲ / ناشر فیاض الحسن بک سیلر نئی سڑک کانپور]

خان صاحب کا یہ کہنا کہ اللہ تعالیٰ نے چار روز میں آسمان اور دو دن میں زمین کو پیدا کیا۔ کیا قرآن پاک کی صریح آیت کا انکار نہیں؟ کیا قرآن کی کسی آیت کا منکر مسلمان رہ سکتا ہے؟

الجواب

(۵) ارشاد ربانی ہے فقضٰھن سبع سمٰوٰت فی یومین [پ۲۴/ آیت نمبر ۱۱ سورۂ حٰم سجدہ] اور اس آیت کا ترجمہ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ نے کنزالایمان فی ترجمۃ القرآن ص ۶۹۱ / پر یوں لکھا ہے کہ ''تو انہیں پورے سات آسمان کر دیا دو دن میں'' مگر دیوبندی لوگ اپنی گندی عادت سے بعض نہیں آتے ان لوگوں نے اعلیٰ حضرت مجدد اعظم علیہ الرحمہ پر الزام لگایا کہ رضا خانیوں کے مجدد احمد رضا خاں لکھتے ہیں کہ ''اللہ تعالیٰ نے آسمان کو چار دن میں پیدا کیا'' جب کہ صاف صراحت کے ساتھ قرآن عظیم کے ترجمہ میں موجود ہے ''کہ پورے ساتوں آسمان دو دن میں پیدا فرمایا'' دیوبندی حضرات دکھائیں کہ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ نے کہاں کس کتاب میں لکھا ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے آسمان چار دن میں پیدا کیا۔ لے دیکر اعلیٰ حضرت کے الملفوظ کو پیش کرتے ہیں جو اعلیٰ حضرت کی تصنیف نہیں۔ بلکہ ملفوظ ہے اور ملفوظ

کا مفہوم یہ ہے کہ متکلم نے کلام کیا سامعین نے اس مفہوم کو اپنے الفاظ میں دوسرے کے سامنے پیش کر دیا اور ایسے ہی نقل در نقل کاتب تک پہونچا۔ اور کتابت میں غلطی کر دینا کاتبوں کی معمولی غلطی ہے جیسے مولوی حسین احمد ٹانڈوی دیو بندی کی کتاب الشہاب الثاقب میں مولوی اشرف علی تھانوی کو دجال زمانہ لکھ دیا اور دیو بندیوں کی کتاب تاریخ جنات وشیاطین میں حضرت آدم علیہ الصلاۃ والسلام کو آگ سے پیدا کیا۔ لکھا ہے ظاہری بات ہیکہ یہ بھی کتابت کی ہی غلطی ہے اور کتابت کی غلطیوں کو دلیل بنا کر کسی مسلمان کو کافر کہنا کسی کافر و مرتد کا ہی فعل ہو سکتا ہے اور دیو بندیوں نے اپنی جہالت سے ملفوظ شریف کی عبارت کو دلیل بنا کر مکتوب سمجھ کر امام عشق ومحبت اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ الرضوان کو کافر کہنے کی جسارت کی ہے۔ جبکہ فتاویٰ دار العلوم دیو بند ج ۷ر ص ۱۹۲ر میں اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کے تعلق سے ہے "مولوی احمد رضا خاں بریلوی اور مولوی حشمت علی وغیرہ کو کافر نہ کہا جائے" نیز حیات امدادیہ مطبوعہ کراچی کے ص ۳۸ر پر ہے دیو بندی مولوی حسن نے کہا کہ حضرت تھانوی نے فرمایا اگر مجھے مولوی احمد رضا صاحب بریلوی کے پیچھے نماز پڑھنے کا موقع ملتا تو میں پڑھ لیتا" اور دیو بندیوں کے پیشوا مولوی اشرف علی تھانوی کی کتاب الافاضات الیومیہ ج ۷ر ص ۵۶ر مطبوعہ ملتان میں ہے" وہ ہم کو کافر کہتے ہیں ہم ان کو کافر نہیں کہتے"

قصص الاکابر ص ۲۵۲ر مطبوعہ لاہور میں ہے "ایک شخص نے پوچھا کہ ہم بریلوی والوں کے پیچھے نماز پڑھیں تو نماز ہو جائے گی یا نہیں؟ فرمایا حضرت حکیم الامت (تھانوی) نے ہاں (ہو جائیگی) ہم ان کو کافر نہیں کہتے اگر چہ وہ ہمیں کہتے ہیں" اور بریلوی ہمہ جہت شخصیت ص ۷ر طبع نارووال روزنامہ جنگ لاہور ۳ر اکتوبر ۱۹۹۰ء میں ہے "دیو بندی مولوی شفیع نے کہا کہ جب مولانا احمد رضا خاں صاحب علیہ الرحمہ کی وفات ہوئی تو مولانا اشرف علی تھانوی کو کسی نے آکر اطلاع کی مولانا تھانوی نے بے اختیار دعاء کیلئے ہاتھ اٹھا دیئے جب وہ دعا کر چکے تو حاضرین مجلس میں سے کسی نے پوچھا وہ تو عمر بھر آپ کو کافر کہتے

رہے اور آپ ان کیلئے دعائے مغفرت کر رہے ہیں فرمایا اور یہی بات سمجھنے کی ہے، مولانا احمد رضا خاں صاحب نے ہم پر کفر کے فتوے اس لئے لگائے کہ انہیں یقین تھا کہ ہم نے توہین رسول کی ہے۔ اگر وہ یہ یقین رکھتے ہوئے بھی ہم پر کفر کا فتویٰ نہ لگاتے تو خود کافر ہو جاتے"

اب جو دیو بندی اعلیٰ حضرت قدس سرہ الکریم کو کافر کہتے ہیں وہ اپنے اکابر ہی کی مذکورہ حوالوں کی روشنی میں ایک مسلمان کو کافر کہہ کر خود کافر ہو گئے، جیسا کہ مسلم شریف جلد اول ص ۵۷ قال رسول اللّٰہ صلیٰ اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم ایما امری قال لاخیہ کافر فقد باء بھا احدھما ان کان کما قال والا رجعت علیہ.......

اللہ تعالیٰ سنیوں کو دیو بندیوں کے شر وفساد سے محفوظ فرمائے آمین

واللہ الھادی الیٰ السواء السبیل

کتبہ: فقیر محمد ناظر اشرف قادری بریلوی

دیو بندی سوال [۶] حدیث پاک میں آیا ہے شیطان جب آذان سنتا ہے بدحواسی کے عالم میں ریح خارج کرتا ہوا بھاگتا ہے اذا سمع الآذان فر الشیطان و له ضراة [الحدیث] لیکن رضا خانیوں کا عقیدہ ہیکہ شیطان بھی نماز پڑھتا ہے چنانچہ احمد رضا خاں لکھتے ہیں ایک صحابیہ پری نے حضور اکرم ﷺ کے زمانہ میں ایک پہاڑ پر ابلیس کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھا اور اس کی گواہی دربار رسالت میں دی۔

ملاحظہ ہو۔ عرض۔ حضور کیا جن اور پری بھی مسلمان ہوتے ہیں؟

ارشاد: ہاں [اور اسی تذکرہ میں فرمایا] ایک پری مشرف بہ اسلام ہوئی اور اکثر خدمت اقدس میں رہا کرتی تھی۔ ایک بار عرصہ تک حاضر نہ ہوئی۔ سبب دریافت فرمایا۔ عرض کی حضور میرے عزیز کا ہندوستان میں انتقال ہو گیا تھا، میں وہاں گئی تھی راہ میں میں نے دیکھا کہ ایک پہاڑ پر ابلیس نماز پڑھ رہا ہے۔ میں اسکی

یہ نئی بات دیکھ کر کہا تیرا کام تو نماز سے غافل کر دینا ہے تو خود کیسے نماز پڑھتا ہے اس نے کہا شاید رب العزت تعالیٰ میری نماز قبول فرمائے اور مجھے بخش دے [ملفوظات حصہ اول صفحہ ۲۸ رناشر فیاض الحسن بک سیلر نئی سڑک کانپور]

میں تمام رضاخانی مولویوں سے پوچھنا چاہتا ہوں کہ آپ کے اعلیٰ حضرت احمد رضا خان نے حضور اکرم ﷺ کے زمانے کا یہ واقعہ لکھا ہے یہ حدیث کس کتاب میں صحیح سند کے ساتھ موجود ہے؟ اگر کسی نے اس لئے نقل کر کے لکھ دیا **ھذا حدیث موضوع** کیا یہ بری حرکت نہیں ہے کیا یہ جان بوجھ کر نبی کریم ﷺ پر جھوٹ بولنا نہیں ہے؟ پیشاب کی شیشی پر عطر مجموعہ کا لیبل لگا کر سپلائی کرنا ہو سکتا ہے۔ رضاخانیوں کے نزدیک اپنے کارخانۂ زندگی کو چلانے کیلئے کوئی اچھا کام ہو لیکن میں تو یہی کہونگا کہ یہ کام کسی مؤمن کا نہیں ہو سکتا ہمارے پیارے آقا ﷺ نے اعلان فرمایا ہے۔ **من کذب علیّ متعمدا فلیتبوأ مقعده من النار** جو جان بوجھ کر جھوٹ بولے، چاہئے کہ وہ اپنا ٹھکانہ جہنم بنالے۔

الجواب

(٦) [الف] دیوبندی مولویوں نے جس حدیث پاک کو پیش کیا ہے کہ آذان کی آواز سن کر شیطان بھاگ جاتا ہے اور اس کا مطلب یہ سمجھا کہ پھر دوبارہ آتا ہی نہیں۔ یا دوبارہ آنا ناممکن ہے۔ یہ حدیثوں کی کتابیں نہ پڑھنے کی وجہ سے جہالت پر مبنی ہے۔ بخاری شریف جلد ۱ ص ۸۵ رکتاب الاذان باب فضل التاذین میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے۔

اِنَّ النَّبِیَّ ﷺ قَالَ اِذَا نُوْدِیَ لِلصَّلٰوۃِ اَدْبَرَ الشَّیْطَانُ لَهٗ ضُرَاطٌ حَتّٰی لَا یَسْمَعُ التَّاذِیْنَ فَاِذَا قُضِیَ النِّدَاءُ قَبَلَ حَتّٰی اِذَا ثُوِّبَ بِالصَّلٰوۃِ اَدْبَرَ حَتّٰی اِذَا قُضِیَ

التَّثوِيبُ قَبلَ حَتیٰ یَخطُرَ بَینَ المَرءِ وَنَفسِهٖ یَقُولُ اُذکُر کَذَا اُذکُر کَذَا لِمَالَمْ یَکُنْ یَذکُرُهٗ حَتیٰ یَظَلَّ الرَّجُلُ لَایَدرِیْ کَمْ صلیٰ

ترجمہ: بیشک نبی کریم ﷺ نے فرمایا جب اذان کہی جاتی ہے شیطان ریح خارج کرتا ہوا بھاگتا ہے۔ یہاں تک کہ اذان کی آواز اسے نہ پہونچے۔ اور جب اذان پوری ہوجاتی ہے۔ چلا آتا ہے۔ پھر جب اقامت کہی جاتی ہے۔ تو بھاگ جاتا ہے۔ جب پوری ہولیتی آجاتا ہے۔ اور نماز میں آکر دل میں وسوسہ ڈالتا ہے۔ کہتا ہے فلاں بات یاد کر فلاں بات یاد کر۔ وہ جو پہلے یاد نہ تھی یہاں تک کہ آدمی کو یہ نہیں معلوم ہوتا کہ کتنی رکعت پڑھی؟

اب فیصلہ کیجئے! میں نے بخاری شریف کی پوری حدیث پاک پیش کردی ہے۔ جس سے یہ معلوم ہوگیا کہ شیطان نماز میں آکر وسوسہ ڈالتا ہے اور دیوبندی مولویوں کا کہنا ہیکہ نماز میں شیطان آتا ہی نہیں کیا یہ صراحتاً حدیث رسول اکرم ﷺ سے انکار نہیں؟ ہاں ضرور انکار ہے۔ کیا ایسے مشہور حدیث پاک کا انکار مسلمانی کام ہے؟

[ب] اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ نے ایک عرض کے تحت جواب دیا جن اور پری بھی مسلمان ہوتے ہیں ارشاد ربانی ہے۔ **وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنِ** اور اسی تذکرہ میں فرمایا کہ ایک پری مشرف بہ اسلام ہوئی اور راہ میں ایک پہاڑ پر ابلیس کو نماز پڑھتے دیکھی۔ تو دیوبندی مولویوں نے اہلسنت وجماعت کے مقتدا امام احمد رضا قدس سرہٗ پر اعتراض کا گولا داغ دیا۔ کہ رضا خانیوں کا عقیدہ ہے کہ شیطان بھی نماز پڑھتا ہے؟ شیطان کی نماز بارگاہ خداوندی میں کسی صورت میں مقبول نہیں، یہ اپنی جگہ پر امور مسلمہ میں ہیں لیکن شیخ الاسلام قاضی القضاۃ ابن حجر عسقلانی علیہ رحمۃ الباری نے الاصابۃ فی تمیز الصحابۃ الجزء الثامن ص ۱۵۶ ر و ۱۵۷ ر پر تحریر فرمایا ہے

"فارعة: الجنية ذكرها حمزة بن يوسف الجرجاني في تاريخ جرجان

قال اخبرنا ابو احمد ابن عدی حدثنا عبد المومن بن احمد حدثنا جعفر بن الحکم حدثنا لهیمة بن عبد اللہ عبداللہ بن لهیعة عن ابیه عن ابی زبیر عن جابر ان امراة من الجن کانت تاتی النبی صلیٰ اللّٰه علیه و اله وسلم فی نساء من قومها فابطات علیه مرة ثم جاء ت فقال ابطاک قالت موت میت لنا بارض الهند فذهبت فی تعزیته فرایت ابلیس فی طریقی قائماً یصلی علیٰ صخرة فقلت ما حملک علیٰ ان اضللک آدم قال دعی عنک هذا قلت تصلی رات انت قال نعم یا فارعة بن العبد الصالح انی لارجو من ربی انا ابرقسمه ان یغفرلی....

ترجمہ: حمزہ بن یوسف جرجانی نے تاریخ جرجان میں اسکا تذکرہ کیا ہے فرماتے ہیں ہمیں ابو احمد بن عدی نے بتایا وہ فرماتے ہیں ہمیں عبدالمومن بن احمد نے بتایا وہ فرماتے ہیں ہمیں جعفر بن حکم نے بتایا وہ فرماتے ہیں ہمیں لھیعہ بن عبداللہ بن لھیعہ نے اپنے والد کے حوالہ سے بیان کیا انہوں نے ابوزبیر سے روایت کیا انہوں نے حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حدیث بیان کی کہ ایک جنی خاتون نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں اپنی قوم کی عورتوں کے ساتھ حاضر ہوتی تھی ایک مرتبہ آنے میں تاخیر کی پھر جب حاضر ہوئی تو سرکار دو عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا تمہیں کس وجہ سے تاخیر ہوئی کہنے لگی کہ ہند کی سرزمین میں ایک کی موت ہوگئی تھی میں ان کی تعزیت کو گئی تھی تو میں نے راستے میں ابلیس کو کھڑے ہوکر ایک چٹان پر نماز پڑھتے ہوئے دیکھا میں نے کہا تمہیں حضرت آدم علیہ السلام کو کس چیز نے گمراہ کرنے پر آمادہ کیا تھا، تو ابلیس نے کہا تم مجھ سے دور ہو اپنا کام کرو میں نے کہا نماز اور تم۔ ابلیس نے کہا ہاں اے فارعہ بنت عبدالصالح میں اپنے رب سے امید رکھتا ہوں کہ جب وہ اپنی قسم پوری کریگا تو مجھے بخش دیگا۔

کاش دیوبندیوں کے مولوی حضرات اپنی جماعت کے مولویوں کی کتابیں پڑھتے تو اعتراض کی حاجت ہی نہ رہتی دیوبندی جماعت کے ایک بہت بڑے مولوی۔ امداد اللہ انور، جامعہ اشرفیہ لاہور، اپنی

کتاب تاریخ جنات وشیاطین کے صفحہ ۴۱۳ پر لکھتے ہیں کہ حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ ہمارا ایک دوست رات میں اپنے گھر میں نوافل پڑھا کرتا تھا۔ جب وہ نماز شروع کرتا، اور تکبیر تحریمہ کہتا، تو ایک شخص سفید لباس پہنے اس کے پاس آتا اور قریب میں نماز شروع کر دیتا۔ اس کا رکوع وسجدہ ہمارے دوست کے رکوع وسجدہ سے زیادہ خوبصورت ہوتا۔ اس نے اس کو حیرت میں ڈال دیا تو اس نے کسی دوست سے اس کا ذکر کیا، اور اس نے اس کے بارے میں مجھ سے پوچھا کہ کیا ایسا ہو سکتا ہے؟ میں نے کہا تم اس نمازی سے کہو کہ وہ سورۂ بقرہ پڑھ کر دیکھے، اور اگر وہ اس پر بھی ٹھہرا رہا تو وہ فرشتہ ہے اور اس کو مبارک ہو۔ اور اگر بھاگ جائے تو وہ شیطان ہے۔ تو اس نے یہی بات اس آدمی سے کہی چنانچہ جب اس نے نماز شروع کی تو وہ شخص آ گیا اور اس کے ساتھ کھڑا ہو گیا جب اس نے سورۂ بقرہ پڑھی تو وہ شیطان پیٹھ دیکر بھاگ گیا [بحوالہ حکایات الصوفیہ از عبداللہ محمد شیرازی]

دیوبند کے مولویوں کو کتابیں پڑھنے کی فرصت کہاں؟ کاش ملایان دیوبند متقدمین بزرگوں کی مندرجہ ذیل کتب کا مطالعہ کرتے تو شیطان کے نماز اور قرآن حکیم پڑھنے کے بہت سے واقعات مل جاتے [۱] مکائد الشیطان مصنفه امام ابن ابی الدنیا متوفی ۲۸۱ھ [۲] مصائد الشیطان [۳] هواتف الجان [۴] هواتف الجان وعجائب ما یحکی عن الکهان مصنفه امام ابوبکر محمد بن جعفر بغدادی ۳۲۷ھ [۵] آکام المرجان مصنفه امام محمد بدرالدین محمد بن عبد الله شبلی حنفی ۷۶۹ھ [۶] مصائب الانسان من مکائد الشیطان مصنفه شیخ ابراهیم بن محمد بن مقلح مقدسی الحنبلی [۷] الاصابة فی تمیز الصحابة،

الملفوظ میں شیطان کے نماز پڑھنے کا ایک واقعہ ہی پڑھ کر حیرت زدہ ہو گئے۔ اور میں نے امام ابن حجر عسقلانی علیہ الرحمۃ والرضوان کی کتاب الاصابۃ فی تمیز الصحابۃ سے اسکا حوالہ بھی دیدیا۔ مزید ہم

نے دیوبندیوں کی معتمد کتاب تاریخ جنات وشیاطین کے حوالہ سے بھی شیطان کے نماز پڑھنے کا ایک دوسرا واقعہ بھی پیش کر دیا۔ اب جو جواب دیوبندیوں کی معتمد ومستند کتاب تاریخ جنات وشیاطین میں درج شدہ واقعہ کا ہے وہی جواب الملفوظ میں درج شدہ واقعہ کا بھی ہے مزید مذکورہ کتابوں کے ملاحظہ کرنے کی دیوبندیوں کو دعوت دیدی گئی ہے۔ اور ابن جوزی کا کسی واقعہ کو موضوعات میں شمار کرنا تمام محدثین کیلئے سند نہیں بن جاتی، جیسا کہ کتب احادیث کے مطالعہ کرنے والوں پر ظاہر و باہر ہے۔

[ج] اور جب حدیث نہیں معلوم۔ تو عدم علم کی بنیاد پر اس قسم کے طعنہ دینے والے جملے لکھنا کہ "وہ پیشاب کی شیشی پر عطر مجموعہ کا لیبل لگا کر سپلائی کرنا ہوسکتا ہے" الی آخرہ، یہ وہی لکھ سکتا ہے، جو بے علم اور جاہل ہو، واللہ الھادی الی السواء السبیل

کتبـــــــــــــــہ

فقیر محمد ناظر اشرف قادری بریلوی غفرلہ القوی

خادم دار الافتاء دار العلوم اعلیٰ حضرت رضا نگر کلمنا ناگپور

دیوبندی سوال [۷] حضور اقدس ﷺ نے فرمایا میں عادل بادشاہ نوشیرواں کے زمانہ میں پیدا ہوا، انا ولدت فی زمن الملک العادل [بہار] اسی پر شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب بوستاں میں فرماتے ہیں۔ سزد گر بدورش بنازم چناں۔ ـ کہ سید بدوران نوشیرواں

مناسب ہے اگر میں اس [اتا بک ابوبکر] کے زمانے پر ناز کروں۔ جیسے آنحضرت نے نوشیرواں کے زمانے پر فخر کیا۔ اب آیئے رضا خانیوں کے اعلیٰ حضرت احمد رضا خاں کے گستاخ قلم کو دیکھئے ان کی جرأت پر داد دیجئے۔ **عرض**: نوشیرواں کو عادل کہہ سکتے ہیں یا نہیں؟ **ارشاد**: نہیں اگر اس کے احکام کو حق جان کر کہے کفر ہے ورنہ حرام۔ [ملفوظات حصہ چہارم ص ۳۷۵ ر ناشر فیاض الحسن بک سیلر نئی سڑک کانپور]

مسلمانو! خدارا بتاؤ نبی کریم ﷺ نے نوشیرواں کو عادل کہہ کر کفر کیا یا حرام کیا؟ العیاذ باللہ۔ دیوبندیوں پر گستاخ رسول کا الزام دینے والو! اپنے گریبان میں جھانک کر دیکھو تم نے عشق رسول کا خول چڑھا کر کیسی کیسی گھناونی حرکتیں کی ہیں۔ دنیا والوں کے پاس عقل وخرد کا تھوڑا سا بھی حصہ ہوگا تو وہ تمہارے دام فریب میں نہیں آسکتے۔ اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کو رضا خانیوں کے شر سے محفوظ فرمائے آمین۔

الـــــــــجـــــــــواب

[۷] جسکو حدیث سمجھ کر معترضین نے پیش کیا ہے کہ انا ولدت فی زمن الملک العادل یعنی حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ میں عادل بادشاہ نوشیرواں کے زمانہ میں پیدا ہوا، دراصل یہ حدیث ہے ہی نہیں، موضوعات کبیر ص ۷۹ ر پر سنیوں اور دیوبندیوں کی متفق علیہ شخصیت سیدی ملا علی قاری علیہ رحمۃ الباری نے باطل، جھوٹ اور من گھڑت فرمایا ہے۔ جس پر جمہور اہلسنت کا اجماع ہے۔ موضوعات کبیر میں رقمطراز ہیں کہ قال السخاوی لا اصل له قال الزرکشی کذب باطل وقال السیوطی قال البیهقی فی شعب الایمان تکلم شیخنا ابو عبد الله الحافظ بفلان مایرویه بعض الجهلاء عن نبینا ﷺ ولدت فی زمن الملک العادل.

یعنی امام سخاوی نے فرمایا اس حدیث کا کوئی ثبوت نہیں۔ امام زرکشی نے کہا جھوٹ اور باطل ہے علامہ سیوطی نے کہا کہ امام بیہقی نے شعب الایمان میں فرمایا کہ ہمارے شیخ ابوعبداللہ حافظ نے فلاں سے اس پر کلام کیا۔ جس کو بعض بے علم، جاہل لوگ ہمارے نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ میں عادل بادشاہ نوشیرواں کے زمانہ میں پیدا ہوا۔

مجمع بحار الانوار ج ۵ ر ص ۲۱۹ ر پر علامہ ابوطاہر تحریر کرتے ہیں کہ "لا اصل له ولا یجوز ان یسمیٰ من یحکم بغیر حکم الله عادلاً"

یعنی اس حدیث کا کوئی ثبوت نہیں۔اور جو شخص اللہ تعالیٰ کے حکم کی خلاف ورزی کرے۔اس کو عادل کہنا جائز نہیں، حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمہ مدارج النبوۃ ج ۲رص ۲۲۴ر پر ارقام فرماتے ہیں ''نزد محدثین این صحیح نیست وچوں درست باشد، وصف مشرک بعدل وحال آنکہ شرک ظلم عظیم است .قال اللّٰہ تعالیٰ ان الشرک لظلم عظیم ومی گویند کہ مراد بعدل این جا سیاست رعیت وداد ستانی وفریادرسی است، کہ اہل عرف آنرا عدل می خوانند اما جریان اسم عادل برزبان سید انبیاء صلوٰت اللہ وسلامہ علیہ بعید است

ترجمہ: یعنی محدثین کے نزدیک یہ حدیث صحیح نہیں ہے اور اگر صحیح مان لی جائے تو مشرک بادشاہ نوشیرواں کی صفت عدل [انصاف] ماننی پڑیگی اور حال یہ ہے کہ شرک ظلم عظیم ہے۔ارشاد خداوندی ہے ان الشرک لظلم عظیم اور بعض لوگ کہتے ہیں کہ عدل سے مراد سیاست رعیت، دادستانی اور فریادرسی ہے۔کہ اہل عرف اسی کو عدل سے تعبیر کرتے ہیں اور حقیقت میں اسم عادل کا اطلاق نوشیرواں کے لئے سیدالانبیاء صلوات اللہ وسلامہ علیہ کی زبان مقدس پر بہت بعید ہے [یعنی اس کو تسلیم نہیں کیا جاسکتا]

اور دیوبندیوں کے بڑے عالم، سید سلیمان ندوی سیرۃ النبی ج ۴رص ۱۶۴ر پر لکھتے ہیں کہ ایرانیوں میں اس [نوشیرواں] کی عدل پروری اب تک مشہور ہے مگر اسکو یہ مبارک لقب اپنے عزیزوں اور افسروں اور ہزاروں بے گناہوں کی قتل کے بدولت ملا [جیسے بش کو امریکہ میں عیسائی لوگ انصاف پسند کہتے ہیں]

شیخ سعدی علیہ الرحمہ نے بربنائے شہرت ایک شعر کہا۔تحقیق نہیں فرمائی لہٰذا ان پر الزام نہیں اور فارسی کے ایک شعر کو دلیل بنا کر اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ کی شان میں گستاخی کرنا اور بلا تحقیق لکھنا کہ مسلمانو، خدارا بتاؤ نبی کریم ﷺ نے عادل کہکر کفر کیا یا حرام کیا؟'' دیوبندیوں نے جس کو پیش کیا ہے وہ ایک من گھڑت حدیث ہے اسکو بنیاد بنانا درست نہیں ورنہ حضرت ملا علی قاری، امام سخاوی، امام

زرکشی ، امام جلال الدین سیوطی ، امام بیہقی ، محقق علی الاطلاق محدث دھلوی علیہم الرحمۃ والرضوان کے اقوال کا جواب دیوبندیوں کے پاس کیا ہوگا؟ کیا ان سب علماء اعلام محققین اسلام کو بھی کافر یا مرتکبین حرام قرار دیں گے؟ نیز دیوبندیوں کے پیشوا سید سلیمان ندوی کو بھی کافر ومرتد کہیں گے؟ اور گستاخ رسول ﷺ کا الزام دیں گے؟ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہٗ نے مذکورہ علمائے اعلام اور محققین اسلام کی پیروی میں فرمایا ہے جو حق وصواب اور عین شریعت حقہ حنفیہ کے مطابق ہے جسمیں کلام کرنا جہالت وسفاہت پر مبنی ہے۔ واللہ الھادی الی السواء السبیل

کتبـــــــــــــــــــــــــــــــہ

فقیر محمد ناظر اشرف قادری بریلوی غفرلہ القوی

خادم دار الافتاء دار العلوم اعلیٰ حضرت رضا نگر کلمنا ناگپور

دیوبندی سوال [۸] اہل سنت وجماعت کا عقیدہ ہیکہ قبر میں تین سوال ہوں گے

(۱) من ربک ، تیرا رب کون ہے؟ (۲) مادینک ، تیرا دین کیا ہے؟ (۳) ما کنت تقول فی حق ھذا الرجل یہ شخص کون ہیں؟ اگر بندہ مؤمن ہے تو ٹھیک ٹھیک جواب دیدیگا ورنہ لاعلمی ظاہر کرتے ہوئے کہے گا ھا ھالا ادری افسوس افسوس کہ میں نہیں جانتا لیکن رضا خانی بریلویوں کا عقیدہ ہے جب قبر میں منکر نکیر سوال کریگا کہ تیرا رب کون ہے تو وہ کہے گا احمد رضا خاں۔ ملاحظہ ہو۔

ع نکیرین آکے مرقد میں جو پوچھیں گے تو کس کا ہے

ادب سے سر جھکا کر لوں گا نام احمد رضا خاں کا۔۔۔

[نغمۃ الروح صفحہ ۱۳/ رضوی کتب خانہ بریلی]

الـــــــــــجـــــــــــواب

(۸) نغمۃ الروح، اعلیٰ حضرت مجدد اعظم قدس سرہٗ کے مجموعۂ اشعار کا نام نہیں۔ کسی غیر معروف شاعر کا کلام ہے۔ جو مولوی اشرف علی تھانوی کی ''افاضات یومیہ'' ج ۲ ص ۲۹ پر مندرج واقعہ کے مطابق ہے مولوی اشرف علی تھانوی کہتے ہیں کہ سرکار غوث پاک کا ایک دھوبی تھا۔ جو آپ کے کپڑے دھویا کرتا تھا وہ فوت ہو گیا تو قبر میں منکر نکیر نے سوالات کیئے تو اس دھوبی نے جواب دیا۔ کہ میں سرکار غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا دھوبی ہوں فرشتوں نے عرض کی یا مولیٰ اس کے ساتھ کیا سلوک کیا جائے۔ حکم ہوا بخش دیا جائے اب اعتراض کرنے والوں کو اہلسنت و جماعت کی طرف سے چیلنج ہے کہ مولوی اشرف علی تھانوی کا یہ کہنا کہ من ربک۔ ما دینک۔ ماتقول فی شان هذا الرجل کے جوابات میں دھوبی کا کہنا کہ میں سرکار غوث اعظم رضی اللہ عنہ کا دھوبی ہوں یہ کس کتاب میں ہے؟ اور مولوی اشرف علی تھانوی کو کشف بھی ہو گیا کہ دھوبی بخش بھی دیا گیا تو جو جواب تھانوی جی کے قول کا ہے وہی جواب ''نغمۃ الروح'' میں درج شدہ شعر کا بھی ہے کہ

نکیرین آ کے مرقد میں جو پوچھیں گے تو کس کا ہے
ادب سے سر جھکا کر لونگا نام احمد رضا خاں کا

کتبـــــــــــــــــــــــہ

فقیر محمد ناظر اشرف قادری بریلوی غفرلہ القوی
خادم دار الافتاء دار العلوم اعلیٰ حضرت رضا نگر کلمنا ناگپور

دیوبندی سوال [۹] اہلسنت و جماعت کا عقیدہ ہے کہ پیارے آقا سرور کائنات ﷺ میدان محشر میں اپنی امتیوں کو اپنے دست مبارک سے جام کوثر پلائیں گے لیکن رضا خانی بریلویوں کا کفریہ عقیدہ یہ ہیکہ

ان کو جام کوثر ان کے اعلیٰ حضرت احمد رضا خاں پلائیں گے ملاحظہ ہو۔

جب زبانیں سوکھ جائیں پیاس سے۔۔۔۔جام کوثر کا پلا احمد رضا

[نغمۃ الروح ص ۱۱ ر رضوی کتب خانہ بریلی]

الـــــــــجـــــــــواب

(۹) اہلسنت و جماعت کا عقیدہ ہے کہ پیارے آقا سرور کائنات نور مجسم ﷺ میدان محشر میں اپنے ان امتیوں کو جو وہابی، دیوبندی، قادیانی، نیچری، وغیرہ کافر، مرتد اور مشرک نہیں ہیں۔ بلکہ جنکے قلوب میں خدا اور رسول خدا جل علا و ﷺ اور اولیاء عظام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی محبتیں دنیا میں جاگزیں تھیں۔ انہیں جام کوثر عطا فرمائیں گے۔ دیوبندی مولویوں نے پرچہ میں لکھا کہ اپنے امتیوں کو اپنے دست مبارک سے جام کوثر پلائیں گے، تمام امتیوں کو اپنے ہاتھوں سے جام دینگے۔ یہ کس کتاب میں ہے؟ جبکہ شیخ علی الاطلاق محدث عبدالحق دہلوی مدارج النبوۃ جلد اول میں ارشاد فرماتے ہیں ''حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا میرے حوض کے چار کنارے ہیں ایک کنارہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سپرد ہوگا دوسرا حضرت فاروق عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اور تیسرا حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اور چوتھا حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے سپرد ہوگا، اسے ابوسعید نے شرف النبوۃ میں اور الغیلانی نے روایت کیا ہے ایسا ہی مواہب میں منقول ہے''

جس سے ثابت ہوا کہ سرکار شافع یوم النشور صلی اللہ علیہ وسلم مالک حوض کوثر ہیں اور مالک کو اختیار ہے کہ اپنے خاص عشاق میں سے جس کو چاہے جام کوثر دینے کا پلانے کا اختیار عطا فرمادے۔ نغمۃ الروح ایک عام غیر معروف شاعر کے کلام کا مجموعہ ہے اسپر واویلا مچانا اہل علم کا شیوہ نہیں۔ لیکن دیوبندیوں کے معتمد و مسند مولوی ذکریا کاندھلوی کے نزدیک بیشمار ساقی کوثر ہیں جیسا کہ انھوں نے اپنی کتاب

"شریعت وطریقت کا تلازم" کے ص ۱۴۵ پر لکھا ہے جس کا ماقبل میں علماء کیلئے تذکرہ فرمایا ہے اور آخیر میں انہیں علماء اور صلحاء کیلئے یہ تحریر کیا ہے کہ "آخرت میں علماء و صلحاء کو چار چیزیں یہ نصیب ہوں گی اور آخرت کی چار یہ ہیں: اول شفاعت جس کیلئے دل چاہے دوسرے عرش کا سایہ اس روز جس دن کے اس کے سوا کوئی سایہ ہی نہیں ہوگا تیسرے حوض کوثر سے جس کو دل چاہے پانی پلانے، چوتھے انبیاء کا قرب اعلیٰ علیین میں"

اب دیوبندی معترضین اپنے معتبر و مستند مولوی ذکریا کاندھلوی کیلئے کیا حکم صادر کریں گے؟ جو حکم اپنے معتمد و مسند مولوی ذکریا کیلئے ثابت کریں وہی حکم ایک عام غیر معروف شاعر جن کے کلام کا مجموعہ نغمۃ الروح ہے ان کیلئے بھی وہی حکم لگائیں۔

اور جیسا کہ مسلم شریف ج ۱ / کتاب الطهارة باب استحباب اطالة الغرة و التحجيل في الوضو ص ۱۲۶ / پر ہے۔ حدثنا ابو كريب و اصل بن عبد الاعلیٰ و اللفظ لو اصل قال اخبرنا ابن فضيل عن ابی مالكی الاشجعی عن ابی حازم عن ابی هريرة قال قال رسول الله ﷺ ترد علیٰ امتی الحوض وانا ازودا لناس عنه كما يزودو الرجل ابل الرجل عن ابله قالوا يا نبی الله تعرفنا قال نعم لكم سيما ليست لاحد غيركم تردون علی غراً محجلين من آثار الوضوء وليصدن علیٰ طائفة منكم فلا يصلون فاقول يا رب هولاء من اصحابی فيجيبی ملك فيقول هل تدری ما احدثوا بعدك .

ترجمہ: حضرت ابو کریب اور واصل بن عبد الاعلیٰ نے ہم سے حدیث بیان کی اور لفظ واصل بن عبد الاعلیٰ کا ہے ان دونوں نے فرمایا کہ ہم کو ابن فضیل نے ابو مالک اشجعی سے اور انہوں نے ابو حازم سے خبر دی کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میری امت کے لوگ حوض پر آئینگے اور میں لوگوں کو اس سے دور کروں گا جیسا کہ ایک آدمی دوسرے آدمی کے اونٹوں کو دور کرتا ہے تو لوگوں نے عرض کیا اے اللہ کے نبی ﷺ کیا آپ ہم لوگوں کو پہچان لینگے؟ تو

سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، ہاں تم لوگوں کیلئے ایسی علامت ہوگی جو تم لوگوں کے علاوہ دوسرے کیلئے نہیں ہوگی اور وہ علامت یہ کہ جب تم لوگ آ ؤ گے تو آثار وضو چت کبریٰ گھوڑے کی طرح چمکتے ہونگے اور تم میں ایک گروہ کو میرے پاس آنے سے ضرور روکا جائیگا وہ مجھ تک نہ آسکیں گے تو میں عرض کرونگا اے میرے رب یہ لوگ بھی تو میری امت سے ہیں تو ایک فرشتہ مجھ کو یاد دلائیگا اور کہیگا کہ یا رسول اللہ ﷺ کیا آپ نہیں جانتے کہ آپ کے بعد ان لوگوں نے دین اسلام میں نئی نئی باتیں پیدا کی ہیں۔

اس حدیث پر امام ابوذکریا نواوی علیہ الرحمۃ والرضوان رقمطراز ہیں کہ

هذا مما اختلف العلماء في المراد به علىٰ اقوال احدها ان المراد به المنافقون والمرتدون فيجوز ان يحشروا بالغرة والتحجيل فيناديهم النبي ﷺ للسيما التي عليهم فيقال ليس هولاء ممن وعدت بهم ان هولاء بدلوا بعدك اى لم يموتوا علىٰ ما ظهر من اسلامهم...

والثاني ان المراد من كان في زمن النبي ﷺ ثم ارتد بعده يناديهم النبي صلىٰ الله عليه سلم وان لم يكن عليهم سيما الوضوء لما كان يعرفه صلىٰ الله عليه وسلم في حياته من اسلامهم فيقال ارتدوا بعدك

والثالث ان المراد به اصحاب المعاصي والكبائر الذين ماتوا علىٰ التوحيد واصحاب البدع الذين لم يخرجوا ببدعتهم عن الاسلام وعلىٰ هذا القول لا يقطع لهولاء الذين يزادون من نار بل يجوز ان يزادوا عقوبتا لهم ثم يرحم الله سبحانه تعالىٰ فيدخلهم الجنة بغير عذاب قال اصحاب هذا القول ولا يمتنع ان

یکون لهم غرة وتحجیل ویحتمل ان یکون کانوا فی زمن النبی صلیٰ اللّٰه علیه وسلم وبعده لکن عرفهم باسیما قال الام الحافظ ابو عمر بن عبد البر کل من احدث في الدین فهو من المطرودین عن الحوض کالخوارج والروافض وسائر اصحاب الهواء قال وکذلک الظلمة المسرفون في الجور وتمثل الحق والمعلنون بالکبائر قال وکل هولاء یخاف علیهم ان یکونوا ممن عنوا بهذا الخبر. واللّٰه اعلم

ترجمہ: امام نووی نے فرمایا کہ علمائے کرام نے اس حدیث کے مراد میں چند اقوال پیش فرمائے ہیں
قول اول : ان میں ایک (کہ جو لوگ دور کیے جائینگے) اس سے منافقین اور مرتدین مراد ہیں۔ ہوسکتا ہے ان کا حشر سفید منہ اور ہاتھ پاؤں کے چمک کے ساتھ ہو تو ان لوگوں کو نبی کریم ﷺ ان لوگوں پر وضو کی علامت دیکھ کر بلائینگے تو پس کہا جائیگا کہ یہ لوگ وہ ہیں کہ آپ کے ساتھ جو وعدہ کیے تھے آپ کے بعد بدل گئے اور ان لوگوں کی موت اسلام پر نہیں ہوئی۔
قول ثانی : یہ ہے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانہ میں جو لوگ دین اسلام پر تھے پھر حیات ظاہری کے بعد مرتد ہوگئے ان لوگوں کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پہچان کر بلائینگے اگرچہ ان لوگوں پر وضو کی نشانی نہ ہوگی تو کہا جائیگا یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آپ کے حیات ظاہری کے بعد یہ لوگ مرتد ہوگئے تھے۔

قول ثالث : یہ ہے وہ گناہ کبیرہ کے مرتکبین مراد ہیں جو لوگ توحید پر مرے اور وہ بدعتی جو اپنے بدعت کیوجہ سے اسلام سے باہر نہ ہوئے اور اس قول کی بنیاد پر وہ لوگ جہنم میں جائیں گے بلکہ ہوسکتا ہے کہ ان لوگوں کا عذاب سخت ہو پھر اللہ سبحانہ تعالیٰ ان لوگوں پر رحم فرمائے اور ان لوگوں کو اپنے فضل سے بغیر عذاب کے جنت میں داخل فرمائے۔ یہ قول والے نے کہا کہ ان لوگوں کیلئے سفید ہاتھ پاؤں اور چہرہ وضو

کیلئے ہونا ناممکن نہیں ہے اور ہوسکتا ہے کہ نبی کریم ﷺ کے زمانہ میں اور ان کے بعد یہ لوگ موجود ہوں اور علامت وضو سے ان لوگوں کو پہچان لیں۔

قول فیصل: امام حافظ ابوعمر بن عبدالبر نے فرمایا ہر وہ شخص جو دین میں نئی نئی باتیں پیدا کیا وہ لوگ حوض کوثر سے دھتکارے جائیں گے جیسے خوارج ،اور فی زماننا خوارج کی قسم میں وہابی ،دیوبندی داخل ہے جیسا کہ علامہ شامی علیہ رحمۃ الباری نے **رد المحتار المجلد السادس مطلب فی اتباع عبد الوهاب الخوارج فی زماننا** ص۳۱۶،۳۱۷رمیں فرمایا ہے۔

اورفتاوئی بزازیہ [فتاوئی ہندیہ] ص۳۱۸رمیں ہے **واحكام هولاء احكام المرتدين** اور نیز **ويجب اكفار الخوارج فی اكفارهم جميع الامة سواهم** سے صاف ظاہر ہے کہ وہابی ،دیوبندی جملہ مرتدین جام کوثر سے محروم رہیں گے اور دھتکارے جائیں گے اور روافض اور وہ تمام گمراہ فرقے جنکی بدمذہبی حد کفر تک پہونچ چکی ہے۔اسی طرح وہ لوگ بھی دھتکارے جائیں گے جوظلم کرتے ہوں،لوگوں کے حق دباتے ہوں،حق کومٹاتے ہوں،ناحق پھیلاتے ہوں،کبیرہ گناہ علانیہ کرتے ہوں اوراس قسم کے تمام لوگوں کیلئے خوف ہے کہ وہ حوض کوثر سے دھتکارے جائیں۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم بالجواب

کتبـــــــــــــــــــــــہ

فقیر محمد ناظر اشرف قادری بریلوی غفرلہ القوی

خادم دارالافتاء دارالعلوم اعلیٰ حضرت رضا نگر کلمنا ناگپور

سوال[۱۰] رضا خانی مذہب میں پیر صاحبان ہر وقت اور ہر آن مریدوں کے ساتھ ہوتے ہیں۔ وہ کسی وقت اپنے مرید سے جدا نہیں ہوتے۔ حتیٰ کہ جب مرید اپنی بیوی سے ہمبستری کرتا ہے۔ اس وقت بھی پیر صاحب وہاں موجود ہوتے ہیں۔ اور اپنے مرید کی ہمبستری کے منظر کو دیکھتے ہیں۔ ملاحظہ ہو۔

انہیں سید سلجماسی کی دو بیویاں تھیں سید عبدالعزیز دباغ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رات کو تم نے ایک بیوی کے جاگتے ہوئے دوسری بیوی سے ہمبستری کی۔ یہ نہیں چاہیئے۔ عرض کیا۔ حضور اسوقت وہ سوئی تھی فرمایا سوئی نہ تھی سوتے میں جان ڈال لی تھی۔

عرض کیا! حضور کو کس طرح علم ہوا فرمایا جہاں وہ سو رہی تھی۔ کوئی اور پلنگ بھی تھا، عرض کیا ہاں ایک پلنگ خالی تھا۔ فرمایا کہ اسپر میں تھا تو کسی وقت شیخ مرید سے جدا نہیں ہر آن ساتھ ہے۔[حوالہ الملفوظات حصہ دوم ص ۱۹۹ رناشر فیاض الحسن بک سیلر نئی سڑک کانپور]

آپ نے دیکھ لیا۔ کس طرح یہ لوگ اولیاء اللہ کی محبت کے پردے میں مٹی پلید کرتے ہیں۔

منجانب شعبۂ تحفظ سنت مادھے پور ضلع کٹیہار بہار

الجواب

(۱۰) اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ نے اپنی طرف سے خود نہیں فرمایا اور نہ ہی اپنا واقعہ بیان کیا بلکہ سید سجلماسی رضی المولیٰ تعالیٰ عنہ کا واقعہ بیان کیا جو انھوں نے فرمایا۔ اور یہ واقعہ انکی کتاب الابریز من کلام سیدی عبدالعزیز الدباغ ص ۱۸ ر میں موجود ہے۔ اور اسکی مکمل عبارت ملاحظہ کرے۔ و منهــا انــی جمعت بين زوجتي ذات ليلة في بيت واحد لعذر منع احدهما من مبيتها

بمسكنها باتت كل واحد منها على فراش وحدهاوبت انا علىٰ فراش وحدى وبقى فراش رابع فى البيت لم يبيت عليه احد ثم دعتنى نفسى الى وطء احدى الزوجتين فوطئتها ظنا منى ان الاخرىٰ نائمة ثم لما نمت شيا قليلاً قمت وطئت الاخرىٰ ظنا منى ان الاولىٰ نائمة ايضاً ثم لما قدمت لزيارته وكنت اكثر منها وان بعدت المسافة جعل ذات يوم يمازحنى حتىٰ قال ماتقولون فى جمع المراتين فى مسكن واحد مع وطئهما فعلمت انه اشار ماوقع منى فقلت سيدى وكيف علمت ذالک فقال ومن نام على الفراش الرابع فقلت سيدى ظننت انهما نائمتان فقال ما نامت الاولىٰ ولا الثانية علىٰ انه لايليق ذلک ولو نائمتين فقلت سيدى ذالک هو المذهب وانا تائب الى اللّٰہ....

ترجمہ: سیدی احمد بن مبارک سجلماسی مالکی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے مرشد برحق سیدی عبدالعزیز دباغ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کشف وکرامات بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اور انھیں میں سے ایک کرامت یہ بھی ہے کہ ایک بیوی کے گھر عذر مانع کیوجہ سے میں نے ایک شب دونوں دوبیویوں کو ایک گھر میں جمع کیا اور وہ دونوں الگ الگ اپنے پلنگ پر سوگئیں اور میں علیحدہ تیسرے پلنگ پر سویا اور گھر میں چوتھا پلنگ بھی موجود تھا جسپر کوئی نہیں سویا تھا۔ پھر میرے نفس نے دو بیویوں میں سے ایک سے ہمبستری پر ابھارا تو میں نے یہ گمان کرتے ہوئے کہ دوسری بیوی سورہی ہے تو ایک سے ہمبستری کیا۔ پھر تھوڑی دیر میں سوگیا پھر جب بیدار ہوا تو دوسری بیوی سے یہ گمان کرتے ہوئے کہ پہلی سورہی ہے ہمبستر ہوا پھر جب میں معمول کے مطابق اپنے شیخ کی زیارت کیلئے حاضر ہوا تو میرے شیخ نے مزاح کے طور پر ارشاد فرمایا کہ ایک گھر میں دو بیویوں کو جمع کر کے ان دونوں سے ہمبستری کے بارے میں علمائے کرام کیا فرماتے ہیں؟ میں سمجھ گیا کہ میرے شیخ نے میرے اس واقعہ کیطرف اشارہ فرمایا جو میں نے کیا تھا۔ تو میں نے

اپنے شیخ سے عرض کیا کہ حضور والا آپ کو اس کا علم کیسے ہوا؟ تو ارشاد فرمایا چوتھے پلنگ پر کون سو رہا تھا؟ تو میں سمجھ گیا کہ میرے شیخ کا اشارہ میرے عمل کی طرف ہے تو میں نے عرض کیا کہ حضور والا وہ دونوں سو رہی تھی تو ارشاد فرمایا نہ پہلی سو رہی تھی اور نہ دوسری (جسکا مفہوم یہ ہوا کہ ایک بیوی کے جاگتے وقت دوسری بیوی سونے میں جان ڈالی ہوئی تھی) اور یہ آپ کے شان کے لائق نہ تھا اگرچہ دونوں سونے جیسی تھی تو میں نے عرض کیا اے میرے شیخ ہاں یہی ہمارا مذہب ہے اور میں اللہ کی بارگاہ میں توبہ کرتا ہوں۔

اس کا ترجمہ مولوی عاشق الٰہی میرٹھی دیوبندی نے بھی ”تبریز ترجمہ ابریز“ کے نام سے کیا ہے۔ جسکا تقریباً یہی مفہوم ہے۔ جس سے ثابت ہوتا ہے کہ پیر ہر وقت اور ہر آن مریدوں کے ساتھ ہوتے ہیں۔

اور اب ملاحظہ کیجئے اپنے پیشوا گنگوہی صاحب کا مقام کہ ہر آن اور ہر لحہ پیر صاحب یہاں تک کہ حضور ﷺ بلکہ اس سے آگے بڑھ کر گنگوہی صاحب کے دل میں موجود ہے۔

ارواح ثلاثہ ص ۲۹۰ پر مرقوم ہے ملاحظہ فرمایئے ”ایک دفعہ حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ جوش میں تھے۔ اور تصور شیخ کا مسئلہ در پیش تھا فرمایا کہدوں، عرض کیا گیا، کہ فرمایئے پھر فرمایا کہ کہدوں۔ عرض کیا گیا کہ فرمایئے، تو فرمایا، تین سال کامل حضرت امداد کا چہرہ میرے قلب میں رہا، اور میں ان سے پوچھے بغیر کوئی کام نہیں کیا۔ پھر اور جوش آیا، فرمایا کہدوں، عرض کیا گیا کہ حضرت ضرور فرمایئے، فرمایا کہ اتنے سال حضرت ﷺ میرے قلب میں رہے، اور میں نے کوئی بات آپ کے پوچھے بغیر نہیں کی۔ یہ کہہ کر اور جوش ہوا فرمایا کہدوں، عرض کیا گیا فرمایئے مگر خاموش ہو گئے، لوگوں نے اصرار کیا، تو فرمایا بس رہنے دو“ یعنی معاذ اللہ، وجہ اللہ دل میں تھا یہ کوئی خواب کا واقعہ نہیں بلکہ بیداری کا واقعہ ہے، اور حاجی امداد اللہ کا چہرہ مولوی رشید احمد گنگوہی کے دل میں رہا اور اپنے پیر و مرشد کو پوچھے بغیر نہ پیشاب و پاخانہ کیا۔ نہ عورت سے ہمبستری کی۔ اور اسکے شیخ حضرت امداد دیکھتے رہے۔ یہیں تک محدود نہیں بلکہ حضور اکرم نور مجسم مالک رکاب امم ﷺ سے بھی کئی برس تک پوچھے بغیر کوئی بات نہ کی اور اس کے قلب

میں نبی کریم ﷺ موجود رہے اور یہی مولوی رشید احمد گنگوہی نے تسکوتذکرۃ الرشید ج ۲ ر پ قطب العالم قدوۃ العلماء غوث الاعظم مجدد زماں وغیرہ وغیرہ لکھا ہے۔ اور بیشمار جگہوں پر حضرت امام ربانی لکھا ہے۔ یہی مولوی رشید احمد گنگوہی ہیں جس نے فتاوی رشیدیہ ص ۱۰۳ ر پر لکھا ہے ''کہ حضور نبی کریم ﷺ کیلئے یہ عقیدہ رکھنا کہ آپ کو علم غیب تھا۔ صریح شرک ہے یعنی آدمی جس سے مشرک ہو جاتا ہے'' اور ص ۸۷ ر پر لکھا ہے کہ جو شخص رسول اللہ ﷺ کے عالم غیب ہونے کا معتقد ہے۔ سادات حنفیہ کے نزدیک قطعاً مشرک وکافر ہے'' (معاذ اللہ رب العلمین) جبکہ اللہ تعالیٰ قرآن حکیم پارہ ۳۰ ر سورۂ تکویر میں فرماتا ہے۔ وَمَا هُوَ عَلَى الْغَيْبِ بِضَنِينٍ ۔ یہ نبی غیب بتانے میں بخیل نہیں۔ اور پارہ ۲۹ ر سورۂ جن میں فرماتا ہے فَلَا يُظْهِرُ عَلَىٰ غَيْبِهِ أَحَدًا إِلَّا مَنِ ارْتَضَىٰ مِن رَّسُولٍ یعنی اللہ تعالیٰ اپنے پسندیدہ رسولوں میں سے جس کو چاہتا ہے غیب پر مطلع فرماتا ہے۔ اب قرآنی آیتوں کے انکار کے باوجود مولوی رشید احمد گنگوہی صاحب کو مسلمان کہا جا سکتا ہے؟ اس کا جواب دیوبندیوں کے پاس کیا ہے؟

اللہ تعالیٰ دیوبندیوں کے عقائد باطلہ رذیلہ سے تمام سنی مسلمانوں کو محفوظ و مامون فرمائے اور صراط مستقیم پر گامزن رکھے۔ آمین ثم آمین بجاہ سید المرسلین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم

کتبہ

فقیر محمد ناظر اشرف قادری بریلوی غفرلہ القوی

خادم دار الافتاء دار العلوم اعلیٰ حضرت رضا نگر کلمنا ناگپور

باسمہ تعالیٰ

رسالۃ عجالۃ

"عسجد الاخیار علیٰ رد تنویر الابصار"

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام ومفتیان اہل سنن مسئلہ مندرجہ کے متعلق

(۱) کہ حضور اکرم نورمجسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کیلئے لفظ داماد وخسر استعمال کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اور سرکار مولیٰ علی مشکل کشا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سرکار عالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا داماد کہہ سکتے ہیں یا نہیں؟

(۲) بریلی کے مفتی صاحب کا فرمان ہے "کہ حضور اقدس ﷺ کی شان اقدس ارفع واعلیٰ ہیں انکی شایان شان الفاظ استعمال کرنا واجب وضروری ہے۔ ردالمحتار میں ہے یجب ذکرہ صلی اللہ علیہ وسلم باسماء معظمۃ الخ اور لفظ سسر وداماد اس وقت گالی ہے جب کہ حقیقت میں سسر وداماد کا رشتہ نہ ہو۔ اور اگر ان میں داماد وسسر کا رشتہ ہے تو یہ گالی نہیں"

اس کے تعلق سے آپ کا کیا نظریہ ہے؟ کیا بریلی کے مفتی صاحب کا قول برحق ہے؟

(۳) بریلی شریف کے مفتی صاحب کے مذکورہ قول پر اعتراض کرتے ہوئے پاکستان کے ایک مفتی عبد الوہاب خاں صاحب نے اپنی کتاب "تنویر الابصار علیٰ رد توبۃ والافکار میں یہ لکھا ہے کہ "الغرض انصاری صاحب نے بریلی شریف اور ضیاء المصطفیٰ مبارکپوری کے فتاویٰ پر اعتماد کلی اور یقین کامل کیا اور ماقبل جو گستاخی دربار شان رسالت علیہ الصلوٰۃ والسلام ان سے ہوئی تھی اس سے توبہ کرلی، اب ملاحظہ کیجئے بریلی کے دلائل، بریلی کے مفتی صاحب فرماتے ہیں کہ۔ حضور اقدس ﷺ کی

شان اقدس ارفع واعلیٰ ہیں انکی شایان شان الفاظ استعمال کرنا واجب وضروری ہے۔ردالمحتار میں ہے
یجب ذکرہ صلیٰ اللّٰہ علیہ وسلم باسماء معظمۃ الخ اور لفظ سسر وداماد اس وقت گالی ہے
جب کہ حقیقت میں سسر وداماد کا رشتہ نہ ہو۔اور اگر ان میں داماد وسسر کا رشتہ ہے تو یہ گالی نہیں''
اور اسکے بعد فرماتے ہیں''اس عبارت سے معلوم ہوا کہ اس میں ایک مفہوم گالی کا موجود ہے،تراب الحق
صاحب لکھتے ہیں:ایسا ذومعنیٰ لفظ کہنا بھی گستاخی اور توہین ہے جس کا ایک مفہوم گستاخی کا ہو خواہ وہ لفظ
توہین کی نیت سے نہ کہا جائے'' پھر مفتی عبدالوہاب صاحب لکھتے ہیں''معلوم ہوا کہ جس لفظ میں ایک
مفہوم گستاخی کا ہو اس کا کہنا بھی گستاخی اور توہین ہے،خواہ وہ لفظ توہین کی نیت سے نہ کہا جائے پھر بھی
گستاخی اور توہین ہے''نیز یہی تراب الحق صاحب گستاخی کے بارے میں فرماتے ہیں''امت کا اجماع
ہے کہ جو شخص نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں گستاخی کرے یا آپ کی ذات اقدس کو کسی قسم کا عیب لگائے یا
نقص تلاش کرے یا وہ عوارض بشری جو آپ کیلئے جائز تھے۔ان کی وجہ سے آپ کی تحقیر کرے یا آپ کی
شان گھٹانے کی کوشش کرے وہ کافر او رواجب القتل ہے اور جو اسکے کفر میں شک کرے وہ بھی کافر
ہے''اور اس کے بعد مفتی عبدالوہاب صاحب تحریر کرتے ہیں کہ''بریلی کے فتویٰ میں اس امر کا اقرار ہے
کہ حضور اقدس ﷺ کی شان اقدس ارفع واعلیٰ ہے،ان کی شایان شان الفاظ استعمال کرنا واجب
وضروری ہے اس کے باجود داماد وخسر میں حقیقی اور غیر حقیقی کو ڈھال بنا کر جواز پیش کرنا کم سے کم حضور اکرم
سید عالم ﷺ کی شان گھٹانے کی کوشش کرنا ضرور ہے،جو تراب الحق صاحب کے نزدیک بھی کفر ہے،اور
ایسا شخص کافر اور واجب القتل ہے جو اسکے کفر میں شک کرے وہ بھی کافر ہے'' اور مزید آگے فرماتے ہیں
''مسلمان انصاری صاحب سے پوچھتے ہیں کہ آپ ان میں کس کو مسلمان اور کس کو کافر کہتے ہیں؟تراب
الحق صاحب کے فتویٰ سے بریلی کے مفتی صاحب کافر اور واجب القتل اور جو ان کے کفر میں شک کرے
وہ بھی کافر اور اگر بریلی کے مفتی صاحب کو مسلمان قرار دیجئے تو تراب الحق صاحب کو کافر ماننا پڑیگا کہ

ایک مسلمان کو کافر اور واجب القتل قرار دیا، ایسی صورت میں دونوں تو مسلمان ہرگز ہو نہیں سکتے اب اسکا فیصلہ انصاری صاحب ہی فرمائیں گے کہ آپ بریلی کے مفتی صاحب کو کافر سمجھتے ہیں یا تراب الحق کو کافر کہتے ہیں؟ ''(مفتی عبدالوہاب صاحب کی بات ختم ہوئی)

متذکرہ بالا عبارات کی روشنی میں آپکی بارگاہ میں معروض ہوں کہ آپ اپنی تحقیق انیق پیش فرما کر ممنون ومشکور فرمائیں گے۔ اور عنداللہ اجر عظیم کے مستحق ہوں گے۔ بینوا توجروا

فقط والسلام

المستفتی: محمد اقبال احمد رضوی

مورخہ ۱۰ ارصفر ۲۰۰۳ء

۷۸۶/۹۲ الجواب بعون الملک العزیز العلام الوھاب

صورت مستفسرہ میں سسر و داماد مفردات سے ہیں، جنکے معانی واحد اور باعتبار مصادیق کلی متواطی ہیں، جیسے اب، ابن، اخ، عم، وغیرہا، سسر و داماد ایسے ذو معنیٰ الفاظ سے ہرگز ہرگز نہیں ہیں جس میں ایک معنیٰ گستاخی کا نکلتا ہو، لہذا اگر بطور اہانت نہ ہو تو جائز ہے، لیکن عصر حاضر میں سرکار شافع یوم النشور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کیلئے سسر کا لفظ متروک ہو چکا ہے لہذا بے ضرورت وحاجت مناسب نہیں ہے۔

امام اہلسنت اعلیٰحضرت عظیم البرکت رضی المولیٰ تعالیٰ عنہ وارضاہ عنا نے فتاویٰ رضویہ شریف ج ۱۱ ر ص ۱۵۲ ر پر سیدنا میر عبدالواحد بلگرامی رضی اللہ تعالیٰ عنہ وارضاہ عنا کی کتاب مستطاب ''سبع سنابل شریف'' جو بارگاہ رسالت مآب علیہ افضل الصلوات والسلام میں مقبول ہو کر مشہور ہے اسی کتاب کا حوالہ دیتے ہوئے امام اہلسنت قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں کہ ''فضل ختنین از فضل شیخین کم تر از بے نقصان

بتصور'' اور ختنین کا معنیٰ دو داماد کے ہیں۔ نیز اسی جلد کے ص ۱۵۴ر پر تحریر ہے ''اگر چہ کمالیت فضائل شیخین بر ختنین مفرط وفائق اعتقاد باید کرد'' اس عبارت میں بھی سابقہ عبارت کی طرح حضرت عثمان ذوالنورین اور حضرت مولیٰ علی مشکل کشا رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو ختنین یعنی دو داماد فرمارہے ہیں۔ تو رسول اللہ ﷺ کے حضرت عثمان غنی و مولیٰ علی مشکل کشا رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو داماد کہنے میں شرعاً قباحت نہیں۔ اور ذو معنیٰ لفظ نہ ہونے کی وجہ سے تنقیص کا شائبہ بھی نہیں ہے۔ لہٰذا مذکورہ دونوں صحابیوں کو رسول اللہ ﷺ کے داماد بیان واقعہ کیلئے کہنے میں قطعاً گالی نہیں ہے۔ امام اہلسنت علیہ الرحمۃ والرضوان نے اپنے رسالہ اعتقاد الاحباب مشمولہ فتاویٰ رضویہ مترجم ج ۲۹ ص ۳۵۶ر پر تحریر فرمایا ہے کہ ''اب اے خارجیو، ناصبیو! حضرات ختنین وامامین جلیلین سے خصوصاً اپنے سینوں میں بغض وکینہ اور انھیں چنیں وچناں کہنے والو!'' اس عبارت میں بھی ختنین سے مراد حضرت عثمان ذوالنورین اور حضرت اسد اللہ الغالب (رضی اللہ تعالیٰ عنہما) ہیں۔

بخاری شریف ج ۲ ص ۵۲۸ر پر ایک باب قائم ہے۔ یعنی باب ذکر اصهار النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم منهم ابو العاص بن الربيع۔

یعنی حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دامادوں کے ذکر کا باب انھیں میں سے ابو العاص بن ربیع بھی ہیں۔ مسند امام اعظم ص ۵۲۶ رو ۵۲۷ر باب فضيلة عثمان (رضی المولیٰ تعالیٰ عنہ وارضاہ عنا) میں ہے۔ عن ابي حنيفة عن الهيثم عن موسىٰ بن ابي كثير ان عمر مرّ بعثمان وهو حزين قال ما يحزنك قال الا احزن وقد انقطع الصهر بيني وبين رسول الله صلىٰ الله عليه وسلم وذالك حدثان ماتت بنت رسول الله صلىٰ الله عليه وسلم وكانت تحته فقال له عمر ازوّجك حفصة ابنتي فقال حتىٰ استأمر رسول الله صلىٰ الله عليه وسلم فاتاه فقال له رسول الله صلى الله عليه وسلم هل لك

ان ادلک علیٰ صهر هو خير لک من عثمان وادلّ عثمان علیٰ صهرٍ هو خير له منک فقال نعم فقال زوجنی حفصة وازوج عثمان ابنتی فقال نعم ففعل رسول الله صلیٰ الله عليه وسلم .

ترجمہ: حضرت ابوحنیفہ ھیثم سے اور وہ موسیٰ ابن ابی کثیر سے روایت کرتے ہیں کہ بیشک حضرت عمر حضرت عثمان کے پاس تشریف لائے اس حال میں کہ وہ غمگین تھے حضرت عمر نے پوچھا کہ کس چیز نے آپ کو غمگین کیا تو انھوں نے کہا کہ کیا میں غم نہ کروں جبکہ میرے اور رسول اللہ ﷺ کے درمیان رشتۂ دامادی ٹوٹ چکا ہے اور یہ وہ وقت تھا کہ حضور اکرم ﷺ کی صاحبزادی حضرت رقیہ جو حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زوجہ تھی، ان کا انتقال ہوئے کچھ عرصہ گذرا تھا اسپر حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ میں اپنی لڑکی حفصہ کا تم سے نکاح کئے دیتا ہوں حضرت عثمان غنی نے فرمایا یہ نہیں ہوسکتا جب تک کہ میں رسول اللہ ﷺ کو نہ پوچھ لوں پھر حضرت عمر رسول اللہ ﷺ کے پاس حاضر ہوئے تو حضور اکرم ﷺ نے ان سے فرمایا کہ کیا میں تم کو عثمان سے بہتر داماد اور عثمان کو تم سے زیادہ بہتر خسر نہ بتادوں حضرت عمر نے کہا بیشک فرمایئے اس پر حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تم حفصہ کا نکاح مجھ سے کردو اور میں اپنی صاحبزادی کا نکاح عثمان سے کردیتا ہوں تو حضرت عمر نے کہا بہت بہتر ہوگا۔ چنانچہ حضور اکرم ﷺ نے ایسا ہی کیا۔

ملاحظہ کیجئے یہاں لفظ "صھر" داماد اور خسر دونوں کیلئے استعمال ہوا ہے۔ اور دونوں معنیٰ قسط کیطرح اضداد سے نہیں۔ جیسے قسط کا ایک معنیٰ عدل اور دوسرا معنیٰ ظلم بھی ہے۔ قرآن کریم فرقان حمید پ ۱۷ ر رکوع ۴ ر میں ہے۔ وَنَضَعُ الْمَوَازِيْنَ الْقِسْطَ لِيَوْمِ الْقِيٰمَةِ. یہاں قسط کا معنیٰ عدل ہے اور قرآن کریم میں وَاَمَّا الْقَاسِطُوْنَ فَكَانُوْا لِجَهَنَّمَ حَطَبًا [پ ۲۹ ر ع ۱۰] یہاں قسط کا معنیٰ ظلم ہے۔ اس کے باوجود قرآن حکیم میں لفظ قسط موجود ہے اور لفظ صھر ایسا ذو معنیٰ لفظ

نہیں کہ ایک معنیٰ مدح کا ہو، اور دوسرا معنیٰ بیان ذم کیلئے آتا ہو، بلکہ دونوں معنیٰ مدح میں مستعمل ہے۔ تو پھر رسول اللہ صلیٰ اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کیلئے استعمال میں کیا کلام۔ ہاں اردو زبان میں سسر کا لفظ عموم متعارف کیوجہ سے متروک ہے اور بے ضرورت وحاجت استعمال نامناسب ہے۔

نیز تاریخ الخلفاء امام جلال الدین سیوطی علیہ رحمۃ الباری کے ص ۱۵۷ پر مرقوم ہے کہ خلافت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وقت صحابہ کرام نے مولیٰ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو نہ دیکھا تو اسپر سیدنا صدیق اکبر نے فرمایا۔ **ثم نظر فی وجوہ القوم فلم یر علیاً فدعا به فجاء فقال قلت ابن عم رسول اللّٰہ صلیٰ اللّٰہ علیه وسلم وختنه الخ**

ترجمہ: پھر قوم کی طرف نظر فرمایا تو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو نہ دیکھا تو ان کو بلایا وہ تشریف لائے اور فرمایا کہ میں نے کہا اے رسول اللہ ﷺ کے چچا کے بیٹے اور داماد الخ تو انھوں نے بھی خلافت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو تسلیم فرمایا۔

نیز بخاری شریف ج ۱ ص ۴۳۸ پر ہے۔ **ثم ذکر صهراً له من بنی عبد شمس فاثنیٰ علیه فی مصاهرته ایاه** ۔ مفتی شریف الحق علیہ الرحمہ نے نزھۃ القاری شرح بخاری میں ترجمہ یوں فرمایا ہے کہ "بنی عبد شمس سے ایک داماد کا تذکرہ فرمایا"

متذکرہ بالا حوالوں کی روشنی میں یہ ثابت ہوگیا کہ حضرت عثمان ذوالنورین اور حضرت مولیٰ علی مشکل کشا رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو داماد کہنے میں شرعاً قباحت نہیں۔ اور ایسا ذو معنیٰ لفظ جس میں توہین کا پہلو بھی نہ نکلتا ہو، ہونے کی وجہ سے تنقیص کا شائبہ بھی نہیں ہے۔ لہذا مذکورہ دونوں صحابیوں کو رسول اللہ ﷺ کے داماد بیان واقعہ کیلئے کہنے میں قطعاً گالی نہیں ہے۔ اور امام اہلسنت علیہ الرحمۃ والرضوان نے رسالہ اعتقاد الاحباب مشمولہ فتاویٰ رضویہ مترجم ج ۲۹ ص ۳۶۴ پر تحریر فرمایا ہے کہ "حضرات شیخین صاحبین، صہرین، یعنی سیدنا صدیق اکبر و سیدنا فاروق اعظم رضی المولیٰ تعالیٰ عنہما وارضاہما عنا یہ دونوں شیخ واصحاب

وخسر رسول اللہ ﷺ کے ہیں، جنکی صاحبزادیاں شرف زوجیت سے مشرف ہوئیں۔ لہذا جب قرابت کا تذکرہ ہو، تو شیخین کریمین کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خسر کہنا بھی جائز اور مباح ہے۔ (اور یہ لفظ صھر بھی اس معنی کر ذومعنی نہیں کہ ایک معنی مدح کا ہو اور دوسرا اہانت کا ہو بلکہ صھر کا دونوں معنی مدح پر محمول ہے) جیسا کہ ماقبل میں مذکور ہوا۔

لہذا بریلی شریف کے مفتی صاحب کا فتویٰ طغویٰ سے مبرّا ومنزہ، اور حقیقت پر شاہد وگواہ۔ "کہ حضور اقدس ﷺ کی شان اقدس ارفع واعلیٰ ہے انکی شایان شان الفاظ استعمال کرنا واجب وضروری ہے۔ رد المحتار میں یجب ذکرہ ﷺ باسماء معظمة الخ اور لفظ داماد وخسر اسوقت گالی ہے جبکہ حقیقت میں سسر وداماد کا رشتہ نہ ہو اور اگر ان میں سسر وداماد کا رشتہ ہے تو یہ گالی نہیں" (لہذا ضرورتاً اباحت میں کلام نہیں)

اور حضور اکرم نور مجسم ﷺ اور حضرت عثمان ذوالنورین وحضرت مولیٰ علی مشکل کشا رضی المولیٰ تعالیٰ عنہما میں خسر وداماد کا رشتہ حقیقت میں ہے جیسے رسول اعظم علیہ الصلوٰۃ والسلام اور مولیٰ علی مشکل کشا رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں بھائی کا رشتہ حقیقت میں ہے جیسے حضور اکرم ﷺ اور ابو طالب میں چچا کا رشتہ حقیقت میں ہے۔ وغیر ہاذٰ لک۔۔۔۔۔

لہذا وہ تمام رشتے جو حقائق پر مبنی ہیں انکے حقائق کو ملحوظ رکھتے ہوئے بیان کرنا جائز ودرست ہے۔ یہ گالی نہیں ہے۔ یہ اسقدر اجلیٰ من البدیہیات سے ہے جسکو عامی بھی سمجھنے سے قاصر نہیں۔ مفتی عبدالوہاب صاحب نے اپنی کتاب "تنویر الابصار علیٰ ردتوبۃ والافکار" کے ص ۲۵ر پر بریلی شریف کے مفتی صاحب کے مذکورہ فتویٰ کی رد میں سید تراب الحق صاحب کی کتاب "اسلامی عقائد" ص ۲۲ر کے حوالے سے دو تحریر کا ذکر کیا ہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔

(۱) ایسا ذومعنیٰ لفظ کہنا بھی گستاخی وتوہین ہے۔ جسکا ایک مفہوم گستاخی کا ہو خواہ وہ لفظ توہین کی نیت سے نہ کہا جائے۔

(۲) امت کا اجماع ہے کہ جو شخص نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں گستاخی کرے یا آپ کی ذات اقدس میں کسی قسم کا عیب لگائے یا نقص تلاش کرے یا وہ عوارض بشری جو آپ کیلئے جائز تھے ان کی وجہ سے آپ کی تحقیر کرے وہ کافر اور واجب القتل ہے اور جو اسکے کفر میں شک کرے وہ بھی کافر ہے۔

(۱) کا جواب یہ ہے کہ حضرت سید تراب الحق صاحب کے مذکورہ دونوں اقوال میں سے قول اول ایسے ذو معنیٰ لفظ سے متعلق ہے جسمیں ایک معنیٰ گستاخی کا ہو یا اس معنیٰ سے گستاخی کا پہلو نکلتا ہو اور سسر و داماد ایسا ذو معنیٰ لفظ ہے ہی نہیں۔ تو ایک کو دوسرے پر قیاس کرنا قیاس مع الفارق ہوا اور قیاس مع الفارق ہونے کی وجہ سے کسی شخص کا حکم کفر لگانا ابا طیل فاحشہ سے ہے۔

(۲) کا جواب یہ ہے، اجماعی فتویٰ جسکا ذکر ماسبق میں موجود ہے اس کا مبنیٰ صریح گستاخی یا کسی قسم کا عیب لگانا یا نقص تلاش کرنا یا وہ عوارض بشری جو آپ کیلئے جائز تھے۔ ان کی وجہ سے تحقیر کرنے سے متعلق ہے جس کا انطباق بریلی شریف کے مفتی صاحب کے سسر و داماد والے فتویٰ پر ہرگز ہرگز نہیں ہوسکتا۔ کیونکہ اس فتویٰ کا مبنیٰ حقائق سے ہے جسکا توہین و تنقیص سے تعلق، لا تعلق۔ بلکہ ایہام انطباق کی جا بھی معدوم و مفقود، لو فرضاً اگر کسی خبطی کو جائے ایہام تسلیم بھی ہو تو **فالایھام کافٍ فی المنع و التحریم** کا مسلمہ قاعدہ تک محدود و محصور نہ کہ کفر قائل مقبول و ملحوظ۔ بطلان دلیل، سابق کیطرح زائل و ظاہر اور ہر صاحب تفقہ اسکا قائل اور اسپر قائم اور یہ روز روشن کی طرح عیاں اس میں شبہ و ارتیاب کی نہ کوئی جائے نہاں۔ فافھم و لا تعجل۔

مفتی عبدالوہاب صاحب کا قول کہ ''اس عبارت سے معلوم ہوا کہ اسمیں ایک مفہوم گالی کا موجود ہے'' اور کتاب کے ص ۲۵/۲۶ پر یہاں تک تحریر کیا کہ ''بریلی شریف کے فتویٰ میں اس امر کا اقرار ہے، کہ حضور اقدس ﷺ کی شان اقدس ارفع و اعلیٰ ہے انکی شایان شان الفاظ استعمال کرنا واجب و ضروری ہے۔ اس کے باوجود داماد و خسر میں حقیقی اور غیر حقیقی کو ڈھال بنا کر جواز پیش کرنا کم از کم حضور اکرم سید عالم ﷺ کی

شان گھٹانے کی کوشش کرنا ضرور ہے جو تراب الحق صاحب کے نزدیک بھی کفر ہے۔ اور ایسا شخص کافر اور واجب القتل ہے جو اس کے کفر میں شک کرے وہ بھی کافر ہے۔

(الف) مفتی عبدالوہاب صاحب نے حقیقی اور غیر حقیقی کا لفظ تحریر کر کے بریلی کے مفتی صاحب پر الزام عائد کیا کہ حقیقی اور غیر حقیقی کو ڈھال بنا کر جواز پیش کرنا کم سے کم حضور اکرم سید عالم ﷺ کی شان گھٹانے کی کوشش کرنا ضرور ہے۔

(ب) بریلی شریف کے مفتی صاحب پر یہ افتراء کیا کہ ''انھوں نے حضور اکرم سید عالم ﷺ کی شان گھٹانے کی کوشش کی ہے''

(ج) اور ایسے ذومعنیٰ لفظ جس میں ایک معنیٰ گستاخی کا بھی ہو اس پر قیاس کر کے سید تراب الحق صاحب قبلہ کے قول کو بریلی شریف کے مفتی صاحب پر منطبق کر دیا کہ تراب الحق صاحب کے نزدیک بھی کفر ہے اور ایسا شخص کافر اور واجب القتل ہے جو اس کے کفر میں شک کرے وہ بھی کافر ہے۔ جبکہ سسر و داماد ایسے ذومعنیٰ الفاظ سے نہیں جس میں ایک معنیٰ گستاخی کا ہو بلکہ اب، ابن، اخ وغیرہا کی طرح اس کا معنیٰ واحد ہے۔ اس کے بعد سات سطروں میں انصاری صاحب کو مخاطب کرتے ہوئے استفسار کر دیا **وغیرہ ذلک من الخرافات القبیحۃ والرذیلۃ نعوذ باللّٰہ من شرور المخدع والخداع بحرمۃ سید المصطفیٰ والمرتضیٰ علیہ التحیۃ والثناء**

مفتی عبدالوہاب صاحب نے اپنی فہم پر اعتماد جازم کر کے اپنی کتاب میں جو ایرادات پیش کیے ہیں، وہ حیرت انگیز اور تعجب خیز ہے۔ مفتی صاحب اور انکے ماننے والوں سے میں عرض گزار ہوں کہ ''اب'' کا معنیٰ حقیقی وہ باپ ہے جسکی پشت سے تولد ہو یہ معنیٰ حقیقی ہے اور ''عم'' کو بھی باپ کہا گیا ہے، ارشاد ربانی ہے **قالوا نعبد الٰھک والٰہ ابائک ابراھیم واسمعیل واسحق الٰھاً واحداً** [پ ا ر رکوع ١٦] یعنی حضرت اسمعیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کو حضرت یعقوب علیہ الصلوٰۃ

والسلام کے آباء میں داخل کرنا تو اس لئے ہے کہ آپ انکے چچا ہیں اور چچا بمنزل باپ کے ہوتا ہے۔
تو چچا کو باپ کہنا یہ معنیٰ غیر حقیقی مجازی ہے، تو کیا لفظ ''اب'' کو معنیٰ غیر حقیقی میں استعمال کرنا گالی ہے؟
ایسے ہی ''ابن'' وہ ولد ہے جو کسی کی پشت سے تولد ہو، تو کیا لفظ ''ابن'' کو بھتیجا کیلئے استعمال کرنا جو معنیٰ غیر حقیقی مجازی ہے یہ بھی گالی ہے؟
ایسے ہی ''اخ'' اس برادر کو کہتے ہیں جسکے ماں باپ ایک ہوں یا باپ ایک ہو ماں دو ہوں یا باپ دو ہوں اور ماں ایک ہو، اخ حقیقی، علاتی، اخیافی کو معنیٰ حقیقی پر محمول کر دیا جائے تو یہ معنیٰ حقیقی ہے، اور چچا زاد بھائی کو اخ کہنا معنیٰ غیر حقیقی مجازی ہے جیسا کہ خطبات رضویہ میں اخ الرسول ہے، تو کیا عم زاد کو اخ کہنا بھی گالی ہے؟
ایسے ہی خسر وسسر اس فرد کو کہتے ہیں جو زوج کا اب ہو یا زوجہ کا اب ہو یہ معنیٰ حقیقی ہے اور چچا سسر کو بھی خسر وسسر کہتے ہیں تو کیا چچا سسر کو خسر وسسر کہنا بھی گالی ہے؟ **یا للعجب**
میری ماقبل کی تشریح سے اظہر من الشمس وابین من الامس ہوگیا کہ بریلی شریف کے مفتی صاحب کا فتویٰ کہ ''لفظ سسر و داماد اسوقت گالی ہے جبکہ حقیقت میں سسر و داماد کا رشتہ نہ ہو الخ'' اور یہاں حقیقت معنیٰ حقیقی اور غیر حقیقی دونوں کو مشمول، مفتی عبد الوہاب صاحب کو انکی تحریر کی روشنی میں خود ان کو مسلّم، تو پھر معلول سب کی کیا علت سب ٹھہرے گی؟ مفتی عبد الوہاب صاحب نے مفتی صاحب پر ایراد قائم کیا تھا تو قضاء وقدر نے جن قلوب پر ضلالت کی مہر لگادی ہے ان سفیہوں نے بریلی شریف کے مفتی صاحب کو مفتی عبد الوہاب صاحب کے فتوے کا آڑلیکر کافر تک کہہ دیا۔ اور یہاں تک کہ شوشل میڈیا کے توسط سے وسیع دنیا میں پھیلا دیا کہ وہ اپنی ذات سے آج تک کفر نہ اٹھا سکے۔ جب کفر کا وجود عنقاء کیطرح لاموجود بلکہ ضلالت بھی لاشئ کے درجۂ منتہیٰ میں لاشئ کیطرح معدوم یہاں تک کہ تحریم وممنوع کا حکم لگانا بھی ممنوع۔ توسفہاء وبلہاء کی تحکیم سے بریلی شریف کے مفتی صاحب کے بے غبار فتویٰ پر کیا غبار؟ بلکہ وہ

لوگ جنھوں نے تحکیم سے کام لیا خود ہی توبہ وتجدید ایمان اور نکاح کیئے ہوں تو بار دیگر نکاح کے محتاج۔ ہاں قرائن کی اساس پر سسر گالی میں شمار ہوگا اور سسر کی کیا تخصیص وتعیین بلکہ باپ۔ بیٹا جن کا معنیٰ واحد اور باعتبار مصادیق تواطوء کے دائرہ میں داخل۔ اسمیں بھی راہ دشنام کا امکان شامل۔

ہ جیسے یوں کہا جائے کہ حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام اور حضرت شیث علیہ الصلوٰۃ والسلام میں حقیقت میں باپ، بیٹا کا رشتہ ہے۔ لہذا یہ گالی نہیں۔ ہاں اگر قرینۂ حالیہ یا مقالیہ سے ثابت ہو کہ تحقیر مقصود ہے تو یہ گالی ہے۔ معاذ اللہ رب العلمین کوئی جاہل سا جاہل آدمی یوں کہے کہ "وہی شیث جو حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا بیٹا ہے۔ جن سے بت برستی کی ابتداء ہوئی۔ اگر وہ نہ مرتے تو بت برستی کی ابتداء نہ ہوتی۔ یہ یقینا گالی ہے۔ اور قائل کافر و مرتد اور واجب القتل ہے۔

ہ جیسے یوں کہا جائے کہ حقیقت میں زید وعمر کے مابین باپ، بیٹے کا رشتہ نہیں ہے۔ کسی معاملہ کی وجہ سے یوں کہے کہ۔ میں تمہارا باپ ہوں میں پٹائی کر کے روپے وصول کرلونگا یا ارے بیٹا تم کیا سمجھتے ہو۔ جانتے نہیں؟ میں کون ہوں میں تم سے نپٹ لونگا۔ تو یہ یقیناً گالی ہے۔

ہ ایسے ہی رسول اللہ ﷺ اور حضرت مولیٰ علی مشکل کشا رضی المولیٰ تعالیٰ عنہ وارضاہ عنا میں بھائی کا رشتہ بھی ہے۔ لہذا یہ گالی نہیں ہے۔ اسی لئے تو امام اہلسنت علیہ الرحمۃ والرضوان نے خطبات رضویہ میں اخ الرسول تحریر فرمایا ہے۔ اور قرینہ حالیہ یا مقالیہ سے یہ ثابت ہو کہ اہانت وذم مقصود ہے۔ جیسے ارے وہی محمد ﷺ جو حیدرہ کا خسرو بھائی ہے تو یہ یقیناً گالی ہے۔ قائل کافر، مرتد اور واجب القتل ہے۔

نسیم الریاض شرح شفاء شریف قاضی عیاض باب اول ج ۴،ص ۳۴۲ پر ہے **وهذا ما قال الامام ابن حجر المكي ونقله في النسيم مقراً عليه عند فتيا لامام ابي الحسن القابسي المذكورة الظاهر ان مذهبنا لا يابىٰ ذٰلك لما في عبارته من الدلالة علىٰ الازراء فان ذكر يتيم ابي طالب فقط لم يكن صريحاً في ذلك فيما يظهر نعم ان كان**

السیاق یدل علیٰ الازراء کان کما لو جمع بین اللفظین .

ترجمہ: یہ وہ ہے جوامام ابن حجر مکی نے فرمایا، صاحب نسیم الریاض نے اسے امام ابوالحسن القابسی کے فتویٰ مذکورہ کے ساتھ نقل کر کے اسے مؤید وثابت رکھا ظاہر یہی ہے کہ ہمارا مذہب اس کا انکار نہیں کرتا کیونکہ اس کی عبارت میں توہین پر دلالت ہے کیونکہ فقط یتیم ابوطالب کہنے میں ظاہراً وصراحۃً توہین نہیں ہے۔ ہاں جب کلام کا پس منظر توہین پر دال ہوگا تو یہ توہین بنے گا جیسا کہ اس صورت میں بنتا ہے جب دونوں (یتیم ابوطالب، اونٹوں والا) کو جمع کر دیا گیا ہو۔

معلوم ہوا کہ فقط سسر وداماد اگر حقیقت میں ہے تو بیان واقعہ کیلئے ذکر کرنا ہرگز ہرگز گالی نہیں ہے۔ جیسا کہ فقط یتیم ابوطالب کہنے میں ظاہراً وصراحۃً توہین نہیں ہے۔ جب تک کہ استخفاف مقصود نہ ہو۔ اگر استخفاف مقصود ہے تو دشنام میں ریب کرنا منافق یا کافر کا کام ہے۔

امام اہلسنت فتاویٰ رضویہ شریف ج ۶ ص ۱۲۶، ۱۲۷ پر رقم فرماتے ہیں کہ "شفاء شریف امام اجل قاضی عیاض صدر باب اول قسم رابع میں ہے۔ **افتی فقهاء الاندلس بقتل ابن حاتم المتفقة الطليطلی وصلبه بما شهد عليه من استخفافه بحق النبی صلی اللہ علیہ وسلم تسميته اياه اثناء مناظرته باليتيم وختن حيدر وزعمه ان زهده عليه الصلوٰة والسلام لم يكن قصداً ولو قدر علیٰ الطيبات اكلها الیٰ اشباه لهذا:....**

ترجمہ: فقہاء اندلس نے ابن حاتم المتفقۃ الطلیطلی کے قتل اور پھانسی پر لٹکانے کا فتویٰ دیا اس کے خلاف یہ شہادت ملی کہ اس نے دوران مناظرہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مقام کی بے ادبی کرتے ہوئے آپ کو یتیم اور حیدر کا سسر کہا، اور اس کا خیال یہ تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا زھد اختیاری نہ تھا اگر آپ طیبات پر قادر ہوتے تو ضرور انھیں استعمال میں لاتے۔ اس کی مثل گستاخی کے دیگر اقوال ہیں۔۔۔۔

متذکرہ بالا حوالوں سے بھی ظاہر ہوگیا کہ جب استخفاف مقصود ہو یا عرف وتعامل ناس میں

اہانت کیلئے معروف ہو سیاق وسباق سے ذم واضح ہو تو حتمی طور پر حکم کفر ہوگا اور قائل کافر، واجب القتل جسمیں کلام کرنا منافق دکافر ومرتد کا کام۔ اور ایسے کیلئے ابدی جہنم اسکا انجام ہے۔

ازالة الشبہتین

مفتی عبدالوہاب صاحب نے صدرالشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان کے فتاویٰ امجدیہ ج ۴ر ص ۳۹۹ر و ۴۰۰ر سے ایک سوال وجواب کو اپنے فتویٰ میں تحریر فرمایا ہے۔ ''ایک مرتبہ زید کی زبان سے غصہ میں جانماز کے بارے میں جو کھال کی تھی سسری کا لفظ نکل گیا لیکن زید کہتا ہے کہ میں نے کھال کو سمجھ کر کہا تھا جائے نماز کا خیال تک نہیں تھا اور بیان بالکل سچ ہے اس پر بھی حکم فرمائیں۔

الجواب: یوں ہی اگر چمڑے کو برا لفظ کہا جانماز کے قصد سے نہ کہا تو تجدید کی حاجت نہیں، مگر اس قسم کے الفاظ سے احتیاط چاہیئے واللہ تعالیٰ اعلم

صدرالشریعہ مفتی امجد علی اعظمی علیہ الرحمۃ والرضوان کا فتویٰ خسر وخوشدامن، سسر وساس سے متعلق نہیں ہے۔ بلکہ اتر پردیش وغیرہ کے جن قریہ وبلاد میں سسرا وسسری ذو معنیٰ لفظ ہے اس سے متعلق ہے۔ جسمیں ایک معنیٰ توہین کا ہے اسی لیئے انھوں نے حکم سخت نہ دیا۔ بلکہ صرف اتنا فرمایا کہ ''اس قسم کے الفاظ سے احتیاط چاہیئے'' اس پر خسر وسسر دداماد کو قیاس کرنا قیاس مع الفارق ہے۔

مفتی عبدالوہاب صاحب کا دوسرا شبہ یہ کہ امام الفقہاء مرشدنا الاعظم قطب زماں حضور مفتی اعظم ہند رضی المولیٰ تعالیٰ عنہ وارضاہ عنا کی بارگاہ عالیتبار میں ایک دیہاتی آیا اور اس نے کہا کہ ہمارے زمیندار صاحب نے سرکار دو عالم ﷺ کو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سسر کہا تو میں نے اعتراض کیا اسپر وہ زمیندار صاحب کافی ناراض ہوئے اس کے بعد حضور مفتی اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان زمیندار

صاحب کوتنبیہاً ایک پرچہ لکھا اور اس شخص کو دیا کہ آپ پہنچا دیں تحریر میں لکھا تھا ''لفظ سسر متروک کیا جا چکا ہے، آپ پر توبہ واجب ولازم ہے''

سرکار مفتی اعظم ہند رضی المولیٰ تعالیٰ عنہ وارضاہ عنا نے زمیندار صاحب کے بربنائے جہالت ناراض ہونے کی وجہ سے اور سسر کا لفظ عام ہونے کی وجہ سے متروک کیا جا چکا ہے فرمایا اور زمیندار کے بہت ناراض ہونے کیوجہ سے توبہ واجب ولازم قرار دیا۔ اگر یہ لفظ سسر ذومعنیٰ ہوتا جس کے ایک معنیٰ سے اہانت ظاہر ہوتا تو صرف توبہ کا حکم نافذ نہیں فرماتے، بلکہ کفر ہونے کی وجہ سے تجدید ایمان وغیرہ کا بھی حکم دیتے۔ جیسا کہ فتاویٰ رضویہ ج ۶ ر ص ۱۲۷ ر پر مرقوم ہے۔ اقول: وباللہ التوفیق توفیق جامع تحقیق لامع یہ ہے کہ ان اوصاف کا (یتیم، غریب، مسکین، بیچارہ) کا اطلاق بروجہ تقریر واثبات خواہ حکم قصدی میں ہو یا وصف عنوانی میں اگر قول قائل کے سیاق یا سباق یا سوق یا مساق سے طرز تنقیص ظاہر وثابت ہو یقیناً کفر ہے اور اگر ایسا نہیں اور قائل جاہل ہے (جیسا کہ زمیندار صاحب) اور صادر نادر (جیسا کہ زمیندار صاحب) اور اسپر غیر مصر تو ہدایت وتنبیہ وجزر وتحدید کریں اور حاکم شرع اسکے مناسب حال تعزیر دیں کہ وہ ضرور سزاوار سزا ہے یہ حکم فتاویٰ رضویہ میں یتیم، غریب، مسکین، بیچارے کے الفاظ سے متعلق ہے، جو ایسے الفاظ سے شمار کئے جاسکتے ہیں، جس میں سیاق وسباق وغیرہ وغیرہ سے بھی توہین کا پہلو نکلتا ہے۔ جیسا کہ ماقبل میں امام اہلسنت علیہ الرحمۃ الرضوان کی عبارت سے اہل فہم پر روشن ہے۔ مگر سسر وداماد ذومعنیٰ الفاظ میں سے ہے ہی نہیں۔ اسی لئے سرکار مفتی اعظم رضی المولیٰ تعالیٰ عنہ نے زمیندار صاحب کے ناراض ہونے کے باوجود پرچے میں صرف وجوب توبہ ولزوم استغفار پر اکتفاء فرمایا ۱۲ واللہ الھادی ھو الموفق وھو الرحیم وھو التوّاب

کتبہ: فقیر محمد ناظر اشرف قادری بریلوی غفرلہ القوی
خادم دارالافتاء دارالعلوم اعلیٰحضرت، رضا نگر کلمنا ناگپور

۱ ر ربیع الاول شریف ۲۰۰۳ء

اسماعیل دہلوی مسلمان ہے یا کافر؟ جو مسلمان کہے اسپر کیا حکم ہے؟

کیا فرماتے ہیں مربیٔ روح معدن جود وکرم حضور والد ماجد صاحب دامت برکاتہم القدسیہ مسئلہ ذیل کے بارے میں

(۱) اسماعیل دہلوی مسلمان ہے یا کافر؟ اور کیا اعلیٰحضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کسی کتاب میں اس کو مسلمان بھی لکھا ہے؟

(۲) اسماعیل دہلوی کو حضرت، مولانا، رحمۃ اللہ علیہ لکھنا، کہنا جائز ہے یا ناجائز ہے؟

(۳) اعلیٰحضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مذہب متکلمین پر احتیاطا اسماعیل دہلوی کو کافر نہیں کہا ہے۔ تو اس سے بہت سے مولوی، مفتی یہ سمجھتے ہیں کہ وہ صرف گمراہ مسلمان ہے۔ معاذ اللہ! بحوالۂ کتب اعلیٰحضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ جواب عنایت فرمائیں گے کرم ہوگا۔ فقط والسلام

ابومحامد غزالی

مدرس دارالعلوم اعلیٰحضرت، رضانگر کلمنا ناگپور

بسم اللہ الرحمن الرحیم اللھم ھدایۃ الحق والصواب

(۱)(۲) امام اہلسنت اعلیٰحضرت مجدد اعظم فاضل بریلوی قدس سرہ نے میرے علم وایقان کے مطابق کسی کتاب میں اسماعیل دہلوی کو مسلمان نہیں کہا ہے۔ بلکہ حضرت، مولانا، مولوی اور رحمۃ اللہ علیہ لکھنے کو کفر فرمایا ہے۔ فتاویٰ رضویہ شریف جلد یازدہم ص ۷۱ پر ایک سوال، مسئلہ کے تحت درج شدہ ہے۔ سوال یہ ہے کہ ”زید باوجود ادعائے صدیقی الوارثی کے اسماعیل دہلوی کو حضرت، مولانا، مولوی محمد اسماعیل صاحب شہید رحمۃ اللہ علیہ لکھتا ہے۔ اس کے جواب میں امام اہلسنت اعلیٰحضرت مجدد اعظم قدس سرہ العزیز

نے تحریر فرمایا کہ صورت مسئولہ میں زید گمراہ بددین نجدی اسماعیلی ہے۔ اور بحکم فقہائے کرام اسپر حکم کفر لازم۔ جسکی تفصیل کتاب "الکوکبة الشهابیه فی کفریات ابی الوهابیه" سے ظاہر۔ اسی جواب سے ظاہر ہوگیا کہ جو اسماعیل دہلوی کو مسلمان کہتا ہے وہ خود گمراہ۔ بددین اور بحکم فقہائے کرام اسپر حکم کفر کیوجہ سے توبہ، تجدید ایمان لازم اور اگر نکاح کئے ہوں تو عورت نکاح سے نکل گئی۔ باردیگر بمہر جدید نکاح ضروری اور اگر مرید ہوئے ہوں تو تجدید بیعت بھی چاہیئے **واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب**

(۳) مذہب متکلمین اور مذہب فقہاء میں فرق ہے۔ توضیح طلب امر یہ کہ تاویل کی تین قسمیں ہیں۔ (۱) تاویل قریب۔ (۲) تاویل بعید (۳) تاویل متعذر۔ علامہ محقق شمس الدین محمد بن حمزہ بن محمد الفناری الرومی متوفی ۸۳۴ھ اپنی مایۂ ناز کتاب فصول البدائع جزء ثانی ص ۹۶ پر تتمہ کے تحت تحریر فرماتے ہیں کہ **التاویل ان کان لایحتمل اللفظ یسمیٰ متعذراً وهو مردود. والافان ترجح فقریباً وان احتاج الیٰ المرجح الاقویٰ فبعیداً**

یعنی لفظ اگر محتمل تاویل نہ ہو تو وہ تاویل متعذر و مردود ہے اور اگر محتمل تاویل ہو، تو اسکی دو صورتیں ہیں۔ اگر تاویل مرجح ہو تو تاویل قریب ہے (اور یہی جمہور فقہائے کرام کے نزدیک معتبر ہے، تاویل بعید غیر معتبر) اور تاویل کی یہ قسم بھی فقہاء محتاطین محققین اور جمہور متکلمین کے نزدیک معتبر ہے) اور اگر تاویل مرجح اقویٰ کا محتاج ہو اس کا مطلب یہ کہ قائل کے قول میں ضعیف سا ضعیف تاویل کا احتمال ہو تو یہ تاویل بھی اکثر متکلمین و فقہائے محققین کے نزدیک معتبر ہے۔ اسی کو تاویل بعید کہتے ہیں۔ ماقبل کی توضیح کو سمجھنے کے بعد یہ بات ذہن نشیں کر لیجئے کہ جمہور فقہائے کرام کے نزدیک کافر کہنے کیلئے تبین ہی کافی۔ اور فقہائے محققین اور اکثر متکلمین کے نزدیک فقط تبین ناکافی بلکہ تعین بھی شارط (الموت الاحمر) اسی لئے فقہائے محققین اور اکثر متکلمین تاویل صحیح اگرچہ کتنی ہی بعید ہو، قبول کرتے ہیں اور حکم تکفیر سے لسان محفوظ رکھتے ہیں۔ اور یہ بھی لاحظ فی الذہن کے قبیل سے ہے کہ جمہور فقہائے کرام فقط تبین ہو یا

تبین وتعین ہوتو حکم کفر کا نفاذ ضروری جانتے ہیں لیکن جمہور متکلمین ان کے موافقین فقہائے محققین جب احتمال قریب یا بعید نہ مانیں گے۔ معنیٰ کفر میں متعین جانیں گے۔ یا اطلاع نیت کے بعد محقق تسلیم کریں گے تو تکفیر کریں گے ورنہ احتیاط برتیں گے۔ اب تنقیح ملاحظہ کیجئے کہ امام اہلسنت اعلیٰحضرت امام احمد رضا خاں قدس سرہ العزیز نے جمہور فقہائے کرام کے بطور اسماعیل دہلوی کو کافر کہا ہے اور یہ فرمایا ہے کہ ''وہ سچ کا فر ہے'' اور یہ بھی فرمایا ہے کہ ''وہ کیونکر بالا جماع کا فر و مرتد نہ ہوگا'' وغیرہ وغیرہ جس سے صاف شفاف آئینہ کیطرح ظاہر وباہر کہ جس کی بد مذہبی حد کفر تک پہونچی، اس کا حکم مرتد کا حکم ہے۔ کما فی المستند لہذا اسماعیل دہلوی بھی مرتدین کے حکم میں ہے۔ لیکن امام اہلسنت اعلیٰحضرت مجدد اعظم قدس سرہ الکریم نے صرف اور صرف جمہور متکلمین وفقہائے محققین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے اقوال کی بناء پر تمہید ایمان وسبحٰن السبوح میں فرمایا کہ '' سبحن اللہ رب العرش عما یصفون

اللہ عز وجل مسلمانوں کو شیطانوں کے وسوسوں سے بچائے دیو بندی نہ دیو بندی کہ دیو بندیوں نہ دیو بندیوں کہ ان کے امام اسمٰعیل دہلوی کا یہ قول صریح ضلالت وگمراہی وبد دینی ہے جس میں بلا مبالغہ ہزار ہا وجہ سے کفر لزومی ہے جمہور فقہائے کرام کے طور پر ایسی ضلالت کا قائل صریح کافر ہو جاتا ہے اگر چہ ہم باتباع جمہور متکلمین کرام صرف لزوم پر بے التزام کافر کہنا نہیں چاہتے اور ضال مضل بد دین کہنے پر قناعت کرتے ہیں''

[سبحٰن السبوح مشمولہ فتاویٰ رضویہ ج۶ر ص ۲۷۵]

هذا هو التحقيق الذى حقق الامام اهل السنة فى كتبه الكرام لا مجال

الانكار والكلام فی تحقیق المرام ومن اختصر واخلص و فی بعض المقام تفصل وهو نبیرۃ الرضا مرشدنا الاعظم فی الدنیا والآخرۃ فی کتابه المسمیٰ "الموت الاحمر فی انحس کل اکفر" فان شئت التفاصیل فتطالع الکوکبۃ الشهابیة وتمهید الایمان وسبحن السبوح بتوفیق اللّٰه الملک العلام وبحرمة المصطفیٰ والمرتضیٰ وشفیع اهل الاسلام ۱۲

کتبـــــــــــــــہ

فقیر محمد ناظر اشرف قادری بریلوی غفرلہ القوی
خادم دار الافتاء دار العلوم اعلیٰ حضرت رضا نگر کلمنا ناگپور

سنی عالم دین کو گالی دینے، توہین کرنے والے شخص پر کیا حکم ہے؟

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں

کہ زید ایک سنی مسلمان ہے اس نے مجمع عام میں ایک سنی صحیح العقیدہ ذی صلاحیت عالم دین کو برا بھلا کہا اور گالی دیا، اور کہا کہ اس عالم سے اچھا تو میں ہی ہوں لوگوں نے اسے بھرپور سمجھانے کی کوشش کی۔ لیکن وہ اپنے فعل سے باز نہ آیا بے ادبی کے کلمات بکتے رہا۔ بالآخر لوگوں سے کہنے لگا کہ کیا تم لوگ اس جاہل کی حمایت کرتے ہو۔ وغیرہ وغیرہ

لہٰذا مفتی صاحب قبلہ مدظلہ اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ زید پر کیا حکم شرعی عائد ہوتا ہے برائے مہربانی جواب باصواب عنایت فرما کر مشکور وممنون فرمائیں گے۔ عین نوازش ہوگی

فقط والسلام: محمد نعیم رضا رضوی، تاج آباد، ناگپور

۹۲/۸۶/۷ الجواب بعون الملک العزیز العلّام

صورت مستفسرہ میں اگر واقعی زید نے یہ افعال شنیعہ قبیحہ رذیلہ کئے تو ان افعال مردودہ مذمومہ کیوجہ سے زید پر توبہ لازم وضروری ہے۔ جبکہ کسی مسلمان جاہل کو بے اذن شرعی گالی دینا حرام قطعی ہے۔ تو عالم دین جو **العلماء ورثة الانبیاء** کا مصداق ہو، جسکے متعلق نبی کریم رؤف رحیم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کا قول ''جو ہمارے عالم کا حق نہ جانے وہ میری امت سے نہیں'' ہو، ان کو برا بھلا کہنا کس حد تک مذموم فعل ہے۔ اور جیسا کہ اعلیٰحضرت قدس سرہ العزیز فتاویٰ رضویہ شریف ج۹ رص ۱۴۰ ر پر رقمطراز ہیں کہ پھر اگر عالم کو اس لئے برا کہتا ہے کہ وہ عالم ہے جب تو صریح کافر ہے اور اگر بوجہ علم اسکی تعظیم فرض جانتا ہے مگر اپنی کسی دنیوی خصومت کے باعث برا کہتا ہے، گالی دیتا ہے، تحقیر کرتا ہے۔ تو سخت فاسق وفاجر ہے۔ اور اگر بے سبب رنج رکھتا ہے تو مریض القلب، خبیث الباطن اور اسکے کفر کا اندیشہ ہے'' اسی لئے مسلمانان عالم کو چاہیئے کہ سنی صحیح العقیدہ عالم دین کی تعظیم بجالائے۔ تحقیر سے احتراز کرے۔ رتبۂ عالم کو ملحوظ رکھے کماقال الامام احمد رضا البریلوی قدس سرہ الشریف العطایا النبویة فی فتاویٰ الرضویة المجلد الخامس ص ۵۵۲ ر کہ عالم دین عام مومنین سے سات سو درجے بلند ہیں، ہر دو درجوں کے درمیان پانچ سو برس کی راہ ہے ۱۲ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم بالجواب۔

کتبہ: فقیر ابو حامد غزالی غفرلہ القوی

خادم دار العلوم اعلیٰ حضرت رضا نگر کلمنا ناگپور

ما حررہ الفاضل الشاب المجیب فھو حق صحیح والمجیب مثاب

فقیر محمد ناظر اشرف قادری بریلوی غفرلہ القوی

خادم دار الافتاء دار العلوم اعلیٰ حضرت رضا نگر کلمنا ناگپور

فدائے مسلک اعلیٰ حضرت حضرت علامہ قاری عبدالحی صاحب
نسیم القادری ڈربن افریقہ
نے یہ سوالات پیش کئے اور ان کے حکم سے فتاویٰ دارالعلوم اعلیٰ حضرت
جلد دوم میں شامل کیا گیا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، حامداً و مصلیاً و مسلماً

استفتاء

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

ایک شخص کا تعلق چند سالوں سے ایک ایسی تحریک سے ہے جو اپنے لئے پچیس سالوں سے اہلسنت وجماعت مسلک اعلیٰ حضرت کی عالمی تحریک ہونے کا دعویٰ کرتی ہے۔ نیز اہلسنت وجماعت کے کئی مساجد، مدارس اور بالخصوص اجتماعات میں بیشمار غیر عالم مبلغین کے ذریعے خالص سنیت کی تبلیغ کرنے کی دعویدار ہے۔ ایک متقی پرہیز گار قاضی مفتی نے اس تحریک کے سرپرست اور مبلغین کی چند حرکتوں جیسے کہ بدمذہبوں سے میل جول، علماء کی عدم سرپرستی، جہلاء مبلغین کی چرب زبانی، فوٹو بازی، وڈیو گرافی وغیرہ کی وجہ سے عوام اہلسنت کو ان سے دوری اختیار کرنے کا حکم دیا تھا۔ اور فرمایا تھا کہ یہ تحریک مسلک اہلسنت وجماعت مسلک اعلیٰ حضرت کی ترجمان نہیں ہے۔ اس حکم پر طنز کرتے ہوئے کہ یہ کیسا فتویٰ ہے؟ نہ گمراہ کہتے ہیں نہ تائید کرتے ہیں؟ کئی سند یافتگان اس تحریک کے زیر سایہ مدارس و مکاتب میں ان کی حوصلہ افزائی کئے آرہے ہیں۔ ان علماء و مفتیان کو دلیل بنا کر عوام اہلسنت کی اکثر آبادی اس تحریک

سے منسلک ہوتی رہی ہے اوران کے جاہل مبلغوں کی تقریروں سے ظاہر ہونے والے نظریات کومسلک حق سمجھتی رہی ہے۔ چند دنوں پہلے ہمارے شہر میں ہوئے اجتماع کی ایک آڈیو ہم تک پہونچی جس میں اس مبلغ نے یوم مباہلہ اور یوم اعلان ولایت علی (یوم غدیر خم) مناتے ہوئے اسے اپنے ایمان والے اور حلالی ہونے کا ثبوت قرار دیا۔ اور سامعین کو ذکر اہلبیت کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین میں غلو کرنے پر جری کیا ''اہلبیت رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین ، ذکر کربلا، پنجتن پاک کے عنوان سے متعلق من گھڑت روایات، قصے اور خود ساختہ نکات بیان کئے ہیں جنہیں سنکر اللہ تعالیٰ، انبیاء کرام، ملائکہ عظام، صحابہ کرام، علمائے اسلام سے قوم بدظن رہی ہے۔ نیز مسلک اہلسنت کے خلاف عقیدہ بیان کرنے کے بعد مسلک اعلیٰ حضرت کا نعرہ لگایا گیا ہے۔ چند علمائے کرام کے منع کرنے کے باوجود وہ اس بات پر مصر ہے کہ وہی اصل سنی ہے اور اس سے اختلاف کرنے والے حرامی ہیں (العیاذ باللہ) اسکے بعد اس کے پچھلے چند ریکارڈز سنے گئے تو اس میں بھی یہی بلکہ اس سے بڑھ کر مواد پایا گیا، بطور ثبوت اس مبلغ کی بیشمار آڈیو اور ویڈیوز بھی انٹرنیٹ پر پھیلے ہوئے ہیں۔ انہیں میں سے صرف مذکورہ عنوانات سے متعلق دس ویڈیوز کو سن کر اس کی مشکوک باتوں کو آپ کی بارگاہ میں پیش کیا ہے۔ سات ہی ان سارے وڈیوز کی لنک بھی بھیجی جارہی ہے۔ امید ہے کہ آپ علمائے حق ومفتیان ذوی الاحترام وضاحت فرمائیں گے اور آپ کی حق بیانی ایک عظیم فتنہ کے سد باب اور عنداللہ اجر عظیم کا سبب بنے گی۔

سوالات

سوال (۱) اس مبلغ کیلئے کیا حکم شرعی ہے جو اللہ تعالیٰ کے بارے میں ایسی باتیں کہے؟ کہ

(۱) اگر میں کہوں حضرت علی جب پیدا ہوئے تو ان کو نہلانے کیلئے دست مصطفیٰ میں دست خدا کام کررہا ہے تو یہ میری عقیدت کا غلو نہیں حقیقت ہے (۲) اللہ تعالیٰ کا نام پنجتن کے نام کے بغیر فائدہ

نہیں دے گا یہ اللہ کو بھی معلوم ہے اس لئے آدم کو اس نے ان کے نام یاد کرائے (۳) پنجتن کے نام کا وسیلہ آدم نے پریشانی کی وجہ سے یوں ہی نہیں لیا تھا بلکہ حقیقتاً پنجتن کے نام کے بغیر اللہ کا نام کسی کو فائدہ نہیں دیتا یہ دکھانے کیلئے اللہ نے حضور کیلئے مباہلہ کے حالات پیدا کئے اور باقی چار تن کو لے کر مباہلہ کیلئے جانے کا حکم دیا، پھر سب نے دعا کی تب جا کے عبدالمسیح کی بلا ٹلی (۴) دین کیلئے پنجتن ایسی ضرورت ہیں کہ حسین نے دین بچپن میں بھی بچایا پچپن میں بھی بچایا اسلام نے حسین کا جب خون مانگا تب اسے زندگی ملی اب اسلام پر کوئی مصیبت نہیں آئے گی کیونکہ اسے حسین کا خون ملا، حسین کلمہ کی بنیاد کلمہ کا فاؤنڈیشن ہے (۵) اللہ لم یلد ولم یولد ہے حسین کا بابا بنانے کیلئے حضرت علی کو اپنے گھر کا دولہا بنانے کیلئے کعبہ میں پیدا کیا تا کہ جب دولہن حضور کے گھر کی ہو تو دولہا خدا کے گھر کا ہو تب جا کے حضرت حسن حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی ولادت ہوتی ہے ولادت علی کیلئے کعبہ دو حصوں میں ٹکڑے ہو جاتا ہے حضرت فاطمہ بنت اسد کو اندر لیتا ہے (۶) یہ سنیوں ہی کی کتابوں میں ہے کہ علی کعبہ میں پیدا ہوئے۔

سوال (۲) اس مبلغ کیلئے کیا حکم شرعی ہے جو قرآن مجید کے بارے میں ایسی باتیں کہے؟ کہ

(۱) رسول نے فرمایا قرآن علی کے ساتھ ہے۔ (۲) محمد خاموش ہے تو قرآن ہے، بول پڑے تو علی ہے (۳) حضور کی گود میں حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب تھے تو ایسا لگتا ہے جیسے قرآن پر قرآن ہے، مصحف پر مصحف ہے (۴) قرآن علی علی کرتا ہے، قرآن علی کا ترانہ گنگناتا ہے (۵) قرآن ان کی شان میں منقبت پڑھتا ہے (۶) مفسرین نے کہا قرآن کی تین سو آیات علی کی شان میں نازل ہوئیں۔

سوال (۳) اس مبلغ کے لئے کیا حکم شرعی ہے جو حضور ﷺ کے بارے میں ایسی باتیں کہے؟ کہ

(۱) حضور کی تعظیم کرنے کی وجہ سے جب مقام صہباء پر حضور کی دعا سے سورج پلٹا اس واقعہ کو تو سنا ہوگا لیکن اب یہ سنو کہ حضرت علی کے نماز میں آنے کی تاخیر کے سبب اللہ تعالیٰ نے نبی کو کافی دیر تک رکوع میں روکے رکھا پوری جماعت کے ساتھ اور سورج کو بھی روکے رکھا۔ ۲) اللہ تعالیٰ علی کیلئے حضور کو

رکوع میں روکے رکھتا ہے، اور حضرت حسین کیلئے سجدہ میں روکے رکھتا ہے۔۳) محمد خاموش رہے تو قرآن، بول پڑیں تو علی گویا کہ حضرت علی کی تعریف کیلئے ہی حضور کو بھیجا گیا تھا۔۴) دنیا میں ایک لاکھ چوبیس ہزار سارے انبیاء کو بھیجنے کا مقصد یہی تھا کہ علی کے ولایت کے ڈنکے بجائیں۔۵) مولی علی کہتے ہیں حضور میرے منہ میں علم ایسے ڈالتے تھے جیسا چڑیا دانہ لاکر اپنے بچے کے منہ میں ڈالتی ہے۔ یعنی ادھر سے لیکر ادھر دیتے ہیں،۶) حضور نے ہی بتایا کہ حضرت امام حسین کی ولادت کے وقت ایک فرشتہ آیا اسکے بارے میں حضور نہیں جانتے تھے حضرت علی نے ہی حضور کو اس کا تعارف کرایا۔۷) ایک وہ صحابی ہیں جو حضور کے سینے پر چڑھتا ہے۔ جس سینہ میں قرآن ہے اس پر پیر رکھتا ہے۔ جس سینہ پر قرآن نازل ہوا اسپر چڑھتا ہے نبی کے کندھوں پر چڑھتا ہے ڈارھی سے کھیلتا ہے زلفوں کو پکڑ کر کھینچتا ہے اس پر کوئی فتویٰ نہیں لگتا نہ انہیں کوئی روکتا ہے، بلکہ سارے صحابہ کو معلوم ہے کہ حضور کی بارگاہ میں اونچی آواز سے بھی اعمال برباد ہو جاتے ہیں پھر بھی صحابہ دیکھ کر خاموش رہتے ہیں اور امام حسین کیلئے ادب سے ہاتھ باندھ کر کھڑے رہتے ہیں یہ امام حسین کی شان ہے۔۸) مولی علی فرماتے ہیں کہ حضور کے وصال کے بعد حضرت علی نے انہیں نہلایا نہلاتے وقت صرف حضرت علی ارادہ کرتے تو حضور کروٹ لیتے جاتے اور حضرت علی پانی ڈالتے جاتے اخیر میں حضور کی ناف جو ایک چھوٹی کٹوری کی طرح تھی اس میں بچا ہوا پانی اور پلکوں کا پانی حضرت علی نے پیا تو انہیں اتنا علم حاصل ہوا۔۹) علی وہ ہیں جس کا سسر محمد مصطفی ہیں۔۱۰) بہت ساری رواتیوں کا نچوڑ بیان کرتے ہیں کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا مکہ میں سب سے امیر عورت تھیں مکہ کے لالچی لوگ شوہر بنکر ان کے مال کا مالک ہونے کیلئے ان سے نکاح کرنا چاہتے تھے۔ ابو طالب کی بات پر نبی کریم ﷺ نے باقی لوگوں سے زیادہ مزدوری کی بات پر ان کے پاس مزدوری کی حضور کسی کو بھی منع کر سکتے تھے مگر بیوہ کو منع نہیں کر سکتے تھے یہ ان کی کمزوری تھی۔ نسطورہ راہب کے پاس پیٹی میں کئی تصویروں کے ساتھ آخری نبی کی تصویر تھی جو موسیٰ کو بطور تبرک دی گئی تھی آسمان سے

آئی تھی آپ کی مفلسی کیوجہ سے شادی نہیں ہورہی تھی خدیجہ نے آفر دیا تو حضور نے کہا میں مکہ میں مجھ سے شادی کرنے کو کون تیار ہوگا؟ اور میں شادی کا بار نہیں اٹھا سکتا۔ میرے معاشی حالات کمزور ہیں، میں خود چچا کے گھر رہتا ہوں، بیوی لاؤنگا تو کہاں رکھونگا؟ اس لئے میں شادی نہیں کرر ہا، حضرت خدیجہ نے ان سے شادی کیں، حضور کے گھر والے خوش ہوئے کہ اب محمد شان کی زندگی گذاریگا۔ خدیجہ کے گھر حضور کے قدموں میں غلاموں نے موتی لٹائے اور خدیجہ نے حضور کو اپنے گھر میں رکھ لیا۔ لوگوں نے مفلس شوہر مالدار بیوی کا طعنہ دیا تو خدیجہ نے اپنا مال جو حضور کے قد کے برابر سونے کا ڈھیر تھا سارا آپ کو دیدیا اور خود مفلس ہوگئیں۔ شادی کے بعد حضرت خدیجہ کے دیئے ہوئے مال سے اب حضور مالدار ہو کر غریبوں، یتیموں کی مدد کرتے اور غار حرا میں عبادت کرتے حضرت خدیجہ روزانہ آپ کیلئے کھانا دینے پہاڑ پر چڑھتی جیسے ختم ہونے کا خیال آتا گرم گرم کھانا پکا کر لیجاتی جب حضور پتھر کھا کر آتے اور گھر میں سر پکڑ کر بیٹھ جاتے تو خدیجہ تسلی دیتی لوگوں کو مائیں تسلی دیتی ہے، حضور کو بڑی عمر کی بیوی اللہ نے اسی لئے دی کہ وہ انہیں تسلی دے اور اپنے تجربات پیش کر سکے، جب بھی ضرورت پڑتی حضور کو مال دے دیتی، یہاں تک کہ جو مکہ کی ملکہ تھیں اب انہیں مرتے وقت کھانے کو بھی کچھ نصیب نہ تھا فاقہ سے بیمار ہوگئی۔ بیٹیوں کو حیرت سے تکتی ہے اور حضور کو بتا کر کچھ بچا ہوا مال بیٹیوں میں سے حضرت فاطمہ کی شادی کے وقت ان کو دینے کی وصیت کرتی ہے۔ ۱۱) چالیس سال کی عمر میں آمنہ کے لال نے کوہ صفا پر جب دعوت الی اللہ دی لوگ گالیاں دیکر پتھر مار کر جا رہے تھے تب ۹، ۱۰ سال کے بچے علی نے لوگوں کے منع کرنے اور دوڑانے کے باجود حضور کو کہا یا رسول اللہ میں آپکی مدد، حمایت، نصرت کرونگا یہ سنکر حضور نے کہا یا علی جس نے یا رسول اللہ کہا وہ علی اور جس نے پہلے یا علی کہا وہ حضور۔ آپ علی علی کرتے تھے خیبر میں بھی یا علی کہہ کر جھنڈا ان کے ہاتھ میں دیا کیونکہ سب تھک چکے تھے۔ ۱۲) علی مطلوب مصطفیٰ ہے۔ ۱۳) حضور نے افسردہ ہو کر اللہ سے کہا کہ تو نے ختم نبوت کیلئے میری نرینہ اولاد کو اٹھالیا اب میری نسل کیسے چلے گی مشن آگے کیسے

بڑھیگا؟۱۴) ستر ستر ہزار تفسیروں میں سے ایک ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ انا اعطینک الکوثر میں کوثر سے مراد فاطمہ ہے یعنی اللہ نے کہا اے محمد میں نے تجھے فاطمہ دی۔۱۵) اتنا احسان کیا ہے اب کیا کروں تو اللہ نے فرمایا کہ اسکے شکرانہ میں نماز پڑھ اور قربانی کر کیونکہ ایسی بیٹی اور کسی کو نہیں ملی۔
۱۶) حضور سارے عالم کیلئے رحمت ہے اور فاطمہ حضور کیلئے رحمت ہے اسی لئے حضور مباہلہ کیلئے عورتوں کے بجائے فاطمہ کو لیجاتے۔۱۷) فاطمہ نبی کیلئے رحمت ہے اسی لئے حضور بھی اس رحمت کے ہاتھ چومتے پیشانی چومتے اٹھ کر کھڑے ہوتے۔۱۸) ساری کائنات کو دینے والا رسول فاطمہ کے گھر میں ہاتھ پھیلائے داخل ہوتا ہے ۱۹) نبی کے در پہ آنے والے کو نبی فاطمہ کے در پے بھیجتے ہیں لیکن فاطمہ کے در پے جانے والا خالی نہیں ہوتا اسے کہیں جانا نہیں پڑتا اسی لئے میری عادت ہے میں پہلے فاطمہ کے یہاں جاتا ہوں۔۲۰) حضور کی فرشتوں کیلئے دعا اور سفارش کرنے کے باجود اللہ نے کہا کہ یہ طریقہ یہ ہوگا کہ امام حسین جو ابھی پیدا ہوئے ہیں ان کا غلاف اس فرشتے کو لگاؤ تو اللہ کا عذاب دور ہوگا۔
سوال:۴ اس مبلغ کیلئے کیا حکم شرعی ہے جو سابقین انبیاء کے بارے میں اس طرح کی باتیں کرتا ہے؟ کہ
(۱) ابن عساکر کے حوالہ سے کہا کہ سابقین انبیاء علی کی ولایت یعنی مولائیت کے ڈنکے بجاتے آئے تھے (۲) جس طرح دولہے کا سر کا اتارا اقلاش فقیر کے ہاتھ میں دیا جاتا ہے اللہ تعالیٰ نے حضور کے اوپر سے صدقہ نثار کیا اور جو ضرورت مند کھڑے تھے انکی جھولی بھر دی، سلیمان اور داؤد کو بادشاہت دی کسی کو تاجدار بنا دیا (۳) آدم وہ نبی جسے ایک لغزش پیغمبرانہ پہ جنت سے نکال دیا گیا دو یا تین سو سال توبہ کرتا رہا آدم کی توبہ قبول نہیں ہوئی، پنجتن کا نام لیا تو قبول ہوئی (۴) حضور وہ ہیں کہ حسن یوسف جس کے دروازے پر کاسئہ گدائی لیکے کھڑا ہو لحن داؤدی بھیک مانگے آدم صفوت وسطوت اسکے دروازے پر خیرات مانگے (۵) مریم تو باہر آ مریم جو مسجد میں رہتی تھی اس کو باہر نکلنے کا حکم ہوا اور مریم باہر نکلی تو جناب عیسیٰ کی ولادت ہوئی لیکن قربان جایئے جب علی کی ولادت کا وقت آتا ہے تو باہر رہنے والی فاطمہ بنت اسد کو

اندر بلایا جاتا ہے۔

سوال:۵ اس مبلغ کیلئے کیا حکم شرعی ہے جو ملائکہ رسل کیلئے اس طرح کی باتیں کرتا ہے؟ کہ

(۱) حضور نے فرمایا جنگ میں حضرت علی کی دائیں طرف سید الملائکہ جبرئیل اور بائیں طرف حضرت میکائیل ان کی خدمت کیلئے مامور کیے گئے تھے (۲) حضور نے فرمایا علی یا تو اس وقت تیری خدمت میں جبرئیل مامور ہے یا میکائیل مامور ہے (۳) حضور نے فرمایا حضرت جبرئیل نے علی کو وضوء کرایا اور میکائیل تولیہ لیکر کھڑا تھا علی نے تولیہ لیکر پانی پونچھ کر واپس انہیں تولیہ تھما دیا دونوں نے خدمت کی (۴) اللہ نے ہمیں ایسے بزرگ دیئے ہیں کہ ان کا دامن نچوڑے تو فرشتہ وضوء کریں (۵) حضرت جبرئیل علی کے گھر بغیر اجازت نہیں آتے جب آتے ہیں تو سائل بن کر آتے ہیں (۶) اللہ تعالیٰ نے حضرت علی کی پہرہ داری کیلئے جبرئیل و میکائیل کو سرہانے اور پیر کے پاس کھڑا ہونے کا حکم دیا (۷) حضور نے فرمایا حضرت عزرائیل علیہ السلام حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے منع کرنے پر بار بار دروازے سے واپس جاتے ہیں فاطمہ قیامت تک منع کرتی تو وہ واپس جاتے رہتے (۸) حضور نے فرمایا کہ عزرائیل علیہ السلام بیٹوں میں جدائی کرنے والا ماں بیٹی کا رشتہ توڑنے والا ماؤں کی گود کو سونا کرنے والا بستیوں کو ویران کرنے والا ہے (۹) حضرت علی کو نماز میں تاخیر ہوتی ہے تو جبرئیل و میکائیل سورج کو روک دیتے ہیں (۱۰) فاطمہ کے در پہ جبرئیل بھیک مانگنے آتا ہے اور ان سے حضور نے کہا کہ بلبل سدرہ تیری چوکھٹ پر مانگنے آیا تھا۔

سوال:۶ اس مبلغ کیلئے کیا حکم شرعی ہے جو صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے بارے میں ایسی باتیں کرے؟ کہ

(۱) صحابہ نے جان بچانے کیلئے یزید کی بیعت کی اس معاملہ میں وہ قابل تقلید نہیں، مقتدا نہیں ہو سکتے فبایهم اقتدیتم اهدیتم وہ ایک الگ مسئلہ ہے (۲) کربلا میں دو سو صحابہ نے رخصت پر عمل کیا

ار جنت قبول ہے(۶) ولایت علی پہ نبی کا ہاتھ اٹھا۔ جسے خدا یداللہ کہتا ہے(۷) علی نے کہا مجھ سے جو چاہو پوچھو آسمان کے راستے پوچھو زمین کے راستے پوچھو زمین سے زیادہ میں آسمان کے راستوں کو جانتا ہوں (۸) حضرت عمر تھک کر آئے خیبر سے (ہاتھ جوڑ کے) کہا کہ میں کامیاب نہیں ہوا سب صحابہ تھک گئے سب کٹ رہے تھے مر رہے تھے تب علی کو جھنڈا دیا کیونکہ طاقت میں عمر فاروق بھی ان سے بڑھ کر نہیں تھے۔ خیبر کا ڈیڑھ سو من کا دروازہ اکھاڑ کر بائیں ہاتھ میں ڈھال بنا کر لڑے۔ دروازہ پیٹھ پر رکھ کے سیڑھی کی طرح باقی صحابہ کو اس پر سے قلعہ کے اندر جانے کا راستہ بنایا اس صحابہ وہ دروازہ بعد میں ہلا بھی نہ سکے(۹) صحابی اور اہل بیت میں ہونے کے بعد مولیٰ علی کی تیسری ڈگری یہ ہے کہ وہ رسول کے اخی بھائی ہیں۔ ابوبکر صدیق نے فرمایا جس کو علی کے ہاتھوں چٹھی ملیگی صرف وہی پلصراط سے پار ہوں گے باقی کٹ کٹ کر گر جائینگے چاہے کوئی بھی ہو(۱۱) آقا فرماتے ہیں حوض کوثر پر علی کا قبضہ ہوگا باقی کوئی جام کوثر پلائیگا بھی تو وہ علی کی اجازت سے پلائیگا (۱۲) آقا فرماتے ہیں جو علی کی محبت میں مر گیا شہادت کی موت مرا(۱۳) علی کو دیکھنا علی کا ذکر سننا عبادت ہے اور یہ عبادت حضرت صدیق اکبر اور حضرت عائشہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) بار بار کرتے تھے(۱۴) علی کی ولادت کا ذکر نبی نے بھی منبر لگا کے کیا ایسے ویسے نہیں کیا(۱۵) اٹھتے بیٹھتے سوتے جاگتے علی کا ذکر کرو(۱۶) حضور ﷺ اور تمام صحابہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یا علی یا علی اور مولیٰ مولیٰ کہتے تھے(۱۷) علی ی محبت تو وراثت میں نہیں ماں کی شرافت سے ملتی ہے(۱۸) علی علی کرنا ہی ایمان کی علامت ہے(۱۹) پنجتن کے نام کے وظیفہ سے ایمان کے لٹیرے بھاگ جاتے ہیں (۲۰) علی کو پکارو مدد نہ آئے تو سمجھو تم بے ایمان ہو(۲۱) اہل بیت سے محبت کرنے والے کو عذاب نہیں ہوگا(۲۲) حضور بھی علی سے محبت کرتے تھے ان پر بھی فتویٰ لگاؤ(۲۳) اہل بیت سے محبت کرنے والوں ہی کو جنت ملیگی اور کسی کو جنت ملنے والی نہیں (۲۴) یوم ولایت علی خود حضور نے منایا ہے صدیق و فاروق نے منایا ہے(۲۵) حضور نے غیب سے منبر منگوا کر اسپر علی کی ولایت کا اعلان کیا

عزیمت پر نہیں اس کی سائنٹفک وجہ یہ ہے کہ جب کوئی مرنے والا ہو اسے خون کی ضرورت ہو تو صرف اسی کا خون لیا جاتا ہے جس کا خون مرنے والے سے میچ ہو اور خون گھر والوں کا ہی میچ ہوتا ہے باقی دوسرے لوگوں سے دوائیں پیسے وغیرہ لے سکتے ہیں خون نہیں کیونکہ وہ نقصان کرتا ہے اسی طرح جب کربلا میں جب اسلام مرنے والا تھا اسے خون کی ضرورت تھی تو اسلام کے گھر والوں علی اصغر علی اکبر عباس علمبردار قاسم عثمان بن علی ابوبکر بن علی عمر بن علی کا خون لیکر اسلام نے کہا ھل من مزید تو کہا حسین کا خون لے۔ اسلام کو حسین کا خون چاہیئے تھا اس لئے انہوں نے عزیمت پر عمل کیا اور باقی نے رخصت پر عمل کیا (۳) حسین کا خون مل جانے کے بعد اسلام اتنا طاقتور ہو گیا کہ اب اسکو قیامت تک کسی کے خون کی ضرورت نہیں ہے (۴) صحابی کے بیٹے نے ذکر حسین کو مٹانے کی کوشش کی (۵) نبی علم کا شہر اور علی اس کا دروازہ تو جو علی تک پہنچ کر علم لے تو اس کا علم قابل احترام ہے اور علم نافع ہے تو جو کھڑکی روشن دان سے علم لینے آئے تو وہ عزت سے بیٹھانے کے نہیں بلکہ لات مار کے نکالنے کے قابل ہے علم مصطفیٰ کا فیضان حاصل کرنا ہے تو علی تک آؤ اس لئے حضرت عمر اور حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما علی سے مسئلے پوچھتے حضرت عمر ڈرتے تھے کہ جس مسئلہ میں علی نہ ہوتے اس میں کچھ نہ کچھ غلطی ہو جائے (۶) حضور کے نکاح کے وقت جھوٹ بول کر ابوبکر صدیق نے کپڑے اور سونا لا کر دیا۔

سوال: ۷ اس مبلغ کیلئے کیا حکم شرعی ہے جو تمام صحابہ کرام پر بلکہ خود حضور کریم ﷺ پر حضرات اہل بیت رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کو فضیلت دیتے ہوئے اس طرح کی باتیں کریں؟ کہ

(۱) حضور نے فرمایا جنت اور جہنم علی کے ہاتھ میں ہے جنت پر علی کا قبضہ ہے (۲) ہم اپنی مرضی سے ابوبکر کو نہیں مانتے علی نے انکے پیچھے نماز پڑھی اسی لئے ان کو مانتے ہیں علی کے نقش قدم پر (۳) حضرت علی کے علم کے سامنے سارے صحابہ کا علم سمندروں کے سامنے قطرہ تھا (۴) جتنی فضیلت حضور نے علی کی بیاں کی کسی اور صحابی کی اتنی فضیلت بیان نہیں کی (۵) سب صحابہ مقبول ہیں مگر پنجتن کی دعا

نبی نے حضرت علی کا ہاتھ اٹھا کر اعلان کیا (۲۶) ایمان کا تھرمامیٹر ہے کہ جتنی محبت اہلبیت سے ہے ایمان اتنا زیادہ ہے (۲۷) ثم لتسئلن یومئذ عن النعیم کے حوالہ سے کہتا ہے کہ حاجیوں نمازیوں سب سے پہلے خدا نعیم یعنی اہل بیت کے بارے میں قیامت تک کہ اہل بیت کے بارے میں پوچھے گا ان کے ساتھ کیا سلوک کیا کیا حق ادا کیا تھا یا نہیں اولادعلی کی تعظیم کی تو ٹھیک ورنہ اعمال پھینک کے مارے جائیں گے (۲۸) آقا نے فرمایا علی کی دشمنی کے ساتھ انسان کی کوئی نیکی اسکو فائدہ نہ دے گی اور علی کی محبت کے ساتھ کوئی گناہ نقصان نہیں کرے گا۔ (۲۹) اب جو علی سے محبت کرے گا وہی ایمان والا ہے (۳۰) قیامت کیلئے علی کو مولیٰ کہ گیا اب علی مدد نہیں کر رہے ہیں تو کیا کر رہے ہیں۔ ان کو حضرت مت کہو یا علی یا مولیٰ کہو مدد نہ آئے تو سمجھو تمہارا ایمان صحیح نہیں (۳۱) علی انہیں کی مدد کرتے ہیں جو انہیں مولیٰ مانتے ہیں (۳۲) اہل بیت سے محبت کرنے والے کا ڈنکا بجانے والے حضور ﷺ کے درجہ میں پنجتن کے ساتھ جنت میں ایک قبہ کے نیچے رہیں گے جہاں عمل کی بنیاد پر خلیل کلیم موسیٰ اور عیسیٰ بھی نہیں رہ سکتے (۳۳) حضرت زکریا مریم کے گھر دعا کرنے آئے فاطمہ کے گھر امام الانبیاء دعا کرنے آئے اور ہاتھ پھیلا کر حسین کو مانگنے آئے۔

سوال (۸) اس مبلغ کے بارے میں کیا حکم شرعی ہے جو علم دین اور علمائے کرام کے بارے میں ایسی باتیں کرے؟ کہ

(۱) مسجدوں کے مقررین خطباء چھوڑ پکڑ کر تقریریں کرتے ہیں پوری باتیں نہیں بتاتے (۲) علماء کا مطالعہ کمزور ہے تو آؤ میں بتاتا ہوں (۳) یہ کسی مناظر مفتی محدث کا موقف نہیں ہے کہ بعد میں باتیں بنالیں (۴) بھنڈی بازار کی کتابیں پڑھ کے اپنا موقف بنانے والو اور بھی کتابیں پڑھو تو پتا چلے (۵) نعمان جیسا جن کی جوتیاں اٹھا کر امام اعظم بنتا ہے (۶) کوئی عالم سے کہے تیرا باپ شرابی ہے محدث مفسر کی ماں فاحشہ ہے تو ان کا سر شرم سے جھک جائے (۷) سیدوں کی شان ہے کہ وہ اچھے برے

میں فرق نہیں کرتے سب پر شفقت کرتے ہیں دار العلوم میں اچھے اور بروں میں فرق ہوتا ہے (۸) علم نے تو شیطان بھی بنایا ہے مولوی شیطان صاحب وہ فرشتوں کے استاد تھے (۹) یزید پر لعنت نہیں کر کے کچھ لوگ بڑے محتاط بنتے ہیں اور امام اعظم کے مسلک پر عمل کرنے کیوجہ سے دشمنوں کو موقع مل رہا ہے (۱۰) سنی عالم کی لکھی ہوئی کتاب کے بارے میں کہے کہ جس طرح اس کا دل کالا ہے اس نے صفحے کالے کر دیئے (۱۱) یہ صحابی کا مسلک ہے کوئی مولوی نہیں کہہ رہا ہے یہ صحابی کہہ رہا ہے۔

سوال (۹) اس مبلغ کیلیے کیا حکم شرعی ہے جس کے عقائد یہ ہیں کہ

(۱) جنت کے دروازے پر لکھا ہے محمد اللہ کے رسول ہیں اور ان کے وصی اور ان کے خلیفہ ہیں (۲) مولیٰ کے معنیٰ آقا، مددگار لیتے ہوئے کہتا ہے کہ حضور نے ان معنیٰ میں حضرت علی کو یا علی یا مولیٰ کہا ہے۔ اور حضرت ابو بکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی غدیر خم میں کہا کہ مبارک ہو یا علی آپ ہمارے اور قیامت تک کے مومنین کے مولیٰ ہیں (۳) اعلان ولایت علی کے دن منانا سنیت ہے صدیقیت اور فارقیت ہے (۴) تمام اہل بیت کفر و شرک اور ہر گناہ جرم و معصیت سے پاک ہیں اور اہل بیت میں پنجتن کے علاوہ قیامت تک کہ ان کی اولاد مراد ہے (۵) حضور ﷺ فاطمہ، علی، حسنین یہ پنج تن ہیں مگر اسمیں روح ایک ہے اور وہی مقصود کائنات ہیں ان سب میں روح مصطفےٰ ہے اللہ کہتا ہے روح مصطفےٰ کی بھی ایک روح ہے وہ فاطمہ ہے (۶) حضرت فاطمہ نبی کی بیٹی علی کی بیوی حسنین کی ماں، یعنی رسالت کی بیٹی ولایت کی بیوی اور امامت کی ماں ہیں یہ کہنے سے بھی دل نہیں بھرتا بلکہ اللہ نے ایسے کوئی الفاظ ہی نہیں بنائے جس سے فاطمہ کی تعریف ہو پھر بڑی تفصیلات کے بعد کہتا ہے اس لئے میں یہ کہوں گا کہ فاطمہ فاطمہ ہے (۷) فاطمہ کی نسبت کسی کی طرف کر کے میرا دل نہیں بھرتا ہاں فاطمہ بس فاطمہ ہے جو کچھ بھی کہو فاطمہ کیلیے فاطمہ اس سے سوا ہیں (۸) فاطمہ کا شوہر ہونے کی وجہ سے کوئی علی کے برابر نہیں ہو سکتا (۹) حضور نے فرمایا علی اور میں ایک نور سے ہے اور علی کو نفس رسول قرار دیتے ہوئے کہتا ہے تیرا

خون میرا خون تیرا گوشت میرا گوشت دو جسم ہیں لیکن اس میں روح حضرت علی کی ہے دونوں کا قد ساخت توازن ایک ہے (۱۰) علی کے دونوں ہاتھ سیدھے ہیں ایک ہاتھ اور دوسرا ہاتھ کوئی بھی ہاتھ الٹا نہیں الٹے ہاتھ دوسروں کے ہوتے ہیں (۱۱) علی کیلئے مسجد میں جنابت کی حالت میں آنے کی اجازت اور خانہ کعبہ میں پیدا ہونے کی وجہ یہ بتاتا ہے کہ وہ ناپاک ہوتے ہی نہیں (۱۲) علی نے سارے مسئلے جانتے ہوئے نماز باجماعت سے غفلت کی ایک یہودی بوڑھے کے احترام میں تو سارا کا سارا نظام بدل گیا کائنات رک گئی ان کی نماز کیلئے (۱۳) کہتا ہے ''آدم علیہ السلام نے عرش کی دائیں طرف پنجتن پاک پانچ نور چمکتے دیکھے'' پھر آگے کہتا ہے ''قدرت کا استعمال کرتا ہے۔ جیسے ''یہ قدرت کے فیصلے تھے جس میں مولود کعبہ کی عظمت کو ظاہر کرنا تھا۔۔ جب مریم کا بچہ پیدا ہونے کا وقت آتا ہے تو مسجد میں رہنے والی مریم کو باہر نکالا جاتا ہے یہ کہہ کر خبردار مسجدوں میں بچے پیدا نہیں ہوتے۔ لیکن جب علی کی ولادت کا وقت آتا ہے تو باہر رہنے والی فاطمہ بنت اسد کو اندر بلایا جاتا ہے'' اور قدرت کا نقیب آواز دیگا نادان۔۔ اگر مریم کو شوہر دیتا تو انسان ہی ہوتا، مریم کا شوہر بھی انسان ہی ہوتا۔ وہ کھڑے ہو کر سینہ تان کر محشر میں کہتا کہ علی کی بیوی بھی بتول ہے میری بیوی بھی بتول ہے، الزام دور کر دوں گا لیکن (فاطمہ بتول کے شوہر) علی کی برابری کی کسی کو اجازت نہیں دوں گا (۱۴) علی آقا نے فرمایا جو مجھ سے دشمنی کرے وہ حلالی نہیں ہو سکتا اور جو آقا نے کہا میں وہ نہیں کہہ رہا ہوں ابھی تو صرف غیر حلالی کہہ رہا ہوں۔ اور کہتا ہے ہم یوم غدیر خم اور جشن ولایت علی منانے والے اپنے حلالی اور ایمان والے ہونے کا ثبوت دے رہے ہیں۔

سوال: (۱۰) اس مبلغ کیلئے کیا حکم شرعی ہے؟ جو اہلسنت کے عقیدہ کا دعویٰ کرتا ہے ساتھ ہی ''لیکن'' کہہ کر اس کے خلاف میں بات کرتا ہے یا خلاف دلیل دیتا ہے جیسے کہ اہل سنت کا عقیدہ ہے کہ غیر نبی نبی سے افضل نہیں ہو سکتے، لیکن آدم علیہ السلام کی دعا پنجتن کے ناموں کے وسیلہ کے بغیر قبول نہیں ہوئی۔ یہ وسیلہ ان کیلئے ضروری تھا اس طرح ایک اور جگہ۔ ہم غیر نبی کو نبی کے برابر کا درجہ نہیں دیتے افضل تو دور کی بات

ہے لیکن جب مریم کا بچہ پیدا ہونے کا وقت آیا۔۔۔وغیرہ "اللہ تجھ میں اعتراض تو کوئی نہیں کرسکتا جو اعتراض کرے وہ مومن نہیں رہ جاتا" یہ کہہ کر اعتراض شروع کردیا کہ تو نے مریم بتول کو بھی شوہر دے دیتا تو اس پر زنا کا الزام نہ لگتا۔تو نے شوہر نہیں دیا مریم اور عیسیٰ کو گالیاں پڑتی رہیں۔مولی شوہر دیتا تو اچھا ہوتا۔اسی طرح کئی ایک جگہ۔

سوال (۱۳) مذکورہ مبلغ کا اہلسنت وجماعت کی طرف سے مخالف جماعت کے علماء کو مناظرہ کا چیلنج دینا کیسا ہے؟

سوال (۱۴) اگر مذکورہ مبلغ توبہ کرنا چاہے تو اسکی صورت کیا ہے؟ جب کہ ان تقریروں کے دوران ہزاروں کی تعداد میں سامعین نے ان عبارتوں سبحان اللہ ماشاء اللہ واہ واہ کی داد دی ہے۔اور اسکی تقریروں کے آڈیوز، ویڈیوز جو انٹرنیٹ پر اپلوڈ ہیں جن کو سینکڑوں کی تعداد میں لوگ سن چکے ہیں داد بھی دے چکے ہیں یا کم از کم خاموش رہے ہیں۔مذکورہ مبلغ کی توبہ کی صورت میں ان سب کیلئے مقرر کی کیا ذمہ داری ہے؟

سوال (۱۵) اگر مذکورہ مبلغ توبہ کرنے کے بجائے انہیں عقائد پر قائم اور تبلیغ پر مصر رہے تو پھر علماء عوام کیلئے اس شخص کے بارے میں کیا حکم ہے؟

سوال (۱۶) مذکورہ مبلغ کی پہچان عوام کے درمیان سنی مبلغ کی حیثیت سے ہے اس صورت میں اسکی گمراہی سے آگاہ ہونے کے باوجود اس کے بارے میں حق بیانی سے خاموش رہنے والے مفتیان کرام علماء وعوام کیلئے کیا حکم ہے۔

سوال (۱۷) اگر مذکورہ مبلغ توبہ کرلے تو کیا اس کیلئے خطابت جاری رکھنے کی اجازت ہے؟ اگر ہے تو کس شرط پر نہیں ہے تو کس وجہ سے؟

سوال (۱۸) مذکورہ مبلغ کی اصلاح معاشرہ سیرت انبیاء وغیرہ عنوانات پر جو ویڈیوز، اوڈیو، اپلوڈ ہے

یا عوام کے پاس ڈاؤنلوڈ محفوظ ہیں ان کے بارے میں عوام، علماء کیلئے کیا حکم ہے؟
سوال (۱۹) مذکورہ مبلغ کا جس عالمی تحریک سے اسکا تعلق ہے مذکورہ مبلغ سے توبہ کرنے اور نہ کرنے دونوں صورتوں میں اس تحریک کیلئے کیا حکم ہے؟ الی اخرہ من الخرافات القبیحۃ

المستفتی:

مفتی محمد عرفان رضا مصباحی برکاتی،

مدرس دارالعلوم حنفیہ سنیہ مالیگاؤں ناسک مہاراشٹر انڈیا

مذکورہ شخص کے متعلق سائل کے اور بھی سوالات ہیں لیکن انہیں سوالات پر اکتفاء کیا گیا ہے (مرتب)

۸۶۹۲ الجواب اللّٰھم ھدایۃ الحق والصواب

صورت مستفسرہ میں برصدق سائل وصحت سوال واعظ مذکور کے بعض اقوال بدتر از ابوال جس سے خدائے قہار وجبار وانبیائے کرام ورسلان عظام وملائکہ کرام علیہم الصلوات والتسلیمات اور خصوصاً سید الانبیاء والمرسلین علیہ افضل الصلوات والتسلیم کی اہانت کا اظہار، سیدنا صدیق اکبر پر الزام کذب ودروغ کا مجال اور علمائے اسلام پر اہل تشیع کی طرح عدم علم وجہل کا اتہام واقرار، جو عقائد اہل سنن کے باعتبار، رفض وخروج عن الدین پر دال، جسکی تفصیل سوالات میں مندرج ومثبت اور ان سوالات کے اجمالی جوابات اور حکم مسائل محدث کبیر علامہ ضیاء المصطفیٰ مدظلہ کے جوابات میں محرر وموجود ہے جو سوالات کے دیکھنے سے قبل ملاحظہ ہوا۔ ان خرافات کثیرہ، سنابات رذیلہ میں ضلالات باہرہ اور کفریات صریحہ کی کیا گنتی وشمار؟ واعظ مذکور قائل حلول اور عقیدۂ حلول رکھنے والے کیلئے خروج عن الدین پر کیا شبہ

وارتیاب؟

امام کبیر حجۃ المتکلمین ابومظفر اسفرائینی رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ متوفی ۴۷۱ ہجریہ نبویہ علیہ التحیۃ والثناء اپنی تالیف تحقیق "التبصیر فی الدین" کے الباب الثالث عشر کے تحت بہت سے فرق باطلہ وعاطلہ خارج از اسلام کا تذکرہ فرمایا ہے، اسی کے ص ۱۴۲ پر ارشاد فرمایا ہے کہ "ویوھمہ بان قول القائل محمد صلیٰ اللّٰہ علیہ وسلم وعلی رضی اللّٰہ عنہ لا لشخصین من الاشخاص المعینۃ یرید النبی صلیٰ اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم والمسمیٰ بعلیی رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ"

اور یہ عقیدہ حلول کے قبیل سے ہے واعظ مذکور کے بعض اقوال غلاۃ روافض کے اقوال سے ہیں مثلاً "حضور صلی اللہ علیہ وسلم، فاطمہ، علی، حسنین یہ پنجتن ہیں مگر اس میں روح ایک ہے اور وہی مقصود کائنات ہیں ان سب میں روح مصطفےٰ ہے اللہ کہتا ہے روح مصطفےٰ کی بھی ایک روح ہے اور وہ فاطمہ ہے"

ایضاً واعظ مذکور کا قول "حضور نے فرمایا علی اور میں ایک نور سے ہے اور علی کو نفس رسول قرار دیتے ہوئے کہتا ہے کہ تیرا خون میرا خون تیرا گوشت میرا گوشت دو جسم ہیں لیکن اس میں روح حضرت علی کی ہے دونوں کا قد، ساخت، توازن ایک ہے" وغیرھا ذالک من الخرافات الشنیعۃ والقبیحۃ من الروافض المرتدۃ ....

اور روافض زمانہ عموماً مرتدین سے ہیں کما قال الامام احمد رضا البریلوی قدس سرہ القوی العطایا النبویۃ فی الفتاویٰ الرضویۃ المجلد الرابع عشر (مترجم) رسالۃ مشمولۃ فی رد الرفضۃ مفصلاً......

لہذا اس جری علی الدین الحق واعظ مذکور پر حکم شرع شریف یہ ہیکہ وہ علانیہ توبہ نصوحہ وتجدید ایمان کریں اور اگر منکوحہ ہو تو تجدید نکاح بھی لازم اشد لازم اور اگر مرید ہوا ہو تو بیعت فسخ وزائل لہذا تجدید بیعت بھی چاہئے۔ اور ان جملہ سی ڈیوں کو جو مزاحم ومخالف مذہب مہذب اسلام ہے۔ ایک

دوسری سی ڈی کے توسط سے روز جزاء کا خوف کرتے ہوئے کالعدم قرار دیں۔اور جن حضرات نے اس جاہل شرع شریف سے غافل واعظ کی باتوں کو حق جانتے ہوئے پسند کیا اور راضی ہوئے ان سب پر بھی وہی حکم سابق لاحق ہے کہ وہ سب بھی توبہ وتجدید ایمان وغیرہ کریں۔ اور جو تنظیم پچیس سالوں سے اہلسنت وجماعت مسلک اعلیٰ حضرت کی عالمی تحریک ہونے کا دعویٰ کرتی ہے اس تحریک کے بانی وارکان پر فرض اور اہم فرض ہیکہ اس جاہل سفیہہ علم دین سے عاری تفضیلیت ورفضیت جس کے قلب وذہن میں ساری اس مبلغ کو اپنی تنظیم سے علی الفور خارج کردیں اور مقاطعہ کا اعلان کردیں اور اہل تنظیم کی یہ بھی ذمہ داری ہے کہ ان کے تمام سی ڈیوں کو باطل وعاطل اور شرع مطہر کے منافر قرار دیں۔ورنہ حتیٰ المقدور بعد علم بصورت عدم اخراج واعظ من التنظیم بانی وارکان تنظیم پر **الرضا بالکفر کفر** کا حکم ہوگا۔اور اس تنظیم سے بھی جملہ مسلمانان اہل سنن کو مقاطعہ کرنا فرض ہوگا۔۱۲ واللہ الھادی الیٰ سواء السبیل

کتبــــــــــــــــــــــــه

فقیر محمد ناظر اشرف قادری بریلوی غفرلہ القوی

خادم دارالافتاء دارالعلوم اعلیٰ حضرت رضانگر کلمنا ناگپور

کیا فرماتے ہیں حضور سرکار حکیم الملت مناظر اہلسنت مندرجہ ذیل حدیث پاک کے متعلق کہ اسکا اصل مطلب کیا ہے؟

کہ مشہور حدیث پاک "**تفترق امتی علیٰ ثلاث وسبعین ملةً کلھم فی النار الاّ ملةً واحدة**" یعنی میری امت تہتر فرقوں میں تقسیم ہوگی۔کل کے کل (سب کے سب) جہنمی دوزخی ہوں گے اور صرف ایک فرقہ جنتی ہوگا۔صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے عرض کیا **ماھی یا رسول اللہ** ۔یعنی وہ

جنتی فرقہ کونسا ہوگا۔ اللہ تعالیٰ کے حبیب اعظم غیب داں نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ما انا علیہ و اصحابی ۔جس پر میں ہوں اور میرے صحابہ ہیں۔وہ فرقہ جنتی ہوگا باقی تمام بہتر فرقے جہنمی و دوزخی ہوں گے۔(مشکوٰۃ شریف باب الاعتصام بالکتاب والسنہ فصل ثانی ص ۳۰)

اور یہی اہلسنت و جماعت کا عقیدہ ہے کہ وہ نجات پانے والا فرقہ اہلسنت و جماعت ہی ہے۔

مگر مفتی مطیع الرحمٰن مضطر پورنوی نے مولوی اسید الحق بدایونی کی استاذی کا حق ادا کرتے ہوئے حضرت مولانا رضوان احمد شریفی صاحب پر اسلاف کی عبارتوں میں قطع و برید کر کے پانچ سوالات قائم کئے ہیں جسکو حضور والا نے ماہنامہ کنز الایمان میں ضرور پڑھا ہوگا۔لہذا اہلسنت و جماعت کے عقیدہ کے مطابق انکے مضمون کی رد بلیغ فرمادیں تاکہ عوام وخواص اس سے مستفید ہوسکے۔

فقط والسلام: عین الحق قادری، سلگٹہ بنگلور کرناٹک

محترم عین الحق قادری صاحب۔۔۔السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،

امید قوی ہے کہ آپ بخیر و عافیت ہوں گے۔جو سوال آپ نے کیا ہے۔میں اسوقت عدیم الفرصت ہوں میں نے جنتی فرقہ کے نام سے ایک رسالہ تحریر کیا ہے روانہ کرر ہا ہوں آپ ملاحظہ فرمالیں گے۔اور میرے رسالہ میں نقص نظر آئے تو ضرور مطلع فرمائیں گے ۱۲ فقط والسلام

فقیر ناظر اشرف قادری بریلوی

﴿حدیث افتراق امت ایک جائزہ﴾

ماہنامہ ''کنز الایمان'' دہلی، شمارہ مارچ ۲۰۱۷ء منظر نامہ شریعت وطریقت کے تحت معین عنوان ''معین فقیہ اور صوفی سے متعلق بدگمانی جائز نہیں'' عنوان بہت عمدہ ہے مگر مندرجات میں قطع و برید اور مجدد الف ثانی اور

شیخ محقق علی الاطلاق علیہما الرحمۃ والرضوان کے صرف ایک ایک قول کولیکر مفتی رضوان احمد شریفی صاحب پر سوالات جڑ دینا حیرت انگیز وتعجب خیز ہے

موصوف قلمکار یعنی مفتی مطیع الرحمٰن صاحب کا عندیہ یہ ہے کہ فرقۂ ناجیہ کے علاوہ مابقی بہتر فرقے بھی جنت میں جائیں گے۔اور ہمیشہ جہنم میں نہیں رہیں گے اسپر پورا زور قلم صرف فرمادیا ہے۔اور حاصل یہ ہے کہ لاحاصل کے سوا کچھ بھی حاصل نہیں ہوا ہے۔

اور جمہور علمائے اہلسنت کا نظریہ یہ ہے کہ فرقۂ ناجیہ کے علاوہ بہتر فرقے ہمیشہ ہمیش جہنم میں رہیں گے۔کبھی بھی جنت میں داخل نہیں ہوں گے۔چونکہ یہ مسئلہ ایمان وعقیدہ سے متعلق ہے۔اسی لئے فقیر نے بھی اپنے محدود مطالعہ کے مطابق سعی جمیل کی ہے تاکہ حق واضح ہو جائے اور باطل کا بطلان نیست ونابود ہوکر رہ جائے۔

میں چاہتا ہوں کہ پانچوں سوالات کے جوابات رقم کرنے سے قبل موصوف قلمکار کو ذیلی حوالوں کی طرف توجہ دلا دوں اورزبان سہل رکھا ہوں تاکہ عام قارئین کوبھی استفادہ کرنے میں صعوبت نہ اٹھانی پڑے

(۱) شرح عقائد نسفی ص ۱۱۵ رمیں اہل الھوی کے تحت حاشیہ نمبر ۶ ر پر ہے۔

ھم اھل القبلة الذین لا یکون معتقدھم معتقد اھل السنة والجماعة وھم الجبریة والقدریة والروافض والخوارج والمعطلة والمشبة وفیھم اثنا عشر فرقة فصاروا اثنین وسبعین فرقة . اھل ھوی'(اہل ھوا میں دو قسم کے بدعتی ہیں ایک وہ جسکی بدعت حد کفر تک نہ پہونچی ہو اور دوسرا وہ جسکی بدمذہبی حد کفر کو پہونچ چکی ہو (یعنی مبتدعین جنکی گمرہی وضلالت حد کفر تک پہونچ چکی ہے) وہ اہل قبلہ ہیں جن کے معتقدات اہل سنت وجماعت کے اعتقادات کے مطابق نہ ہو اوران میں سے جبریہ،قدریہ، روافض کے تمام گروہ خوارج کے تمام گروہ جسمیں دیوبندی ،وہابی بھی شامل ہیں معطلہ،مشبہ،اوران میں بارہ فرقے وہ سب بہتر فرقے ہوں گے۔

جس سے واضح ہوگیا کہ وہ تمام بہتر فرقے ہمیشہ ہمیش دوزخ میں رہیں گے۔کبھی بھی جنت میں داخل نہیں ہوں گے۔

(۲) شیخ الاسلام حضور سیدنا شاہ فضل رسول قادری برکاتی بدایونی علیہ الرحمہ نے المعتقد المنتقد ص۲۴۴ر تا ۲۵۷ر میں اہل بدعت وھویٰ کے اقسام تحریر فرماتے ہوئے رقم طراز ہیں کہ **الثانی المبتدع الذی یدعوا الیٰ بدعتہ فان کانت البدعة بحیث یکفر بھا** پر حاشیہ نمبر (۱) کے تحت امام اہلسنت مجدد دین وملت فاضل بریلوی علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں، **لکون حکمہ حکم المرتدین کما نص علیہ فی کتب المذھب کالھدایة والغرر وملتقیٰ الابحر وغیرھا وغیرھا.**

یعنی جس کی بدمذہبی حد کفر کو پہونچی ہو اس کا حکم مرتدین کا حکم ہے۔لہٰذا ثابت ہوا کہ حدیث افتراق امت میں **کلھم فی النار** سے کفر فقہی وکلامی دونوں کے مرتکب یا ان میں سے ایک کے مرتکب بھی ہمیشہ ہمیش جہنم میں رہیں گے۔یہی **کلھم فی النار الا ملة واحدة** کا مقصود ہے لہٰذا ناجی فرقہ کے علاوہ مابقی بہتر فرقے ہمیشہ ہمیش اپنے کفر کے باعث جہنمی ہیں۔

(۳) امام ربانی مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ مکتوبات ج ارم ۲۱۳ رص ۲۱۸ر پر فرماتے ہیں "تدین وتشرع منوط بسلوک طریقۂ حقۂ اہل سنت وجماعت است کہ فرقۂ ناجیہ اند در میان سائر فرق اسلامیہ نجات بے متابعت ایں بزرگوار اں محال است وفلاح بے اتباع آرائے ایشاں ممتنع"

ترجمہ: دینداری اور پابندیٔ شریعت تو اہلسنت وجماعت کے طریقۂ حقہ پر چلنے ہی کے ساتھ وابستہ ہے۔کیونکہ مسلمان کہلانے والے تمام فرقوں میں نجات پانے والا یہی فرقہ ناجیہ ہے بغیر ان بزرگواروں کی اتباع کے نجات محال ہے اور بغیر ان کے عقائد کی پیروی کے فلاح وکامیابی ناممکن ہے۔

(۴) پھر مجدد الف ثانی مکتوبات ج ۲رم ۶۷رص ۱۲۵رمیں تحریر فرماتے ہیں کہ۔

''خبث اعتقاد کہ مخالف معتقدات اہلسنت سم قاتل است کہ بموت ابدی وعقاب سرمدی رساند مداہنت ومساہلت درعمل امید مغفرت دارداما مداہنت اعتقادی گنجائش مغفرت نہ دارد''

ترجمہ: یعنی برے عقیدے جو سنیوں کے عقائد کے مخالف ہیں اس کی گندگی زہر قاتل ہے کہ ہمیشہ کی موت اوردوامی عقاب تک پہونچاتی ہے۔ عمل میں سستی اور کاہلی پر تو مغفرت کی امید ہے لیکن اعتقادات میں مداہنت مغفرت کی کوئی گنجائش نہیں رکھتا ہے۔

(۵) پھر مجدد الف ثانی علیہ رحمۃ الباری مکتوبات ج ۲رم ۶۷رص ۱۳۳ر میں تحریر فرماتے ہیں کہ۔

''پیغمبر فرمودہ علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام بدرستی کہ بنی اسرائیل ہفتاد وایک فرقہ شدہ بودند کہ ہمہ ایشاں در نارند مگر یکے از ایشاں وزود ست کہ امت من بر ہفتاد وسہ فرقہ متفرق شوند کہ ہمہ ایشاں در آتش باشند مگر یک فرقہ''

ترجمہ: یعنی حضور پیغمبر اسلام علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہیکہ بیشک بنی اسرائیل کے اکہتر فرقے ہوگئے تھے مگر ایک فرقہ کے سواوہ سب جہنمی ہیں۔ اور عنقریب میری امت تہتر فرقوں پر تقسیم ہوجائیگی مگر ایک فرقہ کے سواتمام فرقے جہنمی ہیں

موصوف قلمکار مفتی مطیع الرحمٰن صاحب نے امام ربانی مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ کے مکتوبات شریف ج ۳رمکتوب ۳۸رص ۶۷رکی عبارت بایددانست کے عنوان کے تحت ان جملوں کو کیوں نہیں تحریر فرمایا ''وچوں ایں فرق مبتدعہ اہل قبلہ اند وتکفیر آنہا جرأت نہ باید نمود تا زمانیکہ انکار ضروریات دینیہ نمایند وردمتواترات احکام شرعیہ کنند وقبول ماعلم مجیئہ من الدین بالضرورۃ نہ کنند'' اس کو ظاہر نہ کرنے میں کیا راز مضمر ہے؟ موصوف قلمکار ظاہر فرمائیں اور اگر مجدد الف ثانی علیہ رحمۃ الباری کے مکتوبات میں تضاد ہے تو تضاد کو رفع فرمائیں۔ کیا ایسا ممکن نہیں ہے حالت سکر میں مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ والرضوان نے تیسرے مقام پر ایسا فرمایا ہو ذرا ان کا مکتوب نمبر ۸۷راور مکتوبات ج ۳رص ۱۷۱رص ۱۸۱ر۱۸۲ر۱۹۰ر پر

انھوں نے حالت سکر میں کیسے کیسے عجیب وغریب دعوے کیے ہیں جسکا خلاصہ مظہر اعلیٰ حضرت شیر بیشہ اہل سنت علیہ الرحمہ نے فتاویٰ حشمتیہ ج ا ص ۲۵۳/۲۵۴/۲۵۵ پر تفصیلی طور پر تحریر فرمایا ہے۔ مطالعہ فرمائیں۔ سرکار اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ والرضوان فرماتے ہیں:

سکر کے جوش میں جو ہیں وہ تجھے کیا جانے
خضر کے ہوش سے پوچھے کوئی رتبہ تیرا

آدمی اپنے ہی احوال پر کرتا ہے قیاس
اور ہر اوج سے اونچا ہے ستارہ تیرا

وہ تو چھوٹا ہی کہا چاہے کہ ہیں زیر حضیض
نشے والوں نے بھلا سکر نکالا تیرا

(۲) شیخ محقق علی الاطلاق محدث دہلوی علیہ رحمۃ الباری اشعۃ اللمعات کتاب الایمان باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ فصل اول ص ۲۷ پر تفترق امتی علی ثلث وسبعین ملۃ کے تحت تحریر فرماتے ہیں کہ "وجدا می شوند امت من از آنہا کہ ایمان آوردہ اند وروئے بقبلہ دارند بر ہفتاد وسہ مذہب در اصول عقائد کلھم فی النار ہمہ ایشاں مستحق در آمدند دوزخ باشند بجہت سوء اعتقاد والا بجہت عمل شاید کہ فرقہ ناجیہ نیز آیند" خلاصہ: یہ ہیکہ بہتر فرقے ایمان کے دعویدار اہل قبلہ اصول عقائد کے بنیاد پر برے اعتقاد کی وجہ سے ہمیشہ دوزخ میں رہیں گے اور عمل کی وجہ سے ہوسکتا ہے کہ فرقہ ناجیہ کے لوگ بھی دوزخ میں جائیں لیکن اس سے عفو ودر گذر کے بعد ضرور جنت میں داخل ہوں گے۔

اور شیخ محقق علی الاطلاق علیہ الرحمہ کی جس عبارت کو موصوف قلمکار نے شرح سفر السعادہ ص ۱۹ کے حوالے سے تحریر فرمایا وہ یہ ہے (۱) "مراد بدخول نار ونجات از آں بجہت عقیدہ است نہ عمل یعنی دوزخ میں داخل ہونے اور دوزخ سے نجات ہونے سے مراد عقیدہ کے اعتبار سے ہے عمل کے اعتبار سے نہیں

ہے"(۲) نہ عمل والا دخول فرقہ ناجیہ در نار بجزائے عمل نیز جائز است یعنی کیونکہ دوزخ میں فرقہ ناجیہ کے لوگوں کا داخل ہونا عمل کے جزا کے اعتبار سے بھی جائز ہے "ایں فرق ہمہ اہل قبلہ اند، وتکفیر آنہا مذہب اہلسنت نہ اگر چہ کفر برآنہا لازم آید"

یعنی یہ تمام فرقے اہل قبلہ کہلاتے ہیں اوران تمام فرقوں کو کافر ثابت کرنا اہلسنت و جماعت کا مذہب نہیں ہے اگر چہ ان فرقوں پر کفر لازم آتا ہے (تکفیر سے کفر کلامی اور اگر چہ کفر الخ سے کفر فقہی کی طرف اشارہ ہے مگر اسکا یہ مطلب نہیں کہ کفر فقہی کا مرتکب سزا پانے کے بعد جنت میں داخل ہو جائیگا) بلکہ بتانا مقصود یہ ہے کہ اگر بہتر فرقوں کی من کل الافراد تکفیر نہیں بلکہ بعض کی تکفیر اور بعض پر حکم کفر ہے اور تمام جہنمی ہیں۔ نمبر (۱) کی عبارت سے ظاہر ہے کہ دوزخ میں داخل ہونا اور دوزخ سے نجات پانے کا مدار عقیدہ پر ہے عمل پر نہیں ہے اس سے کہاں یہ ثابت ہوتا ہے کہ بہتر فرقے گمراہوں کے ہیں کفار کے نہیں یا جس کی بد مذہبی حد کفر کو پہونچی ہو وہ مراد نہیں ہے اور اس کے لئے بھی نجات کا قول ہے حالانکہ شیخ محقق علی الاطلاق علیہ الرحمہ صاف صاف فرمارہے ہیں کہ دوزخ میں داخل ہونا یہاں دخول بمعنیٰ خلود ہے یعنی ہمیشہ رہنا بدعقیدہ فرقوں کے لئے اور دوزخ سے نجات پانا خوش عقیدہ فرقہ کے لئے ہے یعنی یہاں تقسیم ہے ایک قسم دخول نار یعنی خلود فی النار ہے اور دوسری قسم دوزخ سے نجات کیونکہ آگے کی عبارت نہ عمل والا استثناء اس بات پر شاہد ہے یا پھر اصل عبارت یوں ہیکہ مراد بدخول نار وعدم نجات یا اس کے مناسب کوئی لفظ۔ اگر اس توضیح کے علاوہ موصوف قلمکار کی توضیح کو تسلیم کر لی جائے تو اشعۃ اللمعات کی عبارت اور شرح سفر السعادۃ کی عبارت کے مابین جو تضاد لازم آتا ہے اسکا رفع کرنا موصوف قلمکار پر فرض ہے۔

(۷) طحطاوی علی الدر ج۴ ص ۱۵۳ پر ہے واما قوله عليه الصلوٰة والسلام ان بنى اسرائيل تفرقت علىٰ اثنتين وسبعين ملة كلهم فى النار الا واحدة وهى ما انا عليه واصحابى وقال التوريشى فى شرح المصابيح المراد من الامة هُنا من يجمعهم

دائرة الدعوة من اهل القبلة لانه اضافهم الیٰ نفسه فقال امتی .واکثر ما ورد من الحدیث علیٰ هذا الاسلوب ،المراد منه اهل القبلة ،والمعنیٰ انهم تفرقوا فرقاً تتدین کل واحدٍ منها بخلاف ماتتدین به الاخریٰ.

بہر حال حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا قول بیشک بنی اسرائیل بہتر فرقوں پر تقسیم ہوئی اور کل کے کل جہنم میں مگر ایک فرقہ اور میری امت تہتر فرقوں میں تقسیم ہوگی مگر ایک فرقہ اور وہ ایک فرقہ ما انا علیه واصحابی ہے یعنی جس پر میں ہوں اور میرے صحابہ ہیں۔

علامہ توریشی نے شرح مصابیح میں فرمایا امت سے یہاں اہل قبلہ میں سے دعوت کے دائرے میں جو لوگ جمع ہوئے (امت اجابت مراد ہے) اس لئے کہ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے اپنی ذات اقدس کی جانب ان لوگوں کی اضافت (نسبت) فرمائی اور ارشاد فرمایا امتی اور اس طریقہ پر حدیث میں جو اکثر آیا ہے اس سے اہل قبلہ مراد ہے اور معنی یہ ہیکہ وہ ایسے جدا ہونگے کہ ان میں سے ہر ایک دوسرے کے دین کے برخلاف دین بنائیگا آگے تحریر فرماتے ہیں وقوله کلهم فی النار الا واحدة یعنی کلهم یفعلون ویعتقدون ماهوموجب دخول النارفان کان کفراً وما توا علیه دخول النار لا یخرجون منهم ابداً یعنی کلهم فی النار کا معنی یہ ہیکہ کل کے کل ایسے افعال کے مرتکب ہونگے اور ایسے اعتقاد گڑھیں گے جو جہنم میں داخل ہونے کو واجب کرے گا پس اگر کفر ہوگا اور اسی پر مریں گے تو جہنم میں داخل ہوں گے اور کبھی بھی جہنم سے وہ لوگ نہیں نکلیں گے ۔یعنی ہمیشہ ہمیش جہنم رہیں گے اور آگے تحریر فرماتے ہیں۔ وان لم یکن کفراً فهوا الی اللّٰه تعالیٰ ان شاء عفا عنهم ان شاء عذبهم ثم یخرجون من النار ویدخلهم الجنة اور اگر ان لوگوں سے کفر صادر نہ ہو تو یہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ہے اگر چاہے ان لوگوں کو معاف کرے اور اگر چاہے تو ان لوگوں کو عذاب دے پھر ان لوگوں کو جہنم سے نکالے اور جنت میں داخل فرمائے۔

نیز علامہ طحطاوی تحریر فرماتے ہیں۔ واستشکل ظاهر قوله عليه الصلوة والسلام کلهم فی النار بانه ان ارید التابید فیها لا یصح لان من مات من اهل البدع علیٰ الایمان فلابدمن دخول الجنة وان ارید ان دخولهم محتم وان کانوا یخرجون لا یصح لان المومن العاصی فی مشیة اللّٰہ تعالیٰ وان ارید انهم مستحق لدخولها وهم فی المشیة فعصاة اهل السنة کذلک فما وجه التخصیص "

یعنی اور نبی کریم علیہ الصلوۃ والسلام کے ظاہر قول کلھم فی النار سے ایک اشکال پیدا ہوا کہ اگر فی النار میں تابید ہمیشہ ہمیشہ جہنم میں رہنا مراد لیا جائے تو یہ صحیح نہیں اس لئے کہ جو بدعتی ایمان پر انتقال کیا ہو اس کیلئے جنت میں داخل ہونا لابدی وضروری ہے۔ اور اگر کلھم فی النار سے ان لوگوں کا جہنم میں داخل ہونا حتمی ولازمی مراد ہو اگر چہ وہ لوگ جہنم سے نکالے جائیں گے تو یہ بھی صحیح نہیں اس لئے کہ گنہگار مومن اللہ کی مشیت میں ہے اگر چہ گنہگار مومن جہنم میں داخل ہونے کے مستحق ہیں مراد ہو تو وہ مومن لوگ اللہ تعالیٰ کی مشیت میں ہے اور اہل سنت کے گنہگار کا معاملہ ایسا ہی ہے تو تخصیص کی وجہ کیا ہے؟

تو اس پر علامہ طحطاوی علیہ رحمۃ الباری نے ارشاد فرمایا۔ واجیب بان التخصیص لشدة مواخذتهم بالعذاب فان عذابهم فی النار یکون اشد عذاباً من عصاة الفرقة الناجیة فی طریقة نبیهم وبان الکل مجموعی لا جمیعی ای مجموع هذه الفرق فی النار ومجموع هذه الفرقة فی الجنة ولا یلزم ان یکون کل الفرق فی النار ولا کل فرقة فی الجنة من غیر سابقة عذاب.

یعنی اس اعتراض کا یہ جواب دیا گیا کہ کافروں پر شدت مواخذہ کی وجہ سے ان لوگوں کا عذاب جہنم میں فرقہ ناجیہ کے گنہگاروں سے سخت ترین ہوگا۔ کافروں کے نبی کے طریقے میں برے اعتقاد (رکھنے) کی وجہ سے اور یہ کلھم فی النار میں کل مجموعی ہے کل جمیعی نہیں ہے یعنی جہنم میں ان تمام فرقوں کا

مجموعہ داخل ہوگا اور اس فرقہ ناجیہ کا مجموعہ جنت میں داخل ہوگا (ابتدا) اور نہیں لازم آتا کل مجموعی کی وجہ سے کہ تہتر فرقے کا ہر ہر فرد جہنم میں جائیں اس لئے کہ فرقہ ناجیہ میں انبیاء کرام اولیاء اسلام، صدیقین، شہداء، صالحین، وغیرھم بھی داخل ہیں۔ اور یہ بھی لازم نہیں آتا کہ فرقہ ناجیہ کا ہر ہر فرد بغیر عذاب چکھے جنت میں داخل ہو،

ارباب علم منطق وحکمت واصول فقہ ونحویین بخوبی واقف ہیں کہ کل کی تین قسمیں ہے (۱) کل کلی (۲) کل مجموعی (۳) کل افرادی۔ اسی وجہ سے علامہ طحطاوی علیہ رحمۃ الباری نے فرمایا **وبان الکل مجموعی لا جمیعی** تاکہ مسئلہ کی ماہیت ونوعیت کو فہم وافہام میں دقت نہ اٹھانی پڑے **فافھموا ولاتعجلوا**

امام کبیر ابوالمظفر اسفرائینی کی تالیف ''التبصیر فی الدین'' کے تیرہواں باب کے جملوں پر نظر غائر ڈالیں اور معدود چند فرقوں کے احوال ملاحظہ کریں تو سمجھ میں آجائے گا کہ امام ابوالمظفر اسفرائینی کیا فرمانا چاہتے ہیں'' **الباب الثالث عشر فی بیان فرق اھل البدع الذین ینتسبون الی دین الاسلام ولا یعدون فی زمرۃ المسلمین ولا یکونون من جملۃ الاثنتین والسبعین وھم اکثر من عشرین فرقۃ**''.

جس کا مفہوم ومقصود یہ ہے کہ تیرہواں باب ان بدعتی فرقوں کے بیان میں ہے جو اپنے آپ کو دین اسلام کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ حالانکہ وہ لوگ مسلمانوں کے گروہ میں شمار نہیں کیے جاتے ہیں اور نہ بہتر فرقوں میں سے وہ لوگ ہیں اور وہ لوگ بیس فرقے سے زائد ہیں۔

جس کا واضح ترین مفہوم یہی ہے کہ ان گمراہ فرقوں کو کوئی عام مسلمان بھی مسلمان نہیں سمجھتا بخلاف دیوبندی، وہابی، مودودی، تبلیغی جماعت وغیرہا کے۔ کیوں؟ اس لئے کہ جن فرقوں کا امام کبیر نے ذکر فرمایا ہے ان میں سے کسی فرقہ پر یہودیت غالب ہے اور کسی فرقہ پر نصرانیت اور کسی فرقہ پر مجوسیت اور کسی پر عاریہ فرقہ کا تناسخ (آواگون) وغیرہ وغیرہ اور نہ ہی امام کبیر اسفرائینی نے یہ تحریر فرمایا ہے کہ بہتر

فرقے گمراہوں کے ہیں کفروارتدادوالوں کے نہیں اگر کوئی فرد بشر عقل ہیولانی کی منزل سے آگے بڑھ چکا ہوتو وہ امام کبیر اسفرائینی علیہ الرحمہ کی التبصیر فی الدین میں یہ دکھادے کہ انہوں نے افتراق امت والی حدیث کی توضیح فرماتے ہوئے بہتر فرقے صرف گمراہوں کے ہیں فرمایا ہے حالانکہ صائب الرائے فقیہ کوالتبصیر کا پندرواں باب پیش کرنا چاہیے تھا جو اہل سنت و جماعت کے اعتقادات کے بیان اور نجات کی تحقیق اور فضائل اہل سنن کی تفصیلات میں ہے اس کے جملہ مندرجات کی تفاصیل کی تفاہیم سے بخوبی آشکار ہو جاتا ہے کہ فرقۂ ناجیہ (جنتی فرقہ) صرف اہل سنت و جماعت ہی ہے اور اس کے علاوہ بہتر فرقے اہل قبلہ کے مبتدع ضال اور کفروارتداد کے ہیں چنانچہ فرماتے ہیں) (۴۳) نمبر یہ ہے۔

وان تعلم ان كل من تدين بهذاالدين الذيو وصفناه من اعتقاد الفرقة الناجية فهو على الحق وعلى الصراط المستقيم ،فمن بدعه فهو مبتدع ،ومن ضلله فهو ضال،ومن كفره فهو كافر،

اب میں ان فرق متعددہ کا خلاصہ تحریر کرتا ہوں۔ جو التبصیر فی الدین میں مذکور ہے۔

(۱) پہلا فرقہ سبائیہ۔ عبداللہ ابن سبا کے متبعین کا تھا جن کا شروع شروع یہ کہنا تھا کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی تھے پھر اس سے بڑھ کر یہاں تک کہہ دیا کہ وہ حقیقت میں معبود تھے اور جب حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو اس کی اطلاع ہوئی تو دو گڈھے کھود کر اس فرقے کے متبعین کو ڈال کر جلا دیا۔

(۲) دوسرا فرقہ۔ بیانیہ۔ جو بیان بن سمعان تمیمی کے متبعین کا تھا ان کا عقیدہ یہ تھا کہ محمد بن حنفیہ امام تھے اور بڑھ کر یہ کہنے لگے کہ وہ نبی تھے اور بعض شریعت محمدیہ ﷺ کو منسوخ کیا اور انھیں کے بعض تبعین کہتے تھے کہ وہ خدا تھے یہ بھی کہتے تھے کہ خدا کی روح اس میں حلول کی ہوئی ہے۔ اور جب اس کی خبر خالد بن عبداللہ قشری کو ملی تو انکو پھانسی دیدیا اور اللہ تعالیٰ نے اس کے شر کو ختم کر دیا۔

(۳) تیسرا فرقہ۔ مغیریہ۔ جو مغیرہ بن سعید عجلی کے متبعین کا تھا جن کا عقیدہ یہ تھا کہ محمد بن حسن بن حسن

بن علی وہ اسم اعظم جانتے تھے اور اسم اعظم سے مردہ زندہ کرتے تھے اور لشکروں کو اسم اعظم سے شکست دیتے تھے اور یہ بھی کہتے تھے کہ ان کا معبود نور کا ایک آدمی ہے جو ان کے سر پر نور کا تاج بنا ہوا ہے وغیرہا ذالک خرفات کثیرۃ۔ اور جب اسکی خبر خالد بن عبداللہ قشری کو ملی تو ان کو بھی پھانسی دیدیا۔

(۴) چوتھا فرقہ۔ حربیہ۔ جو عبداللہ بن عمرو ابن حرب کندی کے متبعین کا تھا۔ ان کا عقیدہ دین بیانیہ پر تھا اور دعویٰ کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ کی روح عبداللہ محمد بن حنفیہ سے ان کی جانب منتقل ہوگئی ہے۔ اور اپنے آپ کو معنئ حلول پر خدا ہونے کا دعویٰ کرتے تھے۔

(۵) پانچواں فرقہ۔ منصوریہ۔ یہ ابو منصور عجلی کے متبعین کا تھا یہ دعویٰ کرتے تھے امامت حضرت باقر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ان کی طرف منتقل ہوگئی ہے یہ بھی دعویٰ کرتے تھے کہ وہ آسمان میں اٹھالئے گئے اللہ تعالیٰ نے اس کے سر پر مسح کیا اور اس کو زمین پر اتارا یہ فرقہ جنت ودوزخ دونوں کے منکر ہیں۔ جنت ودوزخ کے بارے میں ان کا خیال ہے کہ جنت نام ہے دنیا کی آشائش کا اور دوزخ نام ہے دنیاوی پریشانیوں کا وغیرہا ذالک۔

(۶) چھٹا فرقہ۔ جناحیہ۔ یہ عبداللہ بن معاویہ ابن عبداللہ بن جعفر بن ابی طالب کے متبعین کا تھا ان کا عقیدہ تھا کہ اللہ تعالیٰ کی روح انبیاء اور ائمہ میں حلول کی ہوئی ہے۔ اور بعض سے بعض کی طرف منتقل ہوتی رہی اور قیامت، جنت اور دوزخ کا انکار کرتے تھے زنا، لواطت، شراب نوشی، مردار کا کھانا یہ سب کو حلال جانتے تھے اور فرضیت نماز، روزہ،، زکوٰۃ، حج کا انکار کرتے تھے ان کی فرضیت کو کچھ نہیں سمجھتے تھے اور تاویل کرتے تھے وہ لوگ کہ یہ اہلبیت کے قوم سے موالات کی علت ہے۔ اور عبداللہ بن معاویہ مرے نہیں اسفہان کے پہاڑ میں ہیں اور وہ ظاہر ہونگے اور مشہور یہ ہے کہ ابو مسلم نے اس کے پاس لشکر بھیجا اور ایسے عقیدہ والوں کو پھانسی دیا اور قتل کیا وغیرہا ذالک۔

(۷) ساتواں فرقہ۔ خطابیہ۔ یہ گروہ ابو الخطاب اسدی کے متبعین کا تھا۔ ان کا عقیدہ تھا ائمہ معبود تھے

اور اولاد حسن وحسین اللہ کے بیٹے تھے اور کئی قدم آگے بڑھ کر یہ کہہ دیا کہ حضرت جعفر معبود تھے۔ اور اس فرقہ والوں کو بھی قید کیا گیا اور پھانسی دیدی گئی وغیر ہاذ الک خرافات کثیرۃ۔

(۸) آٹھواں فرقہ۔غرابیہ۔ان کا کہنا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے جبرئیل امین کو حضرت علی کے پاس بھیجا تو غلطی واقع ہوگئی اور بعد میں نبی آخر الزماں کے پاس آیا تو ان کا کہنا ہے کہ یہ غلطی اس لئے واقع ہوئی کیونکہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم محمد مصطفےٰ ﷺ کے مشابہ تھے جیسا کہ کوا کوے سے زیادہ ہمشبیہ ہوتا ہے (نعوذ باللہ من ذالک) لہٰذا اس کا نام غرابیہ اس وجہ سے پڑا۔

(۹) نواں فرقہ۔شریعیہ نمیریہ۔ان کا عقیدہ تھا کہ اللہ تعالیٰ پانچ اشخاص میں حلول کئے ہوا ہے وہ پانچ یہ ہیں۔محمد مصطفےٰ ﷺ، حضرت علی، حضرت فاطمۃ الزہرۃ اور حسن حسین اور مستزاد یہ کہ ان سب کو معبود مانتے تھے وغیر ہاذ الک۔

(۱۰) دسواں فرقہ۔حلولیہ۔یہ فرقہ اسلامی حکومت میں جنم لیا اور ان کا مقصد ''افساد التوحید علی المسلمین'' تھا ان کا عقیدہ تھا کہ اللہ تعالیٰ ائمہ میں حلول کئے ہوا ہے وغیر ہاذ الک۔

(۱۱) گیارہواں فرقہ۔خرمیہ۔اس کا عقیدہ یہ تھا کہ تمام محرمات حلال وجائز ہیں۔

(۱۲) بارہواں فرقہ۔اہل التناسخ۔ان کا عقیدہ تھا کہ صدیقین کی روحین جب بدن سے نکلتی ہیں تو صبح کی روشنی سے مل جاتی ہیں اور اہل ضلالہ کی روحیں جب جدا ہوتی ہیں تو حیوان کی جسم میں تناسخ کر جاتی ہیں وغیر ہاذ الک۔

(۱۳) تیرہواں فرقہ۔خابطیۃ القدر۔احمد بن خابط کے اصحاب ومتبعین کا تھا یہ کہتے تھے کہ مخلوق کے دو معبود ہیں ایک قدیم معبود۔دوم محدث معبود اور وہ عیسیٰ ابن مریم ہیں اور ان کا کہنا ہے کہ عیسیٰ ابن مریم اللہ کے بیٹے ہیں اس معنیٰ کی بنیاد پر کہ اللہ نے ان کو بیٹا بنایا ہے نہ کہ ولادت کے معنیٰ پر وغیر ہاذ الک۔

(۱۴) چودہواں فرقہ۔حماریہ۔یہ معتزلہ میں سے تھے اور احمد بن خابط کے قول پر ان کا اعتقاد تھا

یعنی تناسخ پر یقین رکھتے تھے اور یہ کہتے تھے کہ جن کو اللہ تعالیٰ نے مسخ کر کے بندر یا خنزیر بنادیا وہ بشر لوگ تھے وغیر ہاذالک۔

(۱۵) پندرہواں فرقہ۔یزیدیہ۔یہ گروہ یزید خارجی کے متبعین کا تھا ان کا کہنا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے عجم میں ایک رسول بھیجا اور اس پر کتاب اتاری اور محمد ﷺ کی شریعت کو منسوخ کردیا۔

(۱۶) سولہواں فرقہ۔میمونہ۔یہ میمون نامی شخص کے متبعین کا تھا اور ان کا عقیدہ یہ تھا کہ پوتی،نواسی یہ جائز د حلال ہیں ان کو حلال جانتے تھے اسی طرح حقیقی بھتیجی و بھانجی سے شادی کو مباح جانتے تھے اور حد تو یہ ہے کہ سورۂ یوسف کا انکار کرتے تھے اور کہتے تھے کہ یہ قرآن کریم سے نہیں ہے۔

(۱۷) سترہواں فرقہ۔باطنیہ۔ان کا فتنہ مسلمانوں پر فتنۂ دجال سے کہیں زیادہ سخت وشدید تھا کیونکہ فتنۂ دجال چالیس دن تک ہوں گے۔لیکن یہ فتنہ مامون کے زمانے میں ظاہر ہوا اور بعد تک قائم رہا یہ اولاد مجوسی میں سے تھے ان کا کہنا تھا کہ صانع عالم دو ہیں۔ایک نور جو بھلائی اور منافع کے لئے ہے۔ دوسرا ظلمت جو شر اور نقصان کے لئے ہے یعنی مجوسی کی اقتدا کرتے ہوئے کہہ دیا کہ خالق دو ہے ایک یزدان دوم اہرمن وغیر ہاذالک من خرفات کثیرۃ۔

(نوٹ! انہیں سترہ فرقوں میں سے چند فرقے نکلے ہیں جسکی وجہ سے امام کبیر اسفرائینی علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ یہ بیس فرقے سے زائد ہیں)

آپ حضرات نے اچھی طرح سے جان لیا کہ حدیث **تفترق امتی** میں امت سے اجابت مراد ہے اور متذکرہ فرقے امت اجابت سے ابتدا ہی سے خارج ہیں تو پھر ان فرقوں کا بہتر فرقوں میں داخل ہونا کیا معنیٰ ؟اور شامل ہونے کا کیا مطلب؟ جیسا کہ میرے خلاصہ میں ذکر کردہ فرقوں کے بیان سے عام مسلمان کیلئے بھی اظہر من الشمس وابین من الامس ہو گیا۔

فتاویٰ رضویہ جلد نہم نصف آخر ص ۱۱۴ رکی عبارت یعنی جن صورتوں پر حکم کفر ہے ان پر جواب ظاہر

ہے کہ اہل قبلہ وہی لوگ ہیں کہ ضروریات دین پر ایمان لاتا ہو اور قول وفعل قاطع ایمان اس سے صادر نہ ہو، (قول وفعل قاطع ایمان اس سے صادر نہ ہو کفر التزامی ولزومی دونوں کو شامل ہے) ورنہ صرف قبلہ کی طرف ہماری سی نماز پڑھنا اور ہمارا ذبیحہ کھانا بنصوص قطعیہ قرآن ایمان کے لئے کافی نہیں۔

اس سے معلوم ہوا جن پر حکم کفر ہے وہ مومن و مسلمان نہیں (ان کا حکم مرتد کا حکم ہے)اور مرتد ہمیشہ ہمیش جہنمی ہے۔

فتاویٰ رضویہ ج ۶ رص ۳۴ ر پر ہے بعد وضوح صواب وکشف حجاب بحمد الوھاب امام ولایت وجلالت شان ورفعت مکان حضرات عالیہ ائمۂ اربعہ علیہم الرحمۃ والرضوان پر امت اجابت کا اجماع منعقد ہولیا کہ خبثاء مبتدعین مثل وہابیہ رافضیہ وغیر مقلدین، امت اجابت سے نہیں کافروں کی طرح امت دعوت سے ہیں

فتاویٰ رضویہ ج ۶ رص ۶۸ ر پر امام اہلسنت علیہ الرحمۃ والرضوان فرماتے ہیں مبتدع ضال ایک لفظ عام ہے کافر کو بھی شامل کہ بدعت کی دو قسم ہے بدعت مکفرہ وغیر مکفرہ

فتاویٰ رضویہ شریف جلد ششم ص ۳۶ ر ۳۷ رکی عبارتوں کا خلاصہ یہی ہے کہ جس کی بد مذہبی حد کفر تک پہونچ چکی ہے وہ اہلسنت میں داخل نہیں بلکہ اہلسنت سے خارج ہے۔اس کا حکم المستند ص ۲۳۵ ر پر آپ لوگوں نے پڑھ لیا۔(کہ اس کا حکم مرتد کا حکم ہے)

فتاویٰ عالمگیریہ جلد ۶ رص ۱۲۳ ر پر ہے **وصاحب الھویٰ ان کان لا یکفر بمنزلۃ المسلم واذا کان یکفر فھو بمنزلۃ المرتد .** یعنی بدعتی اگر کافر نہ ہو تو وہ مسلمان کے درجہ میں ہے، یعنی فرقۂ ناجیہ میں اور اگر کافر ہو تو مرتد کے منزل میں ہے (یعنی ہمیشہ ہمیش جہنم میں رہیگا)

فتاویٰ رضویہ شریف ج ۶ رص ۲۷۵ ر پر اسماعیل دہلوی کے تعلق سے امام اہلسنت قدس سرہٗ فرماتے ہیں جمہور فقہائے کرام کے طور پر ایسی ضلالت کا قائل صریح کافر ہو جاتا ہے اگر چہ ہم باتباع جمہور متکلمین کرام صرف لزوم پر بے التزام کافر کہنا نہیں چاہتے اور ضال ومضل کہنے پر قناعت کرتے ہیں (اس کا

صاف وصریح مطلب یہی ہے کہ اسماعیل دہلوی مسلمان نہیں بلکہ کافر ہے۔اور جسکی بدمذہبی حد کفر کو پہونچی ہواس کا حکم مرتد کا حکم ہے اور مرتد ہمیشہ ہمیش جہنم میں رہیگا)

حدیقۂ ندیہ عارف باللہ سیدی عبدالغنی نابلسی حنفی علیہ رحمۃ الباری نے حدیث افتراق امت پر بڑی طویل گفتگو فرمائی ہے ملاحظہ کیجئے

"تفترق امتی یعنی امة الاجابة للمومنین بہ صلی اللّٰہ علیہ و سلم لان امة الدعویٰ مفترقون اکثر من ذٰلک فی زمانہ علیہ السلام علیٰ ثلث و سبعین ملة بزیادة ملة واحدة ولعل ذکر السبعین للتکثیر لا للتحدید کلھم فی النار للتطھیر لا للتکفیر اذلو کفروا لکانوا امة دعویٰ لا امة اجابة فساووا ملل امة الدعویٰ و کذٰلک کل فرقة کفرت منھم خرجت علیٰ الثلث و السبعین"

ترجمہ: نیز اس حدیث میں ارشاد ہوا کہ میری امت تہتر فرقوں میں بٹ جائیگی یہاں امت سے امت اجابت ہے نہ کہ امت دعوت اسلئے کہ امت دعوت تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانہ اقدس میں تہتر سے زائد فرقوں میں بٹی ہوئی تھی، ہوسکتا ہے کہ یہاں تہتر کا ذکر کثرت کو بیان کرنے کیلئے ہو تعداد کو بیان کرنے کے لئے نہ ہو کلھم فی النار مذکورہ حدیث میں یہ بھی وارد ہوا کہ سوائے ایک فرقہ کے تمام فرقے جہنم میں جائیں گے اس کا مطلب یہ بھی ہوسکتا ہے کہ تمام فرقے جہنم میں صاف وستھرا ہونے کیلئے جائیں نہ کہ کفر کے ثابت ہونے کی وجہ سے کیونکہ اگر انھوں نے کفر کیا ہوتا تو وہ امت دعوت ہو جاتے امت اجابت نہ رہتے تو امت دعوت کے فرقوں کے مساوی ہو جاتے ایسے ہی ہر وہ فرقہ جو بھی کفر کریگا وہ تہتر سے نکل جائیگا۔

اس کا یہ مطلب نہیں کہ علامہ عبدالغنی نابلسی علیہ الرحمہ یہ حکم جزمی بتارہے ہیں بلکہ مباحثہ کے طور پر فرمارہے ہیں اس کے بعد واصلہ سے لیکر فھولاء سے قبل تک سترہ سطروں میں مجتہد کے اعتقادی

مسئلے میں اجتہادی خطا کے تعلق سے بحث کرنے کے بعد تحریر فرماتے ہیں کہ

"فهولاء الثلث والسبعون فرقة ان لم يكفر بجحود مجمع عليه معلوم من الدين بالضرورة كلهم مسلمون مجتهدون في دين الاسلام من حيث الاعتقاد فمن اخطأ منهم في اجتهاده كان فاسقًا مبتدعًا ضالاً وليس بكافر ولا يثاب على خطائه كما لو اخطاء المجتهد في العمليات الى ان قال من ظاهر الحديث."

مفتی صاحب نے اس عبارت کا ترجمہ اپنے مقالے میں یوں کیا ہے کہ یہ تہتر فرقے جب تک کسی دینی ضروری بات کا انکار نہ کریں تو کل کے کل (سب کے سب) مسلمان ہی ہونگے البتہ سنیوں کے علاوہ جو فرقے ہیں انہوں نے دین اسلام میں اجتہاد سے کام لیا ہے اور خطا کی ہے اسلئے فاسق ومبتدع وگمراہ ہوئے کافر نہیں۔

اہل علم ذرا سوچیں تو سہی! مفتی صاحب نے جو ترجمہ کیا ہے وہ صحیح ہے یا غلط؟ حالانکہ مذکورہ عبارت میں مجتہدین کے اجتہادات کے تعلق سے گفتگو ہے کہ ضروریات دین میں جو مجمع علیہ ہے اس کے انکار کرنے سے کوئی مجتہد کافر نہیں ہوگا کیونکہ جملہ مجتہد من حیث الاعتقاد مسلمان ہیں۔ اور ان مجتہدوں میں سے جس نے بھی ضروریات دین میں سے اجماعی قطعی قطعی الدلالۃ، قطعی الثبوت کا منکر ہوگا۔ تو مجتہد ہونے کی وجہ سے وہ کافر نہیں ہوگا۔ ہاں البتہ فاسق بدعتی گمراہ ضرور ہوگا اور اپنی خطا پر کوئی ثواب بھی نہیں پائے گا جیسا کہ مجتہد فروعیات میں خطا کرنے پر ثواب کا مستحق ہوتا ہے۔ لیکن مفتی صاحب نے عجیب وغریب ترجمہ فرما کر اہل علم کو محو حیرت میں ڈال دیا ہے۔

فیصلہ: علامہ عبدالغنی نابلسی علیہ الرحمہ نے اس عبارت کے آخر میں جو فیصلہ دیا ہے وہ یہ ہے کہ طریقہ محمدیہ کی بارہویں حدیث شریف میں حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ جو فرمایا کہ سوائے

ایک فرقہ کے تمام فرقے جہنم میں جائینگے اوراس میں ایک فرقہ کا استثنا فرمایا پس بنی اسرائیل کے فرقوں کی تعداد کے برابر بہتر فرقے باقی بچے اور یہ استثناوالا فرقہ (فرقۂ ناجیہ) عقیدہ میں نافرمانی کے نہ ہونے کی وجہ سے بالکل جہنم میں داخل نہ ہوگا اگر اپنے مذہب کے مقتضیٰ کے مطابق عقیدہ رکھ کر انتقال کیا ہو، ہاں عمل میں نافرمانی کی وجہ سے دوزخ میں داخل ہوسکتا ہے ۔اور یہ اس صورت میں ہوگا اگر ہم ان مسلمانوں کے تہتر فرقوں کے افتراق کو صرف اعتقاد پر محمول کریں اور اگر ہم ان تہتر فرقوں کے افتراق کو اعتقاد اور عمل دونوں پر معاً اطلاق کریں تو سرکار علیہ الصلوۃ والسلام کے قول کے قرینہ کے سبب جو ابتداء حدیث شریف میں ہے اور وہ قرینہ یہ ہے کہ بنی اسرائیل میں سے کسی نے اپنی ماں سے اعلانیہ زنا کیا ہوگا تو میری امت میں بھی ایسا کرنے والا ہوگا تو بیشک یہ عمل میں متابعت ہے تو یہ ملۃ مستثناۃ (فرقۂ ناجیہ) اعتقاد اور عمل میں گناہ نہ ہونے کی وجہ سے جہنم میں بالکل داخل نہ ہوگی ۔اگر یہ ملۃ مستثناۃ (فرقۂ ناجیہ والا) صحیح اعتقاد اور صحیح عمل پر انتقال کیا ہو اور یہی ظاہر حدیث سے ظاہر وواضح ہے ۔

سنن ابوداؤد شریف کتاب السنہ ص ۶۳۱ ر کے حاشیہ نمبر ۹ ر پر ہے ۔قولہ تفترق امتی الخ لیس المراد بالفرق المختلفون فی الفروع الفقه من ابواب الحلال والحرام وانما المقصود بالذم من خالف اهل الحق فی اصول التوحید فی تقدیر الخیر والشر وفی شروط النبوۃ وفی موالاۃ الصحابة وما جری مجریٰ هٰذه الابواب لان المختلفین فیها قد کفر بعضهم بعضاً بخلاف نوع الاول فانهم اختلفوا بلا تکفیر ولا تفسیق للمخالف فیه فرجع تاویل الحدیث الی هٰذا النوع فافهم .

یعنی تفترق امتی والی حدیث شریف میں حلال وحرام کے ابواب میں سے فروع فقہ میں اختلاف کرنے والے فرقے (مسالک ومذاہب) مرادنہیں ہیں ۔بلکہ اہل توحید یعنی اصول دین میں تقدیر خیر وشر اور شروط نبوت اور موالات صحابۂ کرام اور جو ان ابواب کے قائم مقام ہیں ان میں جو اہل حق کی

مخالفت کیا وہ ذم سے مقصود ہے۔ اس لئے کہ ان میں اختلاف کرنے والے بعض نے بعض کی تکفیر کی بخلاف نوع اول یعنی فروع فقہ میں اختلاف کرنے والے کے کہ ان لوگوں نے آپس میں نہ مخالفت کی نہ تفسیق کی نہ کسی کی تکفیر۔ لہذا حدیث شریف تفترق امتی کی تاویل اسی نوع ثانی کی طرف راجع ہے۔ فافهم۔ صحیح البخاری کتاب الایمان ص ۸ / باب تفاضل اہل الایمان فی الاعمال کے تحت سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، يدخل اهل الجنة الجنة واهل النار النار ثم يقول الله اخرجوا من كان في قلبه مثقال حبة من خردل من ايمان الىٰ آخر الحديث کے تحت حاشیہ نمبر (۵) میں عینی کے حوالہ سے ہے۔ ثم اعلم ان المراد بحبة خردل زيادة علىٰ اصل التوحيد وقد جاء في الصحيح بيان ذلك وففي رواية فيه اخرجوا من قال لا اله الا الله وعمل من الخير ما يزن بكذا ثم بعد هذا يخرج من لم يعمل خيراً قط غير التوحيد وقال القاضي هذا هو الصحيح ان معنىٰ الخير هنا امر زائد على الايمان لان مجرده لا يتجزئ انما يتجزئ الامر الزائد عليه وهي الاعمال الصالحة.

مسلم شریف جلد اول ص ۶۶ / پر بخاری شریف کی ذکر کردہ حدیث کے تحت ہے فالمراد به دخول الكفار وهو دخول الخلود اور ص ۶۷ / پر امام نووی فرماتے ہیں من مات يشرك بالله شيء دخل النار قلت انا ومن مات لا يشرك شيء بالله دخل الجنة فهكذا وقع في اصولنا من صحيح مسلم.

اس کی تشریح کے بعد امام نووی فرماتے ہیں۔ واما حكمه صلى الله عليه وسلم علىٰ من مات يشرك بدخول النار ومن مات غير مشرك بدخول الجنة فقد اجمع المسلمون عليه. فاما دخول المشرك النار فهو على عمومه فيدخلها ويخلد فيها لا فرق فيه بين الكتابي اليهودي والنصراني وبين عبدة الاوثان وسائر الكفرة ولا فرق عند اهل الحق

بين الكافر عنادا او غيره ولا بين من خالف ملة الاسلام وبين من انتسب اليها ثم حكم بكفره بجحده ما يكفر بجحده وغير ذلک

یعنی امام نووی نے فرمایا اس پر مسلمانوں کا اجماع ہے کہ مشرک کا جہنم میں جانا وہ اپنے عموم پر ہے کہ وہ جہنم میں جائیگا (عموم سے مراد مشرک اور کافر اور وہ بدعتی جس کی بد مذہبی حد کفر کو پہنچ چکی ہو وہ سب کو شامل ہے) اور ہمیشہ اسی میں رہیگا اور یہودی ونصرانی بت پرست اور سب قسم کے کافروں کا یہی حکم ہے اس میں کوئی فرق نہیں بلکہ وہ ہمیشہ ہمیش جہنم میں رہیں گے اسی طرح جو کافر عناد سے ہو یا بغیر عناد کے یا جو ملت اسلام کے مخالف ہو یا جو اسلام کے طرف منسوب ہو یعنی مسلمان کہلائے کسی امر کے انکار سے اس کے کفر کا حکم دیا جائے تو یہ سب کے سب ہمیشہ ہمیش جہنم میں رہیں گے اور جو مشرک نہ ہو موحد ہو اسکا جنت میں جانا بھی یقینی ہے پھر اگر اس سے کبیرہ گناہ پر اصرار نہیں ہوا تو وہ پہلے ہی جنت میں جائیگا اور کبیرہ پر اصرار کرتا رہا ہو تو وہ خدا کی مشیت پر ہے چاہے اسے معاف کرے اور جنت میں بھیج دے اور چاہے چند روز عذاب کر کے پھر جنت میں بھیجے لیکن وہ ہمیشہ جہنم میں نہیں رہیگا۔

سنن ابوداؤد شریف وصحیح البخاری وعینی اور صحیح مسلم کے حوالوں سے یہ ثابت ہو گیا کہ جو بھی کفر کے حالت میں مریگا وہ کبھی بھی جنت میں داخل نہ ہوگا اور تہتر فرقوں کا اختلاف اصول عقائد کی بنیاد پر ہے اور صرف وہی فرقہ ناجی ہے۔ جو ما انا علیه واصحابه پر قائم ہے۔

مفتی مطیع الرحمن صاحب قبلہ اپنے مضمون ''افتراق امت'' کی ابتدا میں تحریر فرماتے ہیں۔ ''بلاشبہ حدیث پاک میں ہے، میری امت تہتر فرقوں میں بٹے گی۔ جن میں سے بہتر جہنمی ہوں گے اور ایک جنتی''

اس کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ ''ہاں امت اجابت کے تہتر فرقے ہوں تو غیر مسلموں کے فرقے شمار میں نہیں آئیں گے، مگر تہتروں فرقے مسلمان ہی ہوں گے''

ہائے افسوس صد ہزاراں افسوس! حضرت والا جزمی ویقینی طور پر لکھتے ہیں کہ تہتروں فرقے

مسلمان ہی ہوں گے۔ پھر اس کے بعد انہوں نے ترمذی شریف ج ۲ ص ۹۲ کے حاشیہ میں مندرج مرقات شرح مشکوۃ شریف کے حوالہ سے اپنے دعویٰ پر جو دلیل پیش کی ہے وہ ان کے دعویٰ کے مطابق ہے یا ان کے دعویٰ کے تار و پود کو بکھیر کر رکھ دیا ہے؟ سماعت فرمائیں

ترمذی شریف ج ۲ ص ۹۲/۹۳ پر ہے وتفترق امتی علیٰ ثلاث وسبعین فرقة وان بنی اسرائیل تفرقت علی ثنتین وسبعین ملة وتفترق امتی علیٰ ثلاث وسبعین ملة کلهم فی النار الا ملة واحدة قالوا من هی یا رسول اللّٰه قال ما انا علیه واصحابی.

قوله علی ثلث وسبعین فرقة قیل یحتمل امة الدعوة فیندرج سائر الملل الذین لیسوا علیٰ قبلتنا و یحتمل امة الاجابة فیکون الثلث والسبعون منحصرة فی اهل قبلتنا (والثانی هو الاظهر)

مفتی صاحب کا ترجمہ ملاحظہ کیجئے۔ ''ممکن ہے کہ امت سے مراد امت دعوت ہو اس صورت میں بہتر فرقے غیر اہل قبلہ کے ہوں گے'' حالانکہ ترجمہ یہ ہونا چاہئے۔ ممکن ہے کہ امت سے مراد امت دعوت ہو تو باقی وہ تمام فرقے جو ہمارے قبلہ پر نہیں ہیں وہ سب بھی تہتر فرقوں میں داخل ہونگے (مثلاً یہودی، نصرانی، ستارہ پرست، بت پرست وغیرہ وغیرہ)

اور دوسرا جملہ۔ ویحتمل امة الاجابة الخ کا ترجمہ یہ فرمایا ہے کہ یہ بھی ممکن ہے کہ امت سے امت اجابت مراد ہو۔ اس صورت میں تہتروں فرقے اہل قبلہ ہی کے ہونگے۔ اور اس کے بعد مرقات کی مابعد کی عبارت والثانی هو الاظهر اور اس کا ترجمہ دونوں حذف فرما دیا ہے۔ خیر اب حضرت موصوف قلمکار سے سوال ہیکہ تہتروں فرقے اہل قبلہ کے ہونے سے مسلمان ہونا ضروری ہے اور جب مسلمان ہونا ضروری نہیں تو پھر آپ نے یہ کیوں تحریر فرمایا کہ مگر تہتروں فرقے مسلمان ہی ہونگے۔ کیا آپ کا دعویٰ دلیل کے مطابق ہے؟ سنجیدگی کے ساتھ غور فرمائیں۔ اور مرقات میں الثانی

هو الاظہر کے آگے کی عبارت ملاحظہ کریں۔

نقل الابهری ان المراد با لامة امة الاجابة عند الاکثر کلهم فی النار لانهم یعترضون لما یدخلهم النار فکفارهم مرتکبون ماهو سبب فی دخوله المؤبد ة علیهم ومبتد عتهم مستحقة لدخولها الا ان یعفو الله عنهم (مرقات کتاب الایمان باب الاعتصام با لکتاب والسنه ص ۳۸۰)

علامہ ابہری علیہ الرحمۃ والرضوان نے نقل فرمایا کہ جمہور کے نزدیک امت سے امت اجابت مراد ہے۔(کلهم فی النار) اس لئے کہ وہ لوگ ایسے عقائدو اعمال کا ارتکاب کرینگے۔جسکی وجہ سے وہ لوگ جہنم میں داخل ہوں گے اوران لوگوں کے جہنم میں ہمیشہ ہمیش داخل ہونے کا سبب ان لوگوں کا کفر کرنا ہے۔اور وہ لوگ جوصرف بدعتی ہوں گے کفر کے مرتکب نہیں ہوں گے،وہ لوگ بداعمالی کیوجہ سے جہنم میں داخل ہوں گے۔مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو معاف فرمادے۔

ترمذی شریف ج ۲ر باب ماجاء فی افتراق هذه الامۃ ص ۹۳ر میں حدیث مبارکہ میں کلھم فی النار مستثنیٰ منہ ہے اور الّا حرف استثناء اور واحدہ مستثنیٰ اور ملۃ واحدۃ کا جنتی ہونا یعنی اہل اسلام میں ہونا متعین ومتیقن ہے تو ثابت ہوا کہ بہتر فرقے غیر اہل اسلام سے ہیں اور جو غیر اہل اسلام سے ہو اس کا کفر بھی متعین ومتیقن ہیں۔**کما قال اللّٰہ تعالیٰ هو الذی خلقکم فمنکم کافر ومنکم مؤمن**

ترجمہ:ارشادربانی ہے اللہ وہی ہے جس نے تمہیں پیدا فرمایا پھر کچھ تمہارے اندر کافر ہیں اور کچھ تمہارے اندر مومن ہیں۔ **لعدم الواسطه بین الکفر والاسلام** یعنی کفر ہوگا تو اسلام نہیں اور اسلام ہوگا تو کفر نہیں۔فتاویٰ رضویہ ج ۲۱ر ص ۲۸۶ر میں ہے **لان ما کان کفراً فضده للاسلام فاذا جعله اسلاماً قد جعل ضده کفراً لان الاسلام لا یضاده الا للکفر[والعیاذ باللّٰہ]**

ترجمہ:اس لئے کہ جو کچھ کفر ہو تو اس کی ضد اسلام ہے پھر جب کفر کو اسلام ٹھہرایا تو پھر اس کی ضد کفر ہوگی

(یعنی اسلام کفر اور کفر اسلام ہو جائے گا) کیونکہ اسلام کے مخالف صرف کفر ہے۔ لہذا ثابت ہوا کہ فرقہ ناجیہ یعنی اہل سنت و جماعت کے علاوہ باقی بہتر فرقے دیو بندی، وہابی، قادیانی، نیچری، چکڑالوی، مجوسی، وغیرہا بہتر جہنمی فرقے میں داخل ہیں۔

امام بیہقی کی سنن کبریٰ جلد ۱۰ ص ۳۵۱ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت لبنان پر **کتاب الشهادات باب ماترد به شهادة اهل الهواء** میں **قال الشيخ رحمه الله وانما سمّاهم مجوس لهذه المعنى او بعضها واضافهم فى ذالک الى الامة** کے تحت ۲۰۹۰۱ نمبر کی حدیث شریف ہے اس باب کا مفہوم یہ ہے کہ حضرت شیخ علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ کسی نہ کسی مسلمان کو ان معانی یا بعض کی اساس پر مجوس کہدیا اور اس پر قاضی کے روبرو تاویل پیش کردی تو قائل کا فرنہیں ہوگا اس کی وجہ کیا کہ سرکار عالمین شافع یوم النشور علیہ الصلوۃ والسلام نے اس کے باوجود اپنی امت کی طرف نسبت فرمائی ہے۔ یعنی امت اجابت کے طرف اضافت فرمائی ہے اب حدیث پاک سماعت فرمائیں۔ **قوله ستفترق امتى على ثلاث وسبعين فرقة فيه دلالة علىٰ ان هذه الفرق كلها غير خارجين من الدين اذالنبى صلى الله عليه وسلم جعلهم كلهم من امته .**

قال ابو سليمان الخطابى رحمه الله فيما بلغنى عنه :قوله ستفترق امتى على ثلاث وسبعين فرقة فيه دلالة على ان هذه الفرق كلها غير خارجين من الدين اذا النبى صلى الله عليه وسلم جعلهم كلهم من امته وفيه ان المتاول لا يخرج من الملة وان اخطأ فى تاويله...

اس پر ابو سلیمان خطابی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو جب قول مصطفےٰ جان رحمت ﷺ **ستفترق امتى على ثلاث وسبعين فرقة** کی خبر ہوئی۔ تو انہوں نے کہا کہ اس حدیث شریف میں دلالت اس بات پر ہے کہ یہ جملہ فرقے دین سے خارج نہیں ہیں اس لئے کہ نبی کریم ﷺ نے ان تمام (کل مجموعی) کو اپنی امت سے فرمایا اور اس حدیث میں اس پر بھی دلالت ہیکہ جن کے کفر کے متعلق تاویل ہو سکتی ہے وہ

دین اسلام سے خارج نہیں ہوگا۔ اگرچہ تاویل میں خطا کرے اس کے بعد حضرت شیخ قدس سرہ الکریم نے فرمایاو من کفر مسلماً علی الاطلاق بتاویل لم یخرج بتکفیرہ ایاہ بتاویل عن الملۃ (جس شخص نے کسی مسلمان کی مطلقاً تاویل کے ساتھ تکفیر کی تو وہ شخص تاویل کے ساتھ اس مسلمان کی تکفیر کرنے کی وجہ سے دین اسلام سے خارج نہیں ہوگا۔ اور آخر میں فرمایا کہ وانما یکفر من کفر مسلماً بغیر تاویل اور بیشک کافر ہوگا وہ شخص جس نے کسی مسلمان کی بغیر تاویل کے تکفیر کی۔

مضطر صاحب نے حالت اضطرار میں اپنے مدعیٰ کے اثبات میں کتاب الشہادات کو پیش کر کے اپنی علمی بے مائیگی کا ثبوت پیش کیا ہے۔

(الف) اب اس کے بعد موصوف قلمکار نے نمبر ار کے تحت جو تحریر فرمایا ہے ''کہ میں سمجھ نہیں پارہا ہوں کہ تضاد کے لئے مناطقہ نے جو آٹھ شرطیں رکھی ہیں میرے مقالے میں ان کا تحقق یہاں کیسے ہے؟ کاش وضاحت ہوجاتی تو ہم بھی مستفید ہوتے'' جبکہ ماسبق میں (ا) کے تحت مفتی صاحب نے خود ہی اعتراف جرم کرلیا کہ کمپوزنگ میں لفظ ''بہ ظاہر'' چھوٹ گیا ہے اسلئے تضاد بیانی ہوگئی تو ایسے موقع پر یہ لکھنا مناسب تھا۔ ع: مجرم کونہ شرماؤ احباب کفن ڈھکدو۔ منہ دیکھ کے کیا ہوگا پردے میں بھلائی ہے۔

(ب) تضاد کیلئے مناطقہ نے آٹھ شرطیں رکھی ہیں یا تناقض کیلئے؟ شاید حضرت کے ذہن سے مرقات وغیرہ میں جو تناقض کی تعریف ہے اور اس کیلئے آٹھ وحدات شرط ہیں، ذہن سے ذہول ہوگیا، حالانکہ مشہور بیتین میں ہیں

در تناقض ہشت وحدت شرط داں	وحدت موضوع و محمول و مکاں
وحدت شرط و اضافت جز و کل	قوت و فعل است در آخر زماں

اور تضاد کی تعریف یہ ہے: کہ متقابلین وجودی ہوں اور کسی کا تعقل دوسرے کے تعقل پر موقوف نہ ہو جیسے سواد و بیاض اور تقابل تضاد میں شرط یہ ہے: کہ متقابلین میں سے ہر ایک کا محل دوسرے کے ساتھ متصف ہوسکتا ہو۔

اگر میری سمجھ ناقص ہے تو موصوف قلمکار جو فقیہ النفس کے ساتھ ساتھ مناظر اعظم بھی ہیں تضاد کیلئے آٹھ شرطوں کی نشاندہی فرمادیں تو شریفی صاحب کو تتبع وتلاش میں مشقت نہ اٹھانی پڑے۔ کیونکہ شریفی صاحب قبلہ کسی کتاب سے تضاد کیلئے آٹھ شرطیں نکال کرنہیں لا سکتے۔ تو میں برادر محترم مفتی صاحب سے کہونگا کہ آپ کیلئے مناسب ہوگا، کہ آپ خود ہی پہاڑ کھود کر تضاد کی آٹھ شرطیں نکال کر لائیں یا اجتہاد فرما کر ایک غواص کی طرح بحر محیط میں ڈبکی لگا کر اس کی سطح ارض سے تضاد کی آٹھ شرطیں چن کر لا کے شریفی صاحب کے جھولی میں ڈال دیں۔ تو پھر آپ بھی مستفید ہونگے اور مفتی رضوان احمد شریفی صاحب بھی۔ حالانکہ شریفی صاحب نے مناطقہ کی اصطلاح کے اعتبار سے تضاد نہیں لکھا ہے بلکہ معنی لغوی کے اعتبار سے لکھا ہے اور وہ اپنی تحریر میں حق بجانب ہیں۔

توضیح بلیغ: رسالہ سبحان السبوح کے تازیانہ ۱۱/۱۲/۱۳ کے تحت تکمیل جمیل میں اسماعیل دہلوی کا رد کرتے ہوئے امام احمد رضا قدس سرہ العزیز ارشاد فرماتے ہیں۔ اقول او (اے) جھوٹی نظیروں (مثالوں) سے بیچارے عوام کو چھلنے (فریب دینے) والے اس تفرقہ (تقسیم کر کے جدا جدا ہونا) کی سچی نظیر دیکھ مسلمانوں کو اہل بدعت (جس کی بدمذہبی حد کفر تک پہونچ چکی ہے) کے بہتر فرقے پورے گنا کر کہئے رافضی، وہابی، خارجی، معتزلی، جبری، قدری، ناصبی وغیرہ نہیں تو بیشک اس (مسلمان یعنی سنی) کی بڑی تعریف ہوئی اور بعینہ یہی کلمات کسی کافر (کافر اصلی) کے حق میں کہئے تو کچھ تعریف نہیں حالانکہ یہ سالبہ قضیہ دونوں جگہ قطعاً صادق۔ اس عبارت کی توضیح یہ ہیکہ مسلمان یعنی سنی، رافضی نہیں ہے۔ وہابی نہیں ہے۔ خارجی نہیں ہے۔ معتزلی نہیں ہے۔ جبری نہیں ہے۔ قدری نہیں ہے۔ تو یقیناً اس (مسلمان یعنی سنی) کی بڑی تعریف ہوئی۔

اور اگر بعینہ کسی کافر اصلی جیسے مدن کے حق میں کہا جائے کہ رافضی نہیں ہے۔ مدن خارجی نہیں ہے۔ مدن

وہابی نہیں ہے۔ مدن معتزلی نہیں ہے۔ مدن جبری نہیں ہے۔ مدن قدری نہیں ہے وغیرہ وغیرہ تو مدن کے حق میں کچھ تعریف نہیں ہوئی۔ کیونکہ مدن اہل قبلہ میں سے نہیں ہے اور وہ مسلمان یعنی سنی اہل قبلہ میں سے ہے۔ تو کیا اسکی وجہ یہ ہے کہ یہ مسلمان باوجود قدرت رافضی، وہابی ہونے سے بچا لہذا محمود ہوا (یعنی ان کی بڑی تعریف ہوئی) اور اس کافر (اصلی) کو رافضی، وہابی ہونے پر قدرت ہی نہ تھی، لہذا مدح نہ ٹھہرا (یعنی کوئی تعریف نہیں ہوئی)

کوئی جاہل سا جاہل یہ فرق نہ سمجھے گا کیونکہ جس طرح متعین مسلمان یعنی سنی کو رافضی، وہابی، خارجی وغیرہ ہونے پر قدرت ہے ایسے ہی کافر اصلی کو کلمہ پڑھ کر بہتر فرقوں میں سے کسی فرقے مثلاً رافضی، وہابی وغیرہ ہونے پر قوت واستعداد اور قدرت ہے۔ لہذا کوئی جاہل سا جاہل یہ فرق نہ سمجھے گا بلکہ تفرقہ وہی ہے کہ جب یہ فرقے (یعنی رافضی وہابی وغیرہ) اہل قبلہ کے ہیں تو مسلمان (یعنی سنی) کے حق میں ان بہتر کی نفی سنی ہونے کا اثبات کریگی (یعنی بہتر فرقوں میں سے نہ ہونا سنی ہونے کو ثابت کریگی۔ لہذا اعظم مدائح (بہت بڑی تعریف) سے ہوا اور کافر (اصلی) سرے سے مقسم یعنی کلمہ گوہی سے خارج (باہر) تو ان کی نفی سے کسی وصف محمود (یعنی اچھی تعریف) کا اس کے لئے اثبات نہ نکلا لہذا مفید مدح نہ ٹھہرا (یعنی تعریف کا کوئی فائدہ نہیں ہوا) والحمد للہ علیٰ اتمام الحجۃ

مفتی مطیع الرحمٰن صاحب امام احمد رضا قدس سرہٗ کی توضیح کے بعد مفتی رضوان احمد شریفی صاحب سے مخاطب ہوتے ہوئے فرماتے ہیں ''کہ بتایا جائے بہتر کافر ہیں تو کافر کی نفی سے مسلمان ہونے کا اثبات ہوگا یا سنی ہونے کا؟ کیا جو سنی نہیں وہ سب کے سب کافر ہیں خواہ اس کی بدمذہبی حد کفر کو نہ پہونچی ہو؟''

موصوف قلمکار نے امام اہلسنت علیہ الرحمۃ والرضوان کی عبارت میں تین صورتیں نکالی ہیں (۱) کافر (۲) مسلمان (۳) سنی حالانکہ اسی مقالے میں جہاں انہوں نے عارف باللہ حضرت نابلسی علیہ الرحمہ کی عبارت نقل کرنے اور ترجمہ کرنے میں خیانت کی ہے، وہاں انہوں نے یہ بھی لکھا ہے کہ کل کے

کل (سب کے سب) مسلمان ہی ہونگے۔البتہ سنیوں کے علاوہ جوفرقے ہیں۔لہذاان کے بقول یہ تقسیم ہوئی (۱) کافر (۲) مسلمان (۳) سنی۔اور یہ صرف اس لئے کہ اسماعیل دہلوی کو غیر سنی مسلمان اور جنتی ثابت کیا جاسکے(استغفراللہ من ذٰلک)

حالانکہ المستند کے حوالے سے آغاز ہی میں گزر چکا ہے کہ جسکی بدمذہبی حد کفر تک پہونچ چکی ہے،اس کا حکم مرتد کا حکم ہے۔لہٰذا وہ مسلمان نہیں ہوسکتا یعنی اہل سنت و جماعت میں سے نہیں ہوسکتا۔کیونکہ مسلمان اور سنی میں ترادف ہے،جیسا کہ حدیث حذیفہ سے بھی ثابت ہے **فاما الیوم فانما ھو الکفر او الایمان** (مشکوٰۃ شریف ص ۱۸) ''کفر میں تمام اقسام کفر داخل ہیں اور ایمان کے مصداق کو مومن،مسلم،سنی کہتے ہیں۔'' لیکن موصوف قلمکار عموم خصوص مطلق سمجھ رہے ہیں (استغفراللہ ثم استغفراللہ)

کیا آپ اعلیٰ حضرت قدس سرہ یا فقہاء یا مجتہدین کی کسی عبارت سے یہ ثابت کر سکتے ہیں کہ مسلمان تو ہوگا سنی نہیں ہوگا آخراسکا آپ کے پاس کیا جواب ہے؟

موصوف قلمکار فرماتے ہیں میرے مقالے کے اندر سبحان السبوح مندرج فتاویٰ رضویہ کی منقولہ عبارت میں امام احمد رضا کا ارشاد ہے ''مسلمان کو اہل بدعت کے بہتر فرقے پورے گنا کر کہئے رافضی،وہابی،خارجی، معتزلی،اسلئے مولانا نے فتاویٰ رضویہ کے ایک فتویٰ سے یہ عبارت کہ یہ روافض نہ اہل قبلہ ہیں اور نہ ہی مسلمان بلکہ بالیقین کفار مرتدین ہیں الی ان قال''

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا اسی فتویٰ کے آخر میں اپنے موقف کا اظہار ان لفظوں میں فرماتے ہیں **والاحوط فیہ قول المتکلمین انھم ضلال من کلاب النار لا کفار بہ وبہ ناخذ** (فتاویٰ رضویہ مترجم جلد۱۴ر صفحہ۵۹ر)

حالانکہ امام احمد رضا قدس سرہ العزیز کے فتوے کی یہ آخری عبارت نہیں بلکہ اس کے بعد یہ بھی ہے کہ'' روافض زمانہ تو ہرگز صرف تبرائی نہیں بلکہ یہ تبرائی علی العموم منکران ضروریات دین اور باجماع

مسلمین یقیناً قطعاً کفار مرتدین ہیں یہاں تک کہ علماء کرام نے تصریح فرمائی کہ جو انہیں کافر نہ جانے خود کافر ہے بہت عقائد کفریہ کے علاوہ دو کفر صریح میں ان کے عالم جاہل مرد وعورت چھوٹے بڑے سب بالاتفاق گرفتار ہیں۔

(کفر اول) قرآن عظیم کو ناقص بتاتے ہیں۔ (کفر دوم) ان کا ہر متنفس سیدنا امیر المومنین مولی علی کرم اللہ وجہہ الکریم و دیگر ائمہ طاہرین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کو حضرات عالیات انبیائے سابقین علیہم الصلوۃ والتحیات کو افضل بتاتا ہے اور جو کسی غیر نبی کو نبی سے افضل کہے باجماع مسلمین کافر بے دین ہے۔ان دونوں کفروں پر بہت سارے دلائل قاہرہ و براہین ساطعہ پیش فرمانے کے بعد آخر میں فرمایا۔

بالجملہ ان رافضیوں تبرائیوں کے باب میں حکم یقینی قطعی اجماعی یہ ہے کہ وہ کفار مرتدین ہیں الی اخر الکلام مسلمانوں پر فرض ہے کہ اس فتوی کو بگوش ہوش سنیں اور اس پر عمل کر کے سچے پکے سنی مسلمان بنیں۔

اب میں آخر میں مفتی مطیع الرحمٰن صاحب کے سوالات اور اسکے جوابات تحریر کرتا ہوں۔

سوال (۱) بہتر فرقوں میں منقسم ہونا ضروریات دین میں داخل ہے۔یا ضروریات اہل سنت میں یا محکمات ثابتہ میں یا ظنیات محتملہ میں؟

جواب (۱) بہتر فرقوں میں منقسم ہونا ضروریات دین اور ضروریات اہلسنت سے خارج ہونا ہے نہ کہ اسمیں داخل ہونا اس لئے کہ اس میں داخل ہونا صرف اور صرف فرقۂ ناجیہ یعنی اہلسنت وجماعت کیلئے مخصوص ہے۔

سوال (۲) قطع و یقین اصولی و کلامی دونوں ایک ہے یا ان میں فرق ہے؟ فرق ہے تو کیا فرق ہے؟

جواب (۲) قطع و یقین فقہی و کلامی دونوں ایک نہیں ہیں جیسا کہ اہل علم پر آفتاب نیمروز سے زیادہ روشن ہے اگر آپ کے ذہن سے ذہول ہو گیا ہے تو اقرار فرمالیں تفصیل لکھ کر شائع کر دیا جائیگا۔

سوال (۳) بہتر فرقوں کا ہمیشہ کیلئے جہنم میں جانا فقہاو متکلمین کا اجماعی مسئلہ ہے یا مختلف فیہ ہے؟ مختلف فیہ ہے تو جن حضرات کا یہ موقف ہے کہ یہ بہتر فرقے اہل قبلہ گمراہوں کے ہیں کفار کے نہیں اس لئے یہ

ہمیشہ کیلئے جہنمی نہیں؟

جواب (۳) میرے نزدیک بہتر فرقوں کا ہمیشہ کیلئے جہنم میں جانا اور اس میں رہنا فقہاو متکلمین کا اجماعی مسئلہ ہے جیسا کہ ماسبق میں المستند ص ۲۳۵ روغیرہ کے حوالوں سے ظاہر ہو گیا وہ بدعتی جس کی بد مذہبی حد کفر تک پہونچ چکی ہے اس کا حکم بھی مرتدین کا حکم ہے اور مرتدین کیلئے دائمی جہنمی ہے اور اگر آپ کے نزدیک مختلف فیہ ہے تو جمہور فقہاو متکلمین کے اقوال محققہ پیش فرمادیں تاکہ میرا یقین زائل ہو جائے اور اگر جمہور مجتہدین کے نزدیک یا جن کے اندر قوت اجتہاد ہے ان تمام کے نزدیک وہ بہتر فرقے اہل قبلہ گمراہوں کے ہیں کفار کے نہیں اور یہی ان سب کا قول محقق ہے جب آپ یہ ثابت فرمادینگے تو پھر ان لوگوں کا حکم کھل کر سامنے آجائیگا پہلے آپ کو یہ ثابت کرنا پڑیگا کہ جمہور مجتہدین اور وہ تمام حضرات جن میں قوت اجتہاد ہے ان کا یہی قول محقق ہے کہ وہ بہتر فرقے اہل قبلہ گمراہوں کے ہیں کفار کے نہیں۔

سوال (۴) حدیث میں مذکور بہتر وں فرقے ہمیشہ کے جہنمی ہیں، تو جو فرقہ صرف گمراہ ہے، مرتد نہیں، وہ تہتر واں فرقہ، فرقہ ناجیہ میں داخل ہے یا چوہتر واں فرقہ جو حدیث میں بیان ہونے سے رہ گیا ہے؟

جواب (۴) حدیث پاک میں مذکور بہتر فرقے ہمیشہ کے جہنمی ہیں تو جو فرقہ صرف گمراہ ہے مرتد نہیں اور اس کی گمراہی حد کفر تک نہیں پہونچی ہے وہ بہتر فرقوں میں داخل نہیں ہے۔ بلکہ اہل سنت و جماعت میں شامل ہے اگر رائی کے دانہ کے برابر بھی اس کا ایمان ہے جیسا کہ بخاری شریف مسلم شریف اور فتاوی رضویہ کے حوالوں سے گزرا لہٰذا نہ وہ تہتر واں فرقہ نہ وہ چوہتر واں فرقہ معاذ اللہ جو اس حدیث پاک میں بیان ہونے سے رہ گیا۔

سوال (۵) مفتی مطیع الرحمٰن صاحب کی آخری کوشش کہ شاہ اسماعیل دہلوی کو مسلمان ثابت کیا جائے اس پر پانچواں سوال ملاحظہ کیجئے ''شاہ اسماعیل دہلوی جس کے بارے میں امام احمد رضا کا موقف یہ ہے (الف) بالجملہ ماہ ومہر نیم روز کی طرح ظاہر وزاہر کہ اس فرقہ متفرقہ یعنی وہابیہ اسماعیلیہ اور اس کے امام نافر

جام پر جزماً قطعاً یقیناً اجماعاً بوجوہ کفر لازم اور بلاشبہ جماہیر فقہائے کرام واصحاب فتویٰ اکابر واعلام کی تصریحات واضحہ پر یہ سب کے سب مرتد کافر باجماع ان سب پر اپنے تمام کفریات ملعونہ سے بتصریح توبہ ورجوع اور ازسرِ نو کلمہ اسلام پڑھنا واجب اگر چہ ہمارے نزدیک مقام احتیاط میں اکفار سے کف لسان ماخوذ ومختار مرضیٰ ومناسب''۔ (الکوکبۃ الشہابیۃ مشمولہ فتاویٰ رضویہ مترجم ج ۱۵ ص ۲۴۵) واحسرتا موصوف قلمکار فقہاء اور متکلمین کے مذہب کے مابین فرق اور دنیاوی واخروی حکم کے فرق کو بھی فراموش کر چکے ہیں (ب) اگر چہ ائمہ محققین وعلمائے محتاطین انہیں کافر نہ کہیں اور یہی صواب ہے اور جواب یہی ہے اسی پر فتویٰ دیا جاتا ہے اور یہی مذہب ہے اور اسی پر اعتماد ہے وسلامتی ہے اور یہی درست ہے''سبحان السبوح مشمولہ فتاویٰ رضویہ مترجم ج ۱۵ ص ۴۴۵''

وہ فرقہ ناجیہ کا فرد ہے۔ یا انہیں بہتر فرقوں میں سے کسی فرقے کا۔ یا چوہترویں فرقے کا۔

جواب (۵) حضرت والا نے اپنے تحریر کردہ حوالوں سے ثابت کر دیا کہ اس فرقہ متفرقہ یعنی وہابیہ اسماعیلیہ الی اخرالکلام یقیناً جب ان کا حکم مرتدین کا حکم ہے تو وہ بھی بہتر فرقوں میں سے ہے فرقہ ناجیہ میں سے نہیں۔

مولوی صاحب! اسماعیل دہلوی کو فرقہ ناجیہ میں شامل کرنے کیلئے اپنی پوری قوت واستعداد صرف فرمادی تاکہ اس کو مسلمان ثابت کر کے اس کے لئے فاتحہ خوانی وایصال ثواب کو جائز قرار دے دیا جائے اور اسماعیل دہلوی نہ کافر ہے نہ سنی بلکہ مسلمان ہے اسی لئے اقسام ثلثہ کی حاجت درپیش آئی مگر میرا دعویٰ ہے کہ اگر موصوف قلمکار قیام قیامت تک زندہ رہ جائیں جب بھی اہلسنت وجماعت کے معتمدین ومستندین علمائے ربانیین کے اقوال سے یہ ثابت نہیں کر سکتے کہ اسماعیل دہلوی اتنے وافرہ کثیرہ کفریات لزومیہ کے باوجود مسلمان ہی ہے۔

اگر ہمت ہے تو ماضی قریب کے دور کے علمائے ربانیین مثلاً سیدنا فضل الرسول بدایونی، تاج الفحول بدایونی، علامہ فضل حق خیرآبادی، سیدنا آل رسول مارہروی، سیدنا سراج السالکین نوری میاں، سیدنا اعلیٰ

حضرت، سیدنا حجۃ الاسلام۔ سیدنا مفتی اعظم عالم، سیدنا محدث اعظم کچھوچھوی، مفتی ارشاد حسین رامپوری، صدر الافاضل، صدر الشریعہ اور شیر بیشنہ اہل سنت وغیرھم رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین عمائدین واساطین اہل سنن میں سے کسی ایک کا بھی قول پیش فرمادیں کہ اسماعیل دہلوی کو غیر سنی مسلمان قرار دیا ہو مجھے رجوع کرنے میں عار محسوس نہیں ہوگا افسوس کہ آپ نے اب تک سبحان السبوح، کوکبہ شہابیہ اور فتاویٰ رضویہ کی بہت سی عبارتوں کے مفاہیم کو سمجھنے سے عاجز و درماندہ رہ گئے ہیں و آخر دعونا عن الحمد للہ رب العلمین و الصلوٰۃ والسلام علیٰ سید المرسلین ﷺ ۱۲

کتبہ فقیر محمد ناظر اشرف قادری بریلوی

امام اہلسنت اعلیٰ حضرت مجدد اعظم قدس سرہ بریلی شریف کا عقیدہ

''یعنی جو شخص جمہور اہل علم وفقہ وسواد اعظم سے جدا ہو جائے وہ ایسی چیز کے ساتھ تنہا ہوا جو اسے دوزخ میں لیجائیگی تو اے گروہ مسلمین! تم پر فرقہ ناجیہ (جنتی فرقہ) اہلسنت وجماعت کی پیروی لازم ہے کہ خدا کی مدد اور اسکا حافظ وکارساز رہنا موافقت اہلسنت ہے اور اس کا چھوڑ دینا اور غضب فرمانا اور دشمن بنانا سنیوں کی مخالفت میں ہے اور یہ نجات والا گروہ چار مذہب میں مجتمع ہے حنفی، مالکی، شافعی، حنبلی، اللہ تعالیٰ ان سب پر رحمت فرمائے اس زمانے میں ان چار سے باہر ہونے والا بدعتی جہنمی ہے جس سے ثابت ہوا کہ بہتر فرقے جو اہلسنت وجماعت سے خارج ہے وہ دائمی جہنمی ہے یہی عقیدہ امام المحققین سیدی امین الدین محمد بن عابدین شامی علیہ الرحمۃ والرضوان اور علامہ سیدی احمد مصری طحطاوی وغیرہم اسلاف واخلاف علماء ومشائخ فقہاء ومتکلمین رحمہم اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا بھی ہے (فتاویٰ رضویہ ج ۳)

حدیث افتراق امت کے تعلق سے تاج الشریعہ بدرالطریقہ قاضی القضاۃ فی الہند دامت برکاتہم القدسیہ کی تحقیق انیق پر ایک جاہل مصباحی کے ناپاک حملہ کا دنداں شکن جواب

ماہنامہ جام نور، ستمبر ۲۰۱۵ء میں۔اظہار خیالات کے کالم میں شہیر احمد مصباحی کا ایک مضمون۔ ''محدث صغیر کہلانے کی بچکانہ خواہش'' کے عنوان پر چھاپا گیا ہے۔اس مضمون میں انھوں نے علامہ رضوان احمد شریفی کو ماسٹر رضوان احمد شریفی سے ،اور حضور تاج الشریعہ جانشین سرکار مفتی اعظم عالم کو معروف پیر صاحب سے مخاطب کرتے ہوئے اپنی علمی بے مائیگی کا ثبوت پیش کیا ہے،اور اپنی فکری بیوگی پر مصباحیت کا سندور اپنی مانگ سے نکالکر پھینک دیا ہے۔اور شہیر صاحب کی شہرت بد نے الجامعۃ الاشرفیہ کے قدماء فاضلین کی نیندیں اڑادی ہیں۔

میں ضفدع البئر کے پورے مضمون پر تبصرہ کرنا بے سود تصور کرتے ہوئے صرف فاضل محقق مصباحی صاحب کو علمی دنیا کے ساحل پر لیجا کر قواعد النحو کے بحر ذخار سے چند شواہد پیش کرنا مناسب سمجھتا ہوں۔ مصباحی صاحب نے حضور تاج الشریعہ مدظلہ پر تنقیصی تنقید کرتے ہوئے تحریر کیا ہے کہ''انہوں نے آج سے تین سال قبل ممبئی کے ایک اجلاس میں شہید بغداد کی مذکورہ کتاب کا رد کرتے ہوئے جو دلیل دی تھی۔اس پر میں ہی نہیں پوری علمی دنیا حیران وششدر تھی۔کیونکہ ایسی دلیل تو نحو میر کا طالبعلم بھی نہیں دے سکتا''

آخر پوری علمی دنیا سے مصباحی صاحب کی کیا مراد ہے؟ قدیم وجدید جملہ مصباحی ہیں۔خواہ جدت طراز ہوں، یا قدامت پسند،شریعت مطہرہ پر گامزن ہوں، یا آوارہ و بدچلن۔اسکی تشریح وتوضیح آنجناب کی تحریر میں مفقود ہے۔اسی لئے ضروری ہے کہ آئندہ کسی شمارہ میں اسکی وضاحت کرکے ذی علم

مصباحیوں کی علمی عزت وآبروریزی پر قدغن لگائیں۔۔۔ مزید رقمطراز ہیں کہ
''موصوف (تاج الشریعہ) نے شہید بغداد کا رد کرتے ہوئے فرمایا تھا۔ حدیث میں کلّھم فی النار آیا ہے۔ اور یہ جملہ اسمیہ ہے۔ اور جملہ اسمیہ مفید دوام واستمرار ہے، تو اسکا مطلب یہ ہوا کہ یہ تمام فرقے ہمیشہ ہمیشہ کیلئے جہنم میں رہنگے، (مفہوم)

یہی مضحکہ خیز دلیل اس خلاصہ تحقیق انیق میں بھی دی گئی ہے۔ لکھتے ہیں کہ۔ اور کلّھم فی النار کہ جملہ اسمیہ مفید دوام واستمرار ہے۔ کا مفاد کیا خلود فی النار نہیں؟ ہے۔ اور ضرور ہے۔

حضور تاج الشریعہ جانشین سرکار مفتی اعظم عالم دامت برکاتہم القدسیہ نے کلّھم فی النار کو جملہ اسمیہ کیا کہہ دیا اور جملہ اسمیہ مفید دوام واستمرار ہے کیا فرمادیا۔ اسپر شہیر مصباحی پر قہر الٰہی کی بجلی گر پڑی اور آگ بگولہ ہوکر لکھ مارا کہ۔ اب ماسٹر صاحب، یا تحقیق انیق کے محقق کو کون سمجھائے، کہ جملہ اسمیہ میں دوام واستمرار جملہ فعلیہ کے مقابلے میں ہے۔ نہ کہ مطلقاً۔

''اگر یہی قاعدہ فرض کرلیا جائے تو عجیب وغریب نتائج نکلیں گے۔ مثلاً اگر کہیں یہ جملہ لکھا ہو، عمرو زید وبکر کلّھم فی البیت ۔تو اسکا مطلب یہ ہوا کہ عمرو زید اور بکر ہمیشہ گھر میں رہیں گے۔ اور گھر سے کبھی نہیں نکلیں گے۔ زید نائم (زید سو رہا ہے) مذکورہ تشریح کے مطابق قیامت تک سوتا ہی رہیگا''

الراشی والمرتشی کلاھما فی النار (رشوت دینے اور لینے والے دونوں جہنمی ہیں) اب جو بھی شخص رشوت دیتا ہے یا لیتا ہے۔ خواہ کتنا ہی بڑا صاحب ایمان کیوں نہ ہو۔ وہ ہمیشہ جہنم میں ہی جلتا رہیگا۔ کیونکہ یہ تمام جملے، جملہ اسمیہ ہیں''

اہل علم نے مصباحی صاحب کے دلائل وبراہین کا عالمانہ وفاضلانہ تیور ملاحظہ فرمالیا، جو حضور تاج الشریعہ مدظلہ کے بمبئی کے خطاب نایاب کے بعد تین سال کی مدت مدید میں جمع فرما کر علم ودانائی کا خون ناحق کیا ہے۔ اور انکے دلائل سے انکے ظرف ناقص کا اہل علم کو اندازہ ہوگیا ہوگا اور میں اس حقیقت کے

اظہار میں حق بجانب ہوں کہ انکے علمی ظرف کی خلاء کیلئے ملاء محال ہے۔ لہذا میں قواعد النحو سے واقف اذکیاء والباب طلاب سے مخاطب ہوکر عرض گذار ہوں کہ۔۔

جملہ اسمیہ من حیث ھی ھی بحسب الوضع علی الاطلاق استمرار ودوام پر دلالت کرتا ہے۔ اس استمراری ودوامی قاعدہ پر کسی باقاعدہ مولوی کو نہ مجال انکار ہے۔ اور نہ ہی انکار پر اصرار۔

اور جملہ فعلیہ من حیث ھی ھی بحسب الوضع علیٰ الاطلاق تجدد وحدوث پر دلالت کرتا ہے اس قاعدہ کلیہ پر بھی ہر صاحب علم، عالم دین کو جزم کامل ہے۔ ہاں کسی قرینۂ صارفہ کی وجہ سے جملہ فعلیہ سے عدول کر کے جملہ اسمیہ بنایا جاتا ہے۔ تو اسکی علت صرف یہی ہے کہ جملہ اسمیہ بننے کیوجہ سے ثبات ودوام پر دلالت ثابت ہوجائے۔

دلیل اول: امام النحو، صدر العلماء، علامہ سید غلام جیلانی میرٹھی علیہ الرحمہ اپنی معرکۃ الآرا تصنیف ''البشیر الناجیہ بحث الحال ص ۲۴۴ر'' پر ارشاد فرماتے ہیں کہ۔ جملہ اسمیہ میں استقلال قوی ہے۔ استقلال تو بایں معنی کہ اپنے معنی میں غیر کا محتاج نہیں اور قوی بایں معنی کہ دوام پر دلالت کرتا ہے۔ (مطلقاً فرمایا کسی جملہ فعلیہ کے مقابلے میں نہیں)

دلیل دوم: عارف باللہ۔ عاشق رسول اللہ۔ علامہ عبد الرحمٰن جامی علیہ رحمۃ الباری شرح جامی ص ۱۳۷ر پر فرماتے ہیں کہ۔ فالاسمیة ای الجملة الاسمية الحالية متلبسة بالواو والضمير معاً لقوة الاسمية فى الاستقلال (الخ) لقوة الاسمية پر حاشیہ نمبر ۹ر ہے۔ اسمیں مرقوم ہے کہ لقوة الاسمية فى الاستقلال اما نفس الاستقلال فظاهر، واما القوة فلان الاسمية لدلالتها علىٰ الثبوت والدوام۔-----

جس سے آفتاب نیمروز سے زیادہ روشن ہے کہ جملہ اسمیہ مطلقاً ثبوت ودوام پر دلالت

کرتا ہے۔(جملہ فعلیہ کے مقابلے کی قید نہیں ہے) اب میں اختصار کو ملحوظ رکھتے ہوئے پہلے استمرار ودوام کا مفہوم پیش کرر ہا ہوں۔

صدر العلماء علامہ میرٹھی علیہ رحمتہ الباری کی شہرۂ آفاق ۔تصنیف لطیف البشیر الکامل بحل شرح مائۃ عامل (جدید ایڈیشن) ص ۸۷ر پر استمرار ودوام کی نہایت ہی سہل الحصول زبان میں تشریح صریح مرقوم ہے۔ملاحظہ فرمایئے۔

استمرار ودوام: اس سے مراد مقابل حدوث ہے۔(حدوث) جسکے معنی ہیں۔وجود شئے جو تینوں زمانوں میں سے کسی ایک کے ساتھ مقید ہو۔پس استمرار ودوام کے یہ معنیٰ ہوئے وجود شئے جو تینوں زمانوں میں سے کسی ایک کے ساتھ مقید نہ ہو۔جیسے صفت مشبہ مشتق ہوتی ہے فعل لازم سے اور اسکا مدلول وہ ثبوت ہوتا ہے۔جو تینوں زمانوں میں سے کسی ایک کے ساتھ مقید نہیں چونکہ تینوں زمانوں میں سے کسی ایک کے ساتھ مقید نہیں،اسی لئے استمرارِ معروف اس سے بمعونت مقام مراد ہوتا ہے۔مگر اس میں ثبوت مصدر،تینوں زمانوں میں سے کسی ایک کے ساتھ مقید ہوتا ہے۔

ثبوت سے مراد معروف استمرار ودوام نہیں۔جسکے معنی ہیں جمیع ازمنہ میں تحقق،بلکہ ثبوت سے مراد مقابل حدوث ہے اور حدوث سے مراد وہ تحقق جو تینوں زمانوں میں سے کسی ایک کے ساتھ مقید ہو،تو ثبوت سے مراد وہ تحقق ہوا جس میں کسی زمانہ کا لحاظ نہ ہو۔(یہی دوام کا معنیٰ ہے)

محترم مصباحی صاحب! آپ نے استمرار ودوام کا معنی ہی نہیں سمجھا تھا۔اسی لئے حضور تاج الشریعہ دامت برکاتہم القدسیہ کے ارشاد عالی پر اعتراض کر بیٹھے۔اب ہم سے سنئے کہ جملہ اسمیہ میں استمرار ودوام ہوتا ہے کا مطلب یہ ہے۔کہ ازمنہ ثلاثہ کے ساتھ مقید نہیں بلکہ ملحوظ ہی نہیں۔تو عمرو ,زید وبکر کلّھم فی البیت کا مفہوم مستقل یہ ہوا کہ عمر،زید اور بکر تمام کے تمام گھر میں ہیں۔اس میں ازمنہ ثلاثہ ملحوظ نہیں۔یہی استمرار ودوام کا مفہوم کلی مستقل ہے۔ایسے ہی زید نائم جملہ اسمیہ کا مفہوم مستقل یہ ہوا۔کہ زید سو رہا ہے۔یعنی ازمنہ

ثلاثہ کے لحاظ کئے بغیر یعنی نہ ماضی کا لحاظ، نہ حال واستقبال ملحوظ بلکہ ملاحظۂ ذہنیہ سے معریٰ مراد ہے۔اور ایسے ہی الراشی والمرتشی کلاھما فی النار کا مفہوم مستقل یہ ہوا کہ رشوت دینے اور لینے والے دونوں جہنمی ہیں۔جس میں ازمنہ ثلاثہ۔ماضی وحال و مستقبل کے لحاظ کئے بغیر مراد ہے۔یہی استمرار مع الدوام کا مفہوم کلی بالاستقلال ہے۔۔

اگر متذکرہ بالا امثلہ ثلاثہ کے معانی ومطالب فہم ودرک فرمالئے ہیں۔تو سماعت کیجئے کہ حدیث افتراق امت میں " **کلھم فی النار** "جملہ اسمیہ ہے جو استمرار ودوام پر دال ہے۔کا مفہوم مستقل یہ ہوا کہ بہتر فرقے جہنم میں رہیں گے۔اور ازمنہ ثلاثہ کا لحاظ وہاں ہو ہی نہیں سکتا۔کیونکہ بعد حشر فضل الٰہی کی بنیاد پر ملت واحدہ ہمیشہ ہمیش جنت میں رہنگے۔جیسا کہ ارشاد ربانی ہے ،**ومن یؤمن باللّٰہ ویعمل صالحاً یکفر عنه سیاٰته ویدخله جنٰتٍ تجری من تحتها الانھٰر خالدین فیھا ابداً،ذٰلک الفوز العظیم .(پ ۲۸ / سورۂ تغابن)**

اور عدل الٰہی کی اساس پر ملت واحدہ کے علاوہ ۷۲رفرقے ہمیشہ ہمیش جہنم میں رہ جائینگے جیسا کہ ارشاد خداوندی ہے۔**والذین کفروا وکذّبوا باٰیٰتنا اولٰئک اصحٰب النّار خٰلدین فیھا وبئس المصیر،(پ ۲۸ / سورۂ تغابن)**

مصباحی صاحب!وہاں زمانہ کا وجود ہی نہیں کیونکہ زمانہ بھی حادث ہے۔لہذا نہ ماضی،نہ مستقبل اور حال تو خود بے حال اسکا وجود عند المحققین آج بھی نہیں تو بعد حشر یعنی حساب وکتاب کے بعد خلود فی الجنۃ اور خلود فی النار کیلئے حال کا وجود چہ معنی ؟

لہذا حضور تاج الشریعہ مدظلہ کا قول محقق قواعد النحو کے طلاب پر واضح تر ہوگیا۔

اور آپ کا یہ فرمانا کہ جملہ اسمیہ میں مفید دوام واستمرار جملہ فعلیہ کے مقابلے میں ہے نہ کہ مطلقاً۔مہملہ قدمائیہ مراد ہے یا عند المتاخرین؟اسکی توضیح آپ کے مضمون میں نہیں۔

اور پھر یہ حماقت کہ عمرو ،زید وبکر کلهم فی البیت کا مطلب یہ ہوا کہ عمرو زید اور بکر ہمیشہ گھر میں رہیں گے۔اور گھر سے کبھی نہیں نکلیں گے۔

(اولا) عمرو، زید اور بکر تینوں کا وجود حادث بالذات نہ کہ قدیم بالذات۔اور حادث بالزمان نہ کہ قدیم بالزمان

(ثانیا) یہاں بھی جملہ اسمیہ جملہ فعلیہ کے مقابلے میں نہیں۔اور مایقصد باللفظ وہی استمرار ودوام جو لا بشرط شئ کے درجہ میں ہے۔یعنی نہ ماضی کا لحاظ نہ مستقبل ملحوظ۔اور حال عند المحققین خود بے حال ہے۔۔۔

(ثالثا) زید نائم (زید سو رہا ہے) زید کا وجود حادث، زمانہ کے ساتھ مقید۔اور نوم کا وجود بھی حادث، زمانہ کے ساتھ مقید۔اور قدامت پر نہ کوئی قرینہ حالیہ اور نہ ہی مقالیہ۔

(رابعا) قیامت تک سوتا ہی رہیگا۔یہ زمانہ مستقبل پر دال۔جبکہ جملہ اسمیہ میں ازمنہ ثلاثہ ملاحظہ ذہنیہ سے معریٰ ہوتا ہے۔تو پھر لحاظ زمانہ استقبال جو عدم ودوام پر دال۔جسکا مدلول جملہ اسمیہ میں مفقود۔اور وجہ فقدان وہی کہ ازمنہ ثلاثہ ملاحظہ ذہنیہ سے معریٰ۔اور یہ آپ کا قواعد النحو کو نہ سمجھ پانے کی خطائے فاحش !یا ذہنی جمود وتعطّل کیوجہ سے آپ مالیخولیا کے دائمی مرض میں مبتلاء ہیں۔یہ آپ کے لوگ ہی بہتر جان سکتے ہیں

(خامسا) الراشی والمرتشی کے تحت آپ قلم کو یوں جنبش دیرہے ہیں کہ۔خواہ کتنا ہی بڑا صاحب ایمان کیوں نہ ہو۔واہ رے مصباحی صاحب !جو بڑا صاحب ایمان ہوگا وہ رشوت دینے والا اور لینا والا ہوگا۔یہی آپ کا ایمان وایقان ہے۔استغفر اللّٰہ من کل ذنب واتوب الیہ

تف ہے آپ کے علمی جنازہ پر!

(سادسا) اس مثال میں بھی وہی جہالت غلیظہ کہ وہ جہنم میں صرف داخل ہی نہیں ہوگا۔بلکہ ہمیشہ جہنم

میں جلتا ہی رہیگا۔ جملہ اسمیہ مفید دوام واستمرار کے مفہوم سے صراحتاً جہالت پر مبنی ہے۔ اور اسکا بھی مبنی وہی جسکی تشریح ماسبق میں گذرچکی۔ فافهم ولاتعجل۔

شاید آنجناب نے علامہ حموی علیہ الرحمۃ والرضوان کی غمز عیون البصائر کا نام سنا ہوگا۔ اس کے جزء اول ص ۲۸/ پر مثبت ہے کہ۔ واختار المصنف جملة الاسمية علیٰ الفعلية وان كان استعمالها في الانشاء اقل من القليل لافادتها الثبات والدوام كماقيل۔

یعنی مصنف علیہ الرحمہ نے الحمدللہ میں جملہ فعلیہ پر جملہ اسمیہ کو پسند فرمایا۔ اگرچہ اسکا استعمال انشاء میں اقل من القلیل ہے۔ اسکی علت یہی کہ جملہ اسمیہ ہونے کی وجہ سے مفید ثبات ودوام ثابت ہوجائے۔ اسکا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ جملہ اسمیہ۔ جملہ فعلیہ کے مقابلے میں استمرار ودوام پر دلالت کرتا ہے۔ اور اگر جملہ فعلیہ کے مقابلے میں نہ ہوتو استمرار ودوام سے مجرد ہوجاتا ہے، معاذاللہ۔

اور تفسیر بیضاوی پ ارص ۶/ پر انما عدل عنه الیٰ الرفع ليدل علیٰ عموم الحمد وثباته له دون تجدده وحدوثه (الخ) کے تحت حاشیہ نمبر ۱۰ر کے آخر میں محشی نے اپنا عندیہ پیش کرتے ہوئے یہ رقم فرمایا ہے کہ ۔لان الجملة الاسمية بمجردها لاتدل علیٰ الدوام والثبوت بل مع انضام العدول وغيره تفيدهما هذاهو المفهوم من كلام المصنف (ملخص من الشروح)

صاحب بیضاوی علیہ الرحمہ کی عبارت سے محشی نے جو کچھ سمجھا۔ انہوں نے رقم فرمایا۔ لیکن یہاں بھی عدول کا مفہوم وہ نہیں جو مصباحی صاحب نے سمجھا ہے کہ۔ جملہ اسمیہ مفید استمرار ودوام جملہ فعلیہ کے مقابلے میں ہے۔ نہ کہ مطلقاً۔ بلکہ عدول پر زید منطلق سے اعتراض وارد ہورہا تھا۔ تو محشی نے اپنے فہم کے مطابق دفع اعتراض کیلئے الحمدللہ جملہ اسمیہ میں عدول وغیر عدول کے انضمام کو حجت قرار دیا۔

اگر آپکو بیضاوی شریف کی عبارت سمجھ میں نہیں آئی ہوگی، تو انوار البیضاوی ج ۱ر ص ۱۵۵/ کی عام فہم عبارت سوال وجواب کے ذیل میں سماعت فرمائیے۔

سوال۔ یہاں جملہ فعلیہ سے جملہ اسمیہ کی طرف کیوں عدول کیا گیا۔ جبکہ اس میں اصل یہ تھا کہ اس سے پہلے فعل محذوف ہوتا ہے اور یہ جملہ فعلیہ ہوتا؟

جواب: جملہ اسمیہ کی طرف عدول کرنا یہ زیادہ مناسب ہے۔ کیونکہ جملہ اسمیہ ثبوت، دوام اور استمرار پر دلالت کرتا ہے۔ جبکہ جملہ فعلیہ تجدد اور حدوث پر دلالت کرتا ہے۔ تو چونکہ حمد اللہ تعالیٰ کی ذات کے ساتھ خاص ہے اور اللہ تعالیٰ کی ذات ازلی اور ابدی ہے۔ اس کی حمد بھی ازلی اور ابدی ہوگی۔ لہذا یہاں جملہ اسمیہ بنادیا۔ جو اس پر دلالت کرتا ہے۔ جبکہ جملہ فعلیہ میں بھی تجدد اور حدوث کا استمرار ہوتا ہے۔ لیکن دوام نہیں ہوتا کیونکہ تجدد اور حدوث کا معنی یہ ہے کہ نئے سرے سے پیدا ہونا لہذا اس کا معنی یہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ کی حمد نئے سرے سے نئے انداز میں پیدا ہورہی ہے۔ گویا وہ پہلے نہ تھی۔ بعد میں پیدا ہوئی۔ اسلئے یہاں جملہ اسمیہ بنادیا گیا۔

مصباحی صاحب ملاحظہ فرمالیا آپ نے! یہاں بھی مطلقاً فرمایا نہ کہ جملہ فعلیہ کے مقابلے میں کی قید کیساتھ مقید کیا۔

نیز مناظرۂ رشیدیہ کے ص۳ پر حاشیہ نمبر۲ کے تحت مرقوم ہے۔ واختار ای انما قال اسمیة الجملة ولم یقل الجملة الاسمیة لان مطلق الجملة الاسمیة لاتدل علیٰ الثبات والدوام فی المذهب الصحیح بل التی عدلت عن الفعلیة فلذا قال اسمیة الجملة کذا قال العلامة التفتازانی رحمة اللّٰه علیه فی کتابه المطول وبین مذهب الفریقین و دلیلهما فان شئت ان تطلع علیه فلتطالع ثمه ۱۲

یہاں بھی مصباحی صاحب کا قول محقق مندرج نہیں یعنی جملہ اسمیہ استمرار ودوام پر جملہ فعلیہ کے مقابلے میں ہے۔ نہ کہ مطلقاً بلکہ نحمد حمدا للّٰه یا حمدت حمدا للّٰه یا حمدت حمد اللّٰه سے عدول کیوجہ سے ثبات ودوام پر دلالت مقصود اور محشی کی نزدیک مذہب صحیح یہ ہے۔ کہ جب جملہ اسمیہ

جملہ فعلیہ سے معدول ہو تو استمرار و دوام پر دلالت کرتا ہے۔ تو شاید مصباحی صاحب اپنے ظرف غیر متوسع کی وجہ سے معدول کا معنی متابلہ سمجھ رہے ہیں یا للعجب

معدول کا معنی و مفہوم متابلہ نہیں بلکہ معدول میں متابلہ کا مفہوم متضمن ہوتا ہے وہ بھی مطلقاً اسکی وجہ یہ کہ اسم و فعل آپس میں قسیم ہونے کی وجہ سے مقابل ہے تو جملہ اسمیہ اور جملہ فعلیہ بھی آپس میں قسیم ہونے کی وجہ سے مطلقاً متابل ہوتا ہے یہ اظہر من الشمس واجلی من البدیہات ان طالب علموں کیلئے ہے جو آپ کی طرح غبی الذہن نہیں ہیں۔ اسی لئے میں کہتا ہوں مصباحی صاحب کو کتاب النحو میں درج شدہ عدل کی تعریف بھی یاد نہیں تو بلا وجہ یہ رٹ لگانا کہ جملہ اسمیہ جملہ فعلیہ کے مقابلے میں استمرار و دوام پر دلالت کرتا ہے مطلقاً نہیں مصباحی صاحب کے سفیہ ہونے پر دلیل ہے۔ اور مصباحی صاحب کو فریقین کے مذاھب کی دلیلوں کا علم ہی نہیں اسی لئے ضروری ہے کہ آنجناب مطول کا مطالعہ فرمائیں۔۔۔۔

نیز مختصر المعانی کے ص ۲۶۳ ر کے حاشیہ کی عبارت **لان الاسمیة لا تدل الا علیٰ مطلق الحصول بناءً علیٰ انها لا تقید الدوام الا بالقرائن** سے بھی حضور تاج الشریعہ محقق علوم عربیہ، مدقق فنون کثیرہ، دامت برکاتہم العالیہ کا مدعیٰ ثابت۔ کہ حدیث پاک میں **کلھم فی النار الا ملة واحدة** سے قرینۂ حالیہ دوام پر دال کیونکہ جہنم کا وجود دائم۔ اور مصباحی صاحب کی مثال اول و وم کلھم فی البیت و زید نائم میں عمرو، زید اور بکر اور بیت و نوم معدات سے ہیں۔ جس میں دوام زائل اور عدم دوام کا ہر کوئی قائل۔ اسی لئے فاضل مصباحی صاحب کی مثالیں حدیث افتراق امت میں درج جملہ اسمیہ **کلھم فی النار الا ملة واحدة** پر قیاس فاسد و عاطل اور ممثل لہ سے توافق زائل۔

فریق ثانی کے قول کی بناء پر حضور تاج الشریعہ اپنی تحقیق انیق میں رقمطراز ہیں کہ۔

یہاں ایک اور قرینہ خود نفس حدیث میں یہ ہے کہ دوسری روایت میں فرقہ کے بجائے ملت فرمایا گیا۔ جسکا صاف مطلب یہ ہے کہ حدیث یہ خبر دیرہی ہے کہ متفرق ہونے والے لوگ ۷۲ ملتوں پر متفرق

ہوگئے ۔ یہ ملتیں ملت اسلام سے جدا ہوں گی جیسا کہ حکم استثناء سے ظاہر ہے اور اس طرح فی النار کو ظرف لغو قرار دینا قرائن حدیث کے خلاف ہے۔ جو خلود فی النار پر دلالت ظاہرہ کر رہے ہیں ۔ اور یہ جملہ **کلهم فی النار** ، ان قرائن کا مزید مؤید، ان جملہ قرائن سے صرف نظر بے قرینۂ صارفہ وبلا عذر معنی متبادر کو چھوڑ نا زبردستی ہے ۔ یہاں تک وہ قرائن بیان ہوئے جو خلود فی النار کے مقتضی ہیں (الخ)

مصباحی صاحب پڑھ لیا آپ نے !حضور تاج الشریعہ مدظلہ کی تحقیق انیق اب آپ کے دونوں راستے بند ہوگئے ۔ اور کہیں سے بھی یہ ثابت نہیں ہوا کہ فریقین کا مذہب یہی ہے کہ جملہ اسمیہ صرف جملہ فعلیہ کے مقابلے میں استمرار و دوام پر دلالت کرتا ہے۔

جیسا کہ مختصر المعانی سے بھی مختصراً آئینہ دکھادیا گیا۔ **فثبت المدعیٰ فلا تشکیک فی قول التاج فی الشریعة دامت برکاتهم القدسیة هذا هو الحق بل الاحق فی تفهیم المسئلة المتنازعة من الامثلة عندنا و عند علماء النحویة. فافهموا واستقموا اوا تقنوا علیٰ هذا التحقیق فلعلک لا تجده بهذا التفصیل التدقیق فی غیر هذا التحریر فالحمد لله ولی الانعام والصلوٰة والسلام علیٰ سیدنا محمدِ خیر الانام وآله وآصحابه الطیبین الکرام۔**

کتبـــــــــــــــہ

فقیر محمد ناظر اشرف قادری بریلوی

خادم دار الافتاء دار العلوم اعلیٰ حضرت رضا نگر کلمنا ناگپور

کتاب الصلوٰۃ

فاسق کی اقتداء میں نماز مکروہ تحریمی واجب الاعادہ ہے

کیا فرماتے ہیں مفتیان عظام اس مسئلہ میں کہ

زید جو ایک مسجد میں امام ہے لیکن جھوٹ بہت بولتا ہے دھوکا دیتا ہے سمجھانے کے باوجود باز نہیں آتا مثلاً ایک تنظیم ہے مہاراشٹر باندھ کامگار منڈل جو کہ مزدور کی مدد کرتی ہے جناب نے جھوٹا مزدوری لیٹر بنا کر اپنے آپکو مزدور بتا کر اس تنظیم سے پیسہ لیتا ہے سمجھانے پر کہ آپ ایک امام ہے آپ کیلئے یہ سب مناسب نہیں ہے۔ پھر بھی باز نہیں آتا اور پولیس تھانہ میں اس پر کیس بھی ہے وغیرہ وغیرہ آپ سے گذارش ہیکہ شریعت میں ایسے کو امام بنانا صحیح ہے یا غلط؟

نوٹ! بطور پروف این سی آر کی کاپی اور جھوٹا لیٹر آپ کے پاس روانہ کر رہا ہوں قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب عطا کریں، مہربانی ہوگی۔

سائل: جمیل خاں ولا ور خاں، امراوتی

الجواب اللّٰھم ھدایۃ الحق والصواب

صورت مسئولہ میں برصدق سائل وصحت سوال جس امام کا جھوٹا ہونا، دھوکا باز ہونا متحقق ومعروف ہو وہ امام فاسق معلن ہے۔ اس کو امام بنانا گناہ ہے، جیسا کہ فتاویٰ حجہ کے حوالہ سے غنیۃ ص ۵۱۳ / پر ہے..

لو قدموا فاسقا یاثمون اور اسکی اقتداء میں نماز مکروہ تحریمی واجب الاعادہ ہے، جیسا کہ درمختار ج ا رباب صفۃ الصلوٰۃ ص ۷۱ / پر رقم ہے **کل صلاۃ ادیت مع کراھۃ التحریم تجب اعادتھا ۱۲ واللّٰہ تعالیٰ اعلم بالصواب وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم بالجواب**

کتبہ: فقیر محمد ناظر اشرف قادری بریلوی غفرلہ القوی

دیو بندی امام کے پیچھے نماز باطل محض ہے، ہوگی ہی نہیں۔اور جو کسی کی دیو بندیت سے مطلع ہونے کے باجود اسکی اقتداء میں نماز پڑھے تو اسپر توبہ تجدید ایمان ضروری ہے

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ

زید ایک سنی امام ہے اس نے خطبۂ جمعہ سے پہلے یہ اعلان کیا کہ آپ حضرات فلاں مسجد میں سنی، دیو بندی کا خیال کئے بغیر نماز پڑھنے کیلئے کثرت سے پہونچیں کیونکہ اس مسجد کا جمعہ خطرے میں ہے جبکہ عوام وخواص سب میں یہ مشہور ہے کہ فلاں مسجد کا امام دیو بندی مسلک کا ہے اس لئے زید سے کچھ عالموں نے پوچھا کہ آپ نے یہ اعلان کیسے کر دیا۔تو زید نے بتایا کہ میں کیا کروں کمیٹی کے لوگوں نے مجھ سے یہ اعلان کروایا ہے۔اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ کیا زید کا یہ اعلان کرنا درست ہے؟ اگر نہیں تو اس سے زید پر شریعت مطہرہ میں کیا حکم نافذ ہوگا؟

(۲) کیا زید کی اقتداء میں نماز درست ہوگی؟ اگر نہیں تو پڑھی ہوئی نمازوں کا کیا ہوگا؟

(۳) جن نمازیوں نے زید کے اس اعلان پر دیو بندی امام کی اقتداء کو درست جانا اسکی اقتداء میں نماز پڑھی ان کیلئے کیا حکم ہے؟ بینوا وتوجروا

المستفتیان: عبدالکریم وبرادران اہلسنت

تاج گنج آگرہ یوپی

۹۲/۸۶/۷ **الجواب اللّٰھم ھدایة الحق والصواب**

۱/۲/ صورت مسئولہ میں برصدق سائل وصحت سوال اگر واقعی زید سنی صحیح العقیدہ امام ہے، تو اس کا عذر نامقبول ہے ارشاد ربانی عزاسمہ ہے **ھل یستوی الذین یعلمون والذین لا یعلمون**[پ ۲۳ رکوع ۱۴]

عوام کالانعام کے کہنے پر خواہ کمیٹی کے افراد ہی کیوں نہ ہوں۔ سنی امام کا یہ اعلان کرنا ''فلاں مسجد میں سنی ودیوبندی کا خیال کئے بغیر نماز پڑھنے کیلئے کثرت سے پہونچیں، کیونکہ اس مسجد کا جمعہ خطرے میں ہے'' جمعہ کا خطرے میں ہونا چہ معنیٰ؟ جب دیوبندی امام کی اقتداء میں نماز پنجگانہ ہو یا تراویح، جمعہ وعیدین ہو یا نماز جنازہ وغیرہ سب نمازیں باطل محض ہیں۔ فتاویٰ رضویہ شریف المجلد الثالث ص ۲۶۵/ پر ہے۔ **لانہ لادین لہ ولا صلاۃ لمن لا دین لہ.** دیوبندیہ کی نسبت علمائے کرام حرمین شریفین نے بالاتفاق فرمایا ہے کہ وہ مرتد ہیں، اور شفاء امام قاضی عیاض وبزازیہ ومجمع الانہر ودرمختار وغیرہا کے حوالہ سے فرمایا ''**من شک فی کفرہ وعذابہ فقد کفر**'' تو جب ان کے اقوال پر مطلع ہوکر ان کے کفر میں شک کرے، وہ بھی کافر۔ اور انکی حالت کفر وضلال اور ان کے کفری وملعون اقوال طشت از بام ہوگئے۔ ہر شخص کہ نرا جنگلی نہ ہو، انکی حالت سے آگاہ ہے۔

لہٰذا اگر وہ امام جس کا عوام وخواص میں دیوبندی مسلک کا ہونا معروف ومشتہر ہے، اور وہ واقعی نفس الامری طور پر عقائد دیوبندیہ ہی رکھتا ہے اور اس پر سنی صحیح العقیدہ امام مطلع بھی ہے جیسا کہ سنی امام کا یہ جملہ ''فلاں مسجد میں سنی ودیوبندی کا خیال کئے بغیر نماز پڑھنے کیلئے کثرت سے پہونچیں'' اسپر شاہد عادل ہے۔ تو اس کے اس فعل شنیع وقول قبیح کی اساس پر اس سنی امام پر توبہ وتجدید ایمان ونکاح فرض ہے، اگر مرید ہوا ہو تو بیعت وارادت فسخ وزائل ہے، زید بے قید آزاد نژاد امام جو سنی کہلاتا ہے۔ اسکی اقتداء میں نمازیں نادرست۔ اور اس اعلان کے بعد اب تک پڑھی ہوئے نمازوں کا اعادہ فرض ہے۔

(۳) اگر وہ لوگ جنہوں نے زید کے اعلان کرنے پر بے خبری میں دیوبندی امام کی اقتدا کی ہو، یعنی جانا تو بڑی بات ہے اعلان سنی امام ہونے سے بے خبری درست مان لئے کیونکہ بعد علم وہ اگر ایسا کر لیں تو مجبور ہیں اور اس نماز جمعہ کی قضا ظہر کے طور پر ادا کریں۔ جیسا کہ امام اہلسنت مجدد اعظم قدس سرہ العزیز فتاویٰ رضویہ شریف ج ۳ ص ۲۲۶ پر فرماتے ہیں کہ "جسے بے خبری میں دیوبندی کے پیچھے نماز پڑھی ہو تو اسکا ایک علاج تو توبہ اور دوسرے یہ ضرور کہ ان نمازوں کی قضا پڑھی جائے (ملخصاً)

امام محقق علی الاطلاق فتح القدیر جزء اول باب الامامۃ ص ۳۰۴ پر فرماتے ہیں

"روی محمد عن ابی حنیفة وابی یوسف رحمهما الله ان الصلوٰة خلف اهل الهواء لاتجوز"

یعنی ائمہ ثلاثہ حنفیہ رحمہم اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا اس پر اتفاق ہے کہ بدمذہبوں کی اقتدا میں نماز جائز نہیں، حضور پرنور شیخ الاسلام والمسلمین امام اہلسنت اعلیٰ حضرت قدس سرہ العزیز فتاویٰ رضویہ شریف ج ۳ ص ۲۲۵ پر رقمطراز ہیں کہ "دیوبندی عقیدہ والے کے پیچھے نماز باطل محض ہے ہوگی ہی نہیں، فرض سر پر رہیگا۔ اور ان کے پیچھے پڑھنے کا شدید عظیم گناہ علاوہ اس سے چاہئے کہ نماز جمعہ کی جگہ ظہر پڑھکر اپنے ذمہ سے ساقط کرنا فرض ہے ۱۲ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم بالجواب۔

کتبہ

فقیر محمد ناظر اشرف قادری بریلوی غفرلہ القوی

خادم دارالافتاء دارالعلوم اعلیٰ حضرت رضا نگر کامنا ناگپور

۱۵ر جمادی الاولیٰ ۱۴۲۹ھ

(۳) اگر وہ لوگ جنہوں نے زید کے اعلان کرنے پر بے خبری میں دیوبندی امام کی اقتداء کو درست جانا، تو بر بنائے اعلان سنی امام و بے خبری درست جاننے کیوجہ سے بعد علم مسئلہ شریعہ توبہ نصوحہ کریں۔ اور اس نماز جمعہ کی قضا ظہر کے طور پر ادا کریں۔ جیسا کہ امام اہلسنت مجدد اعظم قدس سرہ الکریم فتاوی رضویہ شریف ج ۳ ص ۲۳۶ پر فرماتے ہیں کہ "جیسے بے خبری میں دیوبندی کے پیچھے نمازیں پڑھیں تو اسکا ایک علاج تو توبہ اور دوسرے یہ ضرور کہ ان نمازوں کی قضا پڑھی جائے (ملخصاً)

امام محقق علی الاطلاق فتح القدیر جزء اول باب الامامۃ ص ۳۰۴ پر فرماتے ہیں

"روی محمد عن ابی حنیفة و ابی یوسف رحمهما الله ان الصلوٰة خلف اهل الهواء لاتجوز"

یعنی ائمہ ثلاثہ حنفیہ رحمہم اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا اسپر اتفاق ہے کہ بدمذہبوں کی اقتداء میں نماز جائز نہیں، حضور پرنور شیخ الاسلام والمسلمین امام اہلسنت اعلیٰ حضرت قدس سرہ العزیز فتاوی رضویہ شریف ج ۳ ص ۲۳۵ پر رقمطراز ہیں کہ "دیوبندی عقیدہ والے کے پیچھے نماز باطل محض ہے ہوگی ہی نہیں، فرض سر پر رہیگا۔ اور ان کے پیچھے پڑھنے کا شدید عظیم گناہ علاوہ، اس سے چاہئے کہ نماز جمعہ کی جگہ ظہر پڑھکر اپنے ذمہ سے ساقط کرنا فرض ہے ۱۲ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب وعلمه جل مجده اتم واحكم بالجواب.

کتبہ

فقیر محمد ناظر اشرف قادری بریلوی غفرلہ القوی

خادم دارالافتاء دارالعلوم اعلیٰ حضرت رضا نگر کلمنا ناگپور

۱۵ / جمادی الاولیٰ ۱۴۳۹ھ

چلتی ریل پر فرض وواجب اور سنت فجر کے اعادہ پر ایک متفق علیہ فتویٰ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں:

کہ چلتی ٹرین میں فرض وواجب اور سنتِ فجر پڑھ لینے کے بعد۔ جب گھر آئے، تو اوقاتِ نماز میں ان نمازوں کا اعادہ ضروری ہے یا نہیں؟ اگر ہے تو اس کی کیا وجہ ہے؟ نیز چلتی ریل کو ہوائی جہاز اور کشتی پر قیاس کرنا ازروئے شرع درست ہے یا نہیں؟ جبکہ آجکل فاسٹ ٹرینیں چلتی ہیں۔ اور ایک دو گھنٹے کے بعد رکنے کی وجہ سے نماز کا وقت نکل جاتا ہے، اور اگر لوٹانا ضروری ہے۔ تو اعلیٰ حضرت امام اہلسنت اور صدرالشریعہ کی کتابوں سے حوالہ دیجئے۔ کیونکہ ہمارے شہر میں اختلاف شدید ہو چکا ہے۔ کہ آج کل ٹرینوں میں نماز پڑھنے کے بعد اعادہ کرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ تو کیا جو صاحبان ایسا کہتے ہیں ان لوگوں کا قول شریعت کے مطابق ہے۔؟ اگر مطابق نہیں تو ان پر کیا حکم شرع نافذ ہوگا؟ اور ان کی اقتدا میں نمازیں درست ہوں گی یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

فقط والسلام محمد اقبال احمد رضوی ناگپور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب اللّٰھم ھدایۃ الحق والصواب

چلتی ٹرین میں فرض وواجب اور سنتِ فجر پڑھ لینے کے بعد حالت استقرار میں اعادہ ضروری ہے۔ جیسا کہ فتاویٰ رضویہ جلد سوم ص ۴۴ پر امام اہلسنت مجدد اعظم قدس سرہ ارشاد فرماتے ہیں کہ ''فرض اور واجب

جیسے وتر ونذر اور ملحق بہ یعنی سنت فجر چلتی ریل میں نہیں ہو سکتے اگر ریل نہ ٹھہرے اور وقت نکلتا دیکھے، پڑھ لے، پھر بعد استقرار اعادہ کرے، کہ ان نمازوں میں زمین یا تابع زمین پر استقرار و اتحاد مکان شرط صحت ہے، مگر یہ تعذر۔ کما قاله العلامة الشامی فی رد المحتار، الحاصل ان كلا من اتحاد المكان و استقبال القبلة شرط فی صلاة غير النافلة عند الامكان لا يسقط الابعذر (ردالمحتار ج ۱/ص ۴۷۶)

اور چلتی ٹرین میں یہ شرط مفقود کہ نماز کے لئے ٹرین کا نہ روکنا یہ منع ،منع من جهة العباد ہے، اور ایسے منع کی حالت میں حکم یہ ہے کہ نماز پڑھ لے اور بعد زوال مانع ،اعادہ کرے، کہ عذر من جهة العباد کی صورت میں اعادہ کا ہی حکم رہیگا۔ جیسا کہ فتاویٰ رضویہ جلد اول صفحہ ۶۱۶ ر پر امام اہل سنت مجدد اعظم قدس سرہ نے حیاوالی عورت کا مسئلہ بیان فرمانے کے بعد ارشاد فرمایا ہے:

اماقولی انها اذ اوجدت الماء لا تعيد لان المانع الحياء، والحياء من المولى سبحنه تعالى فالمانع من جهة صاحب الحق عز جلاله كما استظهر الفاضلان الرحمتی ثم الشامی فی مسالة غيرهٔ ۵۴/ ومثلها ۵۵/ قائلين ان العذريات من قبل المخلوق. فان المانع لها الشرع والحياء وهما من الله تعالى. كما قالوا لوتيمم لخوف العدو فان توعده على الوضوء اوالغسل يعيد، لان العذراتی من غيرصاحب الحق ولو خاف بدون توعد من العذر. فلا. لان الخوف اوقعه الله تعالى فی قلبه فقد جاء العذر من قبل صاحب الحق. فلا تلزمه الا عاده [رد المحتار ابحاث الغسل ج ۱/ص ۱۵۵]

یعنی جو میں نے کہا، کہ پانی پانے پر اسے اعادہ کی بھی حاجت نہیں، تو اس لئے کہ اس کے لئے پانی سے مانع چیز حیا ہے اور حیا مولیٰ تعالیٰ کی جانب سے ہے، تو مانع خود صاحب حق عز جلالہ کی طرف

سے ہے۔جیسا کہ فاضل رحمتی پھر شامی نے مسئلہ نمبر۵۴ رمیں اور اس کے مثل نمبر۵۵ رمیں اظہار فرمایا۔ ان کے الفاظ یہ ہیں کہ، عذر مخلوق کی جانب سے نہ آیا۔اس لئے کہ اس عورت کیلئے مانع شریعت اور حیا ہے اور دونوں ہی اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہیں۔جیسا کہ فقہاء نے فرمایا ہے کہ ''اگر دشمن کے خوف سے تیمّم کیا، تو اگر یہ صورت ہے، کہ دشمن نے وضو یا غسل کرنے پر دھمکی دی ہے تو اعادہ کرے گا۔اس لئے کہ عذر صاحب حق (مولیٰ تعالیٰ) کی جانب سے نہیں۔اور اگر دشمن کے ڈرائے بغیر یہ خوفزدہ ہوا اور تیمّم کرلیا تو اعادہ نہیں، اس لئے کہ خدائے تعالیٰ نے ہی اس کے دل میں خوف ڈال دیا، تو یہ عذر صاحب حق (مولیٰ تعالیٰ) کی جانب سے ہی آیا۔لہٰذا اس پر اعادہ لازم نہیں۔

متذکرہ بالا تفصیلی حوالہ سے ہی چلتی ٹرین پر فرض واجب اور سنتِ فجر پڑھ لینے کے بعد اعادہ کا مسئلہ واضح ہوگیا کہ ریل گاڑی کو ڈرائیور کا نہ روکنا اور ریلوے محکمہ کا نہ روکوانے کا قانون بنادینا یقیناً یہ عذر مخلوق کی جانب سے ہوا، مولیٰ تعالیٰ عزاسمہ کی جانب سے نہیں، تو چلتی ریل گاڑی پر جس طرح ممکن ہو، نماز پڑھ لے اور بعد زوال مانع، اعادہ کرے۔نیز اعلیٰ حضرت امام اہلسنت علیہ الرحمہ والرضوان نے اسی صفحہ پر محقق حلبی کا قول بھی ذکر فرمایا ہے، ارشاد فرماتے ہیں کہ **قال المحقق الحلبی فی الحلیة. الاشبة. الاعادة تفریعا علیٰ ظاھر المذھب فی الممنوع من ازالة الحدث بصنع العباد**

یعنی محقق حلبی نے حلیہ میں یہ بھی تحریر فرمایا ہے کہ جو شخص بندوں کے فعل کی وجہ سے ازالۂ حدث نہ کرسکے اس کے متعلق ظاہر مذہب میں یہی حکم ہے کہ اعادہ کرے تو اس حوالہ سے بھی روشن ہوگیا کہ نماز کے لئے ریل گاڑی کو نہ روکنا، ڈرائیور کا فعل ہے، اور نہ روکوانے کا قانون بنادینا ریلوے محکمہ کے افراد کا فعل ہے، مولیٰ تعالیٰ عزاسمہ کی طرف سے ہرگز ہرگز نہیں۔تو صنع عباد کی وجہ سے اعادہ کا حکم دیا جائیگا۔نیز اعلیٰ حضرت امام اہلسنت علیہ الرحمہ نے (رسالہ ضمنیہ) الظفر لقول زفر میں بھی محقق حلبی کی طرف منسوب ایک قول کو بایں طور ذکر فرمایا ہے کہ۔۔۔ **و افاد فائدة اخریٰ فقال لو قیل تاخیرہ الیٰ**

هذا الحد عذر جاء من قبل غیر صاحب الحق لقیل فینبغی ان یقال یتیمم و یصلی ثم یعید بالوضوء کمن لم یقدر علیٰ الوضوء من قبل العباد

یعنی محقق حلبی نے ایک اور افادہ فرمایا ہے کہ انہوں نے یہ فرمایا کہ ''اگر اس حد تک تاخیر ایسا عذر ہے، جو غیر صاحب حق کی جانب سے رونما ہوا، تو اس کے جواب میں یہ کہنا مناسب ہوگا۔ کہ تیمم کر کے نماز پڑھ لے۔ پھر وضو کر کے اعادہ کرے۔ جیسے وہ شخص جو بندوں کی جانب سے پیدا ہونے والے کسی عذر کی وجہ سے وضو پر قادر نہ ہو، ایسے ہی چلتی ٹرین میں بھی نماز پڑھنا بندوں کی جانب سے پیدا ہونے والا عذر ہے۔ رب قدیر عزوجل کی طرف سے نہیں، اسی لئے حکم ہوا کہ جس طرح ممکن ہو پڑھ لے، پھر بعد زوال مانع اعادہ کرے۔ اور فتح القدیر الجزء الاول ص ۱۱۸ پر ہے۔ **قال فی النهایة قلت جاز ان تجب الاعادة علیٰ الخائف من العدو بالوضو لان العذر من قبل العباد یعنی و هم یفرقون بین العذر من قبل من له الحق و من قبل العباد فیوجبون فی الثانی**''

یعنی نہایہ میں فرمایا کہ ''اگر دشمن نے پانی سے وضو کرنے کی دھمکی دی اور تیمم کر کے نماز پڑھ لی، تو اعادہ واجب ہے۔ کیونکہ یہ عذر بندوں کی جانب سے ہے۔ یعنی فقہا ان دونوں عذروں کے مابین فرق کرتے ہیں کہ اگر عذر حق تعالیٰ کی جانب سے ہے، تو اعادہ واجب نہیں، اور اگر عذر بندوں کی جانب سے ہے تو اعادہ واجب ہے۔ اور کفایہ میں بھی ایسے ہی ہے **وذکره المصنف رحمه الله فی التجنیس و الامام الولوالجی فی فتاواه رجل اراد ان یتوضاء فمنعه انسان عن التوضئی بوعید قیل ینبغی ان یتیمم و یصلی ثم یعید الصلوٰۃ بعد ما زال عنه ذالک لان هذا عذر جاء من قبل العباد ...**

یعنی مصنف علیہ الرحمہ نے اپنی کتاب تجنیس میں اور امام ولوالجی نے اپنے فتاویٰ میں ذکر فرمایا ہے کہ ایک آدمی نے وضو کا ارادہ کیا اور کسی نے وضو کرنے کی دھمکی دے کر روک دیا، تو حکم ہے کہ تیمم کر

کے نماز پڑھ لے۔ پھر بعدزوال مانع اعادہ کرے۔ کیونکہ یہ عذراس آدمی کو بندوں کی جانب سے آیا، اللہ تعالیٰ کی طرف سے نہیں آیا ہاں وہ خوف جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے پیدا ہوا اسمیں اعادہ نہیں۔ جیسا کہ علامہ زاھدی علیہ الرحمہ کا قول اسی صفحہ پر مذکور ہے قال العلامة الزاهدی رحمة الله تعالیٰ علیه بخلاف الخائف منهم لان الخوف من الله تعالیٰ۔

متذکرہ بالا جملہ جزئیات سے بھی ریل گاڑی پر نماز پڑھنے کا مسئلہ واضح ہوگیا کہ، چلتی ٹرین میں نماز پڑھنا بندوں کی جانب سے رونما ہونے والے عذر کے سبب ہے خواہ اسکا فاعل ڈرائیور کو قرار دیں۔ یا ریلوے محکمہ کے افراد کو۔ آخر یہ سب کے سب خدائے تعالیٰ کے بندے ہی تو ہیں، لہذا عذر من جهة العباد ہوا نہ کہ من جهة الرب عز جلاله

یہی وجہ ہے کہ چلتی ریل گاڑی پر نماز پڑھ لینے کے بعد، بعدِ زوال مانع اعادہ کا حکم ہوا۔ صدرالشریعہ علیہ الرحمہ کی بہار شریعت ج ۴ ص ۶۷۳ پر بھی یہی ہے کہ۔ چلتی ریل گاڑی پر فرض و واجب اور سنتِ فجر نہیں ہوسکتی۔ اور اس کو جہاز اور کشتی کے حکم میں تصور کرنا غلطی ہے۔ کہ کشتی اگر ٹھہرائی جائے جب بھی زمین پر نہ ٹھہرے گی۔ (بلکہ پانی پر ٹھہرے گی) اور ریل گاڑی ایسی نہیں اور کشتی پر بھی اسی وقت نماز جائز ہے جب وہ بیچ دریا میں ہو، کنارہ پر ہو اور خشکی پر آسکتا ہو تو اس پر بھی جائز نہیں لہذا جب اسٹیشن پر گاڑی ٹھہرے اس وقت یہ نمازیں پڑھے اور اگر دیکھے کہ وقت جاتا ہے، تو جس طرح بھی ممکن ہو پڑھ لے، پھر جب موقع ملے اعادہ کرے۔ کہ جہاں من جهة العباد کوئی رکن یا شرط مفقود ہوا سکا یہی حکم ہے۔ صدرالشریعہ علیہ الرحمہ کی عبارت سے بھی صاف صاف طور پر ثابت ہوگیا کہ ریل گاڑی میں نماز عذر من جهة العباد ہے یعنی بندوں کی جانب سے پیدا کرنے والا عذر ہے من جهة الرب نہیں۔ چاہے کتنی ہی تیز رفتار ریل گاڑی ہو۔ اس میں نماز پڑھنے کو عذر سماوی سمجھنا ہرگز ہرگز درست نہیں اور یہ اہلسنت و جماعت کا مجمع علیہ حکم ہے۔ اور اسکی مخالفت ناجائز و حرام اور ضلالت انجام ہے اور جو

حضرات کہتے ہیں کہ اعادہ کی حاجت نہیں، انہیں فہم مسئلہ میں تسامح ہورہا ہے۔ لہذا ان پر رجوع الی الحق لازم۔ ورنہ فتاویٰ رضویہ جلد سوم ص ۲۷۰ رکی روشنی میں بالقصد امر متفق علیہ کی خلاف ورزی کیوجہ سے وہ سب لائق امامت نہیں اور اگر وہ مولوی صاحبان جہالت سے ایسا کہتے ہیں تو سمجھایا جائے۔ تائب ہوں اور آئندہ باز رہیں تو امامت میں حرج نہیں ۱۲ و اللہ الھادی الیٰ سواء السبیل ۱۲

کتبـــہ

فقیر محمد ناظر اشرف قادری بریلوی غفرلہ القوی

خادم دار الافتاء دار العلوم اعلیٰ حضرت رضا نگر کلمنا ناگپور

تصدیق

سند المحققین، سید المحدثین، اعلم علماء المسلمین، قاضی القضاۃ فی الہند، وارث علوم اعلیٰ حضرت تاج الشریعہ سیدی سرکار مفتی محمد اختر رضا قادری ازہری صاحب قبلہ مدظلہ النورانی جانشین حضور مفتیٔ اعظم ہند بریلی شریف

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ و نصلی و نسلم علیٰ رسولہ الکریم و آلہ و صحبہ الکرام اجمعین

و من تبعھم باحسان الیٰ یوم الدین

عزیز گرامی قدر مولانا ناظر اشرف قادری رضوی کا فتویٰ چلتی ٹرین پر ادائیگی نماز کے بابت پڑھوا کر سنا۔ ماشاءاللہ دلائل سے مزین ہے۔ انھوں نے متعدد جزئیات اس امر کے اثبات پر پیش کیے، کہ منع من جھۃ العباد، عذر نہیں ہوسکتا ان جزئیات سے، ان جیسی بیشتر تصریحات سے یہ امر خود روشن ہے کہ منع من جھۃ العباد، کا عذر نہ ہونا امر اجماعی ہے۔ اسی پر یہ حکم متفرع ہے کہ چلتی ٹرین پر فرض و واجب

وملحق بالواجب ادانہیں ہو سکتے، کہ یہ صورت بلاشبہ منع من جهة العبادکی صورت ہے۔اور جواصل اجماعی پر متفرع ہو، وہ ضرور اجماعی ہے۔یہی وجہ ہے کہ اعلیٰ حضرت، حجۃ الاسلام، مفتی اعظم، صدر الشریعہ، حافظ ملت وغیرہم (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) مستند علمائے اہلسنت میں سے آج تک کسی نے اس امر کا خلاف نہ کیا۔ جوامر کی روشن دلیل ہیکہ، اس مسئلہ پر اب تک جمیع علمائے اہلسنت کا اجماع چلا آرہا ہے اب اس دورحادث میں احداث خلاف ضرور احداث فی الدین وخرق اجماع مسلمین ہے۔اور یہ نہ صرف اس مسئلہ اجماعی میں خرق اجماع ہے۔ بلکہ یہ اصل مجمع علیہ، کہ منع من جهة العباد ہرگز عذر نہیں، کا بھی ردوابطال ہے۔اور اس اصل اجماعی پر جواحکام متفرع ہوتے ہیں ان کے ردوابطال کوبھی یہ احداث متضمن ہےاور یہ بطور تشہی واتباع ہوی تتبع رخص کا دروازہ کھولنااور امان اٹھانا ہے جولوگ چلتی ٹرین پر نماز کوروار کھتے ہیں۔ان پرلازم ہے کہ وہ بتائیں کہ قاعدہ کلیہ مانع من جهته العباد نامعتبر ہےکا تخلف اس جگہ کس دلیل سے ہوا، اور اجماع سابق کا خلاف کیونکر جائز ٹھہرا۔ بالجملہ مولانا ناظر اشرف صاحب کا جواب حق وصواب ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

قال بفمه وامر برقمه

فقیر محمد اختر رضا قادری ازہری

۱۹رشوال المکرم ۱۴۳۴ھ ۲۷راگست ۲۰۱۳ء

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

مربی روح معدن جود وکرم امام علم وفن حضرت علامہ مفتی خواجہ مظفر حسین صاحب قبلہ رحمۃ اللہ علیہ پورنیہ بہار

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

امام علم وفن حضرت علامہ خواجہ مظفر حسین صاحب قبلہ نے ارشاد فرمایا۔

میں مسلسل ۸/ سالوں سے علیل الطبع ہونے کی وجہ سے ذکر وفکر سے عاجر ودر ماندہ ہوں اس لئے کچھ تحریر کرنے سے عاجز ہوں، میں نے عزیزم مولانا مفتی ناظر اشرف کا فتوی سنا یقیناً وہی حق وصواب ہے اور میرا مسلک وہی ہے جو اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی اور سرکار مفتی اعظم وصدر الشریعہ کی تحریروں سے ظاہر ہے۔ (امام علم وفن نے گفتگو حضرت علامہ مفتی کمال اختر صاحب قبلہ اور حضرت علامہ مفتی عبدالحلیم صاحب اور حضرت مولانا منور رضا صاحب قبلہ وغیرہم کی موجودگی میں فرمائی)

الجواب صحیح : خواجہ مظفر حسین عفی عنہ

گواہان: محمد کمال اختر، عبدالحلیم نوری، منور رضا، اقبال حسین مصباحی

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

اما م المتکلمین ،عمد ۃ الفقہا ء والمحدثین سید المفتین ، وحید عصر

فر ید دھر حضرت علامہ مفتی عا شق الرحمن الحبیبی صاحب قبلہ

مد ظلہ العالی الہ آباد یوپی

چلتی ٹرین پر فرض، واجب اور سنت فجر کی نمازیں آج بھی نہیں ہو سکتیں

مبسملاً وَ حا مد اُوَ مصلّیاً وَ مسلّما

بھارت کی اس زمانے کی حکومت کے مختلف شعبہ جات کے قوانین میں ترمیمات ہوتی رہتی ہیں اوران میں حسب ضرورت ترمیم کرنے کیلئے حکومت کے ان شعبہ جات کے پاس مقرر طریقے بھی ہیں۔ ریلوے ٹرینوں سے متعلق قوانین میں ترمیم کر کے مسلمانوں کی نمازوں کے اوقات میں انہیں ٹھہرایا جاسکتا ہے لیکن حکومت یا ریلوے ٹرینوں سے متعلق شعبہ نے ان قوانین میں ایسی ترمیم کرنے سے اپنے کو باز رکھا ہے یہ کف عن از لۃ العا ر ضہ ہے۔

علامہ ابن عابدین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے نسمات الاسحار میں فرمایا ہے" قو لہ وھو ما کان لاختیار العبدفیہ مد خل .ا ما بمبا شر ۃ الا سبا ب او با لتقا عد عن الزیل" عدم،اختیار میں نہیں ہوتا ہے۔اسی لئے علامہ ابن عابدین نے وجودی" تقا عد عن الزیل" سے تعبیر فرمایا ہے۔لیکن حضرات علماء کرام بسا اوقات مسامحۃً وجودی کو عدمی سے تعبیر فرماتے ہیں اسی طور پر تلویح میں ہے۔ "ومکتسبۃ ان کا ن لہ فیھا دخل با کتسبھا او تر ک از التھا ۔" سرکار اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے فتاویٰ رضویہ میں فرمایا ہے۔انگریزوں کے کھانے وغیرہ کے لئے روکی جاتی ہے اور نماز کے لئے نہیں۔ کف عن از الۃ العا ر ضـہ پر اس کی دلالت بالکل واضح ہے۔جیسا کہ متذکرہ بالاسطور میں ذکر کیا گیا آج بھی کف عـن ازا لۃ العـا رضـہ محقق ہے۔سرکار اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ نے

عبارت مذکورہ کے بعد متفرع فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا تو منع من جهة العباد ہوا۔اس سے ظاہر ہے کہ آج بھی متفرع کیا جائے گا کہ منع من جهة العباد ہے۔

فرض وواجب اور سنت فجر کی نمازوں کے ادا کرنے کے باب میں چلتی ریل گاڑی کے حکم کو ہوائی جہاز یا بحری جہاز کے حکم میں سمجھنا بھی غلط ہے۔اعذار مذکورہ فی کتب الفقہ کی بناء پر دابہ کے حکم میں سمجھنا بھی غلط ہے۔لہذا چلتی ہوئی ریلوے ٹرین میں آج بھی فرض، واجب اور سنت فجر کی نمازیں نہیں ہوسکتیں۔ وقت جارہا ہو تو پڑھ لے اور بعد میں اعادہ کرے۔ **واللّٰہ تعالیٰ اعلم**

کتبه

الفقیر عاشق الرحمٰن الحبیبی غفرله

صدرالمدرسین. جامعه حبیبیه اله آباد ۲۲/ شوال ۱۴۳۴ھ

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

ممتاز الفقہاء محدث کبیر، شہزادۂ صدر الشریعہ

علامہ مفتی **ضیاء المصطفیٰ صاحب قبلہ مدظلہ العالی** نائب قاضی القضاۃ فی الہند

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للّٰہ ربّ العٰلمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ سید الانبیاء والمرسلین وعلیٰ اٰلہ وصحبہ اجمعین اما بعد!

چلتی ٹرین کا روکنا پھر چلانا اختیار عبد سے ہیں ایسے اعذار کی وجہ سے چلتی ٹرین پر فرض وواجب نمازیں چلتی ٹرین میں نہ جائز ہے نہ صحیح۔اسی حکم سے سنت فجر بھی ملحق ہیں۔ائمہ حنفیہ نے ان نمازوں کے لئے

استقرار علی الارض او علیٰ ما علیٰ الارض کوشرط صحت قرار دیا ہے۔اس کے خلاف فتویٰ دینا خرق اجماع ہے۔جن لوگوں نے جواز صلوٰۃ کا حکم دیا یا عدم اعادہ بصورت ادائیگی بے استقرار علی الارض حکم پر فتویٰ دیا وہ یا تو غافل محض ہیں یا ضدی یا حریص شہرت۔اعلیٰ حضرت کا فتویٰ ائمہ حنفیہ کا حکم ہے اس کی مخالفت وہ بھی ادعائے اتباع اعلیٰ حضرت کے ساتھ یقیناً عوام اور کم علم لوگوں کو فریب دینا ہے۔تمام حنفی سنی مسلمانوں کو ایسے فتوؤں سے احتراز لازم ہے مولانا مفتی ناظر اشرف صاحب کا فتویٰ حق وصحیح اور اعلیٰ حضرت،صدرالشریعہ مفتی اعظم،صدرالافاضل،حافظ ملت،مجاہد ملت،رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے فتاویٰ اور انکے معمول کے مطابق ہے۔واللہ تعالیٰ اعلم

فقیر ضیاء المصطفیٰ قادری غفرلہ

۳۰رشوال المکرّم ۱۴۳۴ھ

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

نوٹ! حضرت حکیم الملت مدظلہ کے فتویٰ مذکورہ کی تصدیقات وتائیدات اکابر واصاغر علمائے ہند نے جو فرمائیں ہیں اس کیلئے کتاب ''چلتی ریل پر نمازوں کا حکم'' مطالعہ کریں (مرتب)

الجامعۃ الاشرفیہ کے صدر مفتی نظام الدین صاحب قبلہ کی کتاب
''فقہ حنفی میں حالات زمانہ کی رعایت''

پر

علمی تبصرہ

انتساب کیوں نہ کریں

بریلی شریف کل بھی مرکز تھا، آج بھی مرکز ہے۔ آج نوع بنوع مفتی جنم لے رہے ہیں۔ حالانکہ فیضان رب الارباب نہ ہوتو کوئی فقہ کے دروازے تک بھی نہیں پہونچ سکتا ہے۔

امام احمد رضا فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان پر فیضان الٰہی تھا کہ قرنوں بعد خدائے لم یزل ولا یزال نے ایسی لافانی ذات قدسی صفات کو رشد وہدایت کا زریں آفتاب بنا کر بریلی کی سرزمین پر طلوع فرمایا جنکی گوناگوں خوبیوں نے بریلی کو اہل سنت وجماعت کا علمی مرکز بنادیا۔ آج جو حضرات بریلی شریف کی مرکزیت کے تعلق سے تذبذب کے شکار ہوتے جارہے ہیں۔ وہ حضرات کان کھول کر سن لیں کہ بریلی دارالعلوم منظر اسلام کی بنیاد پر علمی مرکز نہیں بنا ہے، خانقاہ کی اساس پر علمی مرکز نہیں کہا گیا ہے، اور خاندان کی وجہ سے بریلی شریف اہل سنت کا مرکز نہیں قرار دیا گیا ہے، بلکہ وہ امام ہمام جن کے علمی کارناموں نے حل وحرم، عرب وعجم، قریٰ وبلاد، بلکہ صحاری وجبال، پر بسنے والے افراد انساں تک پیغام مصطفیٰ جان رحمت ﷺ کو پہونچانے کی سعی بلیغ فرمائی اور چہار دانگ عالم میں عشق مصطفیٰ ﷺ کی جوت جگادی اس کی وجہ سے ہندوپاک بنگلہ دیش ونیپال کے علماء وصلحاء، صوفیاء وابدال، بدلاء ونجباء، اور مشائخ کرام نے بریلی شریف کو اہل سنت کا علمی مرکز قرار دیا۔

اور اسی مرکزی ذات ''اعلیٰ حضرت'' کو امام اہل سنت مانا اور انہی کے فتاویٰ کو میعار حق قرار دیا۔ اور فقہ حنفی کی روشنی میں عقائد واحکام کے اعتبار سے ان کے ہی علمی اثاثہ کو مسلک اعلیٰ حضرت اور صراط مستقیم سمجھا گیا۔

اعلیٰ حضرت تو اعلیٰ حضرت ہیں جنکی روح عرش کے اردگرد طواف کرتی ہے عصر حاضر میں اعلیٰ حضرت کے پڑپوتے تاج الشریعہ کی بے مثالی کا یہ عالم ہے کہ ہندوپاک کی سرزمین ایسی نابغۂ روزگار

شخصیت پیش کرنے سے قاصر و عاجز ہے یہ وہ تاج الشریعہ ہیں کہ بڑے بڑے عالم ربانی ان کی علمی سطوت کے آگے سرنگوں نظر آتے ہیں۔

وہ تاج الشریعہ: جو ظاہری حسن میں بھی لاجواب ہیں اور باطنی جمال میں بھی بے مثال ہیں۔

وہ تاج الشریعہ: جن کی اردو زبان بھی عربی لسان کا لبادہ اوڑھے ہوتے ہیں۔

وہ تاج الشریعہ: جن کی اردو تحریر میں عربی کلام کی چاشنی ہوتی ہے اور عربی تصانیف پر فصحائے عرب انگشت بدنداں ہیں۔

وہ تاج الشریعہ: جن کی فقہی صلاحیت کی رفعت کے مقابل بڑے بڑے اداروں کے صدر مفتی مثل سبع عرض شعیرہ بھی نہیں ہیں۔

وہ تاج الشریعہ: جو پوری ملت بیضاء کے مابین علمی مثلث متساوی الساقین کے دوضلعوں کے مربع کے مقابل تنہا وتر کی حیثیت رکھتے ہیں۔

وہ تاج الشریعہ: جن پر دنیائے سنیت کو ناز ہے۔فخر ہے۔

وہ تاج الشریعہ: جن کا ماضی قریب میں ہی قاہرہ کی جامعہ ازہر یونیورسٹی نے فخریہ طور پر ''الدرع الفخری'' کا تمغہ پیش کیا تھا۔

وہ تاج الشریعہ: جن کے لئے نجدی بادشاہ نے خانۂ کعبہ میں اپنے لخت جگر کے ساتھ، دوگانہ ادا کرنے کی اجازت دیدی تھی۔

وہ تاج الشریعہ: ۔جن کی زبان پر امام احمد رضا کا فقہ بولتا رہتا ہے۔

وہ تاج الشریعہ: جوفی زمانناحجۃ الاسلام کی طرح شریعت کی دلیل ہیں۔

وہ تاج الشریعہ: جوسرکار مفتی اعظم ہند کی مکمل تفسیر ہیں۔

وہ تاج الشریعہ: جومفسر اعظم ہند کے علمی وارث ہیں۔

وہ تاج الشریعہ: جودین حنیف کے امین ہیں، ملت کی آبرو ہیں، شریعت کے پاسبان ہیں، اور طریقت کے سچے میزبان ہیں۔

وہ تاج الشریعہ: جن سے عداوت رکھنے والے گمنامی کے قعر مذل میں ایسے ڈھکیل دیئے جاتے ہیں کہ انکا پتہ ونشان ہی لاپتہ وبےنشان ہوجاتا ہے۔

میں اپنی اس تالیف کواس سادہ لوح مظلوم مفکر اسلام کے نام منسوب کرتے ہوئے فخر محسوس کرتا ہوں جن کو غیروں سے زیادہ اپنوں نے ایذارسانی شروع کردی ہے اور آخر میں پاسدران شریعت وطریقت سے یہ ضرور کہوں گا کہ خدارا اعلیٰ حضرت امام اہل سنت کے صدقہ وطفیل اس امانت کی ایسی حفاظت کیجئے کہ خدا ورسول خدا (جل علیٰ و ﷺ) راضی رہے اور ان کے آبگینۂ قلب کوٹھیس بھی نہ پہونچے اور بارگاہ رب متعال میں دعاگوہوں کہ علم وفضل کے اس جبل شامخ کو نظر بد سے محفوظ رکھکر انکا سایۂ عاطفت تادیر سنیوں پر قائم رکھے۔

آمین بجاہ سید الثقلین نبی الحرمین علیہ الصلوت والتسلیمات ۱۲

فقیر محمد ناظر اشرف قادری بریلوی

''فقہ حنفی میں حالات زمانہ کی رعایت'' کتاب کے ذیلی عنوانات پر کلام ہے۔

(۱) تارک نماز پہلے کافر تھا۔ اب مسلمان ہے۔ (معاذ اللہ رب العلمین)

(۲) تارک جماعت پہلے منافق تھا۔ اب نہیں۔ (معاذ اللہ رب العلمین)

(۳) برقی پنکھا اور برقی لائٹ مسجد اور گھر میں لگانے کی ممانعت تھی اور اب اجازت ہے۔ (استغفر اللہ)

(۴) اجماعی احکام نہیں بدلتے۔

(۵) اجتہادی مسائل میں کسی پر طعن جائز نہیں نہ کہ معاذ اللہ ایسا خیال کہ کفر سمجھا جائے۔

(۶) اسباب ستہ

اگر رب تعالیٰ نے وقت میں وسعت بخشی، زندگی نے ساتھ دیا تو آئندہ ان عنوانات پر بھی روشنی ڈالونگا جو باقی رہ گیا ہے۔ میں علمائے اہل سنت و جماعت میں سے خاص طور پر روحانی مشارب کے سجادگان کی بارگاہوں میں دامن پھیلائے ہوئے حق وصداقت کی بھیک مانگتا ہوں۔ مجھ فقیر بے مایہ کو میری اس تحریر کی جھولی میں حق وصداقت کی بھیک دے دیجئے تاکہ میدان محشر میں خدائے قدیر کے حضور پیش کر کے شفیع المذنبین صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل میرے لئے نجات کا ذریعہ بن جائے۔۔۔ آمین

فقیر بے نوا

فقیر ناظر اشرف قادری بریلوی غفرلہ القوی

صوت القلم

میری نگاہوں کے سامنے ایک کتاب ہے۔ جس کا نام ہے ''فقہ حنفی میں حالات زمانہ کی رعایت ''اس کتاب کے مؤلف کا نام ہے، مفتی نظام الدین صاحب مصباحی۔ مفتی صاحب نے اپنی اس تالیف میں فتاویٰ رضویہ کے حوالے سے ستر سے زیادہ مسائل سے اس کا واضح ثبوت پیش کیا ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ بہت ایسے مسائل ہیں جو **کم من احکام تختلف باختلاف الزمان و المکان** قضیہ کلیہ کے بموجب، مرورزمانہ کی وجہ سے تغیر وتبدل پذیر ہوتے ہیں۔ لیکن وہ سب مسائل بھی امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اصل صوری وضروری قضیات کے گرد طواف کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ جو فقہ کے طالب علم پر مخفی نہیں ہے۔ لیکن مفتی نظام الدین نے بعض عنوانات ایسے منتخب فرمائے ہیں۔ جو ان کے اجتہادات کی منہ بولتی تصویریں ہیں۔ میں نے عدیم الفرصتی کے باوجود قدرے وقت نکال کر ان کے تفقہ فی الدین اور اجتہادی شان کے معدود چند نمونے **خوان قرطاس** پر رکھ دیئے ہیں۔ اور اہل علم کو دعوت عام دے دی ہے کہ جامعہ اشرفیہ کے صدر مفتی نے فتاویٰ رضویہ کا نام لے لے کر احکام میں ترمیمات کے جوجو دعوے پیش کئے ہیں کیا وہ تمام دعوے صداقت پر مبنی ہیں؟ اگر وہ تمام دعوے صداقت پر مبنی نہیں ہیں تو پھر ایسے عنوانات کے انتخابات سے وہ کیا باور کرانا چاہتے ہیں۔ یہی نا کہ ہم پندرھویں صدی کے اعلیٰ حضرت ہیں۔ ہم فقہ حنفی کے اصول ونظریات کی زنجیروں کو توڑ کر قوم مسلم کو آزادی کی راہ پر لگادیں گے۔ یا اسکے علاوہ اور کوئی مقصد ہے؟ تو اس کا اظہار ان کے لئے ناگزیر ہے۔

محترم قارئین! بعض رضوی علماء کا خیال ہے کہ میری تحریر حقائق پر مبنی ہونے کے باوجود مفتی نظام الدین صاحب کی ذات پر حملہ آور ہوتی ہے۔ نشانہ پر لگتی ہے۔ اور کلیجہ کو چھید کر کے آر پار ہو جاتی ہے۔ یہ وہی علماء حضرات ہیں، جو بریلی کی نمک خواری کا صحیح حق ادا فرما رہے ہیں۔

میں ان حضرات سے یہ کہنا چاہتا ہوں کہ آپ حضرات کو یہ تصور کیوں نہیں ہوتا کہ مفتی نظام الدین

صاحب نے براہ راست امام بوحنیفہ کے مسلک پر حملہ کیا ہے۔اور ایک نئے مسلک کے داغ بیل ڈالنے کی سعی لاحاصل کی ہے۔سرکار تاج الشریعہ اور سرکار مفتی اعظم عالم کے فتووں پر حملہ کر کے قوم مسلم کو غلط راہ پر گامزن کرنے کی کوشش کی ہے۔اور وہ رضوی برادران یہ کیوں بھول جاتے ہیں کہ مفتی نظام الدین صاحب نے امام بوحنیفہ کے سچے وارث امام احمد رضا کے فتووں پر حملہ کر کے اہل سنت و جماعت میں ہیجانی کیفیت طاری کر دی ہے۔

میں یہ نہیں کہتا ہوں کہ مفتیٔ اشرفیہ پڑھے لکھے آدمی نہیں ہیں۔ بلکہ ان کو جامعہ اشرفیہ کا صدر مفتی سمجھتا ہوں۔اسی لئے تو حدیث پاک من رای منکم منکراً فلیغیرہ بیدہ وان لم یستطع فبلسانہ۔ وان لم یستطع فبقلبہ۔ وذالک اضعف الایمان، کے تحت قلم ہاتھ میں لیا ہوں اور اپنے قلبی جذبات کے اظہار کے ساتھ ساتھ اہل علم کی بارگاہوں میں استغاثہ پیش کرتا ہوں۔ میری تلخ کلامی کو معاف کرتے ہوئے صحیح انصاف فرمائیں گے، کہ آخر مفتیٔ اشرفیہ نے فتاوئ رضویہ کو ہی اپنی تحریروں کا محور کیوں بنایا؟

اگر فتاوئ رضویہ میں حالات زمانہ کی رعایت کے تحت امام احمد رضا علیہ الرحمہ نے فتاوے صادر فرمائے ہیں تو انکو اس کا حق تھا۔ اگر چہ وہ مجتہد فی الشرع نہیں تھے، مجتہد فی المذہب نہیں تھے، قواعد شرعیہ ومسائل فرعیہ دونوں میں امام اعظم کے مقلد تھے۔مگر من جانب اللہ انکی یہ شان تھی کہ وہ مسائل جن کے متعلق ائمہ کی تشریحات نہیں ملتیں، اپنی خداداد وہبی علوم کی بنیاد پر، قرآن واحادیث پر نظر غائر ہونے کی وجہ سے دلائل شرعیہ کی روشنی میں استخراج کی قوت رکھتے تھے۔اسی لئے انہوں نے اسباب ستہ کو ملحوظ رکھ کر جدید مسائل شرعیہ کو امام اعظم بوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اصول وقواعد کی روشنی میں قلم بند فرمایا۔

مگر مفتی نظام الدین صاحب نے اپنی اس کتاب میں کیا کیا گل کھلائے ہیں؟ اسے پڑھنے کے بعد محسوس کیا جا سکتا ہے، کہ آنجناب بھی پندرھویں صدی کے اعلیٰ حضرت بننے کا خواب دیکھ رہے تھے، مگر شرمندۂ تعبیر نہ ہو سکا۔ تو انہیں راہ راست پر آجانا چاہئے۔ ورنہ شاید تاریخ ان کو کبھی بھی نہیں بھلا سکتی ہے۔ کہ کوئی

رضویت کا قلادہ اپنی گردن میں ڈالکر مسلک رضویت کا خون ناحق کرے اور انکو احساس دلایا جائے۔تو غصہ سے وہ لال پیلا ہو جائیں۔

آہ افسوس! کون جانتا تھا کہ پندھویں صدی ہجری میں ایسی تاریخ بھی آئے گی۔جو اپنے پیرو مرشد اوران کے مسلک کے خلاف زہر افشانیوں سے اہل سنت کی خوشگوار فضا کو گرد آلود کردے گا۔اور پھر اپنے آپ کو رضوی کہنے اور لکھنے میں عار محسوس نہیں کرے گا۔قدیم تواریخ دانی کے شیدائی ماضی کے جھرونکوں سے جھانک کر دیکھے اور اپنی تحقیق کے آئینہ میں مفتی نظام الدین صاحب جیسی ذات پیش کر دے۔جو اپنے آپ کو مسلک اعلیٰ حضرت کا داعی کہلاتا ہو۔اور اسی مسلک کو اپنے باطل خیالات سے کچلنے کی کوشش کرتا ہو

آج کے ماحول میں انکی کتاب ''فقہ حنفی میں حالات زمانہ کی رعایت'' پڑھکر کتنے آزاد خیال لوگ انکو داد و تحسین سے نوازتے ہوں گے اور کتنے درد دل رکھنے والے افراد ان کی اس جرأت پر خون کے آنسو روتے ہوں گے۔

کاش مفتی نظام الدین صاحب ایسی کتاب مارکیٹ میں لانے سے پہلے فکر صائب سے کام لیتے۔تاکہ انکا علمی بھرم قائم رہتا اور اغیار کو ہنسنے کا موقع بھی نہیں فراہم ہوتا۔مولیٰ تعالیٰ انہیں قبول حق کی توفیق رفیق عطا فرمائے۔آمین ثم امین

فقیر ناظر اشرف قادری بریلوی غفرلہ القوی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہٗ ونصلی ونسلم علی حبیبہ الکریم

اصطلاحات

منطوق:۔ جس معنیٰ پر لفظ کی دلالت محل نطق میں ہوتی ہے، اسے منطوق کہتے ہیں۔ (فتدبر)

نص:۔ اگر وہ لفظ ایسے معنیٰ کا فائدہ دیتا ہے کہ اس معنیٰ کے سوا دوسرے معنوں کا احتمال اس لفظ میں ہو ہی نہیں سکتا، تو اس کو نص کہتے ہیں۔

ظاہر: کوئی لفظ یا عبارت ایک معنیٰ کے ساتھ دوسرے معنیٰ کا بھی ضعیف احتمال رکھے تو اس کو ظاہر کہتے ہیں۔

تاویل: اگر کسی دلیل کی وجہ سے لفظ ظاہر کو امر مرجوح پر محمول کیا جائے تو اسکو صورت تاویل کہتے ہیں۔

مفہوم: لفظ کی دلالت معنیٰ پر محل نطق میں نہ ہو، بلکہ اس سے خارج۔ تو ایسی دلالت کو مفہوم کہتے ہیں۔

مفہوم

موافق — مخالف

موافق: موافقت اولیٰ، موافقت مساوی

موافقت اولیٰ: فحوائے خطاب

موافقت مساوی: لحن الخطاب

مخالف: صفت، شرط، غایت، حصر

مفہوم موافق:۔ وہ ہے جس کا حکم منطوق کے حکم سے موافق ہو۔

فحوائے خطاب:۔ اگر یہ موافقت اولیٰ ہوگی تو فحوائے خطاب ہے۔

لحن الخطاب:۔ اگر یہ موافقت مساوی ہوگی تو لحن الخطاب ہے۔

مفہوم مخالف:۔ وہ ہے جس کا حکم منطوق کے حکم سے خلاف ہے

مفہوم صفت:۔ وہ ہے کہ وہ صفت نعت ہو یا حال یا ظرف یا عدد ہو ہر ایک کی مثال علی سبیل الترتیب ملاحظہ

کریں۔

نعت:۔مثلاً اِنْ جَاءَ کُمْ فَاسِقٌ بِنَبأٍفَتَبَیَّنُوْا۔(پارہ/۲۶،سورۂ حجرات)

ترجمہ:۔اگر کوئی فاسق تمہارے پاس کوئی خبر لائے تو تحقیق کرلو۔اس کا مفہوم مخالف یہ ہوا کہ اگر فاسق نہ ہو تو تبین واجب نہیں۔

حال۔مثلاً وَلاتباشرُ وھُنَّ وَاَنْتُمْ عَاکِفُوْنَ فِي الْمَسَاجِدْ۔(پارہ/۲،سورۂ بقرہ)

ترجمہ:۔اور عورتوں کو ہاتھ نہ لگاؤ جب تم مسجدوں میں اعتکاف سے ہو۔اسکا مفہوم مخالف یہ ہوا کہ اگر مسجدوں میں اعتکاف سے نہ ہو تو عورتوں کو ہاتھ لگانا درست ہے(عذر کے علاوہ صورتوں میں)

ظرف:۔مثلاً۔اَلْحَجُّ اَشْھرٌ مَّعْلُوْمَاتٌ(پارہ/۲،سورۂ بقرہ)

ترجمہ:۔حج کے کئی مہینہ ہیں جانے ہوئے تو اسکا مفہوم مخالف یہ ہوا کہ ان متعینہ مہنوں کے علاوہ حج نہیں ہو سکتا۔

عدد:۔مثلا فَاجْلِدُوْا ثَمَانِیْنَ جَلْدَۃ (پارہ/۱۸،سورۂ نور)

ترجمہ:۔ تو انہیں اسّی کوڑے لگاؤ۔اس کا مفہوم مخالف یہ ہوا کہ اسّی کوڑے سے کم یا زیادہ نہ مارو۔

مفہوم شرط:۔وہ ہے کہ جس میں شرط ہو۔مثلاً وَاِنْ کُنَّ اُوْلاَتِ حَمْلٍ فَاَنْفِقُوْا عَلَیْھِنَّ

[پارہ/۲۸،سورۂ طلاق]

ترجمہ:۔اور اگر حمل والیاں ہوں تو انہیں نان ونفقہ دو۔اس کا مفہوم مخالف یہ ہوا کہ اگر حمل والیاں نہ ہوں تو نان ونفقہ نہ دو۔

مفہوم غایت:۔مثلاً فَلاَ تَحِلُّ لَہٗ مِنْ بَعْدُ حَتّیٰ تَنْکِحَ زَوْجاً غَیْرَہٗ (پارہ/۲،سورۂ بقرہ)

ترجمہ:۔تو اب وہ عورت اسے حلال نہ ہوگی جب تک دوسرے خاوند کے پاس نہ رہے اس کا مفہوم مخالف یہ ہوا کہ طلاق مغلظہ والی عورت عدت گذارنے کے بعد نکاح کرکے دوسرے [illegible] کے پاس رہے گی تو پہلے خاوند کیلئے حلال ہوگی ۔(بشرائط شتّیٰ)

مفہوم حصر:۔مثلاً اِنَّمَآ اِلٰهُكُمُ اللّٰهُ (پارہ/۱۶، سورۂ طٰہٰ)

ترجمہ:۔تمہارا معبود تو وہی اللہ ہے۔اس کا مفہوم مخالف یہ ہوا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود حقیقی نہیں ہے۔

الحاصل فی الجملہ صحیح تر قول یہ ہے کہ یہ تمام مفہوم چند شرطوں کے پائے جانے کی صورت میں حجت بن سکتے ہیں۔(الاتقان)

پہلے تارک نماز کافر تھا اور اب مسلمان ہے

(فقہ حنفی ص ۲۰ تا ۲۱ از مفتی نظام الدین مبارکپوری)

مؤلف کتاب لکھتے ہیں کہ عہد رسالت اور عہد صحابہ میں قصداً نماز ترک کرنے والا کافر شمار ہوتا تھا، کیونکہ ان ادوار میں تمام مسلمان نماز پڑھتے تھے اور سوائے کافر کے، قصداً کوئی نماز ترک نہیں کرتا تھا مگر بعد کے ادوار میں مسلمان کا یہ شعار بدل جانے کی وجہ سے حکم کفر باقی نہ رہا لہذا اب تارک نماز کو کافر نہیں شمار کیا جاتا۔

اس پر فتاویٰ رضویہ جلد۲، ص ۲۰۱ تا ۲۰۲ سے جو حوالہ پیش فرمایا ہے اس پر کلام کرنے سے قبل میں یہ بتادوں کہ امام اہل سنت علیہ الرحمۃ والرضوان نے اسی ص ۲۰۲ ر پر یہ بھی تحریر فرمایا ہے کہ مسائل اختلافیہ ائمہ میں حق دائر ہوتا ہے۔کسی کو یقیناً خطاء پر نہیں کہہ سکتے اور اسی ج ۲ ص ۱۸۸ ر پر ہے کہ" تارک الصلوٰۃ کا کفر و اسلام، قدیم سے ہمارے ائمہ کرام میں مختلف فیہ ہے۔میری سمجھ میں نہیں آتا، کہ جب مختلف فیہ ہے۔تو پھر مذکورہ عنوان کیوں منتخب کیا گیا، مختلف فیہ ہونے سے صاف ظاہر ہے، کہ جن صحابہ کرام و تابعین عظام نے تمام صحابہ کرام کے تعامل کی وجہ سے حکم کفر لگایا، ان حضرات کا حکم آخر تک باقی رہا۔اور جن صحابہ کرام نے اسلام کا حکم صادر فرمایا، وہ آج تک باقی ہے، اور قیامت تک باقی رہے گا، تو پھر اس حکم میں تبدیلی کہاں ہوئی؟ جو یہ عنوان باندھا گیا کہ پہلے تارک نماز کافر تھا اور اب مسلمان ہے۔پھر امام اہل سنت

قدس سرہٗ نے اپنی تحقیق انیق پیش فرماتے ہوئے تحریر فرمایا ہے کہ ''اگر چہ تکذیب النبی ﷺ فی بعض ماماجاء به من عندربه جل علیٰ کا نام ہے۔اور تکذیب،صفت قلب۔مگر جس طرح اقوال مکفرہ،اس تکذیب پر علامت ہوتے،اور انکی بناء پر حکم کفر دیا جاتا ہے۔یونہی بعض افعال بھی اس کی امارت اور حکم تکفیر کے باعث ہوتے ہیں۔جیسے مصحف شریف کو گندگی میں ڈالدینا اور بت کو سجدہ کرنا وغیرہ وغیرہ امثلہ۔پھر فرمایا کہ یہ حکم اس اجماع کا منافی نہیں ہوسکتا کہ نفس فعل من حیث ھوھو مبنائے تکفیر نہیں۔بلکه من حیث کونه علماً علیٰ الجحود الباطنی و التکذیب ا لقلبی و العیاذ باللّٰه تعالیٰ عنه

صدر اول میں ترک نماز بمعنیٰ کف بھی کہ حقیقتاً فعل من الافعال ہے۔اسی قبیل سے گنا جاتا۔لہٰذا بہت صحابہ وتابعین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین تارک صلوٰۃ کو کافر کہتے۔

آگے چند سطور کے بعد امام اہلسنت نے فرمایا کہ'' بے شک بہت ظواہر نصوص شرعیہ،آیات قرآنیہ، واحادیث نبویہ علیٰ صاحبها افضل الصلواۃ والتحیۃ اس مذہب کی مؤید ہے''اور اسی جلد دوم کے ص ۱۹۰ پر ارقام فرمایا کہ'' بالجملہ اس قول کو مذاہب اہل سنت سے کسی طرح خارج نہیں کہہ سکتے بلکہ وہ ایک جم غفیر قدمائے اہل سنت صحابہ وتابعین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا مذہب ہے''(متذکرہ بالا عبارتوں نے صاف صاف بتادیا کہ تمام صحابہ کرام وتمام تابعین عظام کا ہرگز یہ مذہب نہیں کہ تارک صلوٰۃ کافر ہے)

مزید ارشاد فرماتے ہیں کہ''بلاشبہ وہ اس وقت وحالت کے لحاظ سے ایک بڑا قوی مذہب تھا صدر اول کے بعد جب اسلام میں ضعف آیا اور بعض عوام کے قلب میں سستی وکسل نے جگہ پائی، نماز میں کامل چستی ومستعدی،کہ صدر اول میں مطلقاً ہر مسلمان کا شعار دائم تھی (یعنی شعار قوم مسلم جسے شعار قومی کہتے ہیں جو مرور زمانہ سے حالات کے تحت تغیر وتبدل ہوجاتا ہے)اب بعض لوگوں سے چھوٹ چلی،وہ امارت مطلقہ وعلامت فارقہ ہونے کی حالت نہ رہی۔

لہذا جمہور ائمہ نے اسی اصل اجماعی مؤید بدلائل قاہرہ،آیات متکاثرہ،واحادیث متواترہ پر عمل

واجب جانا کہ مرتکب کبیرہ کافر نہیں" (یعنی اصل صوری، قول منقول فیہ، پر اجماع قائم اور ابتدائے اسلام میں تعامل صحابہ کرام قول ضروری پر دائم اور اسی تعامل کی وجہ سے ان حضرات نے تارک صلوٰۃ پر کفر کا حکم جانا اور قول ضروری کی وجہ سے حکم کفر مانا اس سے یہ معلوم ہوا کہ بعض حضرات کے نزدیک کبھی قول ضروری قول صوری پر مقدم ہوسکتا ہے)

(اور جن صحابہ وتابعین نے آغاز اسلام سے ترک نماز کو مرتکب کبیرہ مانا ان کے نزدیک اصل صوری پر عمل تھا اور آج بھی عمل ہے) یہی مذہب ہمارے ائمہ حنفیہ وشافعیہ ومالکیہ اور ایک جماعت ائمہ حنبلیہ وغیرہم جماہیر علمائے دین وائمہ معتمدین رحمہ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا ہے کہ اگرچہ تارک نماز کو سخت فاجر جانتے ہیں مگر دائرۂ اسلام سے خارج نہیں کہتے اور یہی ایک روایت امام احمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے ہے اس کی رو سے یہ مذہب مہذب حضرات ائمۂ اربعہ رضی اللہ تعالیٰ عنھم کا مجمع علیہ ہے (فتاویٰ رضویہ جلد۲)

خلاصہ

کہ صدر اول میں ایک جم غفیر صحابہ وتابعین کا مسلک یہ تھا کہ تارک صلوٰۃ کافر ہے۔ لیکن دوسرے بے شمار صحابۂ کرام وتابعین عظام اور ان کے علاوہ ائمہ اربعہ کا مجمع علیہ حکم یہی ہے کہ تارک صلوٰۃ کافر نہیں۔

تو اس پر امام اہل سنت قدس سرہٗ فرماتے ہیں کہ **اور اس طرف (تارک صلوٰۃ کافر نہیں) بحمد للہ نصوص شرعیہ سے وہ دلائل ہیں جن میں اصلاً تاویل کو گنجائش نہیں۔**

بلکہ بخلاف دلائل مذہب اول (یعنی تارک صلوٰۃ کافر ہے) کہ اپنے نظائر کثیرہ کی طرح استحلال و استخفاف وجحود وکفران وفعل مثل فعل کفار وغیرہا تاویلات کو اچھی طرح جگہ دے رہے ہیں یعنی فرضیت نماز کا انکار کرے یا اسے ہلکا یا بے قدر جانے یا اس کا ترک حلال سمجھے، تو کافر ہے یا یہ کہ ترک نماز سخت کفران نعمت وناشکری ہے۔

یہیں سے معلوم ہوا کہ منطوق کلام یا منصوص شرعیہ جس میں تاویل کی گنجائش نہیں وہی اصل مرام ہے۔ اور جس میں تاویل کی گنجائش ہے۔ وہ قول مرجوح ہے۔ لہذا وہ اصل مذہب نہیں۔

تو ماننا پڑے گا کہ اصل مذہب مجمع علیہ کے اعتبار سے تارک نماز صدر اول میں بھی مسلمان تھا اور آج بھی مسلمان ہے اور ہمیشہ مسلمان کہلائے گا تو حالات زمانہ کی وجہ سے تغیر و تبدل کہاں ہوا؟ جس کی وجہ سے مفتی نظام الدین صاحب کا قائم کردہ عنوان کہ تارک نماز پہلے کافر تھا اور اب مسلمان ہے اسکو صحت کا درجہ دیا جائے۔

شعار و علامت

شعار اور علامت دونوں ایک ہی چیز ہیں جیسا کہ تفسیر خازن میں ہے شعائر اللہ۔ اعلام دینہ۔

شعار اسلامی کا مفہوم یہ ہے کہ ہر وہ چیز جو علامت قربت ہو اور جس کے ذریعہ سے رب تعالیٰ کا تقرب حاصل ہو۔ تفسیر خازن میں ہے کل ما کان معلماً لقربانٍ یتقرب به الیٰ اللّٰه تعالی شعار دو قسم پر ہیں۔ اور دونوں میں عموم خصوص مطلق کی نسبت ہے ایک ہے شعار قومی اور دوسرا ہے شعار مذہبی۔

شعار مذہبی شعار قومی بھی ہوسکتا ہے لیکن ہر شعار قومی کیلئے شعار مذہبی ہونا ضروری نہیں جیسے ہر انسان حیوان ہے لیکن ہر حیوان کیلئے انسان ہونا ضروری نہیں۔ میں اپنے اس دعویٰ کی تفہیم کیلئے ایک مثال دیتا ہوں مثلاً زنّار مشرکین کا مذہبی شعار ہے اور زنار باندھنا قومی شعار۔ اگر تغیر زمانہ کی وجہ سے کوئی مشرک زنار نہ باندھے اور یہودی اور عیسائی زنار باندھنے لگیں جب بھی زنار مشرکین کا مذہبی شعار ہی رہے گا تمام یہودیوں اور عیسائیوں کے زنار باندھ لینے سے مشرکین کے مذہبی شعار ہونے سے خارج نہیں ہوگا

ہاں البتہ یہ کہہ سکتے ہیں کہ اب مشرکین کا قومی شعار نہ رہا۔ اسی سے بات سمجھ میں آگئی کہ حالات زمانہ کی وجہ سے قومی شعار میں تغیر واقع ہوتا ہے لیکن مذہبی شعار۔ شعار مذہب ہونے سے خارج نہیں ہوتا۔

اب سنئے ۔ پنج وقتی نماز فرض ہے، ایسے ہی روزہ فرض ہے، زکوۃ فرض ہے، حج فرض ہے، یہ مسلمانوں کا مذہبی شعار ہے ۔ان مذہبی شعاروں پر حالات زمانہ کی وجہ سے کوئی تغیر واقع نہیں ہوسکتا، ایسا بھی نہیں ہوسکتا، کہ فرض متغیر ہوکر واجب ہوجائے ۔سنتوں میں تبدیلی ہوجائے ۔مباحات کی صورت بدل جائے یا کسی مسلمان کو تاحیات رخصت دیدی جائے ایسا ہرگز ہرگز نہیں ہوسکتا۔ ناممکن ومحال ہے ۔

اور نماز پڑھنا، روزہ رکھنا، زکوۃ دینا، حج ادا کرنا، یہ سب افعال شعار قوم مسلم ہیں ۔اگر بالفرض بر بنائے فساد زمان تکاہلی وتساہلی کی بناء پر، دنیا کے تمام مسلمان، پنج وقتی نماز، پڑھنا چھوڑ دیں، ایسے ہی روزہ رکھنے سے غفلت برتیں ۔اور زکوۃ دینے سے باز رہیں اور حج ادا نہ کریں اور یہودی اور عیسائی وصابی وغیرہم مسلمانوں کے شعار کو اپنا کر ارکان اسلام ادا کرنے لگیں ۔تو یہی کہا جائیگا کہ مسلمانوں کے شعاروں کو غیروں نے اپنالیا۔ جب کہ نماز وروزہ وزکوۃ وحج اہل اسلام کا مذہبی شعار ہے ۔ **کسی غیر مذہب کے عمل پیرا ہونے سے وہ تمام فرائض دینیہ شعار مذہب اسلام سے ہرگز ہرگز خارج نہیں ہوسکتے ۔**

اہل نظر بخوبی جانتے ہیں کہ حکم شئی دوقسموں پر ہے(۱) بحسب الذات (۲) بحسب الخارج یعنی ایک حکم شئی فی نفسہ اور دوسری قسم امر خارج کی وجہ سے شئی پر حکم لگاتے ہیں ۔مثلاً پنج وقتی نماز فرض ہے ۔ یہ حکم الشئی فی نفسہ ہے ۔ یہی شعار مذہب اسلام ہے ۔جس میں قیامت تک تغیر وتبدل نہیں ہوسکتا۔ ایسے ہی روزہ، زکوۃ، حج، فرض ہے ۔ یہ حکم الشئی فی نفسہ ہے اور شعار مذہب اسلام ہے جس میں قیامت تک تغیر وتبدل ناممکن ومحال ہے ۔

فتاویٰ رضویہ میں امام اہل سنت علیہ الرحمہ ایک مقام پر فرماتے ہیں۔اقول: والوجه فيه ان للشئى حكما فى نفسه مع قطع النظر عن الخارج وحكما بالنظر الىٰ ما يعرضهٗ عن خارج .فالاول هو البحث والثانى عليه العمل عن المفاسد ،وان لم يكن انبعاثها عن نفس ذات الشئى كما لا يخفىٰ ۔یعنی میں کہتا ہوں اسکی وجہ یہ ہے کہ شئی کے دو حکم ہوتے ہیں ایک فی نفسہ شئی کا حکم۔قطع نظر خارج کے۔دوسرا خارجی امور کے اعتبار سے۔**اول سے بحث ہوتی ہے دوسرے پر عمل مفاسد سے** ہے۔اگر چہ مفاسد کا محرک نفس شئی نہیں ہے۔جیسا کہ مخفی نہیں اور دونوں صورتوں میں امام اعظم ہی کے قول پر فتویٰ ہے۔

اور جن صحابۂ کرام وتابعین عظام نے فرمایا کہ۔تارک نماز کافر ہے۔ان حضرات نے پنج وقتی نمازوں کوادا کرنا فرض ہے۔ادا کرنا، یہ **فعل من الافعال ہے۔اور شعار قوم مسلم تھا۔یعنی شعار قومی تھا شعار مذہبی نہیں**۔ان صحابۂ کرام وتابعین عظام نے اپنے اجتہادات سے یہ حکم سمجھا کہ جس طرح منکر فرض صلوٰۃ،کافر ہے۔ایسے ہی تارک صلوٰۃ بھی کافر ہے۔لہذا وہ حضرات خطا کار نہیں بلکہ ماجور ہیں۔

اور جو حکم مجمع علیہ ہے۔یعنی فعل کا تارک کافر نہیں۔بلکہ مرتکب کبیرہ ہے۔وہ اس لئے کہ فعل صلوٰۃ (عمل) شعار مذہبی نہیں۔بلکہ شعار قوم مسلم ہے۔

اب فیصلہ سماعت فرمایئے۔۔۔

جن صحابہ وتابعین نے تارک نماز کو کافر کہا وہ صحابہ وتابعین آج کے دور میں ہوتے۔تو وہ حضرات بھی اصل منقول شرعی جس پر اجماع قائم ہے اسی پر فتویٰ دیتے۔قول ضروری پر نہیں۔یا یوں کہا جائے کہ وہ حضرات صحابہ وتابعین کے نزدیک اصل منقول وہی تھا اور قول ضروری دور حاضر کے مسلمانوں کے حالات ہیں۔تو وہ حضرات بھی عصر حاضر میں یا اپنے بعد کے ادوار میں ہوتے۔تو اسباب ستہ کو مدنظر رکھ

کرہی دفع حرج کیلئے فتویٰ دیتے۔ **لو فرضنا** اگر طویل عمر پاکر بعد کے ادوار میں ارتکاب کبیرہ کا فتویٰ نہ بھی صادر فرماتے۔ توان حضرات کی مجتہدانہ شان میں کوئی فرق نہیں آتا۔

لیکن جامعہ اشرفیہ کے مفتی صاحب کو دیکھئے۔ عنوان منتخب کر رہے ہیں کہ'' پہلے تارک نماز کافر تھا اور اب مسلمان ہے''(معاذ اللہ صد ہزار بار معاذ اللہ) کیا یہ عنوان میزان شریعت پر جچا تلا ہے؟ اس پر اہل بصیرت غور فرمائیں گے۔ مفتی نظام الدین صاحب نے امام اہل سنت علیہ الرحمہ کی جس عبارت کو نقل فرمایا ہے۔ وہ عبارت یہ ہے

> '' زمانہ سلف صالح خصوصا صدر اول کے مناسب یہی حکم تھا۔ اس زمانہ میں ترک صلوۃ علامت کفر تھا۔ کہ واقع نہ ہوتا تھا مگر کافر سے۔ جیسے اب زنار باندھنا قشقہ لگانا علامت کفر ہے۔ جب وہ زمانہ خیر گذر گیا۔ اور لوگوں میں تہاون آیا۔ وہ علامت ہونا جاتا رہا اور اصل حکم نے عود کیا کہ ترک نماز فی نفسہ کفر نہیں۔ جب تک اسے ہلکا یا حلال نہ جانے۔ یا فرضیت نماز سے منکر ہو۔ یہی مذہب سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ہے۔

اور اس ذکر کردہ عبارت پر (ج) کے تحت مفتی صاحب نے جو تبصرہ فرمایا ہے۔ سماعت کیجئے۔

> اسی کے ساتھ ایک بات یہ معلوم ہوئی کہ شعار مذہبی بھی بدل سکتا ہے۔ کیونکہ عہد رسالت وعہد صحابہ میں ترک نماز کفار کا مذہبی شعار تھا۔ جیسے زنار وقشقہ انکا مذہبی شعار ہے مگر وہ شعار بدل گیا۔ لہذا شعار قومی اور شعار مذہبی میں اس حیثیت سے فرق نہیں کرنا چاہیئے۔ (فقہ حنفی ص ۲۱/)

میں مفتی صاحب سے عرض کروں گا کہ میرے نزدیک آپ کے فہم میں خطا ہے کیونکہ امام اہلسنت علیہ الرحمہ کی عبارت کا خلاصہ یہ ہے کہ: اس زمانہ میں ترک نماز علامت کفر تھا کہ واقع نہ ہوتا تھا

مگر کافر سے، یعنی جو کھلا کافر ہوتا وہی نماز نہیں پڑھتا تھا۔ یعنی ترک نماز کفار کا شعار قومی تھا، کیونکہ نماز مسلمانوں کا شعار مذہبی ہے نہ کہ کفار کا شعار مذہبی۔ لہٰذا اگر کوئی ترک نماز کو کفار کا شعار مذہبی مانے تو عبث ہے، اس لئے کہ نماز کفار کا شعار مذہبی ہو ہی نہیں سکتا۔ کیونکہ اس کے مذہب کی علامات سے نہیں ہے۔ تو ترک نماز بھی کفار کا شعار مذہبی نہیں ہوسکتا (فتامل) مفتی صاحب نے ترک نماز کفار کا مذہبی شعار تھا۔ کہا اور مثال "زنار وقشقہ ان کا مذہبی شعار ہے" سے دی۔ اہل علم یہیں پر سمجھ سکتے ہیں کہ مثال ممثل لہ کے مطابق نہیں ہے کیونکہ ترک۔ فعل ہے۔ زنار وقشقہ فعل نہیں، ہاں زنار باندھنا، قشقہ لگانا یہ فعل ہے اور فعل کو تصدیق قلبی پر قیاس کرنا۔ کسی صورت میں درست نہیں ہے۔

اور امام اہل سنت نے جو فرمایا کہ "زنار باندھنا یا قشقہ لگانا علامت کفر ہے" تو یہ کفار کا شعار مذہبی بھی ہے اور شعار قومی بھی ہے اور ایسے ہی مسلمانوں کا نماز پڑھنا وغیرہ شعار مذہبی بھی ہے اور شعار قومی بھی ہے شعار قومی تو بدل سکتا ہے لیکن شعار مذہبی نہیں بدل سکتا۔ جس کی تشریح میری ماسبق تحریر میں آپ نے ملاحظہ فرمائی۔

فتاویٰ رضویہ کے حوالے سے مفتی نظام الدین فقہ حنفی کتاب کے ص ۹ ر پر تحریر کرتے ہیں کہ (نبی کریم ﷺ اور ائمہ مذاہب کے) اقوال دو طرح ہے۔ صوری اور ضروری۔ اس کے بعد فتاویٰ رضویہ سے جتنی عبارتیں نقل فرمائی ہیں، ناقل صاحب نے نقل کرتے وقت اس بات کا خیال ہی نہ رکھا کہ نقل کے بعد ہم خود بہت سے مسائل میں پھنس جائیں گے جس سے نکلنا متعذر ہو جائے گا۔ مفتی نظام الدین صاحب نے جس عبارت کو نقل کیا ہے۔ میں بعینہ نقل کرتا ہوں اور برائیکٹ کے درمیان اپنی بات پیش کر کے " کونوا مع الصادقین " کے مصادیق کی بارگاہوں میں فریاد کرونگا کہ میں حق کہہ رہا ہوں یا غلط؟ اعلیٰ حضرت قدس سرہ فرماتے ہیں کہ "صوری تو قول منقول ہے" (یعنی نبی کریم ﷺ اور ائمہ مذاہب سے جو مسائل منقول ہیں) اور ضروری وہ قول ہے، جس کی صراحت قائل نے خاص طور پر نہ کی ہو۔

البتہ ایسے عموم کے ضمن میں اسے بیان کر دیا ہو جو بدیہی طور پر اس بات کا حکم لگائے کہ اگر قائل اس خاص مسئلہ میں کلام کرتے تو ضرور ایسا ہی فرماتے" مثلاً مسلم شریف جلد اص ۲۴۵ کے حاشیہ میں کشتی پر نماز کے جواز کے متعلق واضح لفظوں میں ہے۔ فانها تصح الفريضة بالاجماع۔ تو صرف کشتی ہی مراد نہیں بلکہ پانی پر تیرنے والی تمام اشیاء مراد ہیں اگرچہ قول منقول صرف سفینہ یعنی کشتی ہے۔ لیکن قول ضروری میں اسٹیمر پانی جہاز وغیرہ بدیہی طور پر فہم میں آ گیا۔ ایسے ہی مسلم شریف ج اص ۲۴۴ ر کے حاشیہ میں ہے۔ فيه دليل على ان المكتوبة لا تجوز الى غير القبلة ولا على الدابة هذا مجمع عليه.....

تو ائمہ اربعہ نے اپنے دور کے لحاظ سے خشکی پر رینگنے والی چیزوں میں دابہ کا ذکر صراحۃ فرمایا لیکن ایسے عموم کے ضمن میں اسے بیان کر دیا یعنی خشکی پر رینگنے والی چیزیں، تو بدیہی طور پر ریل گاڑی بس وغیرہ کا حکم بھی خاص طور پر سمجھ میں آ گیا۔ یہ ہے اعلیٰ حضرت امام اہل سنت قدس سرہٗ کی مرأۃ التفقہ جس مرأت کو اہل نظر حضرات رو برو رکھ کر نو پید مسائل کو میزان شریعت پر پرکھتے ہیں اور قول ضروری پر حکم شرع صادر فرماتے ہیں۔

اور امام اہل سنت قدس سرہٗ نے قول صوری اور ضروری سے متعلق ایک عام فہم مثال دی ہے۔ کہ جیسے زید ایک نیک انسان تھا، اس لئے عمرو نے اپنے خادموں کو کھلے لفظوں میں اسکی تعظیم کا حکم دیا اور بار بار انہیں اس بات کی ہدایت کی۔ اور وہ پہلے ان سے یہ بھی کہہ چکا تھا، کہ تم لوگ ہمیشہ فاسق کی تعظیم سے بچتے رہنا (یہ زید کا قول منقول ہے جسے صوری سے تعبیر کیا جاتا ہے) اس کے بعد امام اہل سنت علیہ الرحمہ فرماتے ہیں۔

"پھر ایک زمانہ کے بعد زید فاسق معلن ہو گیا۔ تو اگر اب بھی عمرو کے خادم اس کے حکم اور اسکی بار بار کی ہدایت پر عمل پیرا رہ کر زید کی تعظیم و توقیر کرے، تو وہ ضرور نافرمان قرار پائیں گے" (شریعت

مطہرہ کی روشنی میں)اور اگر اسکی تعظیم چھوڑ دیں تو اطاعت شعار ہونگے (شریعت مطہرہ کی روشنی میں)تو پھر ایک زمانہ کے بعد سے آخر تک قول ضروری کی مثال ہے، جس کی صراحت قائل زید نے خاص طور پر نہ کی تھی۔لیکن عموم کے ضمن میں صراحت کر دیا تھا کہ۔تم لوگ ہمیشہ فاسق کی تعظیم سے بچتے رہنا اب اسکا مخدوم و مالک مجازی خود ہی فاسق ہو گیا تو یہ حکم اسپر بھی نافذ ہوگا اور تعظیم کرے گا تو گنہگار ہوگا یہ قول ضروری کا واضح مفہوم ہے۔

(۱) قول صوری، یعنی قول منقول صریح پر فتویٰ دینا، درحقیقت عزیمت پر فتویٰ دینا ہے۔امام اہل سنت مجدد اعظم قدس سرہٗ نے کوٹ پتلون اور انگریزی ملبوسات کے تعلق سے جو فتویٰ صادر فرمایا ہے۔انکے عصر میں قول منقول پر ہی فتویٰ دینا ضروری تھا۔کیوں کہ ان کے زمانے میں خال خال ہی انگریزی ملبوسات پہن کر کوئی آدمی نماز پڑھنے کی جرأت کرتا تھا۔عوام الناس خود اسے مکروہ اور گناہ سمجھتے تھے۔

(۲) قول ضروری یعنی قول منقول غیر صریح۔جو اسباب ستہ میں محصور ہے۔تعامل ناس کی وجہ سے حاجت متحقق ہوگئی اس لئے سیدی مرشدنا الاعظم حضور مفتیٔ اعظم ہند قدس سرہٗ نے کوٹ پتلون اور انگریزی ملبوسات کے تعلق سے جواز کا فتویٰ صادر فرمایا اگر جواز وخلاف اولیٰ کا حکم صادر نہ فرماتے۔تو لوگ حرج عظیم میں مبتلا ہو جاتے۔ والحرج مدفوع۔اہل علم وبصیرت بخوبی واقف ہیں۔کہ دونوں ہی صورتوں میں امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قول پر ہی فتویٰ ہوا

عہد صحابہ میں تارکِ جماعت منافق تھا، اب نہیں

(فقہ حنفی ص ۲۱ تا ۲۳ / از مفتی نظام الدین مبارکپوری)

مفتیٔ اشرفیہ نظام الدین صاحب نے اپنی کتاب ''فقہ حنفی میں حالات زمانہ کی رعایت'' میں مذکورہ عنوان منتخب کر کے تبدیلیٔ حکم پر بھی گلکاریاں فرمائی ہیں۔ اسے سماعت کرنے سے پہلے یہ جان لینا ضروری ہے کہ۔ نفاق کا مفہوم کیا ہے؟ نفاق کسے کہتے ہیں؟ اور نفاق کی کتنی قسمیں ہیں؟

نفاق کا مفہوم یہ ہے کہ۔ ظاہر میں کچھ ہو، اور باطن میں کچھ اور۔ یعنی ظاہر کا باطن مخالف ہو۔ مثلاً ظاہر میں مسلک اعلیٰ حضرت کا حامل، اور باطن میں ظفر ادیبی کے عندیہ کا قائل۔ یہ نفاق ہے اسی کو نفاق کہتے ہیں۔ نفاق کی دو قسمیں ہیں۔ (۱) نفاق اعتقادی (۲) نفاق عملی۔

بخاری شریف ص ۱۰ ار کے حاشیہ نمبر ۲ میں ہے۔ **النفاق لغة. مخالفة الباطن للظاهر، فان كان في الاعتقادفهو نفاق الكفر. و الا فهو نفاق العمل** (تلخیص فتح الباری)

خلاصۂ کلام یہ ہے۔ کہ نفاق اعتقادی کا مرتکب کافر ہے۔ اور نفاق عملی کا مرتکب کافر نہیں۔ بلکہ فاسق ہے

توضیح: نفاق اعتقادی کا مفہوم یہ ہے کہ زبان سے کلمہ پڑھے اور ظاہری طور پر اسلام کے ارکان بھی ادا کرے۔ اور دل سے **بما جاء النبی الکریم** ﷺ کی تصدیق نہ کرے۔ بلکہ اپنے کفر پر قائم رہے۔ اسی کو عہد رسالت پناہی اور عہد صحابہ کرام میں منافق کہا گیا ہے۔ یعنی ''عرف'' منافق کہنے کا نفاق اعتقادی پر محمول تھا۔ اور اس کے کفر میں کسی قسم کا شک نہیں تھا۔ اور ارشاد ربانی **و من الناس من یقول امنا باللہ و بالیوم الا خر وما ھم بمومنین** میں اعتقادی منافقین کا ذکر ہے۔ اور انہیں منافقین کو مسجد نبوی شریف سے رسول کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام نے **فاخرج فا نك منافق** فرما کر باہر نکالا تھا۔ جیسے عبداللہ ابن ابی وغیرہ۔ اور انہیں اعتقادی منافقین کے بارے میں صحیح مسلم شریف جلد ار ص ۲۳۲ ر پر

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے۔ لقد رأیتنا وما یتخلف عن الصلوٰۃ الا منافق قد علم نفاقه الی اخر الحدیث یعنی ہمارا مشاہدہ ہے کہ نماز سے پیچھے نہیں رہتا مگر کھلا منافق جس سے صاف ظاہر ہے کہ منافق اعتقادی مراد ہے۔

مشکوۃ المصابیح باب الکبائر وعلامات النفاق ص ۱۸؍ میں حدیث پاک ہے۔ وعن حذیفة قال انما النفاق کان علیٰ عهد رسول الله ﷺ فاما الیوم فانما هو الکفر او الایمان رواه البخاری . یعنی حضرت حذیفہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ۔ **نفاق رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں تھا، لیکن آج صرف کفر ہے یا ایمان** ۔امام بخاری نے اس کو روایت کیا۔ جس حدیث کا مطلب یہی ہے۔ کہ آج منافق اعتقادی نہیں ہے، جیسا کہ لمعات ومرقات وغیرہ میں بھی اسکی صراحت موجود ہے۔ اور جن لوگوں میں منافق کی علامتیں پائی جاتی ہیں، وہ منافق عملی ہیں۔ وہ آج بھی موجود ہیں۔ جیسے کسی آدمی کا جھوٹ بولنا۔ یہ علامت نفاق سے ہے۔ اس کے مرتکب کو منافق عملی کہتے ہیں اور مفتیوں کی زبان میں وہ فاسق ہے، کافر نہیں۔ فتاویٰ رضویہ جلد ۳ ؍ص ۳۸۴ ؍ پر بھی مسلم شریف کی حدیث توضیح بلیغ کے ساتھ مثبت ہے۔

مگر مفتی نظام الدین صاحب کا یہ کہنا کہ ”مگر بعد کے ادوار میں کسی وقت یہ عادت تبدیل ہوگئی۔ اور اب تو بے شمار مسلمان بغیر عذر و بیماری کے جماعت میں حاضر نہیں ہوتے۔ اس لئے اب جماعت سے پیچھے رہ جانے والے کو منافق نہیں کہا جا سکتا گو کہ عہد صحابہ میں وہ منافق ہوا کرتا تھا“

اس پر عرض ہے کہ اب جب کہ منافق اعتقادی کا وجود ہی نہیں، جیسا کہ حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث سے معلوم ہوا۔ تو جماعت سے پیچھے رہ جانے والے کو منافق کیوں کہا جائیگا؟ جب شئی ہی معدوم ہے تو صدر مفتی جامعہ اشرفیہ کا یہ فرمانا کہ۔ مگر بعد کے ادوار میں کسی وقت یہ عادت تبدیل ہوگئی۔ چہ معنیٰ دارد؟ مجھے حیرت ہے صدر مفتی پر کہ جب وجود ہی عنقاء کی طرح مفقود۔ تو کیا چھپر پھاڑ کر

تبدیلی حکم کا وجود جنم لے گا؟ پھر کیا وجہ ہے کہ عہد صحابہ میں تارک جماعت منافق تھا، اب نہیں۔ ایسا غلط عنوان منتخب کیا گیا۔ فتاویٰ رضویہ ہی نہیں، بلکہ جملہ فتاویٰ کی کتابوں میں وہی ہے۔ جو فتاویٰ رضویہ میں ہے۔ کہ ترک جماعت اور ترک حاضری مسجد کا عادی (بلا عذر صحیح) فاسق ہے، اور فاسق قابل اتباع نہیں۔

اسی عنوان کے آخر میں مفتی صاحب اپنا ریمارک پیش فرماتے ہیں کہ ''یہ حکم عہد صحابہ کا ہے جو حالات کے بدلنے سے یقیناً بدل چکا ہے'' حالانکہ یہاں کوئی حکم بدلا ہی نہیں ہے، کیونکہ عہد صحابہ ہی میں منافق اعتقادی کا وجود ناپید ہو گیا۔ اور اسی فتویٰ کے تعلق سے آگے لکھتے ہیں ''اور اس سے بھی وہ امور بہت واضح طور پر ثابت ہوتے ہیں، جو فتاویٰ رضویہ کے اول الذکر فتوے (یعنی یہی فاسق والا فتویٰ) سے ثابت ہوتے ہیں۔ فرق صرف کفر و نفاق کا ہے۔ مگر جب منافق کا نفاق بین اور کھلا ہوا ہو۔ تو وہ بھی کافر مجاہر کی طرح ہو جاتا ہے۔ اس میں تو کوئی کلام ہی نہیں کہ وہ بھی کافر ہی ہے۔ ان جملوں سے مفتی نظام الدین صاحب کیا کہنا چاہتے ہیں۔ یہ وہی بتا سکتے ہیں۔ مگر دوسرے تمام فتووں کو چھوڑ کر اس فتوے کو نقل کرنے میں ممکن ہے خاص مصلحت رہی ہو فتاویٰ رضویہ جلد ۳ ص ۳۷۹ و ۳۸۰ **العاقلة تکفیه الاشاره.......**

(اجماعی احکام نہیں بدلتے)

فقہ حنفی میں حالات زمانہ کی رعایت ص ۱۰

''فقہ حنفی میں حالات زمانہ کی رعایت'' کتاب کے مؤلف لکھتے ہیں کہ فتاویٰ رضویہ جلد ۱۱، ص ۵۶/۵۷ مسائل کلامیہ میں ہے کہ

فقہ میں اجماع ''اقوی الادلۃ'' (سب سے زیادہ مضبوط دلیل) ہے۔ کہ اجماع کے خلاف

کا مجتہد کو بھی اختیار نہیں، اگر چہ وہ اپنی رائے میں کتاب وسنت سے اسکا خلاف پاتا ہو، کہ یقیناً سمجھا جائے گا، یہ (اسکی) فہم کی خطا ہے، یا یہ حکم منسوخ ہو چکا ہے۔ اگر چہ مجتہد کو اسکا ناسخ نہ معلوم ہو۔"

مذکورہ عبارت کو نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ

مگر اسی کے ساتھ یہ بھی واضح رہے کہ آج سے دو تین صدی پیشتر کے نو پید افروعی مسائل میں (اجماع شرعی) نہیں پایا جاتا۔ خاص کر اس صورت میں جب اس مسئلہ میں علمائے امت کے درمیان اختلاف رائے ہو۔

حضرت والا کے جملہ اولی کا مفہوم تو یہی ہے نا کہ زیادہ سے زیادہ بارھویں، تیرھویں، چودھویں ان تینوں صدیوں میں اجماع شرعی نہیں پایا جاتا اور اگر مفہوم مخالف کا اعتبار کریں تو یہی ہوگا نا۔ کہ آج سے دو تین صدیوں قبل کے نو پید فروعی مسائل میں اجماع شرعی پایا جاتا ہے۔

اور جملۂ ثانیہ کی تخصیص کے مفہوم مخالف سے یہی مستفاد ہوگا نا، کہ اگر علمائے امت کے درمیان اختلاف رائے نہ ہو تو آج سے ۱۲/۱۳/۱۴/ رویں صدیوں قبل میں بھی اجماع شرعی پایا جاتا ہے۔

اب میں پوچھنا چاہتا ہوں کہ، جناب جب ان مذکورہ تینوں صدیوں میں اجماع شرعی پایا جانا ممکن ہے۔ وقوع محال نہیں ہے، بلکہ آپ کے ہر جگہ مفہوم مخالف کے اعتبار کرنے کی وجہ سے کہا جا سکتا ہے کہ اجماع شرعی پایا جاتا ہے۔ تو علمائے امت کا اجماع شرعی مراد ہے۔ یا فقہائے مجتہدین کا؟ یا آپ اور آپ کے احباب و تلامذہ کا؟ صراحت فرما دیتے تو بہت بہتر ہوتا۔ اور آپ نے اسکے بعد یہ بھی فرمایا ہے کہ اور علمائے امت بھی ایک عرصہ سے مجتہد نہ رہے۔

تو اس جملہ کا مصداق وہی مذکورہ تینوں صدیوں کے علمائے امت ہوئے۔ اگر ان تینوں صدیوں کے ماقبل صدیوں کو شامل کیا جائے تو آج سے دو تین صدی پیشتر والے قول کا بطلان ظاہر و باہر ہو جائے

گا۔تو آپ کوتسلیم کیئے بغیر چارۂ کارنہیں ہے کہ تین صدیوں کے ماقبل صدیوں کوقطعاً شامل نہیں ہے۔

اوراس دعویٰ پرآپ نے جو دلیل پیش فرمائی ہے۔اس پر حیرت سرپٹک رہی ہے۔آپ نے فرمایا ہے کہ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ نے اجماع کے تعلق سے یہ انکشاف فرمایا۔سبحان اللہ" اجماع شرعی" جس میں اتفاق مجتہدین پرنظرتھی۔علماء نے تصریح فرمائی کہ۔بوجہ شیوع وانتشار علماء فی البلاد دوصدی (یعنی پہلی اور دوسری صدی) کے بعداس کے ادراک کی کوئی راہ نہیں رہی۔

اب آپ سے استفسار ہے کہ،۳/۴/۵/۶/۷/۸/۹/۱۰/روالی درمیانی ۹/صدیوں میں اجماع شرعی پایا گیا ہے یانہیں؟

اورآپ کا دعویٰ ہے کہ آج سے دوتین صدی پیشتر اجماع شرعی نہیں پایا جاتا۔اور دلیل میں ارقام فرماتے ہیں۔کہ پہلی اور دوسری صدی کے بعد (وہ بھی ادراک کی راہ) محترم آپ خود فیصلہ کیجئے کہ آپ کا دعویٰ دلیل کے مطابق ہے۔یا دلیل دعویٰ کے مطابق ہے؟

اجتہادی مسائل میں طعن

"فقہ حنفی میں حالات زمانہ کی رعایت" کتاب کے مؤلف لکھتے ہیں:

اجتہادی مسائل میں کسی پرطعن جائزنہیں نہ کہ معاذ اللہ ایسا خیال کہ کفر سمجھا جائے۔ن "فقہ حنفی ص/۱۱"

سب سے پہلی بات تو یہ ہے۔کہ کس نے کفر سمجھا جس کی وجہ سے آنجناب نے اپنے عنوان میں یہ اجتہادی جملوں کا اضافہ کیا کہ نہ کہ معاذ اللہ ایسا خیال کہ کفر سمجھا جائے۔اور دوسری بات یہ کہ سیدنا مرشدنا الاعظم حضور مفتی اعظم ہند کے جن دو مشہور مسائل، سجدۂ تعظیمی کا جواز وغیرہ کا ذکر فرمایا ہے۔اسکی تفصیل " مصباحی صاحب کی تحقیق کا پردہ فاش" کتابچہ میں ملاحظہ فرما چکے ہیں۔اسی لئے اعادہ کی حاجت نہیں سمجھتا ہوں۔تیسری بات یہ ہے کہ اجتہادی مسائل میں طعن جائز نہیں۔اسکا مطلب یہ ہے کہ۔مثلاً ائمۂ اربعہ میں سے کوئی امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مقلد ہے۔اسکو جائز نہیں کہ امام شافعی کے اجتہاد پر

طعن کرے۔ ایسے ہی اگر امام شافعی علیہ الرحمہ کا مقلد ہے۔ تو جائز نہیں کہ امام مالک علیہ الرحمہ کے اجتہاد پر طعن کرے۔ ایسے ہی امام مالک علیہ الرحمہ کا مقلد ہے۔ اس کو جائز نہیں، کہ امام احمد بن حنبل علیہ الرحمہ کے اجتہاد پر طعن وتشنیع کرے۔ اور ایسے ہی امام اعظم رضی اللہ عنہ کے تلامذہ اور دیگر مجتہدین اعلام اپنے اجتہادی قوت سے جن جن مسائل میں اختلاف کیے ہوئے ہیں۔ کسی مقلد کے لئے جائز نہیں کہ وہ مجتہد کے مجتہد فیہ مسائل میں لب کشائی کرے۔ اور ایسے ہی ایک مجتہد دوسرے مجتہد کو مجتہد فیہ مسائل میں طعن نہیں کریگا۔ کیوں کہ ائمہ اربعہ ومحققین فقہاء اور مشائخ اہل سنت میں سے کسی کے نزدیک طعن کرنا جائز نہیں ہے۔

اس کا مطلب یہ ہرگز نہیں ہے۔ کہ جو مقلد محض ہو۔ جن کو کھرے اور کھوٹے کی تمیز ہی نہ ہو۔ جو قشر کو علیحدہ کر کے لب کو حاصل کرنیکی صلاحیت ہی نہ رکھے۔ اس مقلد محض کو تنبیہ نہیں کی جائے گی؟ اور ان کو آزاد چھوڑ دیا جائیگا؟ اور وہ اپنی تحریرات باطلہ سے مسلک امام اعظم بوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جس کی تشریح عقائد واحکام کے اعتبار سے مسلک اعلیٰ حضرت میں ہے۔ اس پر جامعہ اشرفیہ کے صدر مفتی ہونے کی حیثیت سے شب خون مارتے رہیں۔ سفسطہ سے کام لیتے رہیں۔ اور عام مولوی اور عوام کو اپنے دام تزویر میں پھانستے رہیں۔ اسکی اجازت ہرگز نہیں دی جائے گی۔ یہ مقلد محض پر طعن وتشنیع نہیں بلکہ تنبیہ بلیغ اور ہدایت کامل ہے۔

برقی پنکھا اور برقی لائٹ مسجد اور گھر میں لگانے کی ممانعت اور اب اجازت

''فقہ حنفی'' ص ۵۴ تا ۵۹ از مفتی نظام الدین صاحب

مفتی نظام الدین صاحب لکھتے ہیں کہ:

آج کے دور میں عام طور پر اپنے گھروں اور مساجد میں برقی پنکھے اور برقی لائٹیں استعمال

کی جاتی ہیں۔ مگر شرعی نقطۂ نظر سے یہ جائز بھی ہے یا نہیں؟ یہ تحقیق طلب ہے ایک صدی پیشتر اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہٗ نے ایک اہم فتویٰ جاری کیا تھا۔ جس میں آپ نے گھروں اور مساجد میں برقی لائٹ اور پنکھے لگانا ممنوع و ناجائز و حرام قرار دیا تھا۔

(مفتی نظام الدین کا مطلقاً اس طرح کے جملے لکھنا اعلیٰ حضرت کی تحقیقی و تجدیدی کارناموں پر حملہ کرنا ہے کیونکہ امام اہل سنت نے مخصوص صورت میں فتویٰ دیا تھا اور وہ مخصوص صورتیں قیامت تک برقرار رہیں گی تو فتویٰ وہی ہوگا جس کو امام اہل سنت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رقم فرمایا ہے (آگے مفتی صاحب لکھتے ہیں کہ اسکے مختلف اسباب تھے۔) لیکن مفتی صاحب نے اس کے بعد یہ نہیں لکھا کہ آج بھی وہ اسباب موجود ہوں گے، تو وہی حکم ہوگا۔ آگے تین سطر کے بعد آخر میں لکھتے ہیں کہ" وہ اسباب آج موجود نہیں ہیں۔ جب وہ اسباب موجود نہیں ہیں۔ تو حکم کیسے بدل گیا؟ اس کے بعد مفتی نظام الدین صاحب کی کتاب "فقہ حنفی ...." سے امام احمد رضا کے سوال و جواب کی پوری عبارت نقل کرتا ہوں۔ لیکن پہلے چند مثالیں ذہن میں محفوظ کرلیں۔ تاکہ سمجھنے میں آسانی ہو۔

(۱) مثلاً وہ کرتا جو مکمل ریشم کا ہو اسکا استعمال مردوں کے لئے ناجائز ہے لیکن وہ کرتا جو سوت کا بنا ہوا ہو اسکا استعمال مردوں کے لئے جائز ہے۔ کرتا دونوں جگہ ہے لیکن مکمل ریشم کی وجہ سے پہلی صورت میں عدم جواز۔ اور دوسری صورت میں سوت کی بناء پر جواز ہی جواز۔ لیکن اگر کوئی یہ کہے کہ پہلے کرتا کا استعمال مردوں کے لئے ناجائز تھا اور اب جائز ہوگیا۔ تو یہ انکی غلط فہمی ہے۔

(۲) مثلاً وہ ظروف جو سونے و چاندی کے ہوں، ان میں مردوں کو کھانا ناجائز ہے۔ مگر وہ ظروف جو مٹی وغیرہ کے ہوں۔ ان میں کھانا کھانا جائز ہے۔ لیکن اگر کوئی احمق یہ کہے کہ پہلے برتنوں کا مردوں کے لئے استعمال ناجائز تھا، اور اب جائز ہے تو یہ انکی حماقت ہے۔

(۳) مزید تقریب فہم کیلئے یہ مثال بھی گوش گذار کر لیجئے۔ مثلاً زید پہلے اسکول کا اسٹوڈینٹ تھا۔ داڑھی

منڈاتا تھا۔ کھڑے کھڑے بیچ بازار میں پیشاب کرتا تھا۔ اسکول میں چوری بھی کرتا تھا۔ بے نمازی تھا سینما باز تھا۔ ان حالات میں ان کو امام بنانا جائز یا ناجائز؟ لیکن اب وہ نہ اسکول کا اسٹوڈینٹ ہے۔ نہ ڈارھی چھلاتا ہے۔ نہ ہی کھڑے کھڑے پیشاب کرتا ہے۔ اور نہ ہی چور ہے۔ بلکہ اب تو ماشاء اللہ پنج وقتہ نمازی، صائم الدھر، مکمل تقویٰ شعار پرہیزگار، اور صوفی منش ہیں۔ انکی ولایت کی دھوم ہمارے محلّہ میں ہے۔ تو کیا انکی اقتداء میں نماز جائز یا ناجائز؟ مفتی صاحب کا جواب یہی ہوگا کہ چونکہ پہلے زید فاسق معلن تھا۔ اسی لئے جتنی نمازیں ان کے پیچھے پڑھی گئیں۔ اعادہ واجب ہے اور خود امام صاحب کو بھی اپنی نمازیں لوٹانا ضروری۔ کیونکہ اب وہ اسباب وعلتیں موجود نہیں ہیں جو پہلے تھیں۔ لہذا پہلے نماز ناجائز اور اب جائز۔ ان تینوں مثالوں کو ذہن میں محفوظ کرلیں۔ تاکہ سمجھنے میں آسانی ہو۔

۱۶ رر جب ۱۳۳۴ھ کو ممبئی کا مبیکر اسٹریٹ سے ایک صاحب نے یہ سوالات کیئے

(۱)۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

(۲) مسجد ایسی جگہ واقع ہے۔ جس کے چاروں طرف کوئی مکان نہیں ہے۔ اور دیواروں میں بڑے بڑے جنگلے بکثرت بنائے گئے ہیں، ہوا ہر وقت موجود رہتی ہے بلکہ بعض وقت کثرت ہوا کے سبب کھڑکیاں بند کی جاتی ہیں پس ایسی صورت میں مال وقف سے برقی پنکھے مسجد میں نسب کرنا شرعاً درست ہے یا نہیں؟

(۳) تجربتاً یہ امر ظاہر ہے کہ جب برقی پنکھا چلایا جاتا ہے اس وقت اس سے ایک آواز آتی ہیں جو ضرور مخل نماز و مبطل خشوع وخضوع ہے۔ بناء علیہ اس طرح کے پنکھے بلاضرورت بصرف مال مسجد بنانا شرعاً

جائز ہیں یا نہیں؟

(۴) یہ امر بتحقیق تمام ثبوت کو پہنچا ہے کہ پنکھا چلانے کے ڈبہ میں جو گریس ڈالا جاتا ہے وہ اشیاء ناپاک و نجس سے مخلوط ہے اس صورت خاص میں بھی ان پنکھوں کے مسجد میں لگانے کا بصرف مال وقف شرعاً کیا حکم ہے؟

(۵) ماہرین فن الیکٹری سے یہ بات بخوبی معلوم ہوئی ہے کہ بہ نسبت گیس کی روشنی کے الیکٹری کی روشنی و برقی پنکھوں میں زیادہ تر خوف آتش زدگی ہے، چنانچہ الیکٹری سے اس قسم کی آتش زدگی کے واقعات بہت ہو چکے ہیں جس سے بہت لوگ واقف ہیں، پس صورت مذکورہ میں ایسی خوفناک وحشت آمیز چیز کا نصب کرنا شرعاً درست ہے یا نہیں؟

(٦) یہ امر بھی ملحوظ خاطر رہے کہ بقول اطباء روشنی برقی مضر بصارت ہے اور برقی پنکھوں کی ہوا بھی نقصان رساں صحت ہے چنانچہ اس قبیل کا ایک مضمون اخبار طبیب مورخہ یکم جون رسنہ رواں میں متبوع ہے جو کہ سرپرستی جناب حاذق الملک مولوی حکیم اجمل خان صاحب بہادر رئیس اعظم دہلی نکلا کرتا ہے پس ایسی مضرت رساں صحت کا مسجد میں آویزاں کرنا شرعاً درست ہے یا نہیں؟

﴿جوابات﴾

(۱)۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

(۲) اولاً ہم نے اپنے فتاویٰ میں بیان کیا ہے کہ مسجد میں فرشی پنکھا لگانا مطلقاً ناپسندیدہ ہے، مدخل الی الشریعہ میں ہے: "قد منع علمائنا رحمهم الله تعالىٰ المراوح اذ ان اتخاذها في المسجد بدعة" (ہمارے علماء رحمھم اللہ تعالیٰ نے پنکھے سے ممانعت فرمائی ہے کیونکہ انہیں مسجد میں لگانا بدعت ہے)

ثانیاً جب یہ حالت ہے کہ حاجت اصلاً نہیں تو اپنے مال سے بھی جائز نہیں، نہ کہ مال وقف سے۔ قال اللّٰہ تعالیٰ :لا تسرفوا ان اللّٰہ لا یحب المسرفین (اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:فضول خرچی نہ کرو بے شک اللہ فضول خرچی کرنے والوں کو دوست نہیں رکھتا)

وقال ﷺ ان اللّٰہ تعالیٰ کرہ لکم ثلاثاً : قیل و قال و کثرۃ السوال و اضاعۃ المال (اور اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ تمہارے لئے تین باتیں ناپسند رکھتا ہے۔فضول بک بک، زیادہ سوال کرنا اور مال ضائع و برباد کرنا)

ثالثاً: یہ وقف میں صرف جدید کا احداث ہے جس کی اجازت متولی کو نہیں ہو سکتی ہے۔کما بیناہ

رابعاً: طباً اس پنکھے کی ہوا مضر صحت ہو تو اسکا کسی مسلمان کے گھر میں بھی اپنے یا اسکے مال خاص سے بھی لگانا جائز نہ ہوگا، نہ کہ مسجد میں، نہ کہ مال وقف سے، کمایاتی بے شک مسجد میں ایسی چیز کا احداث ممنوع بلکہ ایسی جگہ نماز پڑھنا مکروہ ہے، تنویر الابصار و درمختار میں ہے:" کرہ وقت حضور طعام تاقت نفسہ الیہ و کذا کل ما یشغل بالہ عن افعالھا ویخل بخشوعھا کائناً ماکان ' (کھانے کی خواہش ہو تو نماز پڑھنی مکروہ ہے، یوں ہی کوئی چیز جو دل کو افعال نماز سے ہٹادے اور خشوع میں خلل ڈالے باعث کراہت ہے۔ن)

نیز شرح تنویر میں ہے " ولذا تکرہ فی طاحون " (گھر میں چکی چل رہی ہو تو وہاں نماز پڑھنا مکروہ ہے۔ردالمحتار میں ہے۔" لعل وجھہ شغل البال بصوتھا "(شاید اسکی وجہ چکی کی آواز سے دل کا نماز سے ہٹ جانا ہے۔ن)

(۴)اس صورت میں وہ پنکھا مطلقاً خود ہی ناجائز ہے اگر چہ (اوپر ذکر کردہ) چار وجہ (فضول خرچی، وقف میں نیا مصرف نکالنا، مضر صحت ہونا، نماز میں خلل انداز، ہونا) نہ بھی ہوتیں۔

(کیونکہ)تنویر الابصار میں ہے۔"کرہ ادخال نجاسۃ فیہ فلا یجوز

الاستصباح بدھن نجس فیہ " (مسجد میں ناپاک چیز لے جانا مکروہ تحریمی ہے۔لہذا مسجد میں ناپاک تیل سے چراغ جلانا جائز نہیں۔ن)

(۵) یہ بھی کافی وجہ اس روشنی اور پنکھے کی ممانعت کی ہے، رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں اذا نمتم فأطفئوا السرج فان الفارۃ تاخذ الفتیلۃ فتحرق اھل البیت .رواہ أحمد والطبرانی والحاکم بسند صحیح عن عبد اللہ بن سرجس والحدیث فی الصحیحین.من وجوہ "(جب تم سونا چاہو،تو چراغ بجھادیا کرو،اس لئے کہ چوہا اس کی بتی لے کر گھر والوں کو جلا سکتا ہے۔اس حدیث کو احمد،طبرانی اور حاکم نے بسند صحیح حضرت عبداللہ بن سرجس سے روایت کیا اور یہ حدیث صحیح بخاری وصحیح مسلم میں متعدد اسانید کے ساتھ موجود ہے۔ن)

(۶) جب از روئے طب انکا مضر ہونا ثابت ہو تو یہ ایک اعلیٰ وجہ عدم جواز ہے کہ اس میں مسلمانوں کو ضرر رسانی ہے اور یہ حرام ہے۔رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:لاضرر ولا ضرار "رواہ احمد و ابن ماجۃ عن عبادۃ رضی اللہ تعالیٰ عنھم (نہ ضرر دو،نہ ضرر لو۔اس حدیث کو احمد وابن ماجہ نے حضرت عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا۔)

اس میں مسلمانوں کی بدخواہی ہوئی اور یہ خلاف دین ہے، رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

ان الدین النصیحۃ للہ ولکتابہ ولرسولہ ولائمۃ المسلمین وعامتھم ." رواہ احمد و مسلم و ابو داؤد والنسائی عن تمیم الداری رضی اللہ تعالیٰ عنہ. (بے شک دین خیر خواہی ہے اللہ کے لئے ،کتاب اللہ کے لئے ،مسلمانوں کے ائمہ وحکمرانوں کیلئے ،اور تمام مسلمانوں کے لئے۔یہ حدیث احمد ومسلم وابوداؤد ونسائی نے حضرت تمیم داری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی۔ن)

امام اہل سنت مجدد اعظم شیخ الاسلام والمسلمین رضی اللہ تعالیٰ عنہ وارضاہ عنا کے مذکورہ بالا فتویٰ کو نقل کرنے کے بعد مفتی نظام الدین صاحب ص ۵۸ پر تبصرہ کرتے ہوئے رقمطراز ہیں۔کہ یہ فقیہ بے

مثال کا فتویٰ جو آج کے حالات میں جاری نہیں کیا جا سکتا، نہ کہیں سے جاری ہوتا ہے۔

اس کے بعد ص ۵۹/ پر لکھتے ہیں کہ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ والرضوان نے جن شرعی بنیادوں پر یہ احکام جاری کئے ہیں وہ سب آپ کے پیش نظر ہیں وہ بنیادیں آج بھی فراہم ہوں تو حکم وہی عدم جواز کا ہوگا۔

مفتی نظام الدین کے مصاحبین سے میں پوچھنا چاہتا ہوں؛ کہ جب وہ خود ہی لکھتے ہیں کہ اگر آج بھی وہ بنیادیں پائی جائیں تو ناجائز کا ہی حکم ہوگا۔ معلوم ہوا آج ان بنیادوں پر مبنی برقی پنکھے نہیں ہیں۔ اسی لئے یوں لکھنا چاہئے تھا کہ اب وہ برقی پنکھے نہیں رہے جس کا ذکر فتاویٰ رضویہ جلد/ ۶، ص ۳۸۲/ میں ہے کیونکہ اب ایسے برقی پنکھے ہیں جس میں اشیائے ناپاک ونجس سے مخلوط بدبودار گریس نہیں ڈالا جاتا، جس کی بدبو مسجد میں پھیلتی ہو۔ اور آج برقی پنکھے مخل نماز و مبطل خشوع وخضوع بھی نہیں ہیں۔ آج ماہر فن الیکٹری کا کہنا یہ ہے کہ برقی پنکھوں میں شاذ و نادر ہی خوف آتش زدگی ہے اور وہ الشاذ کالمعدوم کے طور پر ہے، جسکا شرعاً اعتبار نہیں اور تجربتاً بھی یہ ثابت ہو رہا ہے کہ آج کل برقی پنکھوں سے گھروں اور دکانوں میں آگ لگنے کی خبر نہیں سنی جاتی ہے۔ اور نہ آج برقی پنکھے وہاں فضول خرچی میں شامل نہیں، جہاں حاجت ہے۔ لہذا اب برقی پنکھے کی ہیئت بدل گئی ہے۔ اسی لئے جواز کا حکم ہے نہ کہ حالات زمانہ کے بدلنے کے وجہ سے، وہ ساری بنیادیں پائے جانے کے باوجود حکم بدل چکا ہے؟ جیسا کہ خود ہی مفتی اشرفیہ نے ماسبق میں اقرار کیا ہے اور آپ حضرات نے ملاحظہ فرمایا ہے اسی کو کہتے ہیں بلاوجہ اپنا قیمتی وقت ضائع کرنا اور قابلیت بگھاڑنا۔

بعض علماء فرماتے ہیں کہ ناظر اشرف تشدد سے کام لیتا ہے۔ جو علماء ایسا فرماتے ہیں وہ دنیا داری کے حساب سے ٹھیک ہی کہتے ہیں۔ میں انہیں دنیا دار علماء سے فیصلہ چاہتا ہوں کیونکہ ابھی حضرت اسرافیل علیہ الصلوۃ والسلام نے صور نہیں پھونکا ہے۔ قیامت سر پر سوار نہیں ہے حضرت عیسیٰ علیہ الصلوۃ والسلام کا

نزول نہیں ہوا ہے حضرت مہدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ظہور نہیں ہوا ہے۔ ہم کو ایمان سے بتائیے کہ مفتی اشرفیہ کی اس قسم کی تضاد بیانی سے کیا بغض اعلیٰ حضرت کی بدبو نہیں پھیل رہی ہے فتاویٰ رضویہ کا بار بار نام لے لے کر اس قسم کے تبصرے سے ان کا مقصود کیا ہے؟ بر بنائے محبت و وداد مولانا محمد احمد مصباحی کو مفتی اشرفیہ سے دریافت کر کے سابقہ روایت کی طرح کسی سیمینار میں اعلان کر دینا چاہیئے۔ یہ فقیر کا مشورہ ہے۔ پھر اسی صفحہ پر لکھتے ہیں کہ مگر سچائی یہ ہے کہ آج وہ ساری بنیادیں حالات زمانہ کے بدلنے کے ساتھ بدل چکی ہیں۔ اور عموماً گھر اور مسجد ہر جگہ ان کی حاجت پیش آتی ہے اور آج بلا نکیر ساری دنیا میں انہیں استعمال کیا جاتا ہے۔

اسباب ستہ

شیخ الاسلام والمسلمین امام اہل سنت مجدد اعظم قدس اللہ سرہ السامی، اجلیٰ الاعلام ان الفتویٰ مطلقاً علیٰ قول الامام۔ میں تحریر فرماتے ہیں کہ۔

اسباب ستہ یہ ہیں۔(۱) ضرورت (۲) دفع حرج (۳) عرف (۴) تعامل (۵) دینی ضروری مصلحت کی تحصیل (۶) کسی فساد موجود یا مظنون بظن غالب کا ازالہ۔

اور مفتی نظام صاحب ''فقہ حنفی کے سات بنیادی اصول'' ص ۳۴۲ رمیں فرماتے ہیں کہ اسباب سبعہ یہ ہیں۔(۱) ضرورت (۲) حاجت (۳) عموم بلویٰ (۴) حرج (۵) عرف و تعامل (۶) دینی ضروری مصلحت (۷) ازالۂ فساد

امام اہل سنت علیہ الرحمۃ والرضوان نے عرف اور تعامل کو علیحدہ شمار کیا۔ اور مفتی نظام الدین نے عرف و

تعامل کو یکجا جمع کر دیا۔ اور عموم بلوئ کو مستقل سبب منفصل قرار دیا۔ اور مفتی صاحب کی مشور زمانہ کتاب ''فقہ حنفی میں حالات زمانہ کی رعایت'' ص ر۱۵ا پر ہے کہ، شرعی احکام بدلنے کی سات بنیادیں ہیں ۔ (۱) ضرورت (۲) حاجت (۳) عموم بلوئ (۴) عرف (۵) تعامل (۶) دینی ضروری مصلحت کی تحصیل (۷) ازالۂ فساد۔

مفتی صاحب نے اس کتاب میں حرج کو ہاتھ نہیں لگایا اور عرف وتعامل کو علیحدہ علیحدہ سبب قرار دیا۔ مفتیٔ اشرفیہ نے اسباب سبعہ کی تحقیق کے جو شجرا گائے ہیں۔ اور دو کتاب میں دو قسم کی تحریر محرر ہے۔ تو ان میں سے کس کو صحیح اور کس کو غلط قرار دیا جاسکتا ہے؟ یا دونوں ہی صحیح ہیں اور دونوں تحریر میں کوئی تضاد نہیں ہے اور وہ دونوں تحریریں عدم تضاد کی وجہ سے امام احمد رضا کے فرمان اسباب ستہ کے موافق ہیں؟ میں علمائے کرام خصوصاً فقہائے محققین کی جماعت نادرہ سے تطبیق وتوفیق، ترفیق وتصحیب، تصحیح وتصویب کی خیرات مانگ رہا ہوں، کیونکہ امام اہلسنت علیہ الرحمۃ والرضوان اجلی الاعلام میں ایک مقام پر فرماتے ہیں کہ، ان جهد احد غاية جهده ان يستخرج فرعاً من غير الست اجمع فيه المرجحون عن اخرهم علیٰ ترک قوله و اختيار قولهما فلن يجدنه ابداً وللّٰه الحمد اگر کوئی شخص چھ کے علاوہ اور کوئی فرع نکالنے کیلئے اپنی تمام تر قوت صرف کر کے سعی کرلے اور فرع نکالے جس میں اہل ترجیح نے امام کے قول کے ترک اور صاحبین کے قول کے اختیار کا فیصلہ دیا ہو۔ تو ایسا ہرگز نہ پائیں گے۔ وللہ الحمد

تنبیہ جلیل ۔ فتاویٰ رضویہ کوئی آسمانی کتاب نہیں کہ اعلیٰ حضرت امام اہل سنت علیہ الرحمہ کے فتووٴں کو میزان تحقیق پر جانچانہ جائے۔ ہر بالغ النظر فقیہ ومفتی کو اصول افتاء کی روشنی میں جانچنے کا حق حاصل ہے اور قیامت تک حاصل رہیگا۔ مگر فقہ حنفی کو فقہ حنفی کی اس تابنا کی میں جانچنا پڑے گا جو امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قول صوری اور قول ضروری میں محصور ہے۔ کیونکہ اسلام کے یہ دو بنیادی اصل کے نظائر خود

شارع علیہ الصلوۃ والسلام کے نصوص میں موجود ہیں۔ جیسا کہ امام اہل سنت علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ مثلاً حضور پرنور ﷺ نے فرمایا کہ، جب تم میں سے کسی کی عورت مسجد میں جانے کی اجازت مانگے۔ تو تم اس کو منع نہ کرو اس حدیث کو امام احمد، امام بخاری، امام مسلم، اور امام نسائی نے روایت کیا ہے اور اسی قبیل سے مزید حدیثیں بیان کر کے فرمایا کہ اس کے باوجود ائمہ نے جوان عورتوں کو مطلقاً اور بوڑھیوں کو دن میں مسجد میں آنے سے منع کیا ہے۔ تو حضور پرنور ﷺ کے قول ضروری پر عمل کرتے ہوئے جوام المومنین سیدتنا صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے اس قول سے مستفاد ہے کہ "اگر حضور پرنور ﷺ عورتوں کی وہ حالت دیکھ لیتے جو ہم نے دیکھی ہے، تو آپ ان کو مسجد میں آنے سے اس طرح روک دیتے، جیسے بنی اسرائیل کی عورتیں روک دی گیئں تھیں۔ اس حدیث کو امام احمد، اور امام بخاری، اور امام مسلم نے روایت کیا ہے۔

یہی امام اعظم، وصاحبین کا مذہب ہے اور متاخرین صائب الرائے کا بھی مذہب ہے۔ جیسا کہ اسی **اقول** کے آخر میں امام اہل سنت نے ثابت کیا ہے کہ تبدیلی عرف بہر حال مسلم ہے (مفہوماً) مگر فتویٰ دینے والا مفتی ایسا ہونا چاہیئے (۱) جو صاحب نظر ہو (۲) جسے قواعد شرعیہ کا علم ہو (۳) اور یہ سمجھ سکتا ہو کہ کس عرف پر حکم متفرع کیا جاسکتا ہے اور کس پر نہیں کیا جاسکتا ہے۔

> اور اسی "اجلی الاعلام بان الفتویٰ مطلقاعلی قول الامام" میں ایک مقام پر فرماتے ہیں کہ "مفتی اور قاضی کا محض منقولات کے ظاہر کو پکڑ کر بیٹھ جانا اور لوگوں کے عرف، قرائن واضحہ اور لوگوں کے احوال سے صرف نظر کر لینا بہت سے حقوق کے زائل ہونے کا باعث ہوگا۔ اور خلق خدا پر ظلم وتعدی کا دروازہ کھل جائیگا"

چونکہ امام احمد رضا قدس سرہ العزیز کے اندر وہبی طور پر بہت ساری خوبیوں کے ساتھ ساتھ ذات بحت ازلی وابدی نے درج ذیل خوبیاں بھی ودیعت فرمائی تھیں کہ وہ صاحب نظر فقیہ تھے، قواعد شرعیہ کا علم بدرجۂ اتم تھا اور کس عرف پر حکم متفرع کیا جاسکتا ہے اور کس عرف پر نہیں، اس کی فراست کاملہ تھی۔ قرائن

واضحہ اوراحوال الناس پرنظر دقیق رکھتے تھے۔اس لئے انہوں نے یہ فتویٰ دیا کہ

''مسلمان عورت کے ارتداد سے اسکا نکاح فسخ نہیں ہوتا ہے کیونکہ عورتیں بہت جرأت مند ہوگئی ہیں اور عصمت کے قطع کرنے میں جلدی کرتی ہیں اور ہمارے بلاد میں ان کو باندیاں بنانا بھی ممکن نہیں اور نہ ان کو مار پیٹ کر مسلمان کرنے کا امکان ہے جیسا کہ میں نے اپنے فتاویٰ کے باب السیر میں بیان کیا اور اسکی بہت سی نظیریں ہیں۔

خبردار خبردار! آج اگر کوئی اناڑی یہ باور کرانے کی کوشش کرے کہ اعلیٰ حضرت نے حالات زمانہ کی رعایت کے تحت فتاوے صادر فرمائے ہیں، لہذا ہم بھی من مانی طور پر فتاویٰ صادر کرتے جائیں گے۔ اور عوام الناس، عامۂ علماء، اور خانقاہوں کے سجادگان کو سمجھاتے جائیں گے کہ مرور زمانہ کی وجہ سے یہ حکم صادر کیا گیا ہے۔جیسا کہ ایک صدی پیشتر اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ نے صادر فرمایا تھا۔تو قطعاً کسی مفتی کو یہ حق حاصل نہیں ہوسکتا۔ہاں یہ حق اس وقت حاصل ہوگا جب موجودہ عصر کے تمام علمائے اعلام اور مفتیان ذوی الفخام جو فقہی بصیرت رکھتے ہیں، وہ تمام حضرات کسی مسئلہ پر متحد و متفق ہو جائیں لیکن اگر تمام حضرات کا اتحاد و اتفاق ناگزیر ہے۔تو اختلاف کی صورت میں اکثر کی طرف رجوع لازم چاہیے۔

عصر حاضر کے مفتیوں کو امام احمد رضا کی طرف سے پر درد ہدایت

(فتاویٰ رضویہ ج ۴ر ص ۵۲۶ر)

اے عزیز! اس زمانۂ فتن میں لوگوں کو احکام شرع پر سخت جرأت ہے۔خصوصاً ان مسائل میں جنہیں حوادث جدیدہ سے تعلق و نسبت ہے۔جیسے تار برقی وغیرہ۔سمجھتے ہیں کہ کتب ائمہ دین میں ان کا

حکم نہ نکلے گا، جو مخالفت شرع کا ہم پر الزام چلے گا۔ مگر نہ جانا کہ علمائے دین شکر اللہ تعالیٰ مساعیھم الجمیلہ نے کوئی حرف ان عزیزوں کے اجتہاد کو اٹھا نہیں رکھا ہے۔ تصریحاً۔ تلویحاً۔ تفریعاً۔ تاصیلاً سب کچھ فرما دیا ہے زیادہ علم اسے ہے جسے زیادہ فہم ہے۔ اور انشاء اللہ العزیز زمانہ ان بندگان خدا سے خالی نہ ہوگا، جو مشکل کی تسہیل۔ معضل کی تحصیل۔ صعب کی تزلیل۔ مجمل کی تفصیل سے ماہر ہوں، بحر سے صدف، صدف سے گہر، بذر سے درخت، درخت سے ثمر نکالنے پر باذن اللہ تعالیٰ قادر ہوں۔ لا اخلا الکون عن افضالھم و کثر اللہ فی بلادنا من امثالھم آمین آمین برحمتک یا ارحم الراحمین صلی اللہ تعالیٰ علیٰ خاتم النبین سیدنا محمد و الہ و صحبہ اجمعین

کتبہ

فقیر محمد ناظر اشرف قادری بریلوی غفرلہ القوی
خادم دارالافتاء دارالعلوم اعلیٰ حضرت رضا نگر کلمنا ناگپور

کتاب الحج

مدت حمل کم از کم چھ مہینے ہے اور زیادہ سے زیادہ دو سال

کیا فرماتے ہیں علمائے دین مسئلہ ذیل کے بارے میں

کہ زید نے جس عورت سے زنا کیا، اسی سے نکاح کیا اور چھ مہینے کے بعد بچہ پیدا ہوا ڈاکٹروں کا کہنا ہیکہ بچہ نو مہینے کا ہے۔ زید اور اس کی بیوی بھی اقرار کرتی ہے۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے۔ کہ وہ لڑکا ولد الزنا ہے یا نہیں؟ وہ میراث سے حصہ پائے گا یا نہیں اگر زید کی بیوی کا حمل کسی غیر کے زنا سے ٹھہرا ہو، تو وہ لڑکا ولد الزنا کہلائے گا یا نہیں؟ وہ میراث سے حصہ پائے گا یا نہیں؟ ولد الزنا کس صورت میں قرار پائے گا۔

خیر اللہ برکاتی ڈھاکہ

۲۵؍فروری ۲۰۰۹ء

۸۶/۹۲ الجواب بعون الملک الوہاب

زید کی منکوحہ سے جو بچہ پیدا ہوا وہ لڑکا ولد الزنا نہیں ہے۔ ثابت النسب ہے کما فی الھدایة کتاب الطلاق ص ۴۳۳؍ اکثر مدة الحمل سنتان واقله ستة اشهر مدت حمل کم از کم چھ مہینے ہے اور زیادہ سے زیادہ دو سال۔ جب مدت حمل میں زید کی منکوحہ سے بچہ پیدا ہوا تو نسب ثابت ہو گیا۔ جب نسب ثابت ہو گیا تو میراث کا حقدار بھی ہے۔ اگر زید کی بیوی کا حمل کسی غیر کے زنا سے ٹھہرا ہو تو بھی وہ لڑکا ولد الزنا نہیں کہلائے گا۔ بلکہ ثابت النسب کہلائے گا جیسا کہ حدیث میں ہے۔ الولد للفراش وللعاھر الحجر [صحیح بخاری شریف المجلد الثانی الجزء ۲۷؍ص ۱۰۰۱]

اور وہ اسی کے میراث سے حصہ بھی پائے گا۔ اگر وقت نکاح سے چھ مہینے کے اندر بچہ پیدا ہو تو ولد الزنا کہلائے گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب وعلمہٗ اتم واحکم۔

کتبہ:۔ فقیر محمد ناظر اشرف قادری بریلوی غفرلہ القوی

عورت حج کو جائے اور طواف زیارت سے پہلے اسکو ایم سی آجائے تو کیا وہ طواف زیارت کریگی یا نہیں؟ اور اگر بغیر طواف کئے گھر واپس آجائے تو شوہر اس سے مجامعت کرسکتا ہے یا نہیں؟

کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام مسئلہ ذیل میں

کہ ہم اپنی عورت کولیکر حج کرنے گئے تھے۔ طواف زیارت سے ایک روز پہلے ان کو ایم سی (M.C) آنا شروع ہوگیا قافلہ تیسرے روز ہندوستان آنے والا ہے۔ تو اسی حالت میں وہ طواف زیارت کرے گی یا طواف زیارت چھوڑ کر ہندوستان واپس آجائیگی؟

اگر طواف زیارت چھوڑ کر ہندوستان واپس آگئی تو اس سے ہمبستری کرسکتے ہیں یا نہیں؟ اگر ہمبستری کرنا ناجائز ہے تو جو بچہ پیدا ہوگا، وہ ولد الزنا ہوگا؟ یا حلالی ٹھہرے گا؟ ولد الزنا کے لئے میراث میں کوئی حصہ ہے یا نہیں؟ وصیت اس کے لئے نافذ ہوگی یا نہیں؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں

فقط والسلام :۔ المستفتی۔ محمد خیر اللہ برکاتی

ڈھاکہ بنگلہ دیش

۷۸۶/۹۲ الجواب بعون الملک العزیز الوھاب

صورت مسئولہ میں عذر شرعی کی صورت میں یہ حکم دیا جائے گا کہ وہ عورت بحالت حیض طواف زیارت

کرلے مگر طواف زیارت کرنے کی وجہ سے وہ گنہگار ہوگی۔ایسی صورت میں فقہائے کرام کا ارشاد ہے کہ وہ بدنہ یعنی اونٹ یونہی گائے وغیرہ کی قربانی پیش کرے یہ اس دم اس عورت پر واجب ہے۔جیسا کہ علامہ ابن عابدین شامی ردالمحتار الجزء الثانی ۱۸۴ر پر فرماتے ہیں۔**نقل بعض المحشین عن منسک بن امیر حاج لو هم الرکب علی القفول ولم تطهر فاستفتت هل تطوف ام لا؟قالوا یقال لها لا تحل لک دخول المسجد وان دخلت وطفت اثمت .وصح طوافک وعلیک ذبح بدنة وهذه مسألة کثیرة الوقوع یتحیر فیها النساء.**

اب ایسی صورت میں اس عورت سے ہمبستری جائز اور جو بچہ پیدا ہو وہ حلالی اور وراثت میں اس کا حصہ بھی لازم اور اس ولد کیلئے وصیت بھی نافذ ہوگی۔واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

کتبـــہ

فقیر محمد ناظر اشرف قادری بریلوی غفرلہ القوی

خادم دارالافتاء دارالعلوم اعلیٰ حضرت رضا نگر کلمنا ناگپور

مرد طواف زیارت چھوڑ کر گھر واپس آجائے تو بیوی سے ہمبستری نہیں کرسکتا جب تک طواف زیارت نہ کرلے۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

مرد اگر طواف زیارت چھوڑ کر اپنے گھر واپس آجائے تو اس آدمی کا عورت سے ہمبستری کرنا جائز ہے یا ناجائز؟ اور اگر مرد عورت سے ہمبستری کرلے تو اس مرد پر کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا

فقط والسلام :المستفتی۔محمد خیر اللہ برکاتی ، ڈھاکہ بنگلہ دیش

۸۲/۹۲ الجواب بعون الملک العزیز الوھاب

صورت مسئولہ میں طواف زیارت حج کا رکن اعظم ہے۔ رکن اعظم کے ترک سے حج ہی ادا نہ ہوا لہٰذا وہ اپنے وطن سے بار بار دیگر مکہ معظمہ جائے اور طواف زیارت کرے اور جب تک طواف زیارت نہ کرے گا اس کی بیوی اس پر حرام، حرام، اشد حرام رہے گی کسی صورت میں ہمبستری جائز نہ ہوگی جیسا کہ ھدایہ اول کتاب الحج باب الجنایات ص ۲۰۲ میں ہے۔

"ولو لم یطف طواف الزیارت اصلاً حتیٰ رجع الیٰ اهله فعلیه یعود بذلک الحرام لانعدام التحلل منه وهو محرم عن النساء ابداً حتیٰ یطوف"

نیز فتح القدیر ج ۲ کتاب الحج ص ۲۴۶ میں ہے کلما جامع لزمه دم اذا تعددت المجالس یعنی جب جب اپنی عورت سے مجامعت کرے گا اتنے ہی مراتب اس آدمی پر دم لازم ہوگا۔ اور یہ حکم عورت کا اس آدمی کیلئے حلال نہ ہونا اجماعی ہے جیسا کہ فتاویٰ عالمگیریہ ج ۱ ص ۲۳۲ میں غایۃ السراجی شرح الھدایہ کے حوالے سے ہے ولو لم یطف اصلاً لم تحل له النساء وان طال مضت سنون هذا باجماع ۱۲ واللّٰه تعالیٰ اعلم بالصواب.

کتبہ: فقیر محمد ناظر اشرف قادری بریلوی غفرلہ القوی

خادم دار الافتاء دار العلوم اعلیٰ حضرت رضا نگر کلمنا ناگپور

کیا ادائیگی حج کے بعد حقوق العباد معاف ہو جاتے ہیں؟

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں

کہ کیا حج سے حق العباد معاف ہو جاتا ہے یا حاجی کے حج کرنے کے بعد حقوق اللہ اور حقوق العباد باقی رہتا ہے؟

المستفتی: الحاج جمیل اختر ناگپور، مہاراشٹر

۹۲/۷۸۶ الجواب بعون الملک العزیز العلاّم

فتاویٰ رضویہ جلد نہم ص ۵۰ر پر امام اہلسنت اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ والرضوان نے مذکورہ سوال کے جواب میں جو تحریر فرمایا ہے تغییر الفاظ کے ساتھ خلاصہ یہ ہے کہ ہاں ! بعض صورتوں میں حاجی کے گناہ معاف ہوجاتے ہیں۔اور بعض صورتوں میں معافی نہیں ہوتی۔مثلاً حاجی کہ پاک مال، پاک کمائی پاک نیت سے حج کرے، اس میں لڑائی جھگڑے اور عورتوں کے سامنے تذکرۂ جماع اور ہر قسم کے گناہ ونافرمانی سے بچے اس وقت تک جتنے گناہ کئے تھے، بشرط قبول، سب معاف ہوجاتے ہیں۔پھر اگر حج کے بعد فوراً مر گیا اتنی مہلت نہ ملی کہ جو حقوق اللہ عز وجل تھے ان تمام حقوق سے مطلقاً درگذر فرمائے یعنی نماز روزہ زکوٰۃ وغیرہا فرائض کہ بجانہ لایا تھا ان کے مطالبہ پر بھی قلم عفوِ الٰہی پھر جائے اور حقوق العباد و دیون و مظالم مثلاً کسی کا قرض آتا ہو، مال چھینا ہو، برا کہا ہو، ان سب کو مولیٰ تعالیٰ اپنے ذمۂ کرم پر لے لے۔حقوق والوں کو روز قیامت راضی فرما کر مطالبہ اور خصومت (جس سے جھگڑے کئے تھے) سے نجات بخشے۔ یونہی اگر بعد کو زندہ رہا اور بحسب قدرت حقوق کے ادا کرنے کی کوشش کرتا رہا یہاں تک کہ بہت سارے حقوق ادا کرلیا، یعنی زکوٰۃ دے دی۔نماز، روزہ کی قضا ادا کی۔جس کا جو مطالبہ آتا تھا دے دیا جسے آزار پہنچایا تھا معاف کرالیا۔جس مطالبہ کا لینے والا نہ رہا یا معلوم نہیں، اسکی طرف سے صدقہ کردیا بوجہ قلت مہلت جو حق اللہ عز وجل یا بندہ کا ادا کرتے کرتے رہ گیا، اس کی نسبت اپنے مال میں وصیت کردی غرض جہاں تک چھٹکارا کے طریقہ کی قدرت ملی۔کوتاہی نہ کی تو اسکے لئے امید اور زیادہ قوی کہ اصل حقوق کی تو یہ تدبیر ہوگئی کہ وصیت کردینے کی وجہ سے مخالفت کا گناہ حج سے دھل گیا۔

اور جن صورتوں میں معافی نہیں ہوتی ہے اسکی صورتیں یہ ہیں کہ ہاں اگر بعد حج اس پر قدرت کے باوجود ان امور میں کوتاہی کی، تو یہ سب گناہ از سر نو اس کے سر ہوں گے، کہ حقوق تو خود باقی ہی تھے، ان کی ادا میں پھر تاخیر و کوتاہی، گناہ تازہ ہوئے اور وہ حج ان کے ازالہ (دور) کہ حج گذرے گناہوں کو دھوتا ہے

آئندہ کیلئے آزادی کا پروانہ نہیں دیتا۔ بلکہ حج مبرور کی نشانی ہی یہ ہے کہ پہلے سے اچھا ہو کر پلٹے۔انا للہ وانا الیہ راجعون ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

مسئلہ حج میں بحمد اللہ تعالیٰ یہ وہ قول فیصل ہے جسے فقیر غفرلہ القوی (یعنی امام احمد رضا قدس سرہ) نے بعد تنقیح دلائل ومذاھب واحاطہ اطراف وجوانب اختیار کیا، جس سے اقوال ائمہ کرام میں توفیق اور دلائل حدیث وکلام میں تطبیق ہوتی ہے۔اس معرکۃ الآرا مبحث کی نفیس تحقیق بعونہ تعالیٰ فقیر غفر اللہ تعالیٰ لہ (یعنی امام احمد رضا قدس سرہ) نے بعد ورود اس سوال کے ایک تحریر جداگانہ میں لکھی، یہاں اس قدر کافی ہے وباللہ التوفیق ۱۲

ناقل: فقیر محمد ناظر اشرف قادری بریلوی غفرلہ القوی
خادم دار العلوم اعلیٰ حضرت رضا نگر کلمنا ناگپور مہاراشٹر

حاجی پر حج کے شکرانہ کی قربانی کے علاوہ بقرعید کی قربانی واجب ہے یا نہیں؟

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں
کہ زید جو مالک نصاب ہے وہ ہندوستان سے حج کو گیا وہاں بقرعید والی قربانی کرنا اسپر واجب ہے یا نہیں؟
جبکہ فتاویٰ فیض الرسول ج ۱ ص ۵۳۹ پر ایک مسئلہ کا جواب ہے

مسئلہ محمد حنیف رضوی سنی رضوی مسجد آگرہ روڈ، کرلا ممبئی

کہ زید حج کیلئے جارہا ہے اسکے نام سے گھر پر قربانی ہوگی تو زید پر حج کی قربانی واجب ہوگی یا نہیں؟

الـــــــجـــــــواب

''پھر اگر ایام نحر میں قارن و متمتع شرعاً مقیم رہے یعنی مکہ شریف میں کم سے کم پندرہ دن ٹھہرنے کی نیت سے اسوقت حاضر ہوئے کہ منیٰ کی طرف حج کیلئے نکلنے میں پندرہ دن یا اس سے زیادہ باقی رہے اور اس درمیان میں تین دن کی مسافت کا سفر نہ کرے اور مالک نصاب رہے تو ان پر عید الاضحیٰ کی بھی قربانی واجب ہے چاہے حرم میں کریں یا گھر پر'' (فتاوی فیض الرسول)

مذکورہ جواب سے یہ سمجھ میں آرہا ہے کہ زید پر حج کی قربانی کے علاوہ بقرعید کی قربانی بھی واجب ہے۔۔اب آپ کی بارگاہ میں دریافت طلب امر یہ ہیکہ کیا واقعی زید عید الاضحیٰ کی قربانی کریگا یا نہیں؟

جلد جواب عنایت فرما کر رہنمائی فرمائیے۔عین نوازش و کرم ہوگا

المستفتی: محمد صادق حسین، بہار

۷۸۶/۹۲ الجواب بعون الملک العزیز العلام الوھاب

صورت مسئولہ میں ہندوستان سے حج کیلئے جانے والے حجاج کرام پر صرف شکرانہ کی قربانی واجب ہے۔ایسے ہی جملہ آفاقی کیلئے بھی یہی حکم ہے،لیکن جو حرم محترم میں ہے یا قرب مکہ مکرمہ حل میں مقیم ہے۔وہ اگر حج کریں تو ان کیلئے شکرانہ کی قربانی کے علاوہ بقرعید میں جو مقیم مالدار پر قربانی واجب ہوتی ہے وہ قربانی بھی واجب ہے۔لیکن آفاقی ایام نحر میں شرعاً مسافر ہو جاتے ہیں،اور مسافر اگرچہ وطن میں مالدار ہو یا حالت سفر میں مالک نصاب۔اسپر بقرعید والی قربانی واجب نہیں،جیسا کہ امام یحییٰ بن ذکریا شرف نواوی علیہ رحمۃ الباری کی المنھاج شرح صحیح مسلم شریف المجلد الاول ص۱۳۴۲ر پر ہے کہ

ان القصر مشروع بعرفات ومزدلفة ومنیٰ للحاج من غیر اھل مکة وماقرب منھا ولایجوز لاھل مکة ومن کان دون مسافة القصر ،ھذا ھو مذھب الشافعی

وابی حنیفۃ والاکثرین

اس لئے کہ غیر مکی ومضافات مکہ کے حجاج کیلئے منیٰ، مزدلفہ اور عرفات میں قصر صلوٰۃ مشروع ہے اور اہل مکہ اور وہ حجاج جو قرب مکہ حل میں ہیں جنکی مسافت سفر (احناف کے نزدیک ½ ۵۷ میل ہے) ان حجاج کیلئے قصر صلوٰۃ ناجائز ہے، یہی امام شافعی وامام اعظم ابوحنیفہ اور اکثر فقہائے کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا مذہب مہذب ہے۔

جب مسافر ہونے کیوجہ سے آفاقی کیلئے قصر صلوٰۃ مشروع ہوا تو پھر بقرعید کی قربانی کا وجوب ساقط ہونے میں کیا شبہ رہ گیا؟

نیز جوہرہ نیرہ المجلد الثانی کتاب الاضحیۃ ص ۲۶۷/۶۸ پر ہے کہ **ولا تجب علی الحاج والمسافر فاما اھل مکۃ فانھا تجب علیھم وان حجوا** ۔ یعنی حاجی اور مسافر پر بقرعید والی قربانی واجب نہیں۔ لیکن اہل مکہ پر بقرعید والی قربانی واجب ہے، اگرچہ حج کریں۔

نیز فتاویٰ رضویہ المجلد الرابع انوار البشارۃ فی مسائل الحج والزیارۃ ص ۷۱۰ پر ہے کہ" (۱۵) اب قربانی میں مشغول ہو یہ وہ قربانی نہیں جو عید میں ہوتی ہے کہ وہ تو مسافر پر اصلاً نہیں۔ اور مقیم مالدار پر واجب ہے۔ اگرچہ حج میں ہو بلکہ یہ حج کا شکرانہ ہے قارن ومتمتع پر واجب اگرچہ فقیر ہو۔ اور مفرد کیلئے مستحب اگرچہ غنی ہو"

انوار البشارۃ میں مندرج ایک ایک فقرہ پر غور کیجئے کہ " یہ وہ قربانی نہیں جو عید میں ہوتی ہے کہ وہ تو مسافر پر اصلاً واجب نہیں" جسکا مطلب یہ ہوا کہ ہندوستانی حجاج منیٰ، مزدلفہ اور عرفات میں جانے کیوجہ سے مقیم نہیں ہوتے بلکہ مسافر ہو جاتے ہیں اگرچہ مکہ معظمہ میں قبل منیٰ وغیرہ پندرہ دن یا اس سے زیادہ دن کیلئے نیت اقامت کرلے۔ تو وہاں نیت اقامت کیوجہ سے پوری نماز پڑھیگا۔ اور جب ایام نحر میں منیٰ آیا، اسی میں قربانی ہوتی ہے، تو مسافر ہو گیا۔ لہذا بقرعید والی قربانی ساقط ہوگی۔ "اور مقیم مالدار پر واجب

ہے'' سے مراد یہ ہے کہ حجاج جن کا مکہ مکرمہ یا اس کے مضافات میں وطن اصلی ہے۔ان حجاج پر شکرانہ کے علاوہ عدم مسافرت شرعی کیوجہ سے عیدوالی قربانی بھی واجب ہے۔

نیز اقامت شرعیہ کیلئے اتحاد موضع بھی ضروری ہے اور آفاقی حاجی کا منیٰ ومزدلفہ اور عرفات میں نکلنے کیوجہ سے اتحاد موضع متحقق نہیں ہوتا۔جیسا کہ ردالمحتار الجزء الثانی ص۱۷۲ پر ثم سکن بمکۃ محرماً کے تحت ہے انما عبر بالسکنیٰ دون الاقامۃ لایھامھا الاقامۃ الشرعیۃ وھی لاتصح لما فی البحر من باب صلوٰۃ المسافر اذا دخل الحجاج مکۃ فی ایام العشر ونویٰ الاقامۃ نصف شھر لایصح لانہ لابد لہ من الخروج الیٰ عرفات فلایتحقق اتحاد الموضع الذی ھو شرط صحتہ نیۃ الاقامۃ''

متذکرہ بالا عبارت سے اہل فتیاء پر اظہر من الشمس ہوگیا کہ۔جب اتحاد موضع شرط ہے تو اذا فات الشرط فات المشروط کے طور پر نیت اقامت درست نہیں۔لیکن اگر کوئی حاجی آٹھویں ذوالحجہ الحرام سے پندرہ یا بیس روز قبل مکہ معظمہ پہونچکر اقامت کی نیت کرلے۔تو وہ آفاقی حاجی مکہ مکرمہ میں بوجہ نیت اقامت پوری نماز پڑھیگا۔قصر کرنا گناہ کبیرہ ہوگا۔لیکن ایام نحر میں منیٰ،مزدلفہ اور عرفات آگیا اور اس کے بغیر چارہ نہیں تو اتحاد موضع کے فقدان کے باعث مسافر ہوگیا۔اور مسافر پر عید اضحیٰ کی نہ نماز واجب اور نہ ہی قربانی لازم۔اگر چہ اس آفاقی حاجی کی نیت اقامت کے مقام مکہ مکرمہ سے ۱/۲ ۵۷ میل پر منیٰ ومزدلفہ وعرفات نہیں ہے۔جیسا کہ قدوری کتاب الاضحیۃ ص۴۲۹ پر ہے کہ'' الاضحیۃ واجبۃ علیٰ کل حر مسلم مقیم موسر فی یوم الاضحی عن نفسہ اور ہدایہ جزء رابع کتاب الاضحیہ ص۴۲۹ پر ہے کہ ولیس علیٰ الفقیر والمسافر اضحیۃ کما بیناہ وابو بکر وعمر کانا لایضحیان واذا کان مسافرین عن علی لیس علیٰ المسافر جمعۃ ولا اضحیۃ .''

اور جوہرۂ نیرہ المجلد الثانی ص۲۸۶ پر ہے وایام الاضحیۃ ثلثۃ یوم النحر ویومان بعدہ

مذکورہ بالا عبارتوں سے واضح تر ہے کہ آفاقی حاجی ایام الاضحیۃ یعنی قربانی کے تینوں ایام میں مسافر ہے لہذا ان حاجیوں پر بقرعید کی قربانی واجب نہیں۔صرف شکرانہ کی قربانی قارن و متمتع پر واجب ہے، اگر چہ فقیر ہو، اور مفرد پر مستحب ہے اگر چہ غنی ہو۱۲ھذا ما عندی والعلم عند اللہ بالحق والصواب

کتبــــــــــــــــہ

فقیر محمد ناظر اشرف قادری بریلوی غفرلہ القوی

خادم دارالافتاء دارالعلوم اعلیٰ حضرت ناگپور

۲۵؍ذی القعدہ ۱۴۳۸ھ

کیا مریدین اپنے پیر صاحب کو حج کیلئے بھیج سکتے ہیں؟

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ

ہم مرید لوگ اپنی راضی خوشی سے اپنے پیر صاحب کو حج کیلئے بھیجنا چاہتے ہیں پیر صاحب انکار کررہے ہیں۔ہم کسی کے روپے سے حج کرنے نہیں جائیں گے۔انتہائی اصرار کے بعد پیر صاحب تیار ہوئے۔ اب ایسی صورت میں پیر صاحب کو حج کیلئے جانا جائز ہے یا نہیں؟

المستفتی:۔حسیب خان، غلام نبی خان۔کاٹول

۸۶/۹۲ الجواب بعون الملک الوھاب

صورت مسؤلہ میں اگر پیر صاحب پر حج فرض ہوگیا ہے، تو ان پر اپنی ذاتی رقم سے حج کرنا ضروری ولازمی

ہے۔لیکن اگر غیر مستطیع ہے۔یعنی ان پر حج فرض نہیں ہوا ہے تو بہتر یہ ہے، کہ کوئی صاحب ان کو حج بدل کے واسطے نہ بھیجیں، اگرچہ حج بدل کیلئے اور شرائط مستثنیٰ ہیں۔ہاں غیر مستطیع ہے، یعنی ابھی ان پر حج فرض نہیں ہوا ہے، تو سنی صحیح العقیدہ جامع شریعت وطریقت پیر صاحب کو ان کے مریدین یا عوام وخواص مسلم زنان ومرد ماں کوئی ایک یا چند افراد مل کر حج وعمرہ یا یوں ہی زیارت حرمین طیبین کیلئے بھیجیں تو شرعاً کوئی قباحت نہیں بلکہ عمل صالح ہے۔واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

کتبـــــــــــــــــــــــــہ

فقیر محمد ناظر اشرف قادری بریلوی غفرلہ القوی

خادم دارالافتاء دارالعلوم اعلیٰ حضرت رضا نگر کلمنا ناگپور

کیا حاجی مکہ مکرمہ میں قصر کریگا یا پوری نماز پڑھیگا؟
منیٰ وعرفات میں قصر کریگا یا پوری نماز پڑھیگا؟

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین مسئلہ ذیل میں کہ

زید حج کرنے گیا، تو مکہ معظمہ میں قصر کرے گا یا پوری نماز پڑھے گا؟ اگر مکہ میں پوری نماز پڑھے گا مقیم ہونے کیوجہ سے تو منیٰ وعرفات میں پوری نماز پڑھے گا یا قصر کرے گا؟ اور قصر کرے گا تو کیوں کرے گا؟ اس کی دلیل کیا ہے؟

المستفتی: محمد عبدالرحیم رضوی

تاج نگر ٹیکہ ناگپور

۸۲/۹۲ء الجواب بعون الملک العزیز الوھاب

اگر زید کی نیت صرف مکہ مکرمہ میں پندرہ دن قیام کی ہے۔ تو مقیم ہونے کیوجہ سے مکہ مکرمہ میں پوری نماز پڑھے گا اگر قیام کی نیت پندرہ دن سے کم کی ہے۔ تو قصر کرے گا۔ جیسا کہ فتاویٰ عالمگیری جلد اول صفحہ ۱۳۹ ر پر بحوالہ ھدایہ ہے وان نوی الاقامة اقل من خمسة عشر یوماً قصر منیٰ وعرفات میں قصر کرے گا کیونکہ کہ ان دونوں مقامات میں پندرہ دن قیام نہیں ہوتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب وعلمہ جلّ مجدہ اتم واحکم بالجواب

کتبـــــــــــــــــــــــہ

فقیر محمد ناظر اشرف قادری بریلوی غفرلہ القوی

خادم دار الافتاء دار العلوم اعلیٰ حضرت رضا نگر کلمنا ناگپور

حالت اجبار میں عورت کا حیض کی حالت میں طواف زیارت کرنے سے بدنہ دینا ضروری ہے

۸۶/۹۲ء کیا فرماتے ہیں علمائے دین مسئلہ ذیل میں کہ

عورت حج کو گئی اور طواف زیارت سے پہلے حائضہ ہوگئی اس کو ایم سی [M.C] آگئی اور قافلہ کو سعودیہ گورنمنٹ، مقررہ ویزا کی بنیاد پر ٹھہرنے نہیں دے رہی ہے۔ تو ایسی صورت میں وہ عورت کیا کرے گی برائے مہربانی جواب باصواب عنایت فرمائیں عین نوازش ہوگی۔ فقط والسلام

المستفتی:۔ محمد عبد القادر، وشاکھاپٹنم

۷۸۶/۹۲ الجواب بعون الملک الرحمٰن الرحیم

عورت اگر طواف زیارت سے پہلے حائضہ ہوگئی اور مکہ مکرمہ میں رکنے کی کوئی سبیل نہیں ہے، تو شریعت مطہرہ نے اس عورت کیلئے یہ راہ نکالی ہے کہ بصورت عذر طواف زیارت کرلے اور بطور دم "بدنہ" دے۔ طواف زیارت کرنے کی وجہ سے وہ گنہگار ہوگی مگر اس عورت کا طواف صحیح ہوگا اور اس عورت پر بدنہ یعنی گائے یا بیل یا بھینس یا اونٹ کی قربانی واجب ہوگی۔ علامہ ابن عابدین شامی ردالمحتار الجزء الثانی ۱۸۴ر پر فرماتے ہیں۔ نقل بعض المحشيين عن منسک بن امير حاج لو هم الركب على القفول ولم تطهر فاستفت هل تطوف ام لا ؟ قالوا يقال لها لا تحل لک دخول المسجد وان دخلت وطفت اثمت . وصح طوافک وعليک ذبح بدنة وهذه مسألة كثيرة الوقوع يتحير فيها النساء . والله تعالىٰ اعلم بالصواب وعلمه جلّ مجده اتم واحكم بالجواب.

کتبہ:۔ فقیر محمد ناظر اشرف قادری بریلوی غفرلہ القوی
خادم دارالافتاء دارالعلوم اعلیٰ حضرت رضا نگر کلمنا ناگپور

عورت نے حج کا احرام باندھا اور اسکے شوہر نے اسکو طلاق دیدی تو کیا اسصورت میں وہ حج کو جائیگی یا نہیں؟

کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام مسئلہ ذیل میں کہ

عورت نے حج کا احرام باندھا اور اس کے شوہر نے اس عورت کو طلاق دیدی تو کیا پھر بھی وہ عورت حج کو جائے گی، اپنے باپ یا بھائی یا کسی محرم کے ساتھ یا نہیں؟ شریعت اسلامیہ کی روشنی میں جواب عنایت

فرمائیں گے۔ میں بہت پریشان ہوں کہ اب کیا کریں میری تمنا اور آرزو تھی کہ اس سال حج فرض کی ذمہ داری سے سبکدوش ہو جاؤں مگر میری قسمت میں حج نہیں تھا۔ زندگی اور موت کا بھروسہ نہیں اگر میں مرگئی اور آئندہ سال میرے حج فرض کی ادا کا کوئی معاملہ ہی نہ رہا تو میں گنہگار ہو کر دنیا سے جاؤنگی اس لئے کوئی راستہ بتائیں میں آپ کا بہت شکر گزار ہوں گی۔۔۔۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

روفینہ پروین شعلہ پور مہاراشٹر

۸۶/۹۲ الجواب بعون الملک العزیز العلّام القدیر القادرالوہّاب

صورت مسئولہ میں لزوم عدت کی اساس پر امسال کسی محرم کے ساتھ بھی حج نہیں کرسکتی ہیں۔ **کما قال العلامة ابن عابدین الشامی علیه الرحمة فی ردالمحتار الجزء الثانی ص ۲۳۳/منها العدة فلوا اهلت بالحج فطلقها زوجها ولزمنها العدة صارت محصرة ولو مقیمة اومسافرة معها محرم.**

اب آئندہ سال بشرط قدرت واستطاعت حج کرسکتی ہیں۔ اگر استطاعت وقدرت کا انتفاء ہو، تو حج بدل کیلئے وصیت کی صورت ہی متحقق ہوگی۔ **واللہ تعالیٰ اعلم و علمه جل مجده اتم واحکم بالجواب.**

کتبـــه

فقیر محمد ناظر اشرف قادری بریلوی غفرلہ القوی

كتاب النكاح

نکاح کے مسائل اور رسوم

مذہب اسلام دین الٰہی ہے۔ مذہب اسلام نے نظام قدرت کے مطابق انسان کے شعبۂ حیات میں رہنمائی کا صحیح حق ادا فرمایا ہے۔ کوئی شعبہ ایسا نہیں جس میں تشنگی باقی رہ گئی ہو اور ہر شعبۂ جات میں ایسے رہنما اصول وضوابط متعین فرما دیئے ہیں جو ہر انسان کی دنیاوی اور اخروی حیات پر محیط ہیں۔ دیگر ادیان کے مقابل یہی وہ خط امتیاز ہے، جس پر ادیان باطلہ کے سورما حیران وششدر ہو کر انگشت بدنداں ہیں۔

نکاح اور طلاق کے باب میں بھی مواقع وموانع کا لحاظ فرما کر احکام صادر فرما دیئے گئے ہیں تا کہ نسل انسانی کی افزائش انہی ہدایات کی روشنی میں منصۂ شہود پر آئے، جسمیں خدا اور رسول خدا (جل جلالہ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم) کی رضا جوئی اور خوشنودی حاصل ہو جائے۔

رب ذوالجلال والاکرام نے جس مقدس ہستی کو سب سے پہلے اپنا خلیفہ ونائب بنا کر خاکدان گیتی میں جلوہ گر فرمایا۔ اسی محترم ومسعود وجود کا نام حضرت آدم علیٰ نبینا علیہ الصلوٰۃ والسلام ہے ان کی ہی بائیں پسلی سے دار نعیم میں حضرت حوا رضی المولیٰ تعالیٰ عنہا کی تخلیق ہوئی۔ دونوں جوڑوں میں مناکحت کے شواہد ملائکہ قرار پائے اور باعث تخلیق کائنات محسن انسانیت محبوب رب العلمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر دس مرتبہ درود شریف کا وظیفہ مہر مقرر ہوا۔ آج اہل اسلام میں جو نکاح کے طرق رائج ہیں وہ سنت الٰہی کے موافق ہیں اور اسی پر دنیا کے جملہ مسلمانوں کا اتفاق ہے۔

فقیر محمد ناظر اشرف قادری بریلوی غفرلہ القوی
خادم دار العلوم اعلیٰحضرت رضا نگر کلمنا ناگپور

فضائل نکاح

حضور مفتی صاحب قبلہ مدظلہ العالی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ
حضور نکاح کی فضیلت کے تعلق سے جو احادیث ہیں وہ ہمیں بتادیں تا کہ ہمیں بھی اس کا علم ہو جائے۔
عین نوازش و کرم ہوگا۔ فقط والسلام محمد جاوید انصاری گوندیا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نکاح کی فضیلت کے تعلق سے جو احادیث کریمہ وجیلہ ہیں ان میں سے کچھ رقم کر دیتا ہوں۔

حدیث نمبر ا: حضرت عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا "اے جوانو! تم میں جو کوئی نکاح کی قدرت رکھتا ہے وہ نکاح کرے کہ یہ اجنبی عورت کی طرف نظر کرنے سے نگاہ کو روکنے والا اور شرمگاہ کی حفاظت کرنے والا ہے اور جس میں نکاح کی قدرت نہیں وہ روزہ رکھے کہ روزہ شہوت کو توڑنے والا ہے۔ (بخاری شریف ج ۳ رص ۴۲۲ رکتاب النکاح)

حدیث نمبر ۲: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا جو میرے طریقہ کو محبوب رکھے اور وہ میری سنت پر چلے اور میری سنت سے نکاح ہے (کنز العمال ج ۱۶ رص ۱۱۶ کتاب النکاح)

حدیث نمبر ۳: حضرت ابو امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ فرماتے تھے کہ تقویٰ و پرہیزگاری کے بعد مومن کیلئے نیک بیوی سے بہتر کوئی چیز نہیں۔ (سنن ابن ماجہ ص ۱۴۲ رابواب النکاح)

حدیث نمبر ۴: حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ جب تم میں کوئی نکاح کرتا ہے تو شیطان کہتا ہے، ہائے افسوس! ابن آدم نے مجھ سے اپنا دو تہائی دین بچالیا (کنز العمال ج ۱۶ ص ۱۱۸)

حدیث نمبر ۵: حضرت عبد اللہ بن عمرو سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا پوری دنیا متاع

(سامان) ہے اور دنیا کی بہترین متاع نیک عورت ہے۔(مشکوۃ شریف ص ۲۶۷ رکتاب النکاح)

حدیث نمبر۶: حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب کوئی آدمی نکاح کرتا ہے، تو آدھا دین مکمل کر لیتا ہے لہذا باقی آدھے میں اللہ سے ڈرے۔(مشکوۃ شریف ص ۲۶۸ رکتاب النکاح)

حدیث نمبر۷: النکاح من سنتی فمن رغب عن سنتی فلیس منی رسول اللہ ﷺ ارشاد فرماتے ہیں کہ نکاح میری سنت سے ہے (جو باوجود قدرت کے) میری سنت سے اعراض کرے، وہ ہم میں سے نہیں ہے۔(المصنف ج ۳ رص ۲۷۰ رکتاب النکاح)

کتبہ: ابو محامد غزالی
مدرس دارالعلوم اعلیٰحضرت رضا نگر کلمنا ناگپور

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

(۱) نکاح کس کو کہتے ہیں؟

(۲) ایجاب وقبول کسے کہتے ہیں؟

(۳) کیا نکاح میں ایجاب وقبول کا ہونا ضروری ہے؟

(۴) کیا بغیر گواہ کے نکاح منعقد ہو سکتا ہے؟ برائے مہربانی جواب عنایت فرمائیں عین نوازش ہوگی

فقط والسلام۔محمد اشرف رضا رضوی (کشن گنج) بہار

۹۲/۸۶ الجواب بعون الملک الوھاب

(۱) نکاح اس عقد کو کہتے ہیں جو اس لئے مقرر کیا گیا کہ مرد کو جس کے سبب عورت سے ہمبستری وغیرہ

حلال ہوجائے۔ کما فی الرد المختار علیٰ الدر المختار الجزء الرابع کتاب النکاح ص ۵۱ العقد فی الشرع :عقد بین الزوجین یحل به الوطی...

(۲) ایجاب وقبول یہ ہے مثلاً ایک کہے "میں نے اپنے کو تیری زوجیت میں دیا" دوسرا کہے "میں نے قبول کیا" پہلے کو ایجاب اور دوسرے کو قبول کہتے ہیں۔

(۳) نکاح میں ایجاب وقبول کا ہونا ضروری ہے، کیونکہ نکاح ایجاب وقبول ہی کا نام ہے۔ کما مصرح فی کتب الفقه.

(۴) نکاح میں گواہ کا ہونا شرط ہے یعنی ایجاب وقبول دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتوں کے سامنے ہوں۔

کتبہ: ابومحامد غزالی

مدرس دارالعلوم اعلحضرت

ناکح ومنکوحہ دونوں وہابی وہابیہ ہو تو اسکا نکاح پڑھانے والے پر کیا حکم ہے؟

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاته

مایقول علمائنا الکرام فی هذا المقام

ان زوج القاضی السنی وهابیاً ووهابیة ای اقراء نکاحهما مع انه یعلم انهما وهابیان

ماهو حكم الشرع بينوه بفضلك عاجلاً توجران شاء اللّٰه اجراً جزيلاً

المستفتي: عبد الرحمن قادری

صدر المدرسین الجامعة الرضویة ازهر العلوم (آغره، یوفی)

باسمه وحمده

الجواب بعون الملک القدیر العلام الوھّاب

یا اخی الکریم! ان کان الامر واقعیاً فهو علیٰ حالین. الاول، ان کان علم القاضی حل النکاح بینهما للقاضی وجوب الانابة الیٰ اللّٰه تعالیٰ وبعده تجدید الایمان والنکاح لان الوهابیة خارجة عن الاسلام قطعیة بقطعیة الثبوت وقطعیة الدلالة والوهابیون کلهم مرتدون فی عصرنا باجماع اهل السنة ایضاً، وکما فی الفتاویٰ الهندیة الجزء الاول القسم السابع المحرمات بالشرک ص ۲۸۲ لایجوز للمرتد ان یتزوج مرتدة ولا مسلمة ولا کافرة اصلیة وکذالک لا یجوز نکاح المرتدة مع احد کذا فی المبسوط، وهکذا قال الامام اهل السنة فی العطایا النبویة في مواضعات متعددة بعبارات مختلفة من عکسه یعنی ان الرجل کان یعلم هذا الرجل غیر مقلد متیقناً وکان یفهمه معظماً ومتبرکاً ومنه اقراء النکاح فله تجدید الایمان والنکاح [فتاویٰ رضویه ج۵ ص ۱۹۳]

وقال العلامة ابن عابدین الشامی علیه رحمة الباری فی رد المحتار المجلد الاول ص۴۲۸ قال فی البحر عن الخلاصة من اعتقد الحلال حراماً او علیٰ القلب یکفر اذا کان حراماً لعینه وثبت حرمته بدلیل قطعي والوهابیون کلهم مرتدون

بالدلائل القطعية والبراهين القاطعة وهو الذى ذكر فى السوال ان كان يعلم القاضى والوهابية او الوهابيون بسوء العقائد من الاسلام ثم اقراء النكاح بينهما عالما للحلال ايضاً فللقاضى هو الحكم المذكور المسطور فى السطر الثانى

والثانى ان كان يعلم القاضى فانهما وهابيان ولا يحل النكاح بينهما وكذالک لايجوز ولا يحل مع احد من المخلوقات بسبب الارتداد ولكن اقراء النكاح لطمع الدنيا ولوجه الجهالة والسفاهة فللقاضى تجب التوبة النصوحة لارتكاب الحرام لا التجديد من النكاح والايمان ، كما فهمت من قول الامام الهمام الذى ذكر فى الفتاوىٰ الرضوية الجملد الرابع ص۱۸ ان الرجل الذى مات فثبت بتحقيقه الحال وتفتيشه المقال وهو من النصارىٰ، والناس يتصورون ويتخيلون النصرانى مستحقاً لاتعظيم وقابلاً للتجهيز والتكفين لايفهمون حرجاً فى صلاة الجنازة اصلاً فمن الذين يتخيلون كذا وكذا فهم كافرون ومرتدون كلهم جميعاً الا من وجه الحمق والجهل او بنية ما من الاغراض الدنيوية فلا يكون الحكم المذكور لهم بل اثمون وتجب الانابة الىٰ الرب الاعلىٰ فقط (مفهوماً)

فلهذا فى الصورة الثانية كان القاضى اثم وتجب الانابة الىٰ الرب الاعلىٰ فقط وهذا الحكم حكم الشرع الكرام لاهل الاسلام والله تعالىٰ اعلم بالصواب وعلمه جلّ مجده اتم احكم بصحة جواب السوال وانى اتوسل بجاه المصطفىٰ والمجتبىٰ صلىٰ الله تعالىٰ عليه واله اصحبه اجمعين ۱۲ كتبــــــــــــــــه

فقير محمد ناظر اشرف قادرى بريلوى غفرله القوى

القائم الافتاء بدارالعلوم اعلىٰ حضرت رضا نغر كلمنا ناغفور

زیداپنی سوتیلی سالی کی لڑکی سے اسکی سوتیلی خالہ کی موجودگی میں نکاح نہیں کرسکتا

قبلہ وکعبہ جناب حضرت علامہ مولانا مفتی محمد ناظر اشرف صاحب قبلہ دامت برکاتھم القدسیہ والعالیہ

ایک سوال پیش خدمت ہے۔ امید قوی ہے کہ اپنا قیمتی وقت عطا فرما کر پہلی فرصت میں جواب سے مستفیض فرمائیں گے۔ کرم ہوگا۔

کیا فرماتے ہیں مفتیان دین وشرع متین کہ زید اپنی سوتیلی سالی ھندہ کی لڑکی سے نکاح کرسکتا ہے یا نہیں؟ جبکہ ھندہ کی سوتیلی بہن ابھی بھی زید کی زوجیت میں برقرار ہے۔ اولاد نہ ہونے کی وجہ سے زید اپنی سوتیلی سالی کی لڑکی سے نکاح کرنا چاہتا ہے۔ یہ نکاح شرعاً کیسا ہے۔ جواب سے نوازیں۔ کرم ہوگا۔ سائل سے لکھنے میں جو غلطی ہو معاف فرمائیں۔

آپ کا مخلص۔ محمد عبدالکریم مشاہدی ۱۹/ربیع الاول شریف

۷۸۶/۹۲ **الجواب بعون الملک الوھاب**

صورت مسئولہ میں زید اپنی سوتیلی سالی ھندہ کی لڑکی سے ان کی سوتیلی خالہ کی موجودگی میں نکاح نہیں کرسکتا اگر نکاح کیا تو حرام ہوگا۔ جیسا کہ درمختار کتاب النکاح فصل فی المحرمات ص ۹۳/ میں ھیے۔ حرم الجمع بین المحارم نکاحاً وعدۃً ۔ اور نیز مشکوٰۃ المصابیح میں حدیث صحیح مشہور ہے لا یجمع بین المرأۃ وعمتھا ولا بین المرأۃ وخالتھا یہ حدیث پاک آیت کریمہ وَاَنْ تَجْمَعُوْا بَیْنَ الْاُخْتَیْنِ (پ ۴/ع ۱۴) کی تفسیر صریح ہے کہ اختیت سے ہر

علاقۂ محرمیت مراد ہے۔ ہاں جب ہندہ کی بہن یعنی اس لڑکی کی سوتیلی خالہ مرجائے یا زید اس کو طلاق دیدے اور عدت گزر جائے تو اس وقت ہندہ کی لڑکی سے زید نکاح کر سکے گا۔ لعدم الجمع نکاحاً ولا عدةً اذ لا عدة على الرجل كما حقه فى العقود الدرية هكذا نقل فى العطايا النبوية المعروف بالفتاوىٰ الرضوية المجلد الخامس ص ١٢٠ لامام احمد رضا البريلوى رضى المولىٰ تعالىٰ عنه وارضاه عنا لكل افراد السنة والجماعة.
والله تعالىٰ اعلم بالصواب وعلمهٗ جلّ مجدهٗ اتم واحكم بالجواب

کتبـــــــــــــــــــــہ

فقیر محمد ناظر اشرف قادری بریلوی غفرلہ القوی
خادم دارالافتاء دارالعلوم اعلیٰ حضرت رضا نگر کلمنا ناگپور مہاراشٹر

نکاح میں مہر ونان ونفقہ کا ذکر نہ کرے یا نفی کرے جب بھی نکاح منعقد ہو جائے گا لیکن مہر مثل واجب ہوگا۔

قبلہ محترم لائق صد احترام عالیجناب محترم مولانا مفتی الحاج ناظر اشرف صاحب قبلہ دام برکاتہم القدسیہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

عرض سوال یہ ہے کہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین وشرع متین اس مسئلہ میں

(۱) مورخہ ۱۲ر نومبر ۱۹۹۷ء بروز بدھ کو محمد حامد رضا سلمہٗ کا نکاح عبدالقیوم صاحب کی دختر جبیں کلثوم نوری

سلمہا سے اورالحاج محمد ثمیر رضا ابن الحاج محمد عمر رضوی کا نکاح الحاج محمد ایوب صاحب کی دختر زلیخا خاتون سلمہا سے ہوا۔ نکاح جناب مولانا محمد اعظم صاحب بریلوی نے پڑھایا۔ وہ اس طرح کہ خطبۂ نکاح میں۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم بالجہر کے بعد الحمد للہ صرف ایک ہی بار پڑھے اور خطبۂ نکاح کے بعد قبول وایجاب کراتے وقت صرف مہر مؤجل ۵۰۰۱/ پانچ ہزار ایک روپے قبول کرائے اور ناکح نے بھی مہر قبول کیا۔ اور نان ونفقہ قبول نہیں کرایا اور نہ ناکح نے قبول کیا۔ دونوں نکاحوں میں یہی ہوا۔ جواب طلب امر یہ ہے کہ نان ونفقہ ناکح پر واجب الادا ہے یا نہیں؟ (گویہ گھر کا آپسی معاملہ) ایسے میں منکوحہ کا شوہر کے گھر پر کھانا پینا جائز ہے یا نہیں؟ شرعی حکم سے مطلع فرمائیں۔ بعد نکاح کے یہ اعتراضات مولانا موصوف کو کئے گئے تو جواب ملا کہ میری عادت ہے کہ ایک ہی مرتبہ الحمد للّٰہ پڑھنے کی اور نان ونفقہ کے بارے میں فرمایا کہ آپ فتویٰ بلائیے۔ جواب آجائیگا۔ لہٰذا شرعی احکام سے واضح فرمائیں کہ ہماری معلومات میں تصحیح ہو جائے عین نوازش ہوگی۔

یوسف رضا۔ انصاری وارڈ۔ بھنڈارہ، ایم۔ ایس

۷۸۶/۹۲ الجواب بعون الملک العلّام

صورت مسئولہ میں ذکر مہر ونان ونفقہ نہ بھی ہو۔ جب بھی نکاح منعقد ہو جائے گا۔ کیونکہ نکاح ایجاب وقبول کا نام ہے۔ اور شاہدین شرط نکاح۔ انعقاد نکاح کے وقت نان ونفقہ کے ذکر نہ ہونے سے نکاح میں کوئی خلل نہیں اور شرعی طور پر شوہر کے ذمہ نان ونفقہ واجب ہوگا۔ ردالمحتار جلد ثانی ص ۶۴۴/ باب النفقہ میں ہے کہ وشرعاً هي الطعام والكسوة والسكنىٰ. وعرفاً هي الطعام ونفقة الغير تجب على الغير باسباب ثلاثة زوجية وقرابة وملك) فتجب للزوجية بنكاح صحيح فلو بان فساده او بطلانه رجع بما اخذته من النفقة

نیز فتاویٰ رضویہ جلد پنجم ص ۲۰۷ر میں ہے ''نفقہ اور مہر ایسی چیز نہیں اگر بالقصد اس کی نفی کی جائے تو منتفی ہو جائیں، یا نکاح میں خلل آئے'' بلکہ ایک سطر بعد مرقوم ہے کہ ''اور اگر اس شرط پر نکاح کیا جائے کہ نان ونفقہ کچھ واجب نہ ہوگا، جب بھی اپنی صورت وجوب میں ضرور واجب ہوگا، کہ قبل وجوب اسقاط مہمل ہے'' تو مذکورہ بالا دونوں حوالوں سے صاف ظاہر ہو گیا۔ کہ منکوحہ کا شوہر کے گھر کھانے پینے اور ازدواجی زندگی گزارنے میں کوئی حرج نہیں۔ اور جب شوہر پر نان ونفقہ شرعی طور پر واجب ہے تو اگر قصداً بھی انعقادِ نکاح کے وقت نان ونفقہ کا ذکر نہ کیا گیا ہو، جب بھی صحت نکاح میں کوئی فرق نہ آئیگا۔
اب رہا خطبہ میں الحمد للہ مکرر پڑھنا۔ تو خطبۂ نکاح ہو یا اور کوئی خطبہ الحمد للہ کی تکرار واجب نہیں بلکہ ایک مرتبہ پڑھ لیا تو نہ خلاف سنت اور نہ شرعی قباحت۔ ہاں! بلاوجہ شرعی اپنی محدود معلومات کی بناء پر علمائے دین متین پر اعتراضات کرنا، اپنی محدود معلومات پر اترانا، اپنی فوقیت جتانے کیلئے مجمع میں چڑانا وغیرہ وغیرہ ایسے حرکاتِ شنیعہ ہیں جسمیں شرعی قباحت ضرور ہے۔ بلکہ علمائے دین حق کے دربار وں میں سؤادبی تو سم قاتل ہے۔ سرکار عالمین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم فرماتے ہیں۔ العلماء ورثۃ الانبیاء فقہاء کرام صراحت فرماتے ہیں۔ الاستخفاف بالعلم والعلماء کفر۔ ہاں نیک نیتی سے شرعی مسئلہ معلوم کرنے میں کچھ حرج نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب وعلمہٗ جلّ مجدہ اتم واحکم بالجواب

کتبـــــــــــــــــــہ

فقیر محمد ناظر اشرف قادری بریلوی غفرلہ القوی

خادم دار الافتاء دار العلوم اعلیٰ حضرت رضا نگر کلمنا ناگپور

کیا عورت کے گھر سے بھاگ جانے کیوجہ سے نکاح باطل ہوجاتا ہے؟

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے متعلق

کہ ابھی دو ماہ قبل زید کی شادی ہوئی اور جملہ رسوم شادی بہتر طریقے پر فریقین کی رضا وخوشی کے ساتھ انجام پذیر ہوئے اور پھر زید اپنی بیوی ہندہ کو نکاح کرکے اپنے گھر لے آیا اور وہ اپنے شوہر زید کے ساتھ سوا مہینہ ہنسی خوشی رہی۔ پھر ہندہ کو لیجانے کے لئے رواج کے مطابق اس کے ماں باپ آئے اور اس کے میکے لے گئے۔ چند دن گزار کر ہندہ پھر واپس اپنے سسرال آئی۔ اور پھر آنے کے بعد دوسرے دن علی الصباح ۱۹ مئی کو بغیر شوہر زید کی اجازت کے گھر سے باہر بھاگ گئی۔ گھر میں ساس سسر وغیرہ سب تھے کسی کو خبر نہیں کی اپنے میکے بھی نہیں گئی۔ سبھی رشتہ داروں کے یہاں تلاش کیا اس کے والدین نے بھی مگر اس کا کہیں پتہ نہیں چل سکا۔ اس کیس کی رپورٹ پولیس تھانے میں بھی درج ہے بھاگنے کے متعلق۔

لہذا آپ کی بارگاہ عالی میں مؤدبانہ گذارش ہے کہ آیا ہندہ اپنے شوہر کے نکاح میں ہے اپنے مذموم حرکت کی وجہ سے۔ یا نکاح باطل ہوگیا۔ نیز اگر ہندہ اپنے شوہر زید سے خلع کی صورت میں طلاق چاہے تو کیا اس کو جہیز ومتعینہ مہر کی رقم واپس لینے کا حق حاصل ہے۔ بینوا و توجروا

قرآن وحدیث کی روشنی میں حکم شرعی نافذ کرکے عنداللہ ماجور ہوں۔ فقط والسلام

جواب کے منتظر۔ گلاب خان ۷/۶/۲۰۰۰

العارض۔ حاجی محمد عبدالرحمن پٹیل بھنڈارہ

۷۸۶/۹۲ **الجواب بعون الملک العلام**

صورت مسئولہ میں شوہر کی اجازت کے بغیر شوہر کے گھر سے فرار ہوجانے کے باوجود ہندہ زید کی بیوی

ہے۔فرار ہونے کا وبال ہندہ کے سر ہے،اس سے نکاح باطل نہ ہوگا۔جب تک زید ہندہ کو طلاق مغلظہ دے کر جدانہ کردے۔قال اللّٰہ تعالیٰ عزّ وجلّ بِیَدِہٖ عُقْدَةُ النِّکَاحِ (پ ۲/ ع ۱۴)

اعنی الزوج فی قول علی وسعید بن المسیب وسعید بن جبیر وغیرھم رضی اللّٰہ عنھم (فتاویٰ رضویہ) اورنیز قال عزَّ وجلَّ وَالّٰتِیْ یَاْتِیْنَ الْفَاحِشَةَ مِنْ نِّسَائِکُمْ و غیرہ ذٰلک آیاتٍ بینات اس پر دال ہیں۔ہندہ کا خلع کی صورت میں طلاق لینا،شوہر زید کی رضا پر موقوف ہے،کیونکہ خلع شرع شریف میں اس کو کہتے ہیں کہ شوہر اپنی رضا سے مہر وغیرہ مال کے عوض عورت کو نکاح سے جدا کردے،نہ کہ عورت کی رضا پر موقوف وبنیٰ۔قال المولیٰ سبحانہ وتعالیٰ فَاِنْ خِفْتُمْ اَنْ اَلَّا یُقِیْمَا حُدُوْدَ اللّٰہِ فَلَا جُنَاحَ عَلَیْھِمَا فِیْمَا افْتَدَتْ بِہٖ (پ ۲ ع ۱۲) واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب وعلمہ جلّ مجدہ اتم واحکم بالجواب۔

کتبـــــــــــــــــــــہ

فقیر محمد ناظر اشرف قادری بریلوی غفرلہ القوی

خادم دار الافتاء دار العلوم اعلیٰ حضرت رضا نگر کلمنا ناگپور

شوہر مفقود الخبر ہو تو عورت دوسرے سے نکاح کیلئے کتنے دن انتظار کریگی؟

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں

کہ زید ۱۴ سالہ ہندہ کو لیکر فرار ہوگیا اور تین مہینہ اپنے پاس رکھ کر نکاح نامہ کے ساتھ گھر روانہ کردیا تقریباً آج دو سال کا عرصہ گزر چکا ہے لیکن زید کا کچھ پتہ نہیں کہ کہاں ہے؟ کیا کرتا ہے؟ ہندہ سے یہ پوچھے

جانے پر کہ اگر زید لوٹ آیا تو کیا تم اس کے ساتھ رہنا پسند کروگے؟ تو ہندہ اسکے پاس رہنے سے صاف انکار کرتی ہے۔اب دریافت طلب امر یہ کہ کیا ہندہ کا نکاح کسی دوسرے لڑکے کے ساتھ کر سکتے ہیں یا نہیں؟ بینوا وتوجروا

المستفتی: محمد تسلیم انصاری۔ پارڈی ناگپور، مہاراشٹر ۵/۵/۲۰۰۴

۷۸۶/۹۲ **الجواب بعون الملک العزیز العلام**

صورت مسئولہ میں برصدق سائل اگر زید واقعی مفقود الخبر ہی ہے، یعنی زید کا کچھ پتہ نہیں کہ وہ کہاں ہے اور کیا کرتا ہے؟ تو صرف اس صورت میں ہندہ دوسرا نکاح نہیں کرسکتی ہے۔کیونکہ امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ وارضاہ عنا کا فتویٰ یہی ہے کہ عورت پر لازم ہیکہ صبر وانتظار کرے یہاں تک کہ اس کے شوہر کی ولادت کو ستر برس گزر جائیں۔اس کے بعد اسکی موت کا حکم کیا جائے۔جیسا کہ جواہر اخلاطی میں ہے۔ یحکم بموته بعد سبعین سنة وعلیه الفتوی اسکے بعد دوسرے سے نکاح کرسکتی ہے۔مگر ضرورت داعیہ کی وجہ سے اس مسئلہ میں امام مالک علیہ الرحمہ کے قول پر فتویٰ دیا جاتا ہے وہ یہ کہ عورت حاکم شرع کے حضور دعویٰ دائر کرے اور وہ شوہر کا مفقود الخبر ہونا تصدیق کرلے، اس کے بعد چار برس کی مہلت دے اور پھر اب تک مفقود رہنا تحقیق کرے اس کے بعد قاضی تفریق کرے۔اب عورت عدت موت یعنی چار ماہ دس دن گزار کے بعد دوسرے سے نکاح کرسکتی ہے۔ کما فی الفتاوی الرضویة المجلد الخامس ص۶۹۸ وغیرہ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم بالجواب

کتبــــــــــــــــہ

فقیر محمد ناظر اشرف قادری بریلوی غفرلہ القوی

خادم دارالافتاء دارالعلوم اعلیٰ حضرت رضا نگر کلمنا ناگپور

کسی کی زوجیت میں ہوتے ہوئے دوسرے سے نکاح جائز نہیں۔اگر نکاح کرے، تو زنائے خالص ہوگا

کیافرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان ذوی العقول مسئلہ ذیل کے بارے میں

ہندہ زید کی بیوی ہے اور زید کا ایک بچہ ہے ہندہ زید کے پاس دوسال رہی۔اس کے بعد سے آج تک قریب سات سال ہورہے ہیں۔ہندہ زید کی ظلم وزیادتی اور نان ونفقہ ودیکھ بھال نہ کرنے کی وجہ سے ہندہ اپنے میکے میں ہے اور بچہ بھی ہندہ کے پاس ہے۔زید سات سال سے ہندہ کو نہ نان ونفقہ دیتا ہے، نہ ہی دیکھ بھال کرتا ہے اور نہ ہی صحبت کرتا ہے۔اسی دوران ہندہ نے کورٹ میں کیس بھی ڈال دیا۔کورٹ نے فیصلہ دیا کہ زید ہر ماہ ایک ہزار روپے دے۔پھر بھی خرچہ نہیں دیتا ہے۔ہندہ پریشان ہے اور طلاق چاہتی ہے۔طلاق بھی نہیں دیتا ہے۔ہندہ ابھی جوان ہے۔کیا ہندہ ایسی صورت میں دوسرے لڑکے سے شادی کرسکتی ہے؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں

المستفتی: سید اختر علی

صدر جامع مسجد راجورہ، ضلع چندر پور، مہاراشٹر

۷۸۶/۹۲ **الجواب بعون الملک العزیز العلام**

ہندہ جب تک زید کے نکاح میں ہے۔دوسرے مرد سے نکاح نہیں کرسکتی۔قال اللہ تعالیٰ وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ النِّسَآءِ (پ۵،ع۱) اور حرام ہے شوہر دار عورتیں [ترجمہ کنزالایمان]

اگر دوسرے مرد سے نکاح کرے گی تو زنائے خالص ہوگا۔زید کو سمجھایا جائے آخرت کا خوف دلایا جائے کہ وہ اسلامی طریقہ پر اسے رکھے۔پھر بھی نباہ کی صورت نہ ہو تو ہندہ کسی شرعی دارالقضا کی طرف رجوع

کرے قاضی شریعت تحقیق کے بعد نکاح فسخ کرے گا پھر ہندہ عدت گزار کر دوسرے مرد سے نکاح کر سکتی ہے ۱۲ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب وعلمہٗ جل مجدہٗ اتم واحکم بالجواب

کتبہ

فقیر محمد ناظر اشرف قادری بریلوی غفرلہ القوی

خادم دار الافتاء دار العلوم اعلیٰ حضرت رضا نگر کلمنا ناگپور

مسلمان عورت کا نکاح مطلقاً کسی کافر سے نہیں ہوسکتا حلال سمجھنے والے پر توبہ، تجدید ایمان ونکاح فرض ہے

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مندرجہ ذیل مسئلہ میں

کہ ہندہ نے ایک کرسچن لڑکا سے نکاح کرلیا اور اس نکاح میں ہندہ کا بھائی، والدہ، بہن، بہنوئی شریک ہوئے ہیں دریافت طلب امر یہ ہے کہ کرسچن سے نکاح کرنا کیسا ہے؟ اس سے نکاح ہوگا یا نہیں؟ اس قسم کے نکاح میں شریک ہونے والا گنہگار رہوگا یا نہیں؟ دلائل شرعیہ کی روشنی میں مذکورہ مسئلہ کا تسلی بخش جواب عنایت فرمائیں۔ المستفتی: محمد بشیر نانی دمن گجرات

۷۸۶/۹۲ الجواب بعون الملک العزیز العلام

مسلمان عورت کا نکاح مطلقاً کسی کافر سے نہیں ہوسکتا۔ یہودی ہو یا نصرانی، مشرک ہو یا دہریہ قال اللہ عزّ وجلّ لَا هُنَّ حِلٌّ لَّهُمْ وَلَاهُمْ يَحِلُّوْنَ لَهُنَّ (پ۲۸، ع۷)

ترجمہ: نہ مسلمان عورتیں کافروں کے لئے حلال ہیں اور نہ کافر مسلمان عورتوں کے لئے حلال ہیں۔

لہذا صورت مسئولہ میں ہندہ کا اس کرسچن لڑکا سے نکاح باطل محض اور حرام، اشد حرام، بدکام بدانجام ہے۔اس سے صحبت خالص زنا وسفاح ہے۔اگر ہندہ اور شریک ہونے والے لوگوں نے اس نکاح کو حلال سمجھا تو ان پر توبہ وتجدید ایمان، شادی شدہ ہوں تو تجدید نکاح فرض ہے۔فتاوی خلاصہ وشامی وہندیہ وغیرہا کتب فقہ میں مصرح ہے کہ حرام قطعی کو حلال جاننا کفر ہے فتاوی ہندیہ الجزء الثانی ص۲۸۲ر میں ہے۔**من اعتقد الحرام حلالًا او علی القلب یکفر** نیز فتاوی شامی **الجزء الاول کتاب الطہارۃ** ص۴۲۸ر پر خلاصہ کے حوالہ سے ہے اور اگر انہوں نے حرام سمجھ کر شرکت کی، تو بایں صورت حرام کار گنہگار مستحق عذاب نار ہوئے۔ان پر واجب ہے کہ صدق دل سے توبہ کریں۔رب متعال کی بارگاہ میں معافی مانگیں۔اگر یہ لوگ مذکورہ حکم شرعی پر عمل نہ کریں تو واقف حال مسلمانوں پر لازم ہے کہ ان کا شرعی بائیکاٹ کریں۔**قال تعالیٰ وَلَا تَرْکَنُوْٓا اِلَی الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا فَتَمَسَّکُمُ النَّارُ** (پ۱۲ر ع۹) **وقال فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّکْرٰی مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ** (پ۷ر ع۱۳) **واللّٰہ تعالیٰ اعلم بالصواب**۔

کتبہ

فقیر محمد ناظر اشرف قادری بریلوی غفرلہ القوی

خادم دارالافتاء دارالعلوم اعلیٰ حضرت رضانگر کلمنا ناگپور

ایسی اجتماعی شادی جو خرافات ومحرمات کا مجموعہ ہے اسمیں شرکت سے اجتناب لازم ہے۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب

عنایت فرمائیں۔

(۱) ایسی اجتماعی شادی جسمیں ویڈیو فلم بنتی ہو، وہابی دیوبندی تمام عقائد کے دولہا دلہن رہتے ہوں، پھر اسی اسٹیج پر وہابی اور دیوبندی عقائد کے غیر عالم عوام وفساق اور کچھ غیر مسلم سیاسی لوگوں کی تقریر ہوتی ہے۔اوران کا استقبال ہوتا ہے۔کیا ایسے پروگرام میں سنی علماء کا شرکت کرنا اور عوام کا اسمیں تعاون کرنا درست ہے؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب عنایت فرما کر عنداللہ ماجور ہوں۔

فقط المستفتی:۔ سید محمد حسین ہنگن گھاٹ (وردھا)

۷۸۶/۹۲ **الجواب بعون الملک العزیز العلام**

ایسی اجتماعی شادی بے شمار خرافات ومحرمات کا مجموعہ ہے۔کہ ویڈیو فلم بنانا۔وہابی، دیوبندی دولہا دلہن وغیر مسلم وفساق عوام کی تعظیم واستقبال بجالانا شرعاً حرام، اشد حرام، بدکام بدانجام ہے۔ایسے خلاف شرع محافل ومجالس میں شرکت جائز نہیں ان سے اجتناب واحتیاط لازم ہے۔بقولہ تعالیٰ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ (پ۷، ع۱۳) .وَلَا تَرْكَنُوْٓا اِلَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ (پ۱۲، ع۹)

اور جیسا کہ امام احمد رضا قدس سرہ العزیز فتاویٰ رضویہ جلد نہم نصف آخر ص ۱۲۸ر پر فرماتے ہیں کہ ''کسی خلاف شرع مجلس میں شرکت جائز نہیں، اور اسکا تعاون کرنا بھی ناجائز کما قال تعالیٰ تَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَ الْعُدْوَانِ (پ۶، ع۵)

لہٰذا صورت مسئولہ میں ایسے پروگرام میں تعاون وشرکت دونوں ممنوع وناروا ہے۔بالخصوص علماء ومقتدیٰ کو احتیاط لازم، مگر اس صورت میں کہ اس کے جانے سے وہ امور خلاف شرع بند ہوجائیں گے تو ضرور جائے۔کما فی العالمگیریۃ ج۵ کتاب الکراھیۃ ص ۳۴۶ یکرہ للمشھور

المقتدیٰ به الاختلاط الیٰ رجل من اهل الباطل والشر الا بقدر الضرورة لانه یعظم امره بین أیدی الناس .هذا ما عندی والعلم بالحق عند ربی العظیم .

کتبــــــــــــــــــــــــه

فقیر محمد ناظر اشرف قادری بریلوی غفرلہ القوی

خادم دارالافتاء دارالعلوم اعلیٰ حضرت رضا نگر کلمنا ناگپور

لڑکے والوں کا لڑکی کے گھر والوں سے کسی طرح کا مالی مطالبہ کرنا کیسا؟ کرنے والوں پر کیا حکم ہے؟

اسلام میں چار شادیوں کی اجازت مشروط بالشرط ہے یا نہیں؟

محترم المقام حضرت مفتی صاحب قبلہ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

اطلاعاً عرض یہ ہے کہ مسرت افروز بنت محمد یوسف علی ساکن نزد نوری مسجد کیلا باڑی شہر درگ چھتیس گڑھ کی ہوں۔ میری شادی ۲۳ر دسمبر ۲۰۱۱ء کو بمقام کاتس بھون شہر درگ میں محمد افروز خان ولد ریاض احمد خان ساکن پرگتی نگر رسائی بھلائی ضلع درگ سے ہوئی ہے۔ بدقسمتی سے شادی کے بعد دوسرے ہی دن سے سسرال والے مختلف طریقوں سے میرے والدین کے ذریعہ انکے حسب خواہش مطالبات پورا نہ کر پانے کی بنا پر مجھے پریشان وتنگ کرنے لگے۔ پریشانی برداشت کرتے ہوئے تقریباً ایک سال تک اپنے سسرال میں ہی رہی اسی اثنا میں حاملہ ہوئی اس پر میرے سسرال والوں نے اپنے اخلاق رذیلہ

کا ثبوت دیتے ہوئے میری ڈیلیوری ودیگر ضروری اخراجات کا بوجھ نہ اٹھاسکنے کا بہانہ بنا کر بالآخر ۲۳ر نومبر ۲۰۱۲ء کو مجھے میرے والدین کے گھر درگ بھجوادیا، بعدہٗ ایک سوا ماہ گزارنے کے بعد یکم جنوری ۲۰۱۳ء کو سیکٹر ۹ رہوسپٹل بھلائی میں میرا لڑکا پیدا ہوا۔ میرے سسرال والے میرے شوہر وخسر و بڑی ساس وغیرھم سب آئے اور اسپتال ہی سے اپنے گھر چلے گئے میرے والدین نے میری نقاہت وکمزوری کی باعث بھیجنے سے انکار کیا اور میں نے خود بھی گھریلو حالات اور انکے منفی رویہ کی بنا پر جانے سے انکار کیا تو میرے شوہر مجھے اسپتال میں ہی طلاق دینے کی دھمکی دے ڈالی۔ مزید یہ کہ میرے شوہر نے میرے والد محترم سے ہاتھاپائی بھی کی۔ بہر حال میں ۳ر جنوری ۲۰۱۳ء کو اسپتال سے چھٹی کے بعد سیدھا اپنے والدین کے گھر چلی آئی ۱۰ر فروری ۲۰۱۳ء کو میں نے پاکی وطہارت حاصل کی میرے والدین نے میرے سسرال والوں کو اسکی اطلاع دی تو سسرال والوں کی طرف سے جواب ملا کوئی اچھا پروگرام بڑے انداز سے کرو گے تو آئیں گے ان لوگوں کو نہیں آنا تھا۔ وہ نہیں آئے۔ اسکے بعد میرے سسرال والوں نے درگ وبھلائی کی جامع مسجد میں انتظامیہ کمیٹی کے حضور شکایت کی۔ کئی مرتبہ نشست بھی ہوئی۔ لیکن کچھ نتیجہ نہ نکلا۔ اسکی وجہ میرے سسرال والوں کی نشست میں عدم شرکت رہی۔ پھر میرے سسرال والوں نے میرے والدین کے خلاف مجھے اور میرے بچے کے اغواء کئے جانے کا پولیس تھانہ اور درگ کورٹ میں جھوٹا کیس داخل کیا۔ جہاں انہیں ناکامی کا سامنا کرنا پڑا۔ یہاں تک کہ میرے شوہر افروز خان نے اپنے والدین و بہنوں کے دباؤ میں میرے اور بچے کے اخراجات پورا نہ کرپانے کا بہانہ بتا کر ۲۳ر اگست ۲۰۱۴ء کو مجھے طلاق دے دیا جسکی اطلاع مجھے ۴ر نومبر ۲۰۱۴ء کو ہندی پیپر میں چھپا اطلاع عام کے ذریعہ سے ہوئی چونکہ میں ۲۳ر نومبر ۲۰۱۲ء سے ہی اپنے والدین کے یہاں ہوں بچے کی ولادت سے لیکر طلاق دیئے جانے تک مجھے میرے شوہر نہ ہی دیکھنے آئے نہ فون پر بات کی۔ ان تمام نازیبا حرکتوں اور رویوں کی وجہ سے میرے والد گرامی نے درگ کورٹ کے ذریعہ میرے سسرال والوں سے میرے اور میرے

بچے کے اخراجات کا مطالبہ کیا ورگ کورٹ نے میرے والد کی اپیل پر میری اور بچے کی ضروریات کی تکمیل کیلئے ایک معینہ رقم ادا کرنے کی تاکید کی۔ لیکن افسوس میرے سسرال والوں نے اس پر بھی صحیح طریقہ پر عمل نہیں کیا۔

اس تمہیدی کلمات کے بعد مندرجہ ذیل سوالات آپ کی خدمت میں عرض کر رہی ہوں مجھے حدیث کی روشنی میں مدلل ومفصل جوابات درکار ہیں۔ تاکہ احکام شرع کی روشنی میں آئندہ زندگی کے مراحل طے کر سکوں۔

(۱) لڑکے والوں کا لڑکی والوں سے کسی بھی طرح کا مالی مطالبہ کرنا اور انکے مطالبات پورا نہ کرنے پر لڑکی کو تکلیف دینا اور پریشان کرنا کیسا ہے۔ گھنونی حرکت کرنے والوں کیلئے اسلام نے کوئی تعزیر متعین کی ہے یا نہیں؟

(۲) کیا اس طرح جیسے میرے شوہر نے بڑی مکاری وبے حیائی کے ساتھ اخراجات پورا نہ کر پانے کا بہانہ بنا کر مجھے اپنی زندگی سے الگ کر دیا کسی اور کی زندگی سے کھلواڑ کرنے کی اجازت دی جاسکتی ہے؟

(۳) شریعت مطہرہ نے دو چار شادی کی جو اجازت فرمائی ہے۔ وہ اہلیت وشرائط کے ساتھ مقید ہے یا غیر مشروط ہے؟ میں نے سنا ہے دو اور چار تو دور، اگر اہل نہیں تو اسلام ایک کی بھی اجازت نہیں دیتا۔ ایسا فرد جو اپنی ہوس کی آگ کو بجھانے کیلئے شریعت مطہرہ کا مذاق اڑائے، اسکے لئے اسلام میں کیا سزا ہے؟ اس پر ذرا تفصیل سے روشنی ڈالیں۔

(۴) ایک مطلقہ عورت اسکے مہر کی رقم جہیز کا سامان وزیورات جسکی وہ شرعاً حقدار ہے۔ جب تک اسے ادا نہ کر دیا جائے علاوہ ازیں ایام عدت کے نفقہ وسکنیٰ کے اخراجات کی ادائیگی کے بغیر کیا اسلام، زید کو دوسرے شادی کی اجازت دیتا ہے؟

(۵) ایسے کم ظرف وناا ہل فرد کے لئے کھلے طور پر حق العباد میں گرفتار ہے۔ جب تک وہ اہل حق کا حق

ادانہ کردے کیا شریعت مطہرہ اسکے سماجی بائیکاٹ کی اجازت نہیں دیتی۔ بینواوتوجروا

فقط طالب الدعاء

مسرت افروز

۷۸۶/۹۲ **الجواب اللّٰھم ھدایۃ الحق والصواب**

(۱) صورت مسئولہ میں لڑکا یا اسکے گھر والوں کا شادی کرنے کیلئے نقد روپیہ اور سامان جہیز مانگنا یا کسی چیز کا مطالبہ کرنا حرام و ناجائز ہے، اس لئے کہ وہ رشوت ہے۔ فتاویٰ عالمگیری ج ۱ ص ۳۰۶ / لو اخذ من اھل المرٔۃ شیئاً عند المسلم فللزوج ان یسترہ لانہ رشوۃ کذا فی البحر الرائق. اور حدیث شریف میں ہے۔ لعن رسول اللّٰہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم الراشی والمرتشی

یعنی رشوت دینے والے اور لینے والے دونوں پر حضور کی لعنت ہے۔ اور مطالبات پوری نہ ہونے کی صورت میں عورت کو تکلیف دینا حقوق ازدواجی کی بھی پامالی کرنا ہے۔ کہ فرمان ربانی ہے ھُنَّ لِبَاسٌ لَّکُمْ وَاَنْتُمْ لِبَاسٌ لَّھُنَّ (پ ۲ ر ع ۷) اور ایذائے مسلم بھی، جو حرام، حرام، اشد حرام ہے۔ فتاویٰ رضویہ جلد ۶ ر ص ۵۱۰ ر میں اعلیٰ حضرت رضی المولیٰ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔ ہندوستان میں تعزیر کی صورت صرف مقاطعہ ہے۔ لہٰذا ایسے اشخاص کا مسلمان بائیکاٹ کریں۔

(۲ ر ۳ ر) اسلام میں چار شادی کی اجازت مشروط بالشرط ہے۔ ہر کسی کو اس کی اجازت نہیں کما قال اللّٰہ تبارک وتعالیٰ فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تَعْدِلُوْا فَوَاحِدَۃً (پ ۴ ر ع ۱۱) بلکہ عدم اہلیت وقابلیت کی صورت میں ایک کی بھی اجازت نہیں جیسا کہ کتب فقہ میں مصرح ہے۔ اس سے شریعت کا مذاق اڑانا نہیں بلکہ استطاعت کی صورت میں شرعاً جائز و درست ہے۔ آپ کے سابق شوہر نے شریعت کا کیا مذاق

اڑایا وہ سوال میں درج نہیں اگر واقعی شرعاً ثابت ہو جائے کہ انہوں نے شریعت مطہرہ کا مذاق اڑایا ہے۔
تو سوال قائم کر کے اسکا شرعی جواب حاصل کریں۔

(۵/۴) مطلقہ عورت کا مہر اگر آدمی کے ذمہ باقی ہے تو اسکا ادا کرنا واجب ہے۔ اسی طرح جہیز کا سامان کما فی الھدایہ الجھاز للمرأۃ خود کے زیورات کی مالک بھی عورت ہی ہے۔ اگر اس پر آدمی کا قبضہ ہے تو بلا تاخیر عورت کو لوٹا دے ورنہ سخت گنہگار، مستحق عذاب نار و حقوق العباد میں گرفتار ہے۔ رہا اس کا دوسرے شادی کرنا تو یہ اسکی اہلیت پر موقوف ہے اگر حسن سلوک کیساتھ نان ونفقہ دے سکتا ہے، تو کرے، ورنہ نہیں۔ باقی جوابات جواب اول میں مذکور ہو گیا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

کتبہ

فقیر محمد ناظر اشرف قادری بریلوی غفرلہ القوی
خادم دارالافتاء دارالعلوم اعلیٰ حضرت رضانگر کلمنا ناگپور

رضاعی بھائی بہن میں نکاح نہیں ہو سکتا۔ ہاں رضاعی بھائی کی بہن سے نکاح ہو سکتا ہے۔

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام ومفتیان عظام مندرجہ مسئلہ میں کہ ارشد، ہاجرہ، عائشہ یہ تینوں بھائی بہن ہیں۔ ان میں سے صرف ارشد نے اپنی خالہ (مادر نازیہ) کا دودھ پیا۔ یونہی نازیہ، محمد سیف، فاطمہ یہ تینوں بھائی بہن ہیں۔ ان میں سے صرف نازیہ نے اپنی خالہ یعنی ارشد کی والدہ کا دودھ پیا۔ لہٰذا اس طرح ارشد و نازیہ دونوں رضاعی بھائی بہن ہوئے۔ اب دریافت طلب امر یہ ہے۔ کہ ارشد کا نکاح

فاطمہ سے جائز ہے یا نہیں؟ اور محمد سیف کا نکاح ارشد کی بہن ہاجرہ یا عائشہ سے ہوسکتا ہے یا نہیں؟ فقہ حنفی کی روشنی میں مذکورہ مسئلہ کو بیان فرما کر ہماری رہنمائی فرمائیں۔

المستفتی :۔ اقبال ناگانی شطرنجی پورہ ناگپور

۷۸۶/۹۲ الجواب

صورت مسئولہ میں ارشد و فاطمہ کے مابین مناکحت حرام اشد حرام ہے۔ حدیث شریف میں ہے۔ یحرم من الرضاع مایحرم من النسب وفی العالمگیریة کل من تحرم بالقرابة والصهرية تحرم بالرضاع (ص ۲۷۷) اور محمد سیف کا نکاح ارشد کی بہن سے حلال ہے۔ کیونکہ رضاعی بھائی کی بہن سے نکاح کرنا شرعاً جائز ہے۔ کما هو مصرح فی المعتمدات فتاویٰ عالمگیری ج ۱ ص ۳۴۳ پر ہے۔ تحل اخت اخیه رضاعاً۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ

محمد محبوب رضا نوری خادم التدریس
دارالعلوم اعلیٰ حضرت رضا نگر کلمنا ناگپور مہاراشٹر

الجواب صحیح

فقیر محمد ناظر اشرف قادری بریلوی غفرلہ القوی
دارالافتاء دارالعلوم اعلیٰ حضرت رضا نگر کلمنا ناگپور

باب المهر

مہر شرعی کی اقل مقدار دس درہم ہی کیوں؟

کیا فرماتے ہیں علمائے ذی علم وفقہ احناف فقہائے کرام نے مہر شرعی کی مقدار دس درہم کیوں قرار دیا؟ کم یا زیادہ قرار دینے میں کیا حرج ہے؟ کتابوں کے حوالے سے جواب دیکر اجر معبود برحق کے حقدار ہونگے۔

فقط والسلام:

مولانا محمد چاند، ضلع یادگیر کرناٹک

۷۸۲/۹۲ الجواب بعون الملک العزیز العلام الوهاب

صورت مسئولہ میں کم از کم دس درہم مہر شرعی مقرر ومفروض کی علت منصوص اور منصوص پر قیل وقال فضول۔ کتب اصول میں مفصل ومبسوط اور جماہیر احناف کا دس درہم مہر شرعی اقل مقدار میں محتم وماثور، منقول ومعقول اور آج تک احناف عوام وخواص کا اسی پر معمول، کتب متداولہ سے فقیر اس مقام پر بہت بعید و دور، یہاں کے کتب خانہ میں جو موجود، فقط اسی سے حوالہ مقصود ومنظور اگر آپ اسی پر نظر ڈالیں تو تقریب فہم کیلئے اوھام زائل اور جواب شافی کافی ووافی، ارشاد صاحب لولاک ﷺ ہے **لا مهر اقل من عشرة دراهم** یہ حدیث رسول انام علیہ افضل الصلوات والسلام طرق متعددہ سے منقول ہونے کی وجہ سے حسن ومرجح ہے اصول الشاشی ص ۷ر میں **قد علمنا ما فرضنا عليهم في ازواجهم خاص في التقدير الشرعي** کے تحت حاشیہ نمبر ۲ر پر ہے **قال العيني عليه الرحمة اذا روى من طرق مفرداتها ضعيفة يصير حسناً ويحتج به على ان الاحتياط ايضاً في مذهبنا وباقي الاحاديث اماموّلةً او ضعيفةً فصارت العشرة تقديراً لازماً**

نور الانوار ص ۲۸ر پر **فعلم ان المهر مقدر في علم الله تعالىٰ** کے تحت درج ذیل عبارت ہے

وقد بيّنه النبی علیه السلام بقوله لا مهر اقل من عشرة دراهم و كذا نقيسه علیٰ قطع اليد لانه ایضاً عوض عشرة دراهم .

جس سے معلوم ہوا کہ مہر شرعی علم الٰہی میں مقرر ومفروض ہے اسی کو نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے لا مهر اقل من عشرة دراهم سے بیان فرمایا اور ایسے ہی ہم اسکو قطع ید پر قیاس کرتے ہیں کیونکہ قطع ید بھی دس درہم کا عوض ہے ۔ (دس درہم سے کم میں اگر مال متقوم بھی ہو تو سارق کے ہاتھ کاٹنے کا حکم شرعی نہیں ہے) اور كذا نقيسه سے اوپر حاشیہ نمبر ٦ ر ہے جس میں تحریر ہے کہ اى المفروض به عند الله علیٰ قطع اليد فی السرقة فان قطع اليد فی السرقة عوض عشرة دراهم فقط جعل عشرة دراهم مقابل عضو وهى اليد و كذا المهر مقابل بعضو وهو البضع فلا يكون اقل من عشرة دراهم .

یعنی عند اللہ سرقہ میں بھی قطع ید مفروض بہ ہے کیونکہ سرقہ (چوری) میں ہاتھ کاٹنا دس درہم کے بدلہ میں ہے تو دس درہم کو عوض کا مقابل بنا دیا گیا اور وہ ہاتھ ہے پس ایسے ہی مہر بھی عوض کا مقابل ہے اور وہ شرمگاہ ہے ۔ لہٰذا احناف کے نزدیک دس درہم سے مہر کم نہیں ہوگا ۔ مسلم شریف ج ا ص ۴۵۷ ر پر امام ابویحییٰ شرف ذکریا نواوی علیہ الرحمہ رقمطراز ہیں ۔ قال ابو حنيفة واصحابه اقله عشرة دراهم یعنی امام اعظم اور انکے اصحاب رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے فرمایا کہ مہر کی مقدار کم از کم دس درہم ہے اسکی علت یہی کہ مہر بھی عوض کے مقابل ہے اور اسکو قطع ید پر قیاس ملکیت کی اساس پر ہے ۔ اسی لئے اقل مہر میں دس دراہم کی تنصیص ہوئی ، اس سے کم یا زیادہ کی نہیں ۔ نیز فہم فقیر میں ایک وجہ یہ بھی آتی ہے کہ سیدنا آدم علیٰ نبینا علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کا نکاح حضرت حوا رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ہوا تو ہمارے نبی کریم رؤف ورحیم علیہ افضل الصلوات والتسلیمات پر دس مرتبہ درود شریف پڑھنا مہر شریف مقرر ہوا جیسا کہ تفسیر عزیزی وغیرہ میں ہے ۔ اس لئے بھی دس درھم کی تعیین وتخصیص شرع شریف میں مہر قرار پائی

اور قطع ید للسارق اور ملک بضع للمناکحت مفروض بہ کے مطابق وموافق عوض ہوا۔ بہرحال رسول پاک صاحب لولاک ﷺ کا ارشاد پاک یہی ہے کہ دس درھم سے کم مہر نہیں ہوسکتا۔ اسی حدیث پاک کی روشنی میں احناف فقہائے عظام علیہم الرحمہ نے یہ فتویٰ صادر فرمایا کہ، مہر کی مقدار دس درہم سے کم نہ ہو اور زیادہ کی کوئی حد مقرر نہ فرمائی اگر دس درہم سے کم مہر مقرر کیا جائے تو وہ شرعاً مہر قرار نہیں دیا جاسکتا اور اس صورت میں مہر مثل واجب ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب وعلمہ جلّ مجدہ اتم واحکم بالجواب

کتبـــــــــــــــــــــــــــــــــــــہ

فقیر محمد ناظر اشرف قادری بریلوی غفرلہ القوی

خادم دارالافتاء دارالعلوم اعلیٰ حضرت رضا نگر کلمنا ناگپور

مہر فاطمی کی مقدار کیا ہے؟

اس سے دس درہم مراد لینا درست ہے یا نہیں؟

۷۸۶/۹۲ کیا فرماتے ہیں حضرات علمائے اہل سنن ومفتیان دین متین مسئلہ ہذا میں کہ ہمارے دیار میں عقد نکاح کے وقت مہر فاطمی مقرر کرنے کا رواج ہے اور مہر فاطمی سے دس درھم مراد لیتے ہیں۔ کیا یہ صحیح و درست ہے؟ جواب عنایت فرما کر مشکور وممنون فرمائیں گے۔ السلام علیکم

منشی امیر الحق، دربھنگہ بہار

۷۸۶/۹۲ الجواب اللّٰھم ھدایۃ الحق والصواب

مہر فاطمی دس درہم نہیں۔ یہ تو اقل مہر جو شرع شریف میں مقرر اسکی مقدار مفروض ہے بلکہ مہر فاطمی چار

صد مثقال ہے، جو فتاوىٰ رضویہ شریف جلد پنجم کے مختلف صفحات میں مندرج ہے ۱۲

واللّٰہ تعالیٰ اعلم بالصواب

وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم بالجواب

کتبــــــــــــــــــــــــــــــہ

فقیر محمد ناظر اشرف قادری بریلوی غفرلہ القوی

خادم دارالافتاء دارالعلوم اعلیٰ حضرت رضا نگر کلمنا ناگپور

دس درہم کا شرعی وزن کتنا ہے اور آج کل کے حساب سے کتنا گرام ہوتا ہے؟

۸۶/۹۲ ۷

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں

کہ ہم میمن لوگ عورت کا مہر نقدی ادا کرتے ہیں۔ اور بہت کم دین مہر رکھتے ہیں۔ چاہے مالدار ہوں یا غریب ہمارے گجراتی بہت سے باپو کو دس ۱۰ درہم کا وزن معلوم نہیں ہے۔ لہٰذا حضور محقق عصر مفتی اعظم ناگپور قبلہ سے گزارش ہے کہ دس ۱۰ درہم کا شرعی وزن کیا ہے اور اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ والرضوان نے فتاوىٰ رضویہ شریف میں کیا بتایا ہے۔ اور آج کل گرام کے اعتبار سے دس ۱۰ درہم کا وزن کتنا گرام ہونا چاہئے حضور والا سے پوری پوری امید ہے کہ تحقیق کر کے جلد جواب سے آگاہ فرمائیں گے۔

فقط والسلام:۔ آپ کا خادم عبدالرزاق گجراتی وار جام نگر گجرات

دس درہم، جدید وزن کی روشنی میں

۳۲ گرام ۶۵۹ ملی گرام

۸۶/۹۲ء الجواب بعون الملک العزیز الوھّاب

رسول اللہ صلی اللہ علیہ آلہ وسلم کا ارشاد پاک ہے۔ لا مھر اقل من عشرۃ دراھم ، اسی حدیث پاک کی روشنی میں فقہائے کرام نے یہ فتویٰ صادر فرمایا۔ کہ مہر کی مقدار دس درہم سے کم نہ ہو، اور اگر دس درہم سے کم مہر مقرر کیا جائے، تو وہ شرعاً مہر قرار نہیں دیا جاسکتا۔ اب سوال یہ ہے کہ دس درہم شرعی موجودہ گرام اور ملی گرام کے اعتبار سے کتنی چاندی ہے؟

امام اہلسنت مجدد اعظم قدس سرہ کے زمانے میں آنہ، پائی کا وجود تو تھا مگر گرام وغیرہ ایجاد نہیں ہوئے تھے۔ اب جبکہ عوام تو عوام بلکہ بہت سارے علماء کرام دس درہم کے وزن کے تعلق سے سرگرداں اور پریشان نظر آتے ہیں۔ اسکی ایک بنیادی وجہ یہ بھی ہے کہ کہیں دس گرام کا تولہ ہوتا ہے۔ اور کہیں انگریزی روپیہ کے برابر۔ جسکو بھر یا بھری سے تعبیر کرتے ہیں۔ اور کہیں ۱۲ ماشہ کا تولہ۔ تو فیصلہ نہیں کر پاتے کہ کتنے تولے اور کتنے گرام بتایا جائے۔ اسی لئے میں نے ضروری سمجھا کہ مسئلہ کی شرعی وضاحت کردی جائے تاکہ فہم مسئلہ اظہر من الشمس وابین من الامس ہوجائے اور عوام کو بتانے میں کوئی جھجھک محسوس نہ ہو۔ فتاویٰ رضویہ المجلد الخامس، ص ۱۶۴ ار پر مرقوم ہے کہ

> ”دینار شرعی، ساڑے چار ماشہ بھر سونے کا تھا۔ اور سلاطین کے دینار کوئی معین نہیں، مختلف تھے۔ دینار شرعی دس درہم تھا، کہ یہاں کے دو روپے پونے تیرہ آنے اور کچھ کوڑیاں۔

اور اسی جلد کے ص ۴۹۷ ر پر ہے کہ۔ مثقال، ساڑھے چار ماشہ ہے۔ اور یہاں کا روپیہ سوا گیارہ ماشے“

اور اسی جلد کے ص ۵۰۰/وا۵۰/پر ہے کہ "کم سے کم مہر دس درہم ہے یعنی دو تولے ساڑھے سات ماشے چاندی۔ اس تولے سے جس کے حساب میں یہ انگریزی روپیہ سوا گیارہ ماشہ کا ہے نہ روپیہ بھر کا تولہ، جو بعض بلاد میں معروف ہے۔ مہر خود اس قدر چاندی ہو یا چاندی کے سوا اور کوئی شے اتنی ہی چاندی کی قیمت ہو "درمختار باب المہر ج ۱/ص ۱۹۷/پر ہے اقله عشرة دراهم فضة وزن سبعة مثاقيل مضروبة كانت اولا ولو دينا او عرضا قيمته عشرة وقت العقد في رد المحتار باب المهر ج ۲/ص ۳۳۰/ فلو سمى عشرة تبرا او عرضا قيمته عشرة تبراً الخ جو بعض بلاد میں معروف ہے۔ اور وزن کے اعتبار سے دس درہم کے دو روپے ایک اٹھنی، ایک چونی، اور ۹/ $\frac{3}{5}$ ہوئے اور اسی جلد کے ص ۵۰۲/پر ہے کہ

دس درہم یعنی تقریباً دو روپے تیرہ آنے سے کم نہ ہو۔ اور اسی جلد کے ص ۵۰۳/پر ہے کہ سب سے کم درجہ کا مہر جو شریعت میں مقرر ہے۔ تو اس صورت میں دو تولے سات ماشے، چار رتی، چاندی دینی آئیگی۔

اور اسی جلد کے ص ۵۰۴/پر ہے کہ دس درہم انگریزی روپے سے دو روپے تیرہ آنے ہوتے ہیں۔ پانچواں حصہ پیسہ کا کم۔

اور اسی جلد کے ص ۵۰۵/پر ہے کہ "شریعت میں مہر کی کم سے کم تعداد مقرر ہے کہ دس درہم سے کم نہ ہو۔ جس کے اس روپے سے کچھ کوڑیاں کم، دو روپے۔ تیرہ آنے بھر چاندی ہوئی۔ یعنی دو روپے ۱۲/آنے ۹ $\frac{3}{5}$ پائی "

اور اسی جلد کے ص ۵۰۸/پر ہے کہ "درہم شرعی، تین ماشے ایک رتی اور پانچواں حصہ رتی کا"

اور اسی جلد کے ص ۵۰۹/پر ہے کہ "دس درہم کے اس سکہ سے دو روپے۔ پونے تیرہ آنے، ایک پیسہ کا پانچواں حصہ کم "

اور اسی جلد کے ص ۵۱۱ / پر ہے کہ "دس درہم کی مقدار تقریبا دو روپے، پونے تیرہ آنے بھر ہوئی

اور اسی جلد کے ص ۵۱۳ / پر ہے کہ "دس درہم یعنی دو روپے پونے تیرہ آنے اور $\frac{3}{5}$ پائی

اور اسی جلد خامس کے کتاب المہر ص ۴۸۶ / ۴۸۷ پر امام اہلسنت ارشاد فرماتے ہیں کہ "درہم شرعی کا وزن، ۳ ماشہ ا $\frac{1}{5}$ سرخ چاندی ہے" "اور باعتبار قیمت ایک دینار شرعی، دس درہم کا تھا، تو یہاں کا انگریزی روپیہ ۱۱ / ماشہ ۲ / سرخ ہے" "تو درہم اسکا $\frac{7}{25}$ ہے کہ تجنیس کرنے سے درہم ۱۲۶ اروپیہ ۴۵۰ ہوا تو درہم روپے کا $\frac{126}{450}$ یعنی $\frac{7}{25}$ ٹھہرا۔ جسکا حاصل یہ ہے کہ ۷ / روپیہ برابر ۲۵ / درہم کے۔ یا ا / روپیہ برابر ۳ / $\frac{4}{7}$ درہم کے

پھر ڈیڑھ سطر بعد فرماتے ہیں کہ "دس درہم، اقل مقدار مہر ہے کہ ۲ / روپے ۱۲ / آنے ۹ $\frac{3}{5}$ پائی یعنی دو روپے پونے تیرہ آنے، اور پانچواں حصہ پیسے کا، کہ ساڑھے چار ماشہ سونا۔ دس درہم یعنی دو روپے ۱۲ / آنے، ۹ $\frac{3}{5}$ پائی تھا۔

متذکرہ بالا عبارات کی روشنی میں یہ واضح ہو چکا کہ ایک تو دینار و درہم کا وزن ہے۔ اور دوسری چیز ان دونوں کی قیمت، تو یہاں اقل مہر کے لینے دینے میں وزن شرعی کا اعتبار ہے۔ ان دونوں کی قیمتوں کا اعتبار نہیں۔ اور درہم شرعی کا وزن ۳ / ماشہ ا / $\frac{1}{5}$ سرخ چاندی ہے۔ تو دس درہم کا وزن ۳۱ / ماشہ ۴ / سرخ چاندی ہوئی۔ یعنی ۲۵۲ / رتی

(اور جن بلاد میں ۱۲ / ماشہ کا ایک تولہ ہے۔ یعنی روپیہ بھر تو ۹۶ / رتی کا ایک تولہ ہوا۔ اور ۲ / تولے ۱۹۲ / رتی کے ہوئے۔ اور ۶۰ / رتی برابر ۷ $\frac{1}{2}$ ماشے۔ یعنی ۲ / تولے ۷ $\frac{1}{2}$ ماشے۔ دس درہم کے مساوی ہے)

اور ہمارے بلاد میں انگریزی روپیہ سوا گیارہ ماشے کا بھر یا تولہ ہے۔ تو ۹۰ / رتی کا ایک تولہ ہوا۔ اور ۲ / تولے ۱۸۰ / رتی کے ہوئے۔ اور ۷۲ / رتی برابر ۹ / ماشے۔ یعنی ۲ / تولے ۹ / ماشے۔ دس درہم کے مساوی ہے۔

ابھی ماسبق ص ۴۸۶، ۴۸۷ پر گذرا کہ امام اہلسنت قدس سرہٗ فرماتے ہیں کہ۔ "تو درہم اسکا $\frac{۷}{۲۵}$ ہے کہ مجنس کرنے سے درہم ۱۲۶ اور روپیہ ۴۵۰ رہوا"

اسکا طریقہ یہ ہے کہ جب کسی حساب میں کسر واقع ہو، تو رفع کسر کیلئے ان دونوں کا مشترک ذواضعاف اقل نکال لیا جائے۔ تاکہ دونوں ہم مخرج ہو جائیں۔ اور یہاں بھی ایک روپیہ برابر ۳ر $\frac{۴}{۷}$ درہم ہے۔ تو یقیناً کسر واقع ہے۔ لہٰذا رفع کسر کے لئے ایک سے لیکر سات تک حساب کو بڑھانا پڑیگا۔ کیونکہ اس سے پہلے اور بعد ہر ایک میں کسر واقع ہے۔۔ مثلاً۔۔۔

۱ر روپیہ	=	۳ $\frac{۴}{۷}$
۲ر روپیہ	=	۶ $\frac{۸}{۷}$
۳ر روپیہ	=	۹ $\frac{۱۲}{۷}$
۴ر روپیہ	=	۱۲ $\frac{۱۶}{۷}$
۵ر روپیہ	=	۱۵ $\frac{۲۰}{۷}$
۶ر روپیہ	=	۱۸ $\frac{۲۴}{۷}$
۷ر روپیہ	=	۲۱ $\frac{۲۸}{۷}$
۲۱ + ۴ $\frac{۲۵}{۷}$	=	$\frac{۷}{۲۵}$ معکوس بحساب کسر

تو یہاں سات روپے میں پہونچ کر حساب کی تقطیع ہو جاتی ہے۔یعنی سات کو چار بار ضرب دیجئے۔تو اٹھائیس کا عدد برابر مقطوع۔اور اکیس عدد صحیح میں چار جوڑ دیجئے۔تو مجموعہ پچیس کا عدد نکل آیا۔اور بحساب قدیم کسر مقلوب یعنی عکس کر دیجئے۔کیونکہ درہم زیادہ ہے۔اور روپیہ کم۔تو حاصل اب ان دونوں کا مشترک ذواضعاف اقل نکال لیجئے۔یعنی ایک ایسا عدد مشترک نکال لئے جو ۷/۲۵ کو برابر تقسیم کر دے۔وہ ہے ۴۵۰؍کا عدد۔اور ۱۸؍سے ۷؍کو ضرب دیجئے۔تو ۱۲۶؍ہوئے۔یعنی ایک سو چھبیس روپے اور ۱۸؍سے ۲۵؍کو ضرب دیجئے۔تو ۴۵۰؍ہوئے چار سو پچاس درہم جو ایک سو چھبیس روپے کے مساوی ہے۔مثلاً۔۔۔ ۷/۲۵ و ۱۲۶/۴۵۰

۲۵ ÷ ۴۵۰ = ۱۸

۴۵۰ ÷ ۴۵۰ = ۱

۷/۲۵ ۱۲۶/۴۵۰ = (۷ × ۱۸)/(۲۵ × ۱۸)

۷؍۶۳؍۱۲۶)۴۵۰(۳

۳۷۸

×۷۲

۳۶

۴

مذکورہ عدد یعنی ۷/۲۵ کا مجنس ۱۲۶/۴۵۰ ہی ہو سکتا ہے۔دوسرے اعداد کو مجنس کرنے کی کوشش کی جائے۔تو ایک روپیہ برابر ۳؍ ۴/۷ درہم نہیں ہو سکتا۔جو حساب داں پر مخفی نہیں ہے۔

امام اہلسنت مجدد اعظم قدس سرہٗ کی ماسبق تحریر سے یہ معلوم ہو چکا ہے کہ، ایک درہم شرعی کا وزن

۳ماشہ ۱/ $\frac{۱}{۵}$ ہے تو ۱۰/درہم × ۳/ماشہ ۱/ $\frac{۱}{۵}$ = ۳۱/ماشہ ۴/رتی ہوئے یعنی ۲۵۲/رتی۔

اور ۳۱/ماشہ ۴/رتی برابر ۲/روپے ۱۲/آنے ۹ $\frac{۳}{۵}$ پائی۔

اور یہاں کا انگریزی روپیہ سوا گیارہ ماشے کا ہے یعنی ۱۱٫۶۶۴/گرام

۱۱٫۶۶۴ ×۲ = ۲۳٫۳۲۸ گرام = ۲/ تولہ

۲روپے

۲۳٫۳۲۸ (۲/روپے)	+	۸٫۷۴۸ (۱۲ آنہ)	=	۳۲٫۰۷۶ گرام (۲روپے ۱۲/آنہ)
۳۲٫۰۷۶ (۲روپے ۱۲/آنے)	+	۰٫۳۶۴۵ (۶/پائی)	=	۳۲٫۴۴۰۵ گرام (۲/روپے ۱۲ آنہ ۶/پائی)
۳۲٫۴۴۰۵ (۲/روپے ۱۲ آنہ ۶/پائی)	+	۰٫۱۸۲۲۵ (۳/پائی)	=	۳۲٫۶۲۲۷۵ گرام (۲/روپے ۱۲ آنہ ۹/پائی)
۳۲٫۶۲۲۷۵ (۲/روپے ۱۲ آنہ ۹/پائی)	+	۰٫۰۳۶۴۵ ($\frac{۳}{۵}$ پائی)	=	۳۲٫۶۵۹۲۰ گرام (۲/روپے ۱۲/آنہ ۹ $\frac{۳}{۵}$ گرام)

یعنی جدید وزن کے حساب سے ۳۲ گرام ۶۵۹/ملی گرام چاندی ۲روپے ۱۲آنے ۹ $\frac{۳}{۵}$ پائی کے مساوی ہے۔اور یہی دس درہم کا وزن ہے اور اعلیٰ حضرت امام اہلسنت مجدد اعظم قدس سرہٗ کے متذکرہ بالا تمام اقوال کے تقریباً برابر ہے اور یہی شرع شریف کو اقل مہر سے مطلوب ہے ۱۲۔ واللّٰہ تعالیٰ اعلم بالصواب وعلمہٗ جلّ مجدہ اتم واحکم بالجواب

کتبہ:۔ فقیر محمد ناظر اشرف قادری بریلوی غفرلہ القوی

خادم دار العلوم اعلیٰ حضرت رضا نگر کلمنا ناگپور مہاراشٹر

۸۶/۹۴ھ

کیا فرماتے ہیں مفتیان ذی شان کہ مہر فاطمی کی حقیقت واصلیت کیا ہے؟ اسکی توضیح تلویح فرما کر عند اللہ ماجور ومثاب ہوں گے۔ میں نے فتاوی رضویہ میں پڑھا ہے کہ مہر فاطمی اسار مثقال ہے۔ ... علاقہ کے بعض علمائے کرام جواب بالتصریح کے طالب ہیں حضور والا سے امید کیجاتی ہے کہ مفصل ومدلل جواب دیں گے۔

خادم القوم (مفتی) عبد القیوم قادری امدراس انڈیا

۸۶/۹۴ھ الجواب بعون الملک العزیز العلام الوہاب

اس سوال کا تفصیلی جواب یہ ہے کہ [illegible] ماشے کے مساوی ہے

[illegible] رتی کے مساوی ہے۔

[illegible] ماشے [illegible] رتی کے برابر ہے۔ جو بحساب انگریزی مروج روپیہ [illegible] کے برابر ہے۔

[illegible] = [illegible] مثقال

[illegible] × [illegible] روپے بھر = اسار مثقال۔

یا یوں بھی حساب کر سکتے ہیں

اسار ÷ [illegible] = [illegible]

حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا مہر شریف چار سو مثقال چاندی تھا

باسمہ تعالیٰ

حضور حکیم الملت محقق عصر استاذی المحترم مفتی صاحب قبلہ۔۔۔۔۔السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ
امید قوی ہے کہ مزاج ہمایوں بخیر وعافیت ہوگا۔ حضور مندرجہ ذیل کے تعلق سے آپ ہماری رہنمائی فرمائیں۔

کہ ہمارے علاقے اتر دیناج پور و بہادر گنج ضلع کشن گنج بہار میں جو مہر فاطمی کا رسم ورواج چلتا ہے اسکی حقیقت ونوعیت کیا ہے؟ کچھ لوگ مہر فاطمی باندھتے ہیں اور اسکا معنیٰ دس درہم چاندی کو سمجھتے ہیں۔ اور ہمارا کہنا ہے کہ مہر فاطمی دس درہم نہیں تھا۔ لیکن ہمارے علاقے میں دو، تین مولانا ہم سے بحث ومباحثہ کرنے لگے۔ میں نے کئی مفتیان کرام سے اس تعلق سے عرض کیا تو بعض مفتیان کرام نے مہر فاطمی کی مقدار دس درہم چاندی بتایا اور بعض ذوی الافہام مفتیان عظام نے تین سو یا چار سو مثقال چاندی مہر فاطمی بتایا۔ بہت پرانی بات ہے اسلئے ٹھیک سے یاد نہیں۔ اصل میں اسکی تحقیق کیا ہے؟ دیوبندیوں کی کتابوں سے نہیں بلکہ سرکار اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ والرضوان کے فتاویٰ رضویہ سے جواب عنایت فرما کر خلجان کو دور فرمائیں گے۔ اور یہ بھی بتادیں کہ حضور اکرم نور مجسم ﷺ کے ازواج مطہرات جو جملہ مومنین کی مائیں ہیں ان کے مہر شریف کیا کیا تھے؟ کیا سب امہات المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنھن کے مہر شریف یکساں تھے یا علیحدہ علیحدہ؟ اسکو اجمالاً بیان فرما کر کرم ونوازش فرمائیں گے۔

فقط والسلام

آپکا شاگرد (مفتی) محمد تراب الدین رضوی

بانی ومہتمم دار العلوم غوثیہ رضویہ اشرف نگر ہنگولی گیٹ ناندیر مہاراشٹر

۷۸۶/۹۲ الجواب بعون الملک العزیز العلام الوہاب

صورت مستفسرہ میں مہر فاطمی دس درہم ہرگز نہیں بلکہ یہ مہر کا اقل درجہ دس درہم چاندی ہے اور حضرت بتول زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا مہر شریف چار سو مثقال چاندی تھا کہ یہاں کے ایک سو ساٹھ روپے بھر ہوئے۔ اور اکثر ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنھن جمیعاً کے مہر شریف پانچسوں درہم تھے، کہ یہاں کے ایک سو چالیس روپے چاندی کے ہوئے۔ اور حضرت ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے مہر شریف میں دو روایتیں ہیں ایک روایت میں چار ہزار درہم جو یہاں کے گیارہ سو بیس روپے چاندی کے ہوئے۔ اور دوسری روایت میں چار ہزار دینار جو یہاں کے گیارہ ہزار دو سو روپے چاندی کے ہوئے کما قال الامام احمد رضا الحنفی القادری البرکاتی البریلوی رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ فی فتاویٰ الرضویہ المجلد الخامس ص ۱۶۴/ وایضاً ص ۴۸۰/ کتاب النکاح باب المھر فی مھر بتول الزھرا فاطمۃ بنت رسول اللّٰہ صلوات اللّٰہ وسلامہ علیٰ ابیھا الکریم وعلیھا قال الامام احمد رضا القادری فی جواب سوال فارسی

''کہ مہر سرادق عفت فلک رفعت کنیزان درگاہ طہارت پناہ حضرت بتول زہرا صلوات اللّٰہ وسلامہ علیٰ ابیھا الکریم وعلیھا باشد آنجا چار صد مثقال سیم کہ بسکۂ وقت یکصد وشصت روپیہ است'' یعنی سیدۃ النساء فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا مہر شریف چار سو مثقال چاندی تھا جو آجکل کے حساب سے ایک سو ساٹھ روپے چاندی کے ہوئے۔ وایضاً قال الامام احمد الرضا القادری البریلوی فی ھذا المجلد ص ۴۹۷/ بتمام تحقیقہ

''پس حاصل یہ قرار پایا کہ اصل مہر کریم جس پر مہر اقدس واقع ہوا چار سو مثقال چاندی تھی۔ لہذا علمائے سیر نے اس پر جزم فرمایا مرقاۃ میں ہے ذکر السید جمال الدین المحدث فی روضۃ الاحباب ان صداق فاطمۃ رضی اللّٰہ تعالیٰ عنھا کان اربعمائۃ مثقال فضۃً

وكذا ذكره صاحب المواهب الخ

زرہ برسم پیشگی وقت زفاف دی گئی کہ بحکم اقدس چارسواسی درہم کو بکی۔ وبه ظهر مالى قول العلامة المحب الطبرى يشبه ان العقد وقع على الدرع وانما حقه ان يقال ان المعجل كانت الدرع ولعل حامله عليه ذهوله عن حديث المثاقيل المصرح بان العقد انما وقع عليها لا على الدرع ولا على الدراهم ولذا لم يذكر الا قولين كمارايت مثقال ساڑھے چار ماشہ ہے اور یہاں کا روپیہ سوا گیارہ ماشے تو چارسو مثقال کے پورے ایک سو ساٹھ روپے ہوئے۔
فاحفظه فلعلك لاتجد هذا التحرير فى غير هذا التحرير

مذکورہ بالا تفاصیل کی روشنی میں آپکی تفہیم کیلئے مزید برآں کوئی حاجت نہیں مگر پھر بھی تحریر کرتا ہوں

ایک مثقال چاندی ساڑھے چار ماشے چاندی کے مساوی ہے۔

$\frac{1}{2}$ ۴ ماشے = ۳۶ رتی کے مساوی ہے۔

$\frac{1}{2}$ ۱۱ ماشے = ۹۰ رتی کے برابر ہے جو بحساب انگریزی مروج روپیہ سوا گیارہ ماشے کے برابر ہے۔ یعنی ۱۱٫۶۶۴ گرام چاندی کے برابر ہے۔

۹۰ ÷ ۳۶ = ۲.۵ مثقال

۲.۵ × ۱۶۰ روپے چاندی = ۴۰۰ مثقال

یایوں بھی حساب کر سکتے ہیں

۴۰۰ ÷ ۲.۵ = ۱۶۰/ روپے چاندی

۱/ مثقال ساڑھے چار ماشے کے مساوی ہے جو ۳۶ رتی کے مساوی ہے۔ (ماسبق میں گذرا)

۲/ مثقال = ۹ ماشے جو ۷۲ رتی کے مساوی ہے۔

آدھا مثقال سوا دو ماشے ۱۸ رتی کے مساوی ہے۔

۷۲ +۱۸ = ۹۰ رتی۔ یعنی ایک روپیہ انگریزی مروج جو سوا گیارہ ماشے کا ہے جو آجکل کے حساب سے ۶۶۴ء۱۱ گرام چاندی ہے۔ جو علم الحساب چکرورتی ص ۲۰۴ ار کے مطابق

۱۲ چھٹانک یا ۸۰ تولہ = ار سیر۔

لہذا موجودہ کیلوگرام کے حساب سے ایک کیلو آٹھ سو چھیاسٹھ گرام چوبیس ملی گرام چاندی سیدۃ النساء فاطمۃ الزہرا بنت رسول اللہ صلوات اللّٰہ وسلامہ علیٰ ابیھا الکریم وعلیھا کا تھا۔ جوزرہ کی قیمت اس وقت بازار میں تھی اور بعوض مہر فروخت ہوئی تھی واللّٰہ تعالیٰ اعلم بالصواب وعلمہ جلّ مجدہٗ اتم واحکم بالجواب

کتبــہ

فقیر محمد ناظر اشرف قادری بریلوی غفرلہ القوی

خادم دار الافتاء دار العلوم اعلیٰ حضرت رضا نگر کلمنا ناگپور

كتاب الطلاق

تین طلاقیں دینے سے بیوی نکاح سے فوراً نکل جاتی ہے

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں

زید نے اپنی بیوی ہندہ کو دوطلاق دی اور ہندہ غصے میں میکے چلی آئی، تقریباً ڈھائی ماہ میکے میں گزاری اور ہندہ کے والد فتویٰ لے آئے، فتویٰ کے تحت ہندہ کو سسرال چلے جانے کو کہا گیا۔ ہندہ سسرال چلی گئی اور سسرال میں چار ماہ گزاری پھر زید نے ایک طلاق دی۔ اور ہندہ میکے چلی گئی ہندہ میکے میں پھر دو ماہ گزارنے کے بعد سسرال چلی گئی۔ تو کیا اس حالت میں ہندہ پر تینوں طلاقیں واقع ہوئیں یا نہیں؟

برائے کرم جواب عنایت فرمائیں عین نوازش ہوگی۔

فقط والسلام۔ المستفتی حاجی شفیع کلمنا مارکیٹ ناگپور مہاراشٹر

۷۸۶/۹۲ الجواب بعون الملک العزیز العلام

صورت مسئولہ میں برصدق سائل اگر واقعی زید نے دوطلاقیں صریح پہلے دی تھیں اور ایک طلاق صریح چند ماہ بعد دی تو مجموعی طور پر تین طلاقیں واقع ہوگئیں۔ زید اور ہندہ فوراً علیحدہ ہو جائیں کیونکہ زید کی بیوی اس پر ہمیشہ ہمیشہ کیلئے حرام ہوگئی۔ اب بغیر حلالہ حلال نہیں ہوسکتی۔ بقولہ تعالیٰ فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهٗ مِنْ بَعْدُ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهٗ (پ ۲ ، ع ۱۲) واللّٰہ تعالیٰ اعلم بالصواب اتم واحکم بالجواب ۔۔

کتبہ:۔ فقیر محمد ناظر اشرف قادری بریلوی غفرلہ القوی

خادم دار الافتاء دار العلوم اعلیٰ حضرت رضا نگر کلمنا ناگپور ۲۶ مہاراشٹر

فاحشہ وفاجرہ عورت کو طلاق دینی مستحب ہے

مکرمی قبلہ مفتی صاحب! السلام علیکم

ذیل کا فتویٰ دیکر حل کرنے کی زحمت کریں۔

(۱) میری اہلیہ، زکیہ، پروین کے اسی محلے کے رہنے والے غیر مرد کے ساتھ ناجائز تعلقات تھے۔ میری غیر حاضری میں وہ لڑکا گھر آیا جایا کرتا تھا۔ میں نے اس کو اور اہلیہ کو ڈانٹ پھٹکار کیا اور دونوں کو میری غیر حاضری میں ملنے سے منع کیا پھر بھی ان کا یہ فعل شروع تھا۔ لیکن ایک دن وہ اسی غیر مرد (غیر مذھب) کے ساتھ رات کے اندھیرے میں میری اجازت کے بغیر میرے ایک بچہ کو بھی لیکر گھر سے باہر چلی گئی۔ اور تین بچے میرے پاس چھوڑ گئی۔ اس غیر مرد کے ساتھ باہر رہتی ہے۔ اس غیر مرد سے اس کو ایک بچی پیدا ہوئی اس بات کو چار ماہ کا عرصہ ہوا۔ اب وہ میرے پاس واپس آنا چاہتی ہے۔ کیا وہ میرے نکاح میں ہے؟ یا نکاح سے باہر ہوگئی؟ شرعی حکم معلوم کرائیں۔

(۲) اگر وہ نکاح سے باہر ہوگئی تو اس کو مہر دینا ضروری ہے کیا؟ اور اس کو طلاق دینا ضروری ہے کیا؟

(۳) اگر وہ نکاح سے باہر نہیں ہوئیں تو اس کو واپس رکھنا ضروری ہے کیا؟ کیونکہ اس کی حرکتوں سے اب مجھے نفرت ہوگئی ہے۔

فتویٰ کا طالب:۔ شیخ رشید الدین، شیخ بنے صاحب۔ ساکن پلگاوہ ضلع وردھا۔
شاشتری نگر، تیل گھانی لین، فیل کی چال وارڈ ۷؍۱

۸۶/۹۲

الجواب بعون الملک الوھّاب

(۱) صورت مسئولہ میں شرعی حکم یہ ہیکہ عورت بلا اجازت گھر سے باہر چلی جائے، یا زنا کی مرتکب ہو

جائے، جب بھی نکاح سے باہر نہیں ہوتی، تا آنکہ طلاق بائن، یا طلاق مغلظہ نہ دے دی جائے۔ کما قال اللہ تعالیٰ وَالّٰتِیْ تَخَافُوْنَ نُشُوْزَ هُنَّ فَعِظُوْ هُنَّ الآية(پ۵/ع۳)

ای تخافون تعلمون ومن النشوز الخروج بلا اذن. کیونکہ نکاح کی گرہ مرد کے ہاتھ میں ہے۔ کماقال اللہ عزّ وجلّ بِيَدِهٖ عُقْدَةُ النِّكَاحِ (پ۲/ع۱۵)اور ارشاد ربانی ہے وَالّٰتِیْ يَاتِيْنَ الْفَاحِشَةَ مِنْ نِّسَائِكُمْ(پ۴ع۱۳) ای سماهن مع ذالک نساء هن

(جواب۲،۳) مہر عورت کا حق ہے، وہ بہر حال مہر پائیگی۔ جیسا کہ درمختار کتاب النکاح باب المھر ص۱۶۹ میں ہے ۔ان المهر وجب بنفس العقد الخ. وانه يتاكد لزوم تمامه بالوطی ۔اور ہاں فاحشہ وفاجرہ عورت کو طلاق دینی واجب نہیں، بلکہ مستحب ہے۔ جیسا کہ درمختار فصل فی المحرمات ج۱/ص۱۹۰/میں ہے لا يجب على الزوج تطليق الفاجرة اور ردالمحتار کتاب الطلاق جزء رابع ص۳۱۵/میں بل يستحب لو موذية کے تحت ہے۔ اطلقه فشمل الموذية له او لغيره بقولها او بفعلها . واللہ تعالیٰ اعلم.

کتبہ:۔ فقیر محمد ناظر اشرف قادری بریلوی غفرلہ القوی

خادم دار الافتاء دار العلوم اعلیٰ حضرت رضا نگر کلمنا ناگپور ۲۶ مہاراشٹر

معمولی غصہ وقوع طلاق میں مانع نہیں

کیا فرماتے ہیں علمائے دین مفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں

زید نے ہندہ کو غصے میں آکر تین بار طلاق طلاق طلاق کہدیا جبکہ ہندہ چار مہینے کی حاملہ تھی۔ اور پھر زید ہندہ سے دوبارہ نکاح کرنا چاہتا ہے۔ قرآن وحدیث سے جواب عنایت فرمائیں۔

المستفتی:۔ (مولانا) محمد مستعد عالم جامع مسجد ساونیر ناگپور مہاراشٹر

۹۲/۸۶ الجواب بعون الملک العزیز العلام

صورت مسئولہ میں زید کی بیوی ہندہ پر تین طلاقیں مغلظہ واقع ہوگئیں اور اس کی بیوی اس پر ہمیشہ ہمیش کیلئے حرام ہوگئی۔ اب بغیر حلالہ حلال نہیں ہوسکتی۔ بقولہ تعالیٰ فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهٗ مِنْ بَعْدُ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهٗ (پ ۲ ع ۱۳) اور حاملہ کی عدت وضع حمل ہے۔ ارشاد خداوندی ہے۔ وَاُولَاتُ الْاَحْمَالِ اَجَلُهُنَّ اَنْ يَّضَعْنَ حَمْلَهُنَّ (پ ۲۸ ع ۱۷) زید کے چاہنے سے کچھ نہیں ہوسکتا ہاں اگر ہندہ پھر پہلے شوہر سے نکاح کرنا چاہتی ہے تو بعد وضع حمل ہندہ سنی صحیح العقیدہ مسلمان سے نکاح کرے، وہ شوہر ہندہ سے وطی بھی کرے پھر وہ اپنی راضی خوشی سے ہندہ کو طلاق مغلظہ دے۔ پھر ہندہ بعد طلاق مغلظہ عدت گزارے، اس کے بعد ہندہ شوہر اول زید سے نکاح کرسکتی ہے۔ معمولی غصہ وقوع طلاق میں مانع نہیں، جب تک جنون کی حد تک نہ پہونچ جائے۔ اور عقل میں خلل نہ آجائے ۱۲/ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب وعلمہٗ جل مجدہ اتم واحکم بالجواب۔

کتبہ: فقیر محمد ناظر اشرف قادری بریلوی غفرلہ القوی

خادم دار الافتاء دار العلوم اعلیٰ حضرت رضا نگر کلمنا ناگپور ۲۶ مہاراشٹر

ایک ساتھ تین طلاقیں دینا طریقۂ احسن وحسن نہیں لیکن ایک ساتھ تین طلاق کا واقع ہو جانا باجماع جمہور صحابہ وتابعین وائمہ اربعہ ہے

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں

کہ ناصر حسین کی شادی نصرت پروین کے ساتھ ۲۰۱۵ء میں بالاگھاٹ سے ہوئی تھی تقریباً دو سال زندگی اچھی خاصی گذری لیکن اس کے بعد سے جھگڑا شروع ہو گیا یہاں تک کہ ناصر حسین نے اسے ایک مہینہ کیلئے اسکے میکے چھوڑ دیا پھر سمجھا بجھا کر، ناصر حسین لیکر آیا پھر کچھ دنوں کے بعد پہلے جیسی حالت پیدا ہوئی ناصر حسین نے اپنی بیوی نصرت پروین کو ایک لفظ میں تین طلاقیں دے دیں اور یہ کہا کہ جا تجھے تین طلاق دیتا ہوں، اب نصرت پروین اپنے میکے میں ہے۔ لہذا حضور مفتی صاحب قبلہ دریافت یہ ہے کہ ناصر حسین کی بیوی نصرت پروین پر طلاق واقع ہوگی یا نہیں؟ کتنی ہوگی؟ میں نے ایک مولوی صاحب سے پوچھا کہ طلاق ہوئی یا نہیں تو انھوں نے کہا کہ ایک ساتھ تین طلاق دینے سے نہیں ہوتی، لہذا اب آپ بتائیں کہ طلاق ہوئی یا نہیں؟ نصرت پروین اور ناصر حسین کے حلال ہونے کی کیا صورت ہے؟

برائے مہربانی جلد از جلد جواب عنایت فرما کر بذریعہ ڈاک روانہ فرمائیں عین نوازش ہوگی۔

فقط والسلام: المستفتی

محمد جہانگیر حسین، بالاگھاٹ، ایم پی

الجواب بعون الملک العزیز العلام

صورت مسئولہ میں اگر واقعی ناصر حسین نے اپنی زوجہ کو ایک ساتھ تین طلاقیں دیں، تو ایک ساتھ تین طلاقیں دینا احسن وحسن طریقہ نہیں، گناہ ہے مگر مانع وقوع طلاق نہیں۔ ناصر حسین کی زوجہ پر طلاق مغلظہ واقع ہوگئی، اب بغیر حلالہ حلال نہیں ہوسکتی بقولہ تعالیٰ فَإِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهُ مِنْ بَعْدُ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهُ (پ ۲/ ع ۱۳) اور جیسا کہ سنن ابوداؤد شریف کتاب الطلاق باب اللعان ص ۳۰۶/ پر فلما فرغا قال عویمر کذبت علیها یارسول الله ﷺ ان امسکتها کے تحت فطلقها ثلاث تطلیقات عند رسول الله صلیٰ الله علیه وسلم فانفذه رسول الله صلیٰ الله علیه وسلم ہے۔ نیز فتاویٰ رضویہ المجلد الخامس ص ۶۲۷/ میں ہے "کہ ایک ساتھ تین طلاق کا واقع ہونا باجماع جمہور صحابہ وتابعین وائمہ اربعہ ہے" (ملخصاً)

اور متذکرہ بالا حوالوں کی روشنی میں ایک ساتھ تین طلاق کا وقوع ونفاذ ثابت ہوگیا۔ اور اس مولوی کا یہ کہنا کہ "ایک ساتھ تین طلاق دینے سے طلاق واقع نہیں ہوتی" کیونکر درست ہوگا؟ اسکے نرا جاہل ہونے پر دال، اور بغیر علم کے فتویٰ دینا، مسئلہ بتانا حرام۔ اگر بالفرض اس کو اس کا علم ہو پھر بھی غلط مسئلہ بیان کرنے کی وجہ سے گناہ میں مبتلا ہوا۔ اسی لئے اس پر توبہ ضروری ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب ......

کتبہ: ابومحامد غزالی غفرلہ القوی

مدرس دارالعلوم اعلیٰ حضرت رضا نگر کلمنا ناگپور

بسمہ تعالیٰ

ماشاء الله ما قاله الفاضل الشاب فهو حق

فقیر محمد ناظر اشرف قادری بریلوی غفرلہ القوی

بلا وجہ شرعی طلاق دینا خدا اور رسول جل علا وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو سخت ناپسند ومکروہ ہے

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام ومفتیان شرع متین میرے اس مسئلہ میں کہ

میں احفاظ خاں ولد حیدر خاں میری شادی ۱۷ اپریل ۲۰۰۵ء کو ہوئی۔ پر ڈھائی مہینہ تک میری بیوی سے ہمبستری نہیں ہوئی۔ ایک کمرے میں رہنے پر بھی لڑکی نے کچھ کرنے نہیں دیا۔ ہمارا ولیمہ دو روز بعد تھا شادی کی رات سے ڈھائی مہینے تک اس نے ہمبستری نہیں کی۔ لڑکی کے ماں باپ نے کہا کہ لڑکی کو کسی نے بتایا نہیں، لڑکی کو میں نے سمجھایا بتایا میری بھابھیوں نے بتایا، باجی نے سمجھایا، امی نے سمجھایا، لڑکی کی ماں کو بتایا اس نے بھی سمجھایا پر وہ نہیں مانی۔ اور وجہ کیا ہے پتہ نہیں۔ لڑکی کے باپ نے پوچھا تو لڑکی نے کہا کہ مجھے معلوم نہیں کسی نے بتایا نہیں، لڑکی بالغ ہے ۱۸ ر سال کی ہے۔ اور اس نے میرے بنا اجازت بچہ نہ ہونے کی سترہ گولیاں بھی کھائی، لڑکی پڑھی لکھی ہے۔ قرآن کریم کی تعلیم یافتہ ہے۔ مڑک (۱۰ کلاس) پاس ہے، چالاک ہے۔ میں نے لڑکی کو بھی مارا نہیں۔ کبھی پریشان نہیں کیا۔ لڑکی آنا چاہتی ہے پر مجھے طلاق دینا ہے مہر 11786 ر ہے تو کیا مہر ادا کرنا پڑے گا۔ اور کتنی کرنا پڑے گا۔ [یہ سوال ناقص ہے]

فقط والسلام:

احفاظ خاں نزد مسجد کرنل باغ۔ ناگپور

۸۶/۹۲ الجواب بعون الملک الوھاب

صورت مسئولہ میں بلا وجہ شرعی طلاق دینا خدا اور رسول جل علیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو سخت ناپسند ومکروہ ہے۔ ارشاد صاحب لولاک ﷺ ہے۔ ابغض الحلال الی اللہ الطلاق (مشکوٰۃ المصابیح باب الخلع

والطلاق ص ۲۸۳) اب جبکہ لڑکی شوہر کے پاس رہنا چاہتی ہے تو اسے اپنا لینے میں حرج کیا ہے؟ ہاں اگر احفاظ خاں کو اس لڑکی سے نباہ کی کوئی صورت نظر نہیں آتی ہے تو اسے اختیار ہے کہ طلاق دیدے۔ قال تعالی بِيَدِهٖ عُقْدَةُ النِّكَاحِ (پ۲ رع ۱۵)۔ اگر طلاق دے تو برصدق سائل واقعی کسی مانع شرعی یا حسی یا طبعی کی وجہ سے خلوت صحیحہ نہیں ہو پائی ہے۔ تو نصف مہر لازم ہے۔ ردالمحتار علی الدر المختار الجزء الرابع ص ۱۷۱ او ۱۷۲ میں ہے۔ ويجب نصفه بطلاق قبل وطئ او خلوة اور اگر خلوت صحیحہ متحقق ہوگئی ہے تو اس صورت میں پورا مہر لازم ہوگا۔ کما فی الخانية المجلد الاول ص ۳۹۸/ وبعد ما صحت الخلوة كان لها كل المهر اور دونوں ہی صورت میں خواہ خلوت صحیحہ ہو یا نہ ہو بعد طلاق تین حیض سے عدت گزارنا لازم ہے۔ قال الله تعالیٰ وَالْمُطَلَّقٰتُ يَتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ ثَلٰثَةَ قُرُوْٓءٍ (پ۲ رع ۱۲)

اور ردالمحتار میں ہے۔ وجوبها من احكام الخلوة سواء كانت صحيحة او لا۔ اگر عورت کو حیض نہیں آتا ہو تو اس کی عدت تین ماہ ہے۔ کما هو مصرح فی کتب الفقه اور عورت کی عدت کا نفقہ شوہر کے ذمہ ہے جیسا کہ خانیہ جلد اول ص ۴۴۰ پر ہے کہ المعتدة عن الطلاق تستحق النفقة والسكنى والله تعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہ:۔ فقیر محمد ناظر اشرف قادری بریلوی غفرلہ القوی

خادم دارالافتاء دارالعلوم اعلیٰ حضرت رضا نگر کلمنا ناگپور ۲۶ مہاراشٹر

طلاق مغلظہ سے عورت ہمیشہ ہمیش کیلئے نکاح سے نکل جاتی ہے

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام ومفتیان شرع عظام مسئلہ ذیل میں

کہ زید نے ہندہ سے نکاح کیا۔ کچھ دنوں تک زندگی اچھی گزری۔ پھر دونوں کی زندگی پریشانی میں آ گئی اور بلا کسی عذر شرعی کے ہندہ نے طلاق مانگنا شروع کر دیا کہ میں تمہارے ساتھ رہنا نہیں چاہتی۔ میرا سامان مجھے دیدو۔ میں نے اپنا مہر معاف کر دیا۔ حتیٰ کہ کئی لوگ جمع ہو گئے۔ بالآخر زید نے سب کے روبرو تین طلاقیں دیدیں۔ اور اس کا پورا سامان بھی دیدیا۔ ہندہ پورے سامان کے ساتھ گھر چلی گئی۔ کچھ روز گزرنے پر کہتی ہے مجھے مہر چاہئے۔ اور کبھی کہتی ہے میں رہنا چاہتی ہوں۔ زید کا کہنا ہے کہ میں نے طلاق مغلظہ دیدیا ہے۔ اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ کیا زید کو ہندہ کا مہر دینا ضروری ہے؟ جبکہ ہندہ نے مہر معاف کر دیا ہے۔ اور اس بات کے کئی گواہان بھی موجود ہیں کیا بار دیگر ہندہ زید کے گھر بغیر حلالہ کے رہ سکتی ہے؟ کتاب وسنت کی روشنی میں مدلل ومفصل جواب دیکر عنداللہ ماجور ومثاب ہوں۔

فقط والسلام:۔ شیخ شیر و شیخ اسماعیل شطرنجی پورہ

بغدادیہ اکھاڑہ کے پاس

۸۶/۹۲ الجواب بعون الملک الوهاب

صورت مسئولہ میں بر صدق سائل وصحت سوال اگر طلاق مغلظہ دی ہے، تو زید کی بیوی ہندہ اس پر ہمیشہ ہمیش کیلئے حرام ہوگئی۔ اب بغیر حلالہ حلال نہیں ہوسکتی۔ بقولہ تعالیٰ فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهٗ مِنْۢ بَعْدُ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهٗ (پ ۲/ ع ۱۳) اب رہا دین مہر کا معاملہ تو صورت مسئولہ میں تعلیق بالشرط نہیں ہے اس لئے بالغہ عورت کے مہر معاف کرنے کی صورت میں اب عورت مہر کی حقدار نہیں۔ اور جبکہ

شہادات شرعیہ موجود ہیں تو عند القضاۃ بھی دعویٰ بے اصل ہے۔ جیسا کہ بزازیہ میں ہے۔ **تعلیق الهبة بان باطل** اور **الاشباہ والنظائر الجزء الثالث فصل فی القول والتعلی ق ص ۷۶ ا** رمیں ہے۔ **تعليق التمليكات والتقييدات بالشرط باطل كالبيع والهبة والابراء والنكاح وغيره.** ہاں اگر ہندہ نابالغہ ہے تو خود اس کے مہر معاف کرنے سے بھی معاف نہیں ہوسکتا۔ **كما ثبت في العطايا النبوية المجلد الخامس . والله تعالىٰ اعلم بالصواب**

کتبہ:۔ فقیر محمد ناظر اشرف قادری بریلوی غفرلہ القوی

خادم دارالافتاء دارالعلوم اعلیحضرت ناگپور

میری بیوی طلاق شدہ ہے پر دستخط کرنے سے کتنی طلاق واقع ہوگی؟

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں

کہ میری بیوی شاہ جہاں پانچ سال سے میکے میں جا کر بیٹھ گئی۔ اور مجھ سے کھانا خرچہ مانگنے لگی۔ اس پر میں نے کہا کہ میں کھانا خرچہ نہیں دیتا ہوں۔ تم میرے گھر میں رہو۔ اس پر میری بیوی نہیں مانی اور ایک وکیل سے ایک کاغذ بنایا جس میں وکیل نے اپنی طرف سے کھانا خرچے کا مطالبہ کیا۔ تو میں نے اپنے وکیل سے اس کے نوٹس کا جواب اس طور پر دیا کہ میری طلاق شدہ بیوی ہے۔ میں کھانا خرچہ نہیں دے سکتا کیا اس صورت میں میری بیوی پر کتنی طلاقیں واقع ہوگئیں؟ اور کیا میری بیوی میرے نکاح سے نکل گئی؟ شریعت کی روشنی میں جواب دیں۔ نوٹس کے وقت صرف کچہری کے چکر اور میکے میں خرچ نہ دینے کی وجہ سے سائن (دستخط) کردیا میری نیت طلاق دینے کی نہیں تھی۔ میں نے اپنے منہ سے طلاق بھی نہیں بولا۔

شیخ شہید۔ ہیوری لے آؤٹ مسجد کے سامنے، ناگپور

۹۲/۸۶ء الجواب بعون الملک الوھّاب

صورت مسئولہ میں شاہجہاں پر ایک طلاق رجعی واقع ہوگئی۔ اور سائل شیخ شہید جو شاہجہاں کا شوہر ہے اس کے بیان کے مطابق وکیل کے بنائے ہوئے طلاق نامہ پر کئی سال پہلے سائن یعنی (دستخط) کردیا تھا اور دستخط کے وقت شاہجہاں کا شوہر شیخ شہید اتنے غصے کی حالت میں بھی نہ تھا کہ عقل زائل ہوگئی ہو، تو اس صورت میں عدت گزر جانے کے بعد نکاح جدید کرلے۔ حلالہ کی کوئی ضرورت نہیں۔ کما ھو حکم المعروف وثبت الحکم فی الفتاویٰ الرضویہ الجلد الخامس ۲ ۱ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

کتبہ: فقیر محمد ناظر اشرف قادری بریلوی غفرلہ القوی

خادم دار الافتاء دار العلوم اعلیٰ حضرت رضا نگر کلمنا ناگپور ۲۶ مہار اشٹر

طلاق مغلظہ کے بعد شوہر اول کیلئے حلال ہونے کی صورت

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں

کہ زید نے اپنا معمول بنالیا اور متعدد بار اپنی بیوی ہندہ سے کہا کہ میں تجھے طلاق دے دونگا۔ میں تجھے طلاق دیتا ہوں۔ پھر ایک دن غصہ میں آکر کہا میں نے تجھے طلاق دی دو طلاق۔ یہ کہکر اپنے گھر سے فرار ہوگیا اور آج تک گھر واپس نہیں آیا اس واقعہ کو چار سال کا عرصہ ہوگیا۔

کیا ہندہ زید کے نکاح سے خارج ہوگئی؟ یا نہیں؟ اگر نکاح سے نکل گئی اور زید اپنی بیوی کو رکھنا چاہے تو کیا حکم ہے۔ ہندہ کا نکاح درست ہوگا یا نہیں، جواب عنایت فرمائیں۔

المستفتی: ۔ محمد شکیل احمد خان

مومن پورہ ناگپور ۲۴ ربیع الآخر ۱۴۱۴ھ

۸۶/۹۲ الجواب بعون الملک العزیز العلّام

صورت مسئولہ میں برصدق سائل حکم شرع شریف یہ ہے کہ میں تجھے طلاق دیتا ہوں سے ایک طلاق صریح اور میں نے تجھے طلاق دی دوطلاق سے دوطلاق صریح کل تین طلاق مغلظہ واقع ہوگئی اور اسکی بیوی اس پر ہمیشہ ہمیش کیلئے حرام ہوگئیں۔اب بغیر حلالہ حلال نہیں ہوسکتی۔بقولہ تعالی فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهٗ مِنْۢ بَعْدُ حَتّٰی تَنْكِحَ زَوْجًا غَیْرَهٗ (پ ۲ ر ع ۱۳) ۔ہاں اگر زید ہندہ کو اپنی زوجیت میں دوبارہ رکھنا چاہے تو ہندہ عدت گزارنے کے بعد کسی دوسرے شخص نکاح ثانی کرے اور وہ شوہر اس سے ہمبستر ہونے کے بعد اپنی مرضی سے تین طلاقیں مغلظہ دیدے تو پھر ہندہ عدت گزارنے کے بعد شوہر اول زید سے نکاح کرسکتی ہے ورنہ نہیں۔کما ذکر الفقهاء فی کتب الفقه .واللّٰہ تعالیٰ اعلم بالصواب وعلمهٗ جلّ مجدهٗ اتم واحکم بالجواب.

کتبہٗ:۔احقر العباد فقیر محمد ناظر اشرف قادری بریلوی غفرلہ القوی

میں تجھے طلاق دیتاہوں تین بار کہنے سے بیوی ہمیشہ ہمیش نکاح سے نکل جاتی ہے

مفتی صاحب قبلہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

مدرسہ دارالعلوم اعلیٰ حضرت کلمنا ناگپور لکھنا ضروری یہ ہے۔

کہ شمیم بانو اور الیاس خان کا جھگڑا میرے سامنے ہوا تھا۔اور جھگڑے کی وجہ یہ ہے دوسری بھی لڑکی پیدا ہوئی تھی۔الیاس سے جب جھگڑا ہوا تھا تو جھگڑے کے دوران الیاس خان بولے کہ میں تو تجھے رکھتا نہیں اور میں تجھے طلاق دیتا ہوں۔اور اس نے تین طلاق دیا اور یہ بات ہوئے چھ سال ہوگیا اور یہ بات میرے سامنے ہوئی تھی۔سید جہانگیر عالم کامٹی۔ہمارا سوال کرنے کا مطلب یہ ہے۔کہ طلاق ہوئی کہ

نہیں؟ مفتی صاحب آپ کرم فرمائیں اور جواب دیں طلاق کی تاریخ 28/9/2002

فقط والسلام:۔ سید جہانگیر عالم کنہان کامٹی 9923153115

۹۲/۸۶ الجواب بعون الملک العزیز العلام

صورت مسئولہ میں برصدق سائل وصحت سوال اگر الیاس خان نے واقعی اپنی زوجہ کو تین بار اس طرح کہا کہ میں تجھے طلاق دیتا ہوں۔ تو ان کی بیوی شمیم بانو پر تین طلاقِ مغلظہ واقع ہو گئیں اور الیاس خان پر ان کی بیوی ہمیشہ ہمیش کیلئے حرام ہو گئی۔ اب بغیر حلالہ کے حلال نہیں۔ بقولہ تعالی فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهٗ مِنْۢ بَعْدُ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهٗ (پ ۲ / ع ۱۳) واللّٰہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

کتبہ:۔ فقیر محمد ناظر اشرف قادری بریلوی غفرلہ القوی

خادم دار الافتاء دار العلوم اعلیٰ حضرت رضا نگر کلمنا ناگپور ۲۶ مہاراشٹر

قضاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان کرام اس مسئلہ کے جواب میں کہ۔

میں شہباز صدیقی اپنے ہوش وحواس میں اپنی عورت کو غصہ میں ایک مرتبہ طلاق دیا اور دوسری مرتبہ زبان سے نکالا اس نے اپنا فون بند کر دیا تو کیا میری عورت نے ایک مرتبہ لفظ طلاق سنی اور میں نے زبان سے دو مرتبہ طلاق دیا تم کو کہا ہوں۔ تو مدلل قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں کہ میری بیوی نکاح میں ہے یا نہیں؟۔ عین نوازش ہوگی۔

فقط۔ شہباز صدیقی ولد شفیع صدیقی

زکھیڑ، ضلع ناگپور بتاریخ ۔۱۵ر جولائی ۲۰۱۵ء موبائیل 9423400408

میں (نرگس یاسمین) نے تین مرتبہ لفظ طلاق نہیں سنا اور میرے شوہر سے فون پر بحث ہونے کیوجہ سے میں نے فون صوفہ پر پھینک دیا میں نے جو پہلے مفتیوں سے سوال میں جو الفاظ لکھے تھے اس میں میری غلطی ہے۔ اور اس سے پہلے فون پر میسج کے بارے میں جو سوال میں لکھی ہوں۔ اسکو میں پورا نہیں پڑھی تھی۔ لہذا سوال میں جو میسج کے تعلق سے درج ہے۔ اسکی حقیقت سے میں واقف نہیں ہوں.

فقط۔ نرگس یاسمین

۵ر شوال المکرم ۱۴۳۶ھ

میں شہباز صدیقی ساکن زکھیڑ، ضلع ناگپور اپنے ہوش وحواس کے ساتھ یہ تحریر مفتی ناظر اشرف صاحب قبلہ کو لکھ کر دے رہا ہوں۔ کہ میں اللہ تعالیٰ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں نے اپنی بیوی نرگس یاسمین بنت شیخ حاجی کلام تاجی کو ایک بار فون پر اور ایک باران کے فون بند کرنے کے بعد طلاق کا لفظ زبان سے نکالا ہے۔ اور میں اللہ تعالیٰ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں نے فوراً اپنی بیوی کے فون پر نہ طلاق میسج کیا اور نہ کسی سے کروایا۔ اور بیوی نے جو سوال میں دوسرے مفتیوں سے کی۔ اس سے میں کسی صورت میں متفق نہیں ہوں۔ اور یہ تحریر مفتی صاحب اور حاضرین کے سامنے اپنے ہاتھ سے لکھا ہوں۔

فقط۔ شہباز صدیقی،

۵ر شوال المکرم ۱۴۳۶ھ

گواہ (۱) محمد اطہر رضا نوری گواہ (۳) حاجی ہارون دوشی گواہ (۵) اقبال تاجی

گواہ (۲) ابو محامد غزالی گواہ (۴) عبدالرحمٰن گواہ (۶) زوجۂ اقبال تاجی

بسم اللہ الرحمن الرحیم ،نحمدہ ونصلی ونسلم علیٰ حبیبہ الکریم

فیصلہ: بابت طلاق

تحریری بیانات کے علاوہ نیز میں نے زبانی طور پر زن وشو دونوں کے بیانات سنے اور حاضرین نے بھی سماعت فرمائے۔ جیسا کہ کتب فقہ میں مصرح ہے کہ طلاق کے تعلق سے میاں بیوی کے مابین اختلاف ہوجائے تو شوہر کا قول قسم کے ساتھ معتبر ہوگا۔ فتاویٰ رضویہ شریف جلد ۵ رص ۶۶۴ پر ہے۔ مرد کی قسم معتبر ہے۔ عورت کی قسم فضول ہے، جب گواہ نہیں۔ مرد کو اقرار نہیں تو طلاق ہرگز ثابت نہ ہوگی۔ ہاں اگر واقع میں تین طلاقیں دیدی ہے اور جھوٹ انکار کرتا ہے۔ تو اس کا وبال اور سخت عذاب شوہر پر ہے۔ اور اگر عورت جانتی ہے، کہ میرا شوہر مجھ کو تین طلاقیں دے چکا ہے، تو جس طرح ممکن ہو اس سے بھاگے، نجات حاصل کرے۔ اپنا مہر وغیرہ چھوڑنے کے بدلے اس سے چھٹکارا مل سکے، تو یوں لے لے۔ نہ ممکن ہو تو عذاب اس پر رہے گا۔ جب تک یہ خود اس کے پاس جانے کی رغبت نہ کرے گی۔ (مفہوماً)

لہٰذا نرگس یاسمین کے شوہر شہباز صدیقی کے حلفیہ بیان کے مطابق نرگس یاسمین پر دو طلاقیں رجعی واقع ہوئیں۔ بقولہ تعالیٰ اَلطَّلَاقُ مرتان فَاِمْسَاکٌۢ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ تَسْرِیْحٌۢ بِاِحْسَانٍ (پ ۲ ع ۱۲)، بشرطیکہ ان دو طلاقوں سے پہلے کبھی اپنی عورت کو کوئی طلاق نہ دی ہو، تو عدت کے اندر اندر رجوع کر سکتا ہے۔ (فتاویٰ رضویہ جلد ۵ رص ۳۴۷ ر) اور عدت کے بعد عورت کے رضا سے بمہر جدید نکاح کرے۔ اور اگر ان دو طلاق کے بعد شہباز صدیقی اپنی عورت نرگس یاسمین کو جب بھی ایک طلاق دے گا، تو پھر بے حلالہ شرعی کسی صورت میں شوہر کے لئے حلال نہ ہوگی۔ کما ھو مصرح فی کتب الفتاویٰ،

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔ کتبہ: فقیر محمد ناظر اشرف قادری بریلوی غفرلہ القوی

خادم دار الافتاء دار العلوم اعلیٰ حضرت رضا نگر کلمنا ناگپور مہاراشٹر ۵ ر شوال المکرم ۱۴۳۶ء

بخدمت عالی (مدرسہ اعلیٰ حضرت کلمنا مارکیٹ، ناگپور)

عرض دار! ارشاد ابن الطاف خاں، پلاٹ نمبر ۱۸، ویشالی نگر نزد باد سے گھاٹ ناگپور

غیر عرض دار! عرشیہ امرین بنت ارشاد خاں۔ آئی، بی، ایم، روڈ نزد بڑی مسجد گٹی کھدان ناگپور

میرا نکاح ۲۰؍مئی ۲۰۱۲ء بروز اتوار کو ہوا تھا۔ اب میں نے بروز سنیچر ۹؍۱۱ ۲۰۱۳ء دوپہر دو بجے، اہلیہ اور اس کے ماں، باپ اور اسکے رشتہ دار ۲۵؍لوگوں کی موجودگی میں میں نے سب کے روبرو طلاق دیا۔ طلاق طلاق، طلاق۔ یہ طلاق شریعت کے مطابق ہوا یا نہیں؟ بینوا وتوجروا

فقط والسلام: ارشاد خاں، ناگپور

۹۲/۸۶ **الجواب بعون الملک الوھّاب**

برتقدیر صدق سائل وصحت سوال آپ کی زوجہ پر تین طلاقیں مغلظہ واقع ہوگئیں اور وہ ہمیشہ کیلئے آپ کے نکاح سے نکل گئی۔ اب بغیر حلالہ حلال نہیں ہوسکتی، بقولہ تبارک وتعالیٰ فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهٗ مِنْۢ بَعْدُ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهٗ (پ۲؍ع۱۳) ۱۲ واللّٰہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

کتبــــــــــــــــــہ

فقیر محمد ناظر اشرف قادری بریلوی غفرلہ القوی

خادم دارالافتاء دارالعلوم اعلیٰ حضرت رضا نگر کلمنا ناگپور

طلاق بائن کے بعد بمہر جدید دوبارہ نکاح کیا جاسکتا ہے حلالہ کی ضرورت نہیں

کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام مسئلہ ذیل میں؟

میں نے اپنی بیوی سے چند سال پہلے خلع کیا تھا، یعنی ایک طلاق بائن دی تھی۔ اب ہم اسکو رکھنا چاہتے ہیں اسکی صورت کیا ہوگی خلع کی تحریر بھی دے رہا ہوں ملاحظہ فرمائیں۔ فقط والسلام

محمد وسیم عالم، بھدیسر، بہادر گنج، بہار

۸۶/۹۲ **الجواب بعون الملک العزیز العلام**

صورت مستفسرہ میں اگر عورت راضی ہے، تو اسی سے دوبارہ مہر جدید کے ساتھ نکاح کر سکتے ہیں بشرطیکہ ایک طلاق بائن سے پہلے یا بعد اس عورت کو دو طلاقیں نہ دی گئی ہوں۔ حلالہ کی ضرورت نہیں جیسا کہ فتویٰ ہندیہ جزء اول ص ۴۷۲ر نیز ھدایہ جلد ثانی ص ۳۹۹ر پر ہے. اذا کان الطلاق بائناً دون الثلث فله ان یتزوجها فی العدة وبعد انقضائها ۱۲ واللّٰہ تعالیٰ اعلم بالصواب وعلمه جلّ مجده اتم واحکم بالجواب .

کتبـــــــــــــــــــه

فقیر محمد ناظر اشرف قادری بریلوی غفرلہ القوی

خادم دار الافتاء دار العلوم اعلیٰ حضرت رضا نگر کلمنا ناگپور

عورت کے مرتدہ ہوجانے سے نکاح فسخ نہیں ہوتاہاں قرابت حرام ہے اوراسلام لانے اور بعد اسلام اسی شوہر سے نکاح کرنے پر مجبور کی جائیگی

کیافرماتے ہیں علمائے کرام ومفتیان عظام مسئلہ ذیل میں

میں محمد عرفان رضوی ابن محمد شفیع رضوی۔ میری شادی ۱۰/۵/۲۰۱۲ کو ہوئی تھی بیوی کا نام جعفرون النساء بنت محمد اکرم صاحب ہے۔ شادی کے دو یا چار دن تک وہ صحیح رہی اس کے بعد اس کی حرکتیں شروع ہوگئیں، جیسے کہ اس نے اپنے دیور کو چپّل سے مارا اور ایک نہیں بلکہ دو بار یہ حرکت اپنے دیور کے ساتھ کی۔ اس کے بعد اپنے نند کو جھاڑو سے مارا اور اپنے ساس کو اپنے شوہر کے سامنے گندی گندی گالیاں دیں اور اسکے شوہر نے جب اس پر سختی کی، تو اس نے خود کے اوپر چاقو اٹھائی اور اپنے شوہر کو دھمکی بھی دی اور اس طرح کہ اس نے کئی مرتبہ حرکتیں کیں۔ اس نے کبھی کہا کہ تم مجھے طلاق دے سکتے ہو یا مار سکتے ہو اور کیا کرسکتے ہو؟ اور کہا کہ اگر تم میں ہمت ہو تو طلاق دے کر دیکھ لو۔ تو اس طرح کی اپنے شوہر کو دھمکیاں دیں کئی مرتبہ اس کے بعد ایک دن ایسا ہوا کہ اس نے کہا کہ تم نماز پڑھنے نہیں جاتے ہو تو تم کافر ہو یہ الفاظ اس نے کئی مرتبہ کہا۔ سمجھانے اور منع کرنے کے باوجود بھی نہ مانی اور اسکے بعد اسکے شوہر نے کہا کہ اگر تم اس طرح غلطیاں بار بار کرتی رہوگی، تو میں تم کو طلاق دے دونگا۔ اس نے غصے میں آکر یہ کہا کہ تم مجھے طلاق دیکر دیکھ لو اس وقت اپنے شوہر کے منہ پر پیسہ پھینک کر ماری اسوقت میں نے غصے میں آکر طلاق دے دیا طلاق کے الفاظ یہ ہے۔ میں تجھے طلاق دے کر تیرے گھر بھیج دوں گا۔ طلاق۔ طلاق۔ طلاق۔۔ لہذا مفتی صاحب قبلہ آپ حکم بیان فرمائیں، عین نوازش ہوگی۔

المستفتی۔ محمد عرفان رضوی ابن محمد شفیع رضوی

۷۸۶/۹۲ الجواب بعون الملک العزیز العلّام

صورت مستفسرہ میں برصدق سائل وصحت سوال حکم شرع شریف یہ ہے کہ اگر عورت نے اپنے شوہر کو بطور سب وشتم کافر نہ کہا بلکہ شرعی معنیٰ کر کافر کہا تو بلا وجہ شرعی مسلمان کو کافر کہنے سے مرتدہ ہوگئی۔لیکن اس کے باوجود نکاح فسخ نہ ہوا۔یہ ضرور ہے کہ قربت اس عورت سے حرام ہوگئی۔اسلام لانے اور بعد اسلام اسی شوہر سے نکاح کرنے پر مجبور کی جائیگی۔جیسا کہ درمختار میں ہے۔تجبر علیٰ الاسلام وعلیٰ تجدید النکاح رجزألها بمهر یسیر کدینا رو علیه الفتویٰ۔ہاں اگر شوہر اس عورت کو نہ رکھنا چاہے،تو طلاق دے۔کما فی فتاویٰ الرضویة اور جب شوہر نے اپنی عورت کو تین طلاقیں دیدیں جیسا کہ شوہر نے زبانی اقرار بھی کیا تو اس صورت میں تین طلاقیں مغلظہ واقع ہوگئیں۔اور وہ عورت اپنے شوہر کیلئے ہمیشہ ہمیش کے لئے حرام ہوگئی۔اب بغیر حلالہ حلال نہیں ہوسکتی بقوله تعالیٰ فان طلقها فلا تحل له من بعد حتیٰ تنکح زوجاً غیره ۱۲۵ والله تعالیٰ اعلم بالصواب .

کتبـــــــــــــــــــــــــہ

فقیر محمد ناظر اشرف قادری بریلوی غفرلہ القوی

خادم دار الافتاء دار العلوم اعلیٰ حضرت رضا نگر کلمنا ناگپور

کسی کی زوجیت میں ہوتے ہوئے اجنبی لڑکے سے ناجائز تعلق رکھنے والی عورت فاحشہ ہے اور فاحشہ کو طلاق دینی مستحب ہے

عالی وقار عزت مآب قبلہ مفتی صاحب۔۔۔۔السلام علیکم ورحمة الله وبرکاتهٗ

آشیانہ سے میری شادی ۲۸ رمئی ۲۰۱۴ء بروز بدھ کو ہوئی تھی۔شادی ہونے کے دو مہینے بعد سے مجھے معلوم

ہوا کہ میری بیوی دوسرے لڑکے سے موبائیل فون سے بات کرتی ہے کئی کئی گھنٹے میرے ساتھ میں رہنے کے باوجود میرے پوری فیملی کے سامنے اس لڑکے کی تعریف کرنا اور کہنا کہ تمہارے لڑکے سے تو وہ اچھا ہے سبھی رشتے داروں کے سامنے یہ قبول کرنا کہ ہمارا تعلقات گنیش سے شادی سے پہلے سے ہے۔اور وہ آپکے لڑکے سے اچھا ہے۔اور ساتھ ہی ساتھ پان ٹھیلے سے گٹکا (کھرّہ) منگوا منگوا کے کھانا۔میرے ساتھ رہ کر لڑائی، جھگڑے کرنا۔یہاں تک کہ شوہر کے آپسی حقوق تو پورا کرنے نہیں دینا۔گھر میں تمیز وتہذیب سے نہیں رہنا، نماز نہیں پڑھنا، اچھے برتاؤ نہیں کرنا اور پوری فیملی کو اندر (پولیس) کروادونگی جیسے الفاظ کہنا۔لہٰذا حضور والا سے گزارش ہے کہ ان تمام سوالات کو مدنظر رکھتے ہوئے میں سید فیروز ابن عبد الوھاب، آشیانہ کو طلاق دینا چاہتا ہوں۔فقط والسلام

سید فیروز ابن عبدالوھاب

۷۸۶/۹۲ الجواب بعون الملک العزیز العلّام

صورت مسئولہ میں برصدق سائل وصحت سوال اگر واقعی آپکی بیوی آشیانہ کے تعلقات دوسرے لڑکے سے ہیں جیسا کہ سوال میں درج ہے، تو وہ عورت فاحشہ ہے اور فاحشہ عورت کو طلاق دینی مستحب ہے۔جیسا کہ فتاوٰی رضویہ جلد پنجم ص ۵۹۹ رمیں ہے ''چوں فسق وارتکاب چیزے از محرمات ثابت شود طلاق مستحب گردد۔نیز ردالمحتار علیٰ الدر المختار الجزء الرابع کتاب الطلاق ص۳۱۵ ر ۳۱۶ پر بھی ہے یستحب لو موذیة او تارکة الصلوٰة .واللّٰہ تعالیٰ اعلم وعلمہٗ جلّ مجدہٗ اتم واحکم بالجواب . کتبـــــــــــہ

فقیر محمد ناظر اشرف قادری بریلوی غفرلہ القوی

خادم دارالافتاء دارالعلوم اعلیٰ حضرت رضا نگر کلمنا ناگپور

حلالہ کیلئے محض نکاح ناکافی بلکہ جماع بھی ضروری ہے

کیافرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں

کہ زید نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دی اور زید کی بیوی مدخولہ بھی ہے۔اب وہ دوبارہ نکاح کرنا چاہتا ہے۔اب زید شریعت کی روشنی میں کس طرح سے نکاح میں لاسکتا ہے۔اور کچھ لوگوں کا کہنا ہیکہ حلالہ کیلئے دوسرا نکاح کرنے کے دومنٹ بعد بغیر مجامعت کے فوراً طلاق دی جاسکتی ہے۔اور حلالہ کیلئے کافی ہے کیا یہ شرعاً درست ہے؟ بینواوتوجروا المستفتی:۔محمد ریاض احمد،محل قلعہ،ناگپور

۹۲/۷۸۶ الجواب بعون الملک العزیز العلام

صورت مسئولہ میں اگر زید کی بیوی زید کی مدخولہ ہے اور زید نے اس کو تین طلاقیں دیدی ہیں،جیسا کہ سوال میں مذکور ہے،تو زید کی بیوی پر تین طلاق مغلظہ واقع ہوگئیں اور اس کی بیوی اس پر ہمیشہ ہمیش کیلئے حرام ہوگئی۔اب بغیر حلالہ حلال نہیں ہوسکتی۔بقولہ تعالیٰ فان طلقها فلا تحل له من بعد حتیٰ تنکح زوجاً غیره (پارہ۲۰،ع۱۳) حلالہ کی صورت یہ ہے،کہ اگر عورت مدخولہ ہے،تو طلاق کی عدت پوری ہونے کے بعد عورت کسی اور سے نکاح صحیح کرے اور یہ شوہر ثانی اس عورت سے وطی بھی کر لے اور اپنی مرضی سے اسے طلاق دے،یا مرجائے پھر عورت عدت طلاق یا وفات گذارے،اس کے بعد وہ شوہر اول سے نکاح کرسکتی ہے۔صرف محلل کا نکاح ناکافی بلکہ ہمبستری بھی ضروری ہے کما قال رسول اللہ صلیٰ اللہ علیہ وسلم لا حتیٰ تذوقی عسیلته ویذوقی عسیلتک. واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب وعلمہٗ اتم واحکم بالجواب.

کتبہ:فقیر محمد ناظر اشرف قداری بریلوی غفرلہ القوی

تین طلاق کا ایک مجلس میں دینا غیر حسن واحسن طریقہ ہے لیکن طلاق مغلظہ واقع ہوجائیگی

بسمہٖ تعالیٰ

مدرسہ دار العلوم اعلیٰ حضرت رضا نگر کلمنا ناگپور، مہاراشٹر

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

مسئلہ بیان

کیا فرماتے ہیں علمائے دین مسئلہ ذیل میں کہ

شیخ علیم ابن شیخ کلیم، میں نے شگفتہ انجم بنت محمد اسماعیل صاحب ساکنہ ایم، ایل، اے، کینٹین، مومن پورہ ناگپور کو بروز جمعہ بتاریخ ۱۶/اکتوبر ۲۰۱۵ بوقت ۲/بجکر ۲۸/منٹ میں نے پورے ہوش وحواس میں پورے رشتہ دار اور دو گواہوں کے سامنے اپنی بیوی کو زبانی تین بار طلاق دیا۔ میں نے شگفتہ انجم بنت محمد اسماعیل کو طلاق دیا۔ میں نے شگفتہ انجم بنت محمد اسماعیل کو طلاق دیا۔ میں نے شگفتہ انجم بنت محمد اسماعیل کو طلاق دیا جب میں نے بولا تو ان کے گھر کے لوگ اور ہمارے گھر کے لوگ موجود تھے۔ لہٰذا مفتی صاحب قرآن وحدیث کی روشنی میں یہ وضاحت فرمائیں کہ میری بیوی میرے نکاح میں ہے یا نہیں؟۔۔۔۔

فقط والسلام

گواہ [۱] شیخ نعمان شیخ عرفان ۔۔۔۔۔۔۔۔۔ شیخ علیم ابن شیخ کلیم Mob 9326638629

کاڈراپیٹ ۔۔۔۔۔۔۔ لاء کالج۔ صوبیدار ہال کے پاس روی نگر، ناگپور

گواہ [۲] شیخ شاہ رخ شیخ رفیق، حسن باغ ۔۔۔۔ مورخہ ۲۸/اکتوبر ۲۰۱۶

۷۸۶/۹۲ الجواب بعون الملک العزیز العلام

صورت مسئولہ میں طلاق دینے کا مذکورہ طریقہ شرعاً غیر حسن واحسن ہے۔ اس کے باوجود طلاق واقع ہو جاتی ہے۔ برصدق مستفتی وصحت سوال اگر شیخ علیم ابن شیخ کلیم نے اپنی بیوی کو زبانی تین بار طلاق دے دی تو اس کی منکوحہ پر تین طلاقیں مغلظہ واقع ہو گئیں۔ اور اس پر اسکی منکوحہ ہمیشہ ہمیش کیلئے حرام ہو گئی۔ اب بغیر حلالہ حلال نہیں ہو سکتی۔ بقولہٖ تعالیٰ فان طلقها فلا تحل لهٗ من ، بعد حتیٰ تنکح زوجا وغیرہ ۲۵ ۱ ر واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب وعلمہٗ جل مجدہٗ اتم واحکم بالجواب

کتبہ

فقیر محمد ناظر اشرف قادری بریلوی غفرلہ القوی

خادم دار الافتاء دار العلوم اعلیٰ حضرت رضا نگر کلمنا ناگپور

نوٹ! نکاح، مہر اور طلاق وغیرہ فتاوے کے دو رجسٹر غائب ہیں۔ جسمیں تقریباً ۱۸۰ر فتاوے تھے۔ انھیں بھی حاصل کرنے کی کوشش جاری ہے۔ مرتب

كتاب الحظر والاباحة

چوری کا سامان یا رقم اپنے مصرف کے مسجد کے مصرف میں لانا شرعاً جائز نہیں

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام ومفتیان عظام مسلک اعلیٰ حضرت اہل سنت والجماعت

مسئلہ ذیل سوالوں کے بارے میں؟

سوال [۱] سرکاری سمیتی جس کا مالک ومختار سرکار ہی ہوتا ہے؟ اس سمیتی کو بلا سرکاری اجازت کے بغیر کسی عام شخص کے دوارہ سرکار کو معاوضہ دیئے بغیر اپنے یا دھرم گاہ یعنی مسجد میں سمیتی کو بیچ کر اسکی رقم کو صرف کرنا کیسا ہے؟ جائز ہے یا ناجائز درست کے بجائے جائز یا ناجائز جملے لکھیں گے یعنی حرام ہے یا حلال؟ صاف صاف خلاصہ تشفی بخش جوابات سے مرحمت فرمائیں تا کہ تعلیم یافتہ کے علاوہ ان پڑھ لوگوں کو بھی آسانی سے بات سمجھ میں آسکے جس سے لوگ حرام وحلال کی تمیز کر سکیں۔ خلاصہ جواب تحریر فرمائیں؟

سوال [۲] طاہر عالم نے سماج کے کچھ لوگوں کو اپنی رائے کی حمایت میں لیکر سرکاری روڈ کی اینٹ سولنگ روڈ سے اینٹ کو اکھاڑ کر 30000 ہزار روپے میں اسرائیل کے پاس بیچ دیا ہے؟ اب اس اینٹ کی رقم کو مسجد میں خرچ کرنا چاہتے ہیں؟ جبکہ سرکاری سمیتی کو اکھاڑ کر لیجانا یا کسی بہانے سے خرید وفروخت کرنا قانوناً جرم ہے؟

تو کیا ایسی صورت میں سرکاری کی اس سمیتی یعنی رقم کو مسجد کے کام میں لگایا جاسکتا ہے؟ کیا شریعت میں اس کو چوری کا مال سمجھا جائے گا؟ اس کے بیچنے والے کے ساتھ خریدنے والا بھی گنہگار ہوگا۔ چونکہ خریدنے والا کو معلوم ہے کہ یہ مال کیسا ہے اسلئے سستے میں خرید لیا ہے؟ اس کام کی حمایت کرنے والے حضرات بھی گناہ میں شامل ہونگے؟

گول مول کے بجائے صاف صاف تشفی بخش جوابات سے مرحمت فرمائیں ہمیں اور ہمارے معصوم انپڑھ

اسلام کے ماننے والے مسلمانوں کو گمراہی سے بچا کر صحیح راستے کی طرف چلنے کی رہنمائی فرمائیں؟

فقط والسلام

آپ کا خادم راغب اشرف اپالو گجھو رادہ بہادر گنج ضلع کشن گنج 7634849002

۹۲/۸۶ الجواب بعون الملک العزیز العلام الوھاب

[۱] صورت مسئولہ میں کسی کا مال بلا اجازت بغیر معاوضہ دیئے عام شخص ہو یا خاص فرد، کسی کے ذریعہ اٹھا کرلانا سرقہ [چوری] ہے۔ کمافی ردالمحتار علی الدر المختار المجلد السادس ص ۱۰۲ اور اس کو بیچ کر اس کی رقم کو اپنے مصرف یا مسجد و مدرسہ کے صرف میں لانا شرعاً ناجائز ہے۔ مسجد کو دھرم گاہ کہنا طریقہ ہنود ہے۔ لہٰذا غیر مناسب ہے۔

[۲] سڑک کے تمام املاک جو روڈ بنانے کیلئے سڑک کے کنارے موجود رہتے ہیں۔ یا کچے پکے بنے ہوئے روڈ میں ہیں، وہ گورنمنٹ کی ملکیت ہیں۔ کسی کی ملکیت سے بلا اجازت اینٹیں اکھاڑ کر فروخت کرنا حرام، حرام اشد حرام ہے۔ چوری کا مال بیچنے والا اور جان بوجھ کر قصداً خریدنے والا دونوں سخت گنہگار اور حمایت کرنے والوں پر بھی اثم و گناہ کا وبال۔ اور بعینہ اس رقم کو مسجد میں خرچ کرنے کا عدم جواز یعنی اس رقم حرام کو دکھا کر مسجد کیلئے سامان خریدنا اور بعینہ وہی رقم سامان کے عوض دینا۔ یا بعینہ وہی رقم امام و مؤذن کو تنخواہ میں دینا یا اپنے مصرف میں لانا، یہ سب امور ناجائز و حرام ہیں۔ اگر مالک کو واپس کرنے کی کوئی صورت نہ ہو، تو فقراء پر تصدق کر دے۔ امام اہلسنت اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ العزیز فتاویٰ رضویہ شریف المجلد التاسع الجزء الاول ص ۲۳۶ ؍ پر ارقام فرماتے ہیں کہ

''جو مال رشوت یا تغنی یا چوری سے حاصل کیا ہو۔ اس پر فرض ہے کہ جس جس سے لیا۔ ان پر واپس کر دے۔ وہ نہ رہے ہوں۔ تو ان کے ورثہ کو دے۔ پتہ نہ چلے تو فقیروں پر تصدق کرے۔ خرید و فروخت کسی

کام میں اس مال کا لگانا حرام قطعی ہے'' بغیر صورت مذکورہ کوئی طریقہ اسکے وبال سے سبکدوشی کا نہیں۔
یہیں سے پُر ظاہر کہ گورنمنٹ کے خزانہ کا مال متقوم بھی چوری کرنا۔ اپنے مصرف یا کسی مصرف خیر مسجد
ومدرسہ وغیرہ کی تعمیر ومرمت وغیرہ میں بعینہ اسی مال کو لگانا بھی ناجائز وحرام ہے۔ کتب فقہ میں مصرح ہے
وذلک لان الحرمة فی الرزوة وامثالها لعدم الملک اصلاً فهو عنده کالمغصوب
فیجب الرد علی المالک او ورثته فهما امکن الخ ۔انبیاء کرام وملائکہ عظام علیہم السلام کے
ماسوا کسی مخلوق کو معصوم کہنا اور لکھنا خلاف شرع مطہر ہے۔ اجتناب چاہئے ۔هذا هو الحق بل الاحق
۱۲ والله تعالیٰ اعلم بالصواب وعلمهٗ جلّ مجدهٗ اتم واحکم بالجواب

کتبـــــــــــــــــــــــــه

فقیر محمد ناظر اشرف قادری بریلوی غفرلہ القوی
خادم دار الافتاء دار العلوم اعلیٰ حضرت رضا نگر کلمنا ناگپور

اسباب ستہ کی روشنی میں لیپ ٹاپ کے ذریعہ دیدار عطار اور سوالات کے جوابات میں فتویٰ اور اس پر تصدیقات

﴿تمہیدی کلمات﴾

اسلام ایک ضابطۂ حیات ہے۔ اسلام ایک مکمل مذہب ہے۔ ارشاد ربانی. اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰہِ الْاِسْلَامَ [پ۳رع۱۰] سے متعلق راجح قول یہی ہے کہ اسلام سے مراد دین مصطفوی علیہ التحیۃ والثناء ہے۔ ارشاد ربانی لَاتَبْدِیْلَ لِکَلِمٰتِ اللّٰہِ' ' [پ۱۱رع۱۲] کا مفہوم یہی ہے کہ'' خداوند قدوس کے وعدے خلاف نہیں ہوسکتے'' جو اس نے بندوں سے فرمایا۔ ارشاد ربانی ''وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّۃِ اللّٰہِ تَبْدِیْلاً'' [پ۲۲رع۶] سے مراد یہی ہے کہ'' اور تم اللہ کا دستور ہرگز بدلتا نہ پاؤ گے۔ قرآنی آیات بابرکات، ارشاد نبوی، صحابۂ کرام، تابعین عظام، تبع تابعین اعلام اور ائمہ مجتہدین کی تشریح ایمان و اسلام کی جان اور دین مصطفوی کی شان ہے۔ جسکی قدرے تفصیل ذیل میں ملاحظہ کریں۔

عزیمت: وہ شرائع ہدیٰ جسپر گامزن رہنا اسلام کی اساس ہے۔ اس پر ہی قائم رہ کر زندگی گزارنے کو عزیمت سے تعبیر کرتے ہیں۔ اور اس کے برخلاف وجوہ ستہ کی بنیاد پر جو فعل صادر ہو یا جو شئی استعمال میں آئے۔ اس کو رخصت کا نام دیا جاتا ہے۔ اصول الشاشی ص ۱۰۴ ر پر عزیمت کی تعریف ان الفاظ سے کی گئی ہے۔ ''فی الشرع عبارۃ عما لزمنا من الاحکام ابتداءً سمیت عزیمۃ'' یعنی شرع مطہر میں ابتداءً جو احکام مکلفین پر لازم ہوئے ہیں، اسی کا نام عزیمت ہے۔ اور اسکی علت یہ بیان کی گئی ہے۔ ''لانہا فی غایۃ الوکادۃ لوکادۃ سببہا وھو کون الامر مفترض للطاعۃ بحکم انہ الھنا ونحن عبیدہ'' اسلئے کہ عزیمت ان احکام کے سبب کے مؤکد ہونے کی وجہ غایت تاکید میں

ہے۔ان احکام کے سبب کا مؤکد ہونا اس وجہ سے ہے، کہ آمر کی اطاعت ہمارے معبود ہونے کی وجہ سے فرض ہے اور ہم لوگ اسی کے معمولی بندے ہیں۔ اور عزیمت کی تعریف نور الانوار ص ۱۶۹ ر پر اس طرح مرقوم ہے۔" فالعزیمة وھی اسم لما ھو اصل منھا غیر متعلق بالعوارض یعنی لم یکن شرعھا باعتبار العوارض کما کان شرع الافطار باعتبار المرض "یعنی عزیمت احکام مشروعہ میں سے جو اصل ہے اور عوارض سے متعلق نہیں ہے اسی کا نام ہے۔ یعنی اسکی مشروعیت عوارض کے اعتبار سے نہیں ہے۔(جیسا کہ مریض کیلئے مرض کی وجہ سے شرب وطعام کی مشروعیت ہے)اور آگے رقمطراز ہیں " بل یکون حکماً اصلیاً من اللّٰہ تعالیٰ ابتداء سواء کان متعلقاً بالفعل کالمامورات او متعلقاً بالترک کالمحرمات " بلکہ یوں کہا جائے کہ ابتداء اللہ تعالیٰ کی جانب سے جو حکم اصلی ہے اسی کا نام عزیمت ہے خواہ وہ فعل سے متعلق ہو جیسے مامورات یا ترک سے متعلق ہو جیسے محرمات۔

رخصت: رخصت کے تعلق سے اصول الشاشی بحث بیان الرخصۃ ص ۱۰۵ ر پر یوں مندرج ہے۔" واما الرخصة فی الشرع صرف الامر من عسر الیٰ یسر بواسطة عذر فی المکلف " یعنی شریعت بازغہ میں رخصت اسکو کہتے ہیں کہ مکلف میں عذر کیوجہ سے مشکل سے آسانی کیطرف کوئی حکم منصرف ہو جائے۔ مختصراً یوں کہہ سکتے ہیں کہ اصل عزیمت کے طور پر مشروع ہے اور بر بنائے عذر مکلف رخصت ہے۔ لیکن انجام کے اعتبار سے رخصت دو قسم پر ہے۔

(۱) فعل کی حرمت کے بقاء کے باوجود۔ صرف عذر کی وجہ سے رخصت دیدی گئی۔ مثلاً۔ اکراہ کے وقت قلب کے اطمنان کے باوجود زبان سے کلمۂ کفر جاری کرنا۔ مسلمانوں کے مال کا برباد کرنا۔ بلا وجہ کسی جان کو مار ڈالنا۔ اور مضطر کا بھوک کے وقت جان بچانے کیلئے غیر کے مال کو چوری یا چھین کر زندہ رہنے کی مقدار کھالینا۔ رخصت کی اس نوع کا حکم یہ ہے کہ اگر صبر کرلیا اور جان چلی گئی تو اجر کا مستحق ہوگا۔ یعنی عزیمت پر عمل کرنا اولیٰ ہے۔

(۲) فعل حرام صفت حرمت متغیر ہوکر مجبور کے حق میں جائز ہو جائے۔ مثلاً حالت اکراہ میں مردار کھانا، شراب پینا، خنزیر کا گوشت کھانا، خون پینا وغیرہ وغیرہ رخصت کی اس نوع کا حکم یہ ہے کہ اگر مذکورہ اشیاء کے استعمال سے اپنے آپ کو روک لیا اور مجبور کرنے والوں نے قتل کر دیا تو مقتول گنہگار ہوگا۔ اسکی وجہ یہ ہے کہ جب شریعت نے اس کے حق میں جائز قرار دیدیا تھا تو اس نے جواز پر عمل نہ کر کے اپنی جان کا خود قاتل ہو گیا۔ رخصت من العزیمت یعنی وہ احکام جسکو عزیمت کہتے ہیں ۔اسی پر مکلف کو عمل کرنا ہے۔ لیکن قضیہ **"الضروریات تبیح المحضورات"** اور **کم من شئی یختلف باختلاف الزمان والمکان** "(ردالمحتار جلد پنجم ص ۲۴۷) کلیہ کے تحت بہت سے احکام میں تغیر و تبدل واقع ہوتے ہیں۔ اور مکلف کو رخصت دیدی جاتی ہے۔ جن وجوہ کی بنیاد پر رخصت دی جاتی ہے۔ وہ چھ ہیں۔ جیسا کہ فتاویٰ رضویہ جلد اول ص ۳۸۵ پر امام احمد رضا قدس سرہ العزیز رقمطراز ہیں:

اما الحدوث (۱) ضرورۃ (۲) حرج (۳) عرف (۴) تعامل (۵) مصلحۃ مھمۃ تجلب (۶) مفسدۃ ملمۃ تسلب یعنی جب ضرورت، حرج، عرف، تعامل، دینی مصلحت کی تحصیل، کسی فساد موجود یا مظنون بظن غالب کا ازالہ مقصود ہو تو مذکورہ وجوہ ستہ میں سے کسی ایک یا متعدد کے پیش آنے کی صورت میں عزیمت کے بجائے رخصت پر عمل کیا جائیگا" ٹی وی، ویڈیو، لیپ ٹاپ کی حقیقت کے تعلق سے امام علم وفن حضرت خواجہ مظفر حسین صاحب قبلہ اپنی کتاب "ٹی وی کی تحقیق" کے ص ۱۷۸ پر رقمطراز ہیں کہ ٹی وی سے متعلق نیشنل کونسل آف ایجوکیشنل ریسرچ اینڈ ٹریننگ کی جانب سے شائع شدہ "طبعیات" نامی کتاب کی ان عبارتوں کو ملاحظہ کیجئے۔ اس بات کا پہلے تذکرہ ہو چکا ہے کہ الیکٹرون کی پوزیشن کو تبدیل کیا جاسکتا ہے۔ اس طریقے کو ہم ٹیلی ویژن اور کیتھوڈ ے اسلاسکوپ ٹیوب جیسے آلہ میں کرتے ہیں، جن میں نظر آنیوالی تصویر بنتی ہیں۔ ان ٹیوبوں کا خاص کام یہ ہے کہ برقی سگنل کی دھاریوں پر مشتمل ہوتی ہے جو ٹیوب کے اسکرین پر بقاعدگی سے بنتی ہے۔ ایک ارٹسٹ باقاعدگی سے جس طرح ایک پینٹنگ تیار کرتا ہے اسی طرح ٹیوب

اسکرین پر تصویر بننے کیلئے ضروری ہے کہ الیکٹرون کی شعاع بہت باریک ہو، تا کہ دیکھنے والا تصویر بخوبی دیکھ سکے اس کام کیلئے ٹیوب کی اندرونی سطح پر فاسفورس کی تہہ جمادی جاتی ہے، سطح پر ٹکرانے والے الیکٹرون کی توانائی بالحرکت کو فاسفورس لے لیتا ہے۔ اور توانائی بالحرکت اور الیکٹرون کی تعداد کی مناسبت سے روشنی دیتا ہے۔ ٹیلی ویزن ٹیوب میں ایک خاص قسم کا فاسفورس ہوتا ہے جس سے سفید روشنی نکلتی ہے۔ فاسفورس کیلئے یہ ضروری ہے کہ دوسری تصویر آنے سے پیشتر پہلی تصویر مٹ جائے۔ یہ چیز ٹیلی ویزن کیلئے بہت اہم ہے۔ کیونکہ اس سے فنکار کی حرکت اور پس منظر کیوجہ سے تصویر لگاتار بدلتی رہتی ہے۔ مزید "طبعیات" نامی اسکرین پر ٹکرانے سے روشنی کی مقدار کے اعتبار سے سیاہ روشنی اور دوسری طرح کے اثرات پیدا ہوتے ہیں۔ جس کے نتیجے میں ٹیوب کے اسکرین پر تصویر وجود میں آتی ہے۔ (ٹی، وی، کی تحقیق، ص ۱۷۸ر)

مذکورہ بالا عبارت اس حقیقت کی چغلی کھاتی ہے۔ کہ ٹی وی کے اسکرین پر تصویر بنتی ہے۔ لہذا اس کو آئینہ پر قیاس کرنا قیاس مع الفارق ہے۔ کیونکہ آئینہ میں کوئی اسکرین نہیں ہوتی۔ کوئی تصویر نہیں ہوتی۔

شیخ الاسلام علامہ مدنی میاں صاحب قبلہ "ویڈیو کا شرعی استعمال" ص ۴۵ر پر رقمطراز ہیں کہ:

"لیکن جب سے سائنس نے ترقی کی۔ ان ریز کو محفوظ کر لینے کی صورت نکالی ہے اسی فلسفے کے تحت کہ عکوس کہ اصل قریب ریز ہیں۔ نہ کہ ذی صورت تو جب ہم ان ریز کو ٹیپ کر لینگے تو پھر عکوس کے ظہور کیلئے ذی صورت کا مرأۃ کے روبرو ہونا ضروری نہ رہ جائیگا" (شرعی استعمال ص ۴۵ر)

ٹی، وی ان ریز کو صورت میں بدلکر اپنے آئینہ سے ظاہر کر دیتا ہے" (شرعی استعمال ص ۴۶ر)

تیسری جگہ فرماتے ہیں "جب اسکے ریز ٹی وی میں پہونچ کر تصویر کی شکل اختیار کرتے ہیں" (شرعی استعمال ص ۴۷ر)

چوتھی جگہ فرماتے ہیں۔ "ان ریز میں یہ صلاحیت ہے کہ ٹی وی بکس میں لگا ہوا آلہ ان ذی صورت کے عکوس میں منتقل کر کے اپنے آئینہ سے ظاہر کر دیتا ہے" (شرعی استعمال ص ۴۶ر، جسیم بکڈپو اردو بازار جامع مسجد دہلی)

پانچویں جگہ فرماتے ہیں۔ ''مثلاً آپ کیمرہ کے سامنے کھڑے ہوگئے اس کے ذریعہ آپ کے ریزٹی وی ٹاور تک پہونچ گئے۔ ٹی وی ٹاور نے انہیں بکس تک پہنچادیا۔ اور پھر ٹی وی بکس کے آلات نے انہیں متحرک عکوس کی شکل میں ظاہر کردیا'' (شرعی استعمال ص ۴۷)

شیخ الاسلام علامہ مدنی میاں صاحب قبلہ کے خط کشیدہ جملے قوت دارکہ کے دریچوں سے صاف طور پر جھانکتے ہوئے امت مصطفویہ کو یہ عقیدۂ راسخہ دے رہے ہیں کہ ٹی وی میں ریز کو محفوظ کرلیا جاتا ہے۔ عکوس کی اصل قریب ریز ہیں۔ ریز ٹی وی میں پہونچ کر تصویر کی شکل اختیار کرتے ہیں وغیرہ وغیرہ یعنی ٹی وی اور آئینہ میں فرق بین ہے۔

ٹی وی میں ریز محفوظ کرلی جاتی ہے۔ اور آئینہ میں محفوظ نہیں کی جاسکتی۔

ٹی وی میں عکوس کی اصل قریب ریز ہے۔ اور آئینہ میں نہیں ہے۔

ریز ٹی وی میں پہونچ کر تصویر کی شکل اختیار کرتی ہیں۔ اور آئینہ میں تصویر نہیں ہوتی وغیرہ وغیرہ۔

آئینہ میں تصویر نہیں ہوتی ہے۔ جیسا کہ امام احمد رضا قدس سرہ العزیز فتاویٰ رضویہ ج ۱ ص ۵۴۹ ر پر فرماتے ہیں

''شفیف اجرام کا قاعدہ یہ ہے کہ شعاعیں ان پر پڑ کر واپس ہوتی ہے۔ لہذا آئینہ میں اپنی اور پس پشت کی چیزوں کی صورت نظر آتی ہے۔ کہ اس نے شعاع بصری کو واپس پلٹایا۔ واپسی میں نگاہ جس جس چیز پہ پڑی نظر آئی۔ گمان ہوتا ہے کہ وہ صورتیں آئینہ میں ہیں۔ حالانکہ وہ اپنی جگہ ہیں۔ نگاہ نے پلٹنے میں انہیں دیکھا ہے''

اور دوسری جگہ الملفوظ شریف میں فرماتے ہیں: ''بلا شبہ آئینہ میں جو اپنی صورت دیکھتے ہو تو کیا اسمیں کوئی صورت ہے؟ نہیں! بلکہ شعاع بصری آئینہ میں پڑ کر واپس آتی ہے''

حضرت صدر الشریعہ فتاویٰ امجدیہ ج ۱ ص ۱۸۴ ر میں فرماتے ہیں ''اور حقیقت امر یہ ہے کہ

وہاں تصویر ہوتی ہی نہیں۔ بلکہ خطوط شعاعی آئینہ کی صقالت کی وجہ سے لوٹ کر چہرے پر آتے ہیں۔ گویا یہ شخص خود اپنے آپ کو دیکھتا ہے۔ نہ یہ کہ آئینہ میں اسکی صورت چھپتی ہے''

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ العزیز اور صدر الشریعہ مفتی امجد علی اعظمی علیہ الرحمہ کے فرامین عالیہ نے صاف طور پر واضح کر دیا کہ آئینہ میں تصویر نہیں ہوتی۔ اور شیخ الاسلام کے بقول ریز ٹی وی میں پہنچ کر تصویر بن جاتے ہے۔ آئینہ میں ریز کا وقوع نہیں ہوتا۔ ٹی وی میں ریز کا وقوع ہوتا ہے۔ آئینہ میں شعاعیں پلٹ کر واپس آتی ہیں۔ اور ٹی وی میں شعاعیں پلٹ کر واپس نہیں آتیں۔ بلکہ ٹی وی میں ریزوں کو محفوظ کر کے صورت میں بدلکر اپنے آئینہ سے (اسکرین) ظاہر ہوتا ہے۔

اس قدر واضح فرق کے باوجود اگر کوئی عاقل ٹی وی کے اسکرین پر منطبع تصاویر کو آئینہ پر قیاس کرے۔ تو اس سے زیادہ اور کیا کہا جاسکتا ہے کہ بریں عقل و دانست باید گریست۔ علم مناظر و مرایا کے حوالہ سے امام علم و فن حضرت خواجہ صاحب قبلہ مدظلہ ٹی وی کی تحقیق'' ص ۳۶ ر پر ارقام فرماتے ہیں۔'' کہ تصویر حقیقتاً دو طرح کی ہوتی ہے۔ اگر کسی پردہ پر بنے تو اصلی ہے ورنہ وہ تصویر فرضی ہے۔

تصویر کی تعریف: تکنیکی یادستکاری کے عمل سے پیدا ہونے والی شبیہ جو کسی چیز کی حکایت صوری کرتی ہے۔ تصویر کہلاتی ہے۔ تصویر کی دو قسمیں ہیں۔ (۱) ترسیمی (۲) ارتسامی

پھر ارتسامی کی دو قسمیں ہیں (۱) انطباعی (۲) عکسی

پھر عکس کی دو قسمیں ہیں۔

(۱) حقیقی (۲) فرضی

ترسیمی	ارتسامی
عکسی	انطباعی
حقیقی	فرضی

(۱) تصویر ترسیمی: ۔ جو تصویر رنگ ولون کے ملاپ یا خراشوں کی مدد سے تھوڑی تھوڑی بنے جیسے قلم، برش، پینٹنگ فوارہ کے ذریعہ کاغذ و دیوار وغیرہ پر بنی ہوئی تصویریں۔ یا کسی چیز پر کندہ کی ہوئی تصویریں اسی طرح پارچہ بینری یا کشیدہ کاری سے بنائی ہوئی تصویریں۔

(۲) ارتسامی عکس حقیقی: جو تصویر نور وضیاء کی کرنوں کے اختلاط (امتزاج) یا کسی تصویری مادہ کے اتصال سے یکبارگی ظاہر ہو جیسے مہر، ٹھپہ پریس کے ذریعہ یکبارگی نمودار ہونے والی تصویریں۔

(۳) ارتسامی عکس حقیقی: شعاعوں کی مدد سے بننے والی تصویر اگر کسی چیز کی سطح پر بنے۔ جیسے فلمی یا کمرہ کے ذریعہ اتاری ہوئی تصویریں پردۂ فلم اور ٹیلی ویژن کے ڈائل واسکرین پر بننے والی تصویریں۔۔۔

نوٹ۔ مذکورہ بالا اقسام ثلاثہ پر تصویر کا اطلاق حقیقی طور پر ہے جو سطح پر بنی ہے۔ شعاعوں کے سبب نظر آنیوالی تصویریں۔ عکس فرضی کہلاتی ہیں

(علتیں) ہر چیز کیلئے چار علتیں ہوتی ہیں (۱) علت فاعلی۔ (۲) علت مادی۔ (۳) علت صوری۔ (۴) علت غائی۔ علت اس چیز کو کہتے ہیں۔ جسکا کوئی اپنے تحقق (وجود) میں محتاج ہو جیسے وجود ونہار کی علت طلوع شمس ہے۔

علت فاعلی: جو معلول کو وجود میں لائے جیسے گھر کیلئے معمار۔ زیور کیلئے سنار اور تصویر کیلئے پکچر ٹیوب (کمرہ ٹی وی)

علت مادی: ۔ جس جزء سے معلول کا وجود بالقوۃ ہو۔ جیسے گھر کیلئے اینٹ وغیرہ۔ زیور کیلئے سونا چاندی وغیرہ اور تصویر کیلئے پکچر ٹیوب (کیمرہ ٹی وی)

علت صوری: ۔ جس جزء سے معلول کا وجود بالفعل ہو جائے جیسے پلنگ کیلئے اس کی ہیئت مخصوصہ۔ کولر کیلئے اسکی شکل مخصوصہ اور عکسی حقیقی تصویر کیلئے کس سطح پر بنے ریز، شعاعوں کرنوں کی ہیئت مخصوصہ جس سے کسی صورت (تصویر) صاف طور پر نظر آئے۔۔۔۔

علت غائی :۔ وہ اثر جو فاعل کے فعل کا سبب ہو۔ جیسے گھر کیلئے گھر کے مقاصد مخصوصہ

نوٹ : معلول کی حقیقت میں علت مادی اور علت صوری داخل ہوتی ہیں۔ اس لئے کہ اب دیکھنا یہ ہیکہ ٹی وی میں بھی یہ چاروں علتیں پائی جاتی ہیں یا نہیں؟

تو تحقیق سے یہی ثابت ہیکہ یہ علل اربعہ ٹی وی کی تصویر کی حقیقت میں بھی موجود ہے۔

کیمرہ ٹی وی کہئے یا پکچر ٹیوب۔۔ یہ علت فاعلی ہے۔

ریز کہئے یا شعاع و کرن جس سے تصویر بنائی جاتی ہے یہ علت مادی ہے۔

اور اس تصویر کی ہیت مخصوصہ۔۔۔ یہ علت صوری ہے۔

اور اس ہیئت مخصوصہ کے مقاصد۔ یہ علت غائی ہے۔

اس کے بالمقابل آئینہ میں یہ چاروں علتیں نہیں پائی جاتی ہیں۔ کیونکہ آئینہ میں نہ کیمرہ ہے نہ پکچر ٹیوب اور نہ ہی ریز، شعاع، کرن۔ آئینہ میں دیکھے جانے والی صورت اس کا مادہ نہیں۔ جب مادہ ہی نہیں تو علت صوری کا وجود یونہی مفقود ہے۔ رہ گئی علت غائی تو آپ جو شعاعوں سے پلٹی صورت دیکھتے ہیں اور جو آپ کا مقصد ہے اسے علت غائی کہہ سکتے ہیں اس صورت میں جب آپ اپنے آپ کو مجازاً علت فاعلی تسلیم کرلیں۔ تو معلوم ہوا کہ ٹی وی کی تصویر کو آئینہ پر قیاس کرنا قیاس مع الفارق ہے۔۔

میری مذکورہ بالا عبارتوں سے آفتاب نصف النہار سے زیادہ روشن و تابناک ہوگیا کہ جن بزرگوں نے بلا تحقیق ٹی وی کی تھیوری اور حقیقت کو سمجھے بغیر یا کسی عظیم شخصیت پر اعتماد کرنے کی وجہ سے ٹی وی کے وقوع شعاع اور آئینہ کے انعکاس شعاع میں فرق محسوس کئے بغیر دونوں کو مساوی قرار دیا تو ظاہری بات ہیکہ آئینہ کی صورت پر قیاس کر کے ٹی وی کے تصاویر کو تصاویر نہ سمجھ کر جائز کہہ دینا ان کیلئے آسان تھا۔

شیخ الاسلام اپنی تصنیف کے ص ۴۷ر میں رقمطراز ہیں۔

''چونکہ درحقیقت یہی ریز آئینہ ٹی وی کے عکوس کی اصل قریب ہیں''

جبکہ ٹی وی میں ریز علت مادیہ کی حیثیت سے ہیں اور آئینہ میں ریز کے علت مادیہ کی حیثیت سے ہونے والا سوال ہی نہیں۔ کیونکہ آئینہ میں نہ ریز محفوظ کی جاتی ہے۔ اور نہ ہی وقوع شعاع ہوتی ہے۔ ''وغیــــــرہ ذالک فافھم فافترقا بینھما'' لہذا ٹی وی کے عکس کو آئینہ کے عکس پر قیاس کرنا قیاس مع الفارق ہے۔

فتاویٰ رضویہ المجلد اول ص ۳۸۵ پر عزیمت کو چھوڑ کر رخصت کیلئے جو وجوہ ستہ بیان کئے گئے ہیں۔ جنکا ذکر میں نے صفحہ اولیٰ میں کیا ہے۔ ان وجوہ ستہ کی روشنی میں دعوت اسلامی کے مبلغین کا اسکرین اور لیپ ٹاپ کے ذریعہ دیدار عطار کرانا، کرنا کس قضیہ کے تحت داخل ہے؟ اور عوام اہلسنت کو بیعت وارادت کرنا کہاں تک درست ہے؟ امیر دعوت اسلامی کا خطاب کرنا، دینی پروگرام کے ذریعہ ہدایات اسلامی جاری کرنا یہ سب وجوہ ستہ کے کس نوع میں داخل ہیں؟ مندرجہ ذیل تفصیلات کی روشنی میں فیصلہ قارئین کے آرا پر چھوڑتا ہوں۔

(۱) ضرورت:۔ یہ فرض کی منزل میں ہے۔ جس کی بنیاد پر بعض محرمات قطعیہ بھی واجب ہوجایا کرتی ہیں۔ مثلاً پیاس سے جان جارہی ہو اور پانی کا ایک قطرہ بھی میسر نہ ہو اور نہ پانی تک پہونچنے کی قدرت ہو، تو ایسی صورت میں کسی شخص نے جان بلب انسان کو شراب کی بوتل دیدی، تو اس کیلئے صرف اور صرف جان بچانے کی حد تک شراب حلق میں اتارنا جائز ہوگا۔ اس سے زائد ہرگز نہیں۔ اور اگر ایسا نہیں کیا جان تلف ہوگئی، تو آثم قرار پائیگا۔ ''کما صرح الفقھاء فی کتب المتداولہ'' (یہ انجام کے اعتبار سے ضرورت کی دوسری قسم تھی جو میں نے پیش کردی۔ اور قسم اول تو اس سے بھی زیادہ اہم ہے جسکا ذکر شروع صفحہ میں موجود ہے)۔

تو اب دیکھنا یہ ہیکہ دعوت اسلامی کے مبلغین یا کسی عالم فرد کا لیپ ٹاپ اور اسکرین میں دیدار عطار کرانا دینی بیان سننا، سنانا، بیعت وارادت میں داخل کرانا اور ہونا، خواب بیان کرنا اور اسکو سننا اور دوسروں تک

پہونچانا ضرورت شرعیہ میں داخل ہیں؟ اگر جواب اثبات میں ہے تو اسکا ثبوت کتاب اللہ یا احادیث متواترہ یا جماع امت سے پیش کرنا ہوگا۔ "ھاتوا برھانکم ان کنتم صادقین"

اور اگر جواب نفی میں ہے اور یہی صحیح جواب ہے تو شریعت مطہرہ کی اصلی صورت کو مسخ کرنے کیلئے دعوت اسلامی کے حضرات کیوں بضد ہیں؟ اس کا نہیں احساس ہونا چاہئے کہ معاملہ دنیا کا نہیں دین کا ہے۔

(۲) حاجت یا دفع حرج: یہ واجب کی منزل میں ہے جسکی پر بنیاد بعض محرمات بھی جائز ہو جاتی ہیں۔ مثلاً شراب یا خنزیر کا دوا کے طور پر استعمال نا جائز ہے۔ مگر جب اسکے سوا دوا نہ ہو اور یقین کامل ہو کہ اس سے قطعاً شفاء ہو جائیگی۔ تو بطور حاجت یا دفع حرج بہر حال عند الشرع جائز ہے۔ ص ۵۴۰ر)

اور اسکی دوسری مثال یہ ہے کہ جس چیز کی آدمی کو عموماً یا خصوصاً ضرورت پڑتی رہتی ہے اور اس کے ملاحظہ واحتیاط میں حرج ہے اسکا ناخنوں کے اندر یا اوپر یا اور کہیں لگا رہ جانا اگر چہ جرم دار ہو۔ اگر چہ پانی اس کے نیچے نہ پہونچ سکے۔ مثلاً پکانے، آٹا گوندھنے والوں کیلئے آٹا، رنگریز کیلئے رنگ کا جرم۔ عورتوں کیلئے مہندی کا جرم، کاتب کیلئے روشنائی، مزدور کیلئے گارا مٹی، عام لوگوں کیلئے کوئے یا پلک میں سرمہ کا جرم، بدن کا میل، مٹی کا غبار، مکھی مچھر کی بیٹ وغیرہ۔ ان کا رہ جانا فرض اعتقادی کی ادا کو مانع نہیں (شرع ۲۰۳ر)

اب عطار قادری صاحب اور ان کے چاہنے والوں سے عرض ہے۔ "دیدار عطار" کے نام لیپ ٹاپ اور اسکرین پر دیدار کرانا۔ بیان سننا، سنانا، وغیرہ وغیرہ کونسی حاجت شرعیہ ہے؟ اور اگر نہیں، تو پھر ایسی ہٹ دھرمی جس سے خدا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ناخوشنودی اور عدم رضا ہو، اس کار کو انجام دیکر کرامت مصطفویہ کو آپ حضرات کا غلط راہ پر گامزن کرنا نہیں ہے؟ جبکہ ٹی وی ویڈیو، وی سی آر وغیرہ میں تصویریں ہوتی ہیں۔ جیسا کہ گذشتہ اوراق میں تحقیق سے ثابت کر دیا گیا۔ اور جسکی حرمت متواتر المعنیٰ احادیث کریمہ سے ثابت ہے۔

(۳) عرف تعامل ناس:۔ یہ دونوں معاملات میں ہوتے ہیں نہ کہ عبادات میں۔ قول فیصل ص ۳۷ر از

مفتی مطیع الرحمٰن رضوی۔اور ہر کس وناکس جانتا ہے کہ اسکرین ولیپ ٹاپ ہو یاٹی وی یا ویڈیو کے ذریعہ دیدار عطار کرنا کرانا اور کسی صاحب کی تقریر ووعظ وبیان کرنا کرانا معاملات میں داخل ہی نہیں ۔ بلکہ عبادات میں شامل ہیں۔لہٰذا عرف وتعامل بھی مفقود ہے۔

(۵) دینی ضروری مصلحت: ۔امیر دعوت اسلامی مولانا الیاس صاحب دینی ضروری مصلحت کیا سمجھیں؟ کیونکہ وہ عالم ہی نہیں (کیونکہ غیر عالم دینی ضروری مصلحت کو سمجھنے سے قاصر ہیں) عالم اسے کہتے ہیں کہ عقائد سے پورے طور پر آگاہ ہواور مستقل ہواور اپنی ضروریات کو کتاب سے نکال سکے بغیر کسی کی مدد کے۔لیکن جو شخص ایک شئی کو کبھی ناجائز کہےاور کبھی جائز اور کبھی بین بین۔مصالح دینیہ کا فہم وادرک تو بہت دور کی بات ہے۔حق وناحق میں خط امتیاز کشید کرنا ان کے تصور سے بالاتر ہے۔

سائل نے الیاس عطاری کے تعلق سے سوال کیا تھا اسی لئے سائل کے سوال کو ملحوظ رکھتے ہوئے جواب دیا گیا ہے ورنہ عالم غیر عالم سب کیلئے ٹی وی اور لیپ ٹاپ وغیرہ میں تصویر ہونے کیوجہ سے عدم جواز کا حکم ہے۔

(۶) ازالۂ فساد موجود یا مظنون بظن غالب: ۔

مولوی الیاس عطاری صاحب ٹی وی یا لیپ ٹاپ کے اسکرین پر تشریف لاکر ازالۂ فساد کررہے ہیں۔یا نئے نئے فسادات کو جنم دیکر قوم مسلم کو گروہوں میں بانٹ رہے ہیں۔قوم مسلم کے جہلاء جو دین سے صحیح طور پر واقف نہیں ہیں۔ان کو الیاس عطاری صاحب کے دام تزویر میں گرفتار کرنے کیلئے مساجد وشارع عام پر دیدار عطار کرانا ان سے بیعت وارادت کا تعلق جوڑنا شریعت مطہرہ سے الگ تھلگ ایک نئی راہ پر گامزن کرنا ہے۔اگر دیدار عطار کرانے کا یہی حال رہا تو وہ دن دور نہیں کہ لوگ اسی طریق کار کو ثواب اور صراط مستقیم پر گامزن رہنے کیلئے مفید سمجھنے لگیں گے۔"لاحول ولا قوۃ الا باللہ علی العظیم"

کتبہ: فقیر محمد ناظر اشرف قادری بریلوی غفرلہ القوی

ٹی وی وغیرہ میں شئ منطبع تصویر ہے۔عکس نہیں تو بریں تقدیر ٹی وی، لیپ ٹاپ وغیرہ دیکھنا ناجائز وگناہ ہے۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان کرام مسئلہ ہذا میں

(۱) لیپ ٹاپ جس میں ٹی وی کی طرح تصاویر ومناظر اس میں سنے دیکھے جاسکتے ہیں۔اسکے ذریعے کسی عالم یا مبلغ کا بیان داخل مسجد سننا دیکھنا کیسا ہے؟دعوت اسلامی کے لوگ مسجد میں ایسے پروگرام دیکھتے رہتے ہیں۔ان کا کہنا ہے۔کہ ہمارے یہاں جائز ہے۔اسلئے ہم نے ایسا کیا ہے۔

(۲) مسجد کی بجلی سے اپنے ذاتی موبائل کو چارج کرنا اور معتکف کو رات میں بجلی پنکھا مسجد کے سامانوں کو استعمال کرنا اور ہر ہفتہ جماعت کی شکل میں نفلی اعتکاف کرتے ہیں۔اور اعتکاف کی حالات میں خلاف اعتکاف امور انجام دیتے ہیں۔جبکہ مصلیان وجماعتی اور امور مسجد سے وابستہ وقف کیا ہے اس طرح ان کے افعال واعتکاف پر کیا حکم ہے؟

(۳) مسجد میں موبائیل کی مختلف قسم کی گھنٹیاں بجتی ہیں۔مسجد کے اندر بات کرنا اور مذکورہ حالات کی روشنی میں عوام اہلسنت کو کیا طریقہ اختیار کرنا چاہئے۔

(۴) کمیٹی کے افراد یا ذمہ دار حضرات انھیں کسی بات پر کچھ کہتے ہیں۔تو ان کا جواب ہوتا ہے کہ یہ بات ہمارے آئین وطریقہ کار میں ہے۔

نوٹ!مذکورہ سوالات کے متعلق شہر رائے پور کے پانچ علمائے اہلسنت کے سامنے باشرع صوم وصلوٰۃ کے پابند مسلمانوں نے بیان دیا ہے------

المستفتی:۔محمد شکیل نوری

۸۶/۹۲ الجواب بعون الملک العزیز الوهّاب

(۱) وهو الموفق للصدق والصواب واليه المرجع والمآب شرع مطہر میں ذی روح کی تصویر بنانا، بنوانا اپنے پاس اعزازاً رکھنا حرام، حرام، اشد حرام، بدکام بدانجام ہے۔اس بارے میں بیشمار احادیث وآثار منقول ہیں۔فتاوی رضویہ جلد نہم صفحہ ۱۴۳ پر ہے۔احادیث اس بارے میں حد تواتر پر ہیں ایک حدیث شریف میں ہے. اشد الناس عذاباًیوم القیامة الذین یضاهون بخلق اللّٰہ حضرت ملاعلی قاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مرقاۃ میں فرماتے ہیں۔قال اصحابنا وغیرهم من العلماء تصویر صورة الحیوان حرام شدید التحریم وهو من الکبائر لانه متوعد علیه بهذالوعید الشدید المذکورفی الاحادیث سواء صنعه فی ثوب اوساط او درهم اودینارا وغیره ذالک ۔ردالمحتار میں ہے۔فعل التصویر غیر جائز مطلقاً لانه رضاهاة لخلق الیه هکذا فی بحرالرائق کما هو مصرح فی الجزء التاسع من الفتاویٰ الرضویة

اور اکابر علمائے اہلسنت وجماعت (خصوصاً حضور تاج الشریعہ علامہ مفتی اختر رضا خاں صاحب قبلہ مدظلہ العالی ودیگر محققین ذوی الافهام) نے یہ ثابت فرمایا ہے کہ ٹی وی وغیرہ میں شئ منطبع تصویر ہے۔عکس نہیں کما هو محقق فی کتبهم.

لہٰذا صورت مسئولہ میں جب یہ معلوم ہوگیا کہ وہ تصویر ہے۔عکس نہیں تو بریں تقدیر ٹی وی، لیپ

ٹاپ وغیرہ دیکھنا مسجد وغیرہ میں بلکہ ہر جگہ ناجائز ہی ہوگا۔اس بارے میں دعوت اسلامی کے مبلغین کی بات (قول جواز) کو ہرگز ہرگز قابل التفات نہ سمجھیں کہ وہ مصالح شرعیہ سے نابلد ہیں کہ اسے (ٹی وی دیکھنا) جائز بتانا ہزار ہا ہزار باب مفاسد وا کرنا ہے وقد تقدير فى الاصول درء المفاسد اهم من جلب المصالح كما فى الاشباه والنظائر.

الحاصل ٹی وی دیکھنا ہرگز ہرگز جائز نہیں اسے جائز بتانا دین و دیانت کے خلاف وافتراء علی الشریعۃ ہے۔هذاما عندى والعلم بالحق عند ربى العظيم...

(۲) مسجد کی بجلی سے موبائیل چارج کرنا ہرگز ہرگز جائز نہیں کہ یہ خلاف غرض واقف ہے جو کہ شرعاً ناجائز ہے۔فتاویٰ رضویہ ج ۶ ر ص ۴۵۵ ر پر ہے۔جو چیز جس غرض کے لئے وقف کی گئی دوسری غرض کی طرف اسے پھیرنا ناجائز ہے۔اگرچہ وہ غرض بھی وقف ہی کے فائدہ کی ہو کہ شرط واقف مثل نص شارع صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم واجب الاتباع ہے۔درمختار میں ہے۔شرط الواقف كنص الشارع فى وجوب العمل به۔البتہ بنیت اعتکاف مسجد میں سونے اور اس کے سامان سے فائدہ حاصل کرنے میں مضائقہ نہیں کہ یہ خلاف شرط واقف نہیں كما لا يخفىٰ على العلم ومن ادعى خلافاً فعليه البيان بالدليل والبرهان. رہا خلاف اعتکاف امورانجام دینے پر حکم اعتکاف کیا ہے؟ تو اس کے لئے پہلے ان امور کی وضاحت کیجئے پھر حکم شرع بیان کیا جائے گا۔وهو اعلم بالصواب.

(۳) حدیث شریف میں ہے۔جنبوا مساجد كم صبيانكم ومجانينكم وشرائكم وبيعكم وخصومتكم ورفع اصواتكم اپنی مساجد کو بچاؤ اپنے ناسمجھ بچوں اور مجنونوں کے جانے اور خرید وفروخت اور جھگڑوں اور بلند آواز کرنے سے۔پس جب مسجد میں آواز بلند کرنے کی ممانعت ہے۔تو موبائیل کی گھنٹیاں بجانا (جس میں اکثر مزامیر ہوتی ہے) بدرجۂ اولیٰ ممنوع ہوگا۔اور بے ضرورت شرعیہ مسجد میں دنیا کی باتیں کرنا ناجائز ہے۔

چنانچہ فتح القدیر میں ہے الکلام المباح فیه مکروہ یاکل الحسنات اور الاشباہ والنظائر میں ہے۔ انه یاکل الحسنات کما تاکل النار الحطباور حدیقۂ ندیه میں ھے۔ کلام الدنیا اذا کان مباحاً صدقاًفی المساجد بلا ضرورۃ داعیۃ الی ذٰلک کالمعتکف یتکلم فی حاجته الازمة مکروہ کراھۃ تحریم

یعنی دنیا کی بات جبکہ فی نفسہ مباح اور سچی ہو مسجد میں بلاضرورت کرنی حرام ہے ضرورت ایسی جیسے معتکف اپنے حوائج ضروریہ کے لئے بات کرے۔ لہٰذا صورت مسئول عنہا میں اگر کسی کو مسجد میں بے ضرورت شرعیہ بات کرتے ہوئے دیکھے تو بقدر استطاعت ہر واقف حال مسلمان پر فرض ہے کہ اسے روکے۔ کما قال علیه الصلوٰۃ والسلام من رای منکم منکرا فلیغیرہ بیدہ فان لم یستطع فبلسانه فان لم یستطع فبقلبه وذٰلک اضعف الایمان (مشکوٰۃ شریف ص ۴۳۶ واللّٰہ تعالیٰ اعلم بالصواب. .

(۴) اگر انھیں (یعنی مبلغین دعوت اسلامی کو خلاف شرع امور کے ارتکاب پر گرفت کرنے کی وجہ سے یہ جواب ہے۔ تو بایں صورت وہ لوگ بے شبہ بیباک وجری علی الدین ہیں۔ ان کے آئین وطریقہ میں اسکا ہونا دلیل جواز نہیں۔ لہٰذا ایسے جری علی الدین مساجد میں آنے سے روک دیے جائیں۔ کہ وہ شرعی مجرم ہیں حدیث شریف میں لعن اللّٰہ لمن آوی محدثا. واللّٰہ تعالیٰ اعلم وعلمہٗ احکم واتم

کتبہٗ:۔ محمد محبوب رضا نوری بدر القادری

خادم دار الافتاء دار العلوم اعلیٰ حضرت رضا نگر کلمنا ناگپور

ماحررہ الفاضل المجیب فھو حق صحیح والمجیب مثاب

فقیر محمد ناظر اشرف قادری بریلوی غفرلہ القوی

[حضرت حکیم الملت مدظلہ نے جناب شکیل بھائی رائے پوری کو اس فتوے کی تصدیق کیلئے بریلی شریف

حضور تاج الشریعہ دامت برکاتہم القدسیہ کی بارگاہ عالی تبار میں بھیجا تو حضور تاج الشریعہ قبلہ نے فرمایا کہ اس فتوے پر ناظر اشرف کی تصدیق ہے مجھے سناؤ مولانا عاشق حسین صاحب کشمیری نے سنایا تو اس کے بعد حضور تاج الشریعہ دامت برکاتہم القدسیہ نے تصدیق فرماتے ہوئے اپنے دست مبارک سے دستخط فرمایا]

دستخط

حضور تاج الشریعہ مدظلہ العالی

فقیر محمد اختر رضا قادری ازہری غفرلہ القوی

دستخط

حضور امین شریعت (علیہ الرحمۃ والرضوان) بریلی شریف

الجواب صحیح سبطین رضا غفرلہ

دستخط

الجواب صحیح فقیر حبیب رضا قادری غفرلہ بریلی شریف

تصدیق جلیل

حضور اشرف العلماء حضرت علامہ مولانا مفتی مجیب اشرف رضوی صاحب قبلہ مدظلہ قاضی شہر ناگپور

۹۲/۸۲ مسجد میں ٹی وی یا لیپ ٹاپ وغیرہ دیکھنا دکھانا یا شہوی حرمت کے خلاف ہے۔ جو لوگ ایسا کرنے پر اصرار کرتے ہیں ان لوگوں کے ساتھ روکنا ضروری ہے۔ ورنہ یقیناً آگے چل کر مساجد لہو لعب کا اڈا بنانے سے گا۔۔۔ فقط محمد مجیب اشرف غفرلہ

حضرت مولانا فخر الدین احمد صاحب قادری مصباحی بانی و مہتمم جامعہ جواری الفاطمہ، تاج آباد شریف ناگپور

بسم وحمد الٰہ

علمائے صلاح وفلاح جب دعوت اسلامی کے عام یا خاص مبلغین کو کسی غیر مناسب یا شرعی بات کسی ناجائز امر سے بچانے کیلئے ان کو کچھ بھی نصیحت فرماتے ہیں تو یقیناً ایسے مواقع پر ان کا پہلا جواب یہی ہوتا ہے کہ "فلاں بات تحریک کے اصول میں ہے اسلئے ہم نہیں نہیں سکتے" فلاں عمل تحریک کے آئین میں نہیں اس لئے ہم نہیں کر سکتے۔ تحریک کے خود ساختہ کسی چھوٹے سے چھوٹے آئین کے لئے علمائے کرام سے مکابرہ پر اتر آتے ہیں۔ عطاری صاحب کے دیئے طریق کار اگر چہ وہ خلاف شرع ہی کیوں نہ ہو جیسے مائک پر نماز کے جواز کا قول ٹی وی، مووی پر تصاویر بنانے دیکھنے، دکھانے پر عمل پیرا ہونے اور کرانے

تصدیق جلیل

حضور اشرف العلماء حضرت علامہ مولانا مفتی مجیب اشرف رضوی صاحب قبلہ مدظلہ، قاضیٔ شہر ناگپور

۸۶/۹۲ ۷ مسجد میں ٹی، وی یا لیپ ٹاپ وغیرہ دیکھنا دیکھانا بلاشبہ مسجد کی حرمت کے خلاف ہے۔ جو لوگ ایسا کرنے پر اصرار کرتے ہیں ان کو سختی کے ساتھ روکنا ضروری ہے۔ ورنہ یہ فتنہ آگے چل کر مساجد کو لہو لعب کا اڈا بنا دے گا۔۔۔ فقط محمد مجیب اشرف غفرلہ

حضرت مولانا فخر الدین احمد صاحب قادری، مصباحی بانی و مہتمم جامعہ جواری الفاطمہ، تاج آباد شریف ناگپور

بسمہٖ وحمدًا لہٗ

علمائے صلاح وفلاح جب دعوت اسلامی کے عام یا خاص مبلغین کو کسی غیر مناسب لا یعنی بلکہ کسی ناجائز امر سے بچانے کیلئے ان کو کچھ بھی نصیحت فرماتے ہیں تو یقیناً ایسے مواقع پر انکا پہلا جواب یہی ہوتا ہے کہ ''فلاں بات تحریک کے اصول میں ہے اسلئے ہم بچ نہیں سکتے'' فلاں عمل تحریک کے آئین میں نہیں اس لئے ہم نہیں کر سکتے۔ تحریک کے خود ساختہ کسی چھوٹے سے چھوٹے آئین کے لئے علمائے کرام سے مکابرہ پر اتر آتے ہیں۔ عطاری صاحب کے دیئے طریق کار [اگرچہ وہ خلاف شرع ہی کیوں نہ ہو جیسے مائک پر نماز کے جواز کا قول ٹی وی، مووی پر تصاویر بنانے دیکھنے، دکھانے پر عمل پیرا ہونے اور کرانے

کیلئے ضد اور جنون کی حد تک ماحول سازی کرتے ہیں اسکا مجھے خود تجربہ اور مشاہدہ ہے۔ ایسی حالت میں مجیب مکرم دام ظلہ کا یہ جملہ کہ وہ لوگ بے شبہ بے باک اور جری علی الدین ہیں انتہائی حقیقی اور نفس الامری جملہ ہے، میں مذکورہ فتویٰ کی تائید کرتا ہوں۔

فخر الدین احمد قادری، مصباحی

خادم جامعہ جواری الفاطمہ ناگپور

عکس تحریر

ہندوؤں کے تہوار دسہرہ، جنم اشٹمی وغیرہ میں جانے والے پر کیا حکم شرعی ہے؟

کیا فرماتے ہیں علمائے ربانیین مسئلہ ذیل میں

کہ (۱) ہمارے گانگی کے مشہور و معروف مولانا عارف حسین صاحب نے کئی مسلمانوں کو دسہرہ میں جانے کیوجہ سے توبہ کروایا اور انکی عورتوں سے نکاح باطل ہونے کا حکم دیا اور خود نکاح پڑھایا بھی ہے۔ معلوم کرنے کے بعد انہوں نے سرکار مفتی اعظم ہند رضی المولی تعالیٰ عنہ وارضاہ عنا کے فتاویٰ مصطفویہ کا حوالہ پیش کیا۔ ہمارے علاقہ میں سب سے بڑے مفتی میرے والد صاحب ہیں ان سے پوچھا تو انہوں نے کوئی خاص جواب باحوالہ پیش نہیں فرمایا۔ اب آپ سے سوال ہے کہ مولانا عارف صاحب کا ایسا فتویٰ دینا صحیح ہے یا نہیں؟ کیا واقعی دسہرہ میں جانے سے نکاح ٹوٹ جاتا ہے؟ کیا فتاویٰ مصطفویہ اور فتاویٰ رضویہ کے فتوے میں تناقض ہے؟ اگر ہے تو جواب کی کیا صورت ہے؟ شریعت مطہرہ کی روشنی میں جواب دیں گے اور یہ مسئلہ فتاویٰ رضویہ میں بھی ایسا ہی ہے۔ فقط والسلام

مفتی حامد رضا ربانی

پتھار بستی گانگی، پوسٹ گانگی ہاٹ، ضلع کشنگنج بہار

الجواب بعون الملک العزیز العلّام الوھّاب الکریم

الودود الاحد المعبود

صورت مسئولہ میں ہندوؤں کے تہوار دسہرہ، جنم اشٹمی وغیرہا میلوں میں شرکت کی دو صورتیں ہیں۔

(۱)میلوں میں یونہی جانا (۲) میلہ منانے کی نیت سے جانا۔ دونوں صورتوں کا حکم جداگانہ ہے ۔۔۔

(۱)میلوں میں یونہی جانے سے توبہ، تجدید ایمان لازم نہیں اور نہ ہی عورت سے نکاح باطل۔ جولوگ ایسا فتویٰ دیتے ہیں وہ حضرات شرع شریف پر افترا کرتے ہیں امام اہلسنت اعلیٰحضرت مجدد دین وملت قدس سرہ العزیز فتاویٰ رضویہ شریف المجلد التاسع کتاب الحظر والاباحۃ ص ۲۷۰ پر فرماتے ہیں کہ" کافروں کے میلے میں جانے سے آدمی کافر نہیں ہوتا کہ عورت نکاح سے نکل جائے۔ جولوگ ایسے فتوے دیتے ہیں شریعت مطہرہ پر افترا کرتے ہیں، البتہ اوس میں شریک ہونا مسلمان کو منع ہے"

اور اسی جلد کے نصف آخر کے ص ۲۷۸ پر فرماتے ہیں"ہنود کے میلے میں جانا حرام ہے مگر نکاح نہیں ٹوٹتا۔ جب تک اسے اچھا نہ جانے، اچھا جانے گا تو بیشک کافر ہوجائیگا اور نکاح ٹوٹ جائے گا" عامۂ مسلمین علاقۂ بنجالہ وبہار وغیرہ ہنود کے میلوں میں بغرض شرکت برائے اتحاد ہنود یا ان کے جلوس اور ان کے میلوں کی زینت بڑھانے نہیں جاتے ہیں۔ یعنی اہل اسلام کا مقصود بالذات دسہرہ وغیرہ میں اہل ہنود کا میلہ منانا نہیں ہے۔ لہذا اس سے عورت نکاح سے باہر نہ ہوگی۔ اور امام الفقہاء شہزادۂ اعلیٰحضرت عظیم البرکت قدس سرہ فتاویٰ مصطفویہ کتاب الایمان ص ۹۴ (قدیم نسخہ) میں فرماتے ہیں کہ

> "اس کے حرام، حرام، اشد حرام ہونے میں کوئی کلام نہیں۔ کفار کے ایسے کاموں کے محض تماشہ کیلئے وہاں چلنا تو حرام ہے وہاں اگر رشتۂ اتحاد قائم کرنے کی نیت سے کفار کے جلوس میں شرکت ہو تو یقیناً ان کے جلوس کے ساتھ ساتھ چلنا ان کے تہوار کی تعظیم ہے۔ اور ان کے کیلئے ایسے امور کی تعظیم سے تجدید ایمان وتجدید نکاح لازم چاہے یہ تعظیم خود کی ہو یا حکماً" (ملخصاً)

اور صفحہ ۹۶ پر رقم فرماتے ہیں کہ "فقہائے کرام کتب فقہ میں ایسی صورت میں کہ اسمیں تحسین اعمال کفار اور شرکت افعال کفار اور موافقت انکی عبادت کی ہو۔ حکم کفر لکھتے ہیں اور جو شخص مرتکب ایسے امر کا ہو جسکا

سوال میں ذکر ہے اسپر حکم لزوم تجدید ایمان وتجدید نکاح کا دیتے ہیں۔ خزانۃ الروایات، بحر الرائق، اور شرح فقہ اکبر کے حوالے کے بعد محض تماشائی کی حیثیت سے جانے کا حکم تو یہ ہے۔ ان کے جلوس میں جو کفریہ حرکات وسکنات مورت کو بھگوان بنا کر اونچی جگہ بٹھا کر کرشن وغیرہ رام لیلا جیسے غیر شرعی خرافات، مضحکات، منجرات کفریات بلکہ صدہا کلمات کفریات کی بکواس ہوتے ہیں اسمیں محض بہ نیت تماشائی جانے پر حکم کفر ہے۔ نہ کہ فقط جانے سے اس دن بازار جانے اور اپنی ضروریات کے سامان خرید وفروخت کرنے پر حکم کفر ہے۔ اور اسی جلد کے ص ۸۷/اور ۸۸/ پر سوالات کے تحت جو جوابات مرقوم ہے۔ اسکا بھی حاصل یہی ہے کہ ہنود کے تہوار دسہرہ وغیرہ منانا، نہ کہ فقط جانا مراد ہے جس سے بعض مفتیوں کو شبہ ہوا بلکہ اشتباہ پیدا ہوا۔ یہانتک کہ گانگی کے ایک معروف مولوی صاحب جو ہمارے قدیم ساتھیوں میں سے تھے انہوں نے فتاوی مصطفویہ کو نہ سمجھنے کیوجہ سے خطا کی ہے اور خود ہی میلہ میں جانے کی وجہ سے کچھ لوگوں کے نکاح ٹوٹ جانے کا حکم صادر کیا اور خود ہی دوبارہ مہر جدید کے ساتھ نکاح بھی پڑھا دیا استغفر اللہ ربی من کل ذنب واتوب الیہ

(۲) امام اہلسنت علیہ الرحمۃ والرضوان اور سرکار امام الفقہاء کے فتوؤں میں ہرگز ہرگز تناقض نہیں۔ کہ رفع تناقض وتنافی کی صورت کا جواب لکھا جائے۔ بلکہ ایک دوسرے کے موافق ومطابق ہے۔ امام اہلسنت قدس سرہ فتاوی رضویہ شریف ج ۶ رص ۱۴۹ر پر ایک سوال کے جواب میں رقمطراز ہیں کہ "مسلمان کو دسہرہ کی شرکت حرام ہے [اور یہاں شرکت سے مراد وہی جو زینت بڑھانے یا جلوس شرکت کرے] بلکہ فقہاء نے اسے کفر کہا اور اسمیں بہ نیت موافقت ہنود ناقوس بجانا بیشک کفر ہے۔ الاشباہ والنظائر وغیرہا معتمدات اسفار، تنویر الابصار، درمختار، بحر الرائق، عالمگیری، مجمع الانہر، جامع الفصولین، منح الروض الازہر کے حوالوں کے بعد فرماتے ہیں کہ "جو مرتکب کفر فقہی ہے۔ جیسے دسہرے کی شرکت [یہاں بھی شرکت سے مذکورہ صورت مراد ہے] یا کافروں کی جے بولنا اسپر تجدید اسلام لازم ہے اور اپنی عورت سے نکاح

جدید بھی کریں۔ اور اسی طرح اسی جلد کے ص ۵۰/ پر بھی ایک سوال کے جواب میں مرقوم ہے۔ اور اسی جلد کے ص ۵۰/ پر بھی رقم ہے کہ " جو لوگ گشت میں شریک ہوئے اگر کافر نہ ہوئے تو قریب بکفر ہیں۔ حدیث میں نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں **من سود مع قوم منهم وفي لفظ من كثر سواد قوم** جو کسی قوم کا مجمع بڑھائے وہ انہی میں سے ہے اور وہ جنہوں بت کے لانے میں شکریہ ادا کیا اور خوش ہوئے ان پر بھی بحکم فقہاء کفر لازم ہے۔ غمز عیون میں ہے **من استحسن فعلاً من افعال الكفار كفر بالاتفاق المشائخ** ان پر لازم ہے کہ توبہ کریں اور از سرے نو کلمۂ اسلام پڑھیں اور اپنی عوتوں سے نکاح جدید کریں۔

(۳) اور یہی فتویٰ بحسب سوال میرے مرشد برحق سرکار امام الفقہاء رضی المولیٰ تعالیٰ عنہ وارضاہ عنا نے [جو فتاویٰ مصطفویہ میں مطبوعہ ہے] دیا ہے گانگی کے معروف مفتی محمد عارف حسین بغور تمام مطالعہ فرمائیں تو ان کے فہم پر روز روشن کی طرح عیاں ہو جائیگا۔ کیونکہ فی نفسہ وہ خود قابل آدمی ہیں۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب وعلمہ جلّ مجدہ اتم واحکم بالجواب

قبرستان میں جانور باندھنا حرام اشد حرام مستحق عذاب نار ہے

کیا فرماتے ہیں مفتیان دین شرع متین ان مسائل کے جواب میں

(۱) ایک قدیمی قبرستان ہے جو سرکاری نقشہ پر بھی موجود ہے؟ جسمیں آج بھی بہت سی پکی اور کچی قبروں کے نشانات دیکھائی دیتے ہیں۔ لیکن کئی سالوں سے اس قبرستان میں مردے دفن کرنا بند ہے قبرستان کی چار دیواری نہ ہونے کی وجہ سے لوگ قبروں کے اونچے پتھروں سے جانور باندھ دیتے ہیں جس سے قبریں غلاظت آلودہ ہو جاتی ہیں قبروں کی اس طرح بے حرمتی کرنے والوں پر شرعی کیا حکم

ہے۔کیا قدیمی قبرستان کے آداب ختم ہوچکے؟

(۲) قبروں کی شدید بے حرمتی اور قبرستان کی مقدس زمین جسمیں ہمیشہ مکانات بنا لینے کا اندیشہ لگا رہتا ہے اس کے مدنظر ٹرسٹ نے قبرستان کی چار دیواری کا تعمیری کام عمل میں لایا ہے تاکہ قبرستان کا مکمل تحفظ ہوجائے مگر قبرستان کی زمین پر یا کچھ متصل اور کچھ قبرستان کی جگہ ملا کر کچھ مسلمان گائے ذبح خانہ بنانا چاہتے ہیں کیا شریعت کی روشنی میں ایسا فعل جائز ہے؟ امید ہیکہ جلد از جلد ان کے مفصل جواب سے ہمیں نوازیں گے۔فقط والسلام

سیدہ بی اماں صاحبہ چیریٹیبل ٹرسٹ کامٹی

صدر الحاج شیخ فرید صاحب۔۲۶/۷/۲۰۰۱

۷۸۶/۹۲ الجواب بعون الملک العزیز العلام

(۱) وہ قبرستان جو زمانۂ قدیم سے موقوفہ قبرستان ہے۔اور اسمیں قبروں کے نشانات بھی موجود ہیں۔ اگر نشانات ختم بھی ہوگئے جب بھی وہ قبرستان ہی ہے۔اس قبرستان میں جانور باندھنا حرام، اشد حرام ، مستحق عذاب جہنم ہے۔ردالمختار میں ہے۔لان المیت یتاذی بما یتاذی بہ الحی اس سے مردوں کو تکلیف پہنچتی ہے، جیسے زندوں کو تکلیف پہنچتی ہے۔حدیث صحیح میں قبروں پر چلنے اٹھنے بیٹھنے یہاں تک کہ تکیہ لگانے سے بھی ممانعت آئی ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں لان امشیٰ علیٰ جمرۃ او سیف احب الیٰ من ان امشیٰ علیٰ قبر مجھے آگ یا تلوار پر چلنا قبروں پر چلنے سے زیادہ پسند ہے۔اس مفہوم کی بہت ساری حدیثیں ہیں ایسی حرکت شنیعہ سے اللہ و رسول کو ایذا پہونچانا ہے۔اللہ عز وجل ارشاد فرماتا ہے۔ ان الذین یوذون اللہ و رسولہ لعنھم اللہ فی الدنیا و الآخرۃ و اعدّلھُم عذاباً مُّھیناً[پ ۲۲/ ع ۴]

ترجمہ: بیشک جولوگ اللہ ورسول کوایذا دیتے ہیں ان پر اللہ کی لعنت ہے۔ دنیااور آخرت میں۔اور اللہ نے ان کیلیۓ ذلت کا عذاب تیار کررکھا ہے۔لہٰذا وہ لوگ جانوروں کو باندھنے غلاظت کرانے قبروں کوروندنایا روندوانے،قبروں پر چلنے پھرنے وغیرہ وغیرہ حرکات شنیعہ سے باز آجائیں اورتوبۂ نصوحہ کریں اورجن مردوں کے ورثاءزندہ ہیں اس سے معافی مانگیں اوران مردوں کے لئے ایصال ثواب کرتے رہیں۔اور دوسرے مسلمان بھی باوصف قدرت ان لوگوں کومنع کریں کما فی الفتاویٰ المصطفویة

(۲) موقوفہ قبرستان کی جگہ پرذبح خانہ بنانا جائز نہیں اورنہ کسی قسم کا ذاتی تصرف درست۔

واللّٰہ تعالیٰ اعلم بالصواب وعلمہ جلّ اتم واحکم مجدہ بالجواب.

کتبہ فقیرمحمد ناظر اشرف قادری بریلوی غفرلہ القوی

خادم دارالعلوم اعلیٰ حضرت رضانگر کلمنا ناگپور۲۶ مہاراشٹر

قبر پختہ نہ کرنا بہتر اور کریں تو اندر سے کڑا کچا رہے اوپر سے پختہ کرسکتے ہیں

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اور مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں

کہ ہماری مسجد راجاباگسوار کے دروازے کے شمال میں مسجد کی دیوار سے قریب ایک پرانی قبر ہے جسے کچھ لوگوں نے پکی قبر بنادیااور اس کی تعویذ کو چوڑی اور بیچ کا حصہ اونچا کردیا ہے۔تو اس قبر کی موجودہ پکی ڈھانچہ کوتوڑنا اور قبر کی حفاظت کے لئے اس کے اطراف میں چھوٹی دیواریں کھڑی کرکے اس پر چھت دینا کیسا ہے؟ تفصیلاً جواب عنایت فرمائیں۔کرم ہوگا۔

المستفتی:۔محمد علی لوہار پوسد ضلع ایوت محل مہاراشٹر۔مورخہ ۲۱رفروری ۲۰۱۷ء

۷۸۶/۹۲ الجواب بعون العزیز العلّام الوهّاب

صورت مسئولہ میں بلا ضرورت شرعیہ و بے حاجت اصلیہ اب اس قبر مسلم کی موجودہ پکے ڈھانچہ کو توڑنا نامناسب ہے۔فتاویٰ رضویہ شریف ج ۴رص ۱۰۱ر پر ہے کہ ''قبر پختہ نہ کرنا بہتر ہے۔اور اگر کریں تو اندر سے کڑا کچا رہے، اوپر سے پختہ کر سکتے ہیں'' اور اسی جلد کے ص ۱۰۷ر پر یہ بھی ہے کہ ''قبر کے گرد پکی نہ ہو اوپر سے پکی کر سکتے ہیں۔اور اسی جلد کے ص ۱۱۰ر پر ہے کہ حفاظت کیلئے حصار [چہار دیواری] بنانے میں حرج نہیں اور اگر بزرگ کی قبر ہے۔تو چھت دینا مناسب ہے تاکہ عظمت ظاہر ہو ورنہ ضرورت و حاجت نہیں ۱۲ر واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب وعلمہٗ جلّ مجدہٗ اتم واحکم بالجواب .

کتبہ

فقیر محمد ناظر اشرف قادری بریلوی غفرلہ القوی

خادم دارالافتاء دارالعلوم اعلیٰ حضرت رضا نگر کلمنا ناگپور ۲۶ مہاراشٹر

کیا کافر حربی سے بطور منافع زائد رقم لینا اور انڈین بینک سے جو انٹرسٹ ملتا ہے وہ سود ہے یا نہیں؟ کیا مسلمان اسکا استعمال کرسکتا ہے؟

کیا فرماتے ہیں علمائے دین وملت اس مسئلہ میں کہ

(۱) زید اپنی رقم مشرکین کو بطور قرض دیتا ہے۔اور ان سے واپس لیتا ہے۔تو جو بھی رقم دیتے وقت طے

پایا تھا کہ میں اتنا منافع لونگا۔اتنی رقم زید لیتا ہے۔بکر کا کہنا ہے۔کہ یہ سود ہے اور سود مسلمان پر حرام ہے۔عرض ھیکہ زید کا کہنا ھیکہ مسلمان سے مال پر زیادتی ایک ذرہ برابر لینا حرام ہے۔اور میں اس کو کسی مسلمان سے نہیں لیتا ہوں۔بلکہ کافروں سے لیتا ہوں۔اور وہ بھی ان کو منافع کہکر تو دونوں میں زید کی بات صحیح ہے۔یا بکر کی بات صحیح ہے۔بیان فرمائیے اور تشریح فرمادیں۔

(۲) دوسری صورت یہ ہیکہ مسلمان زید کے پاس جاتے ہیں کہ ہم کو کچھ رقم سود پر دلوادیں یا ہماری ضمانت لے لیں تاکہ رؤساء مشرکین ہمیں مال دیدیں زید پہلے اس کام سے روکتا ہے۔کہ آپ اس کام میں نہ پڑیں لیکن کچھ دیکر اگر مسلمان کی حالات مستحکم ہوتی ہے۔تو میں اس سے تو نہیں بلکہ اس کافر سے یہ سودا کر لیتا ہوں کہ یہ میرا آدمی ہے تم اس سے کم از کم سود لوگے مال پر میری ضمانت اب مال مسلمان کو لاکھ دو لاکھ جیسے ضرورت ہو دلوادیتا ہوں۔اس کے بعد میں اس کافر ہندہ سے اس بات کا سودا کرتا ہوں۔ کہ تمہارا اتنا مال دلوایا اب تو اتنے منافع کی رقم میں کتنا پرسنٹ مجھے دیگا اور وہ زیادتی اس مسلمان پر نہ ہو تو اس کے منافع سے دو، چار، یا ایک پرسنٹ اگر میں اس کافر سے لوں کہ میری ضمانت تیرے مال پر ہے تو یہ صورت جائز ہے یا نہیں؟ اگر اسمیں گناہ ہو تو ارشاد فرمائیں۔

(۳) انڈین بینک سے جو انٹرسٹ ملتا ہے۔وہ مسلمان استعمال کر سکتا ہے یا نہیں؟ اور وہ رقم حلال ہے یا نہیں؟ بیان فرمائیں۔کہ میں نے اس بات کو اسی وجہ سے کیا ہوں کہ اگر مذہب اس سے جرم کہے تو میں توبہ کرنے کو تیار ہوں۔اور آئندہ اس سے بچوں جواب عنایت فرمائیں۔

محمد یوسف گوری کرانہ مرچنٹ صدر بازار دھمتری

ضلع، دھمتری چھتیس گڑھ۔۱۶؍ دسمبر ۲۰۰۸ء

۷۸۶/۹۲ **الجواب بعون الملک العزیز العلّام**

(۱) صورت مسئولہ میں زید مشرکین کو اپنی رقم بطور قرض دیتے وقت زائد رقم بطور منافع لینے کا جو معاہدہ کفار سے کرتا ہے۔ یہ سود نہیں۔ بلکہ جائز ہے۔ کیونکہ یہاں کے کفار حربی ہیں۔ ہدایہ کتاب البیوع باب الربٰو ج ۳/ ص ۸۷/ وغیرہ میں ہے۔ **ان مالھم مباح فی دارھم فبای طریق اخذہ المسلم یاخذ مالا مباحاً مالم یکن غدراً .واللّٰہ تعالیٰ اعلم بالصواب .**

(۲) شرعی مجبوری کے بغیر سود پر رقم لینا حرام، حرام، اشد، حرام ہے۔ حدیث شریف میں ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ سود کے ستر اور ایک حدیث میں اکہتر اور ایک حدیث میں بہتر اور ایک حدیث میں تہتر دروازے ہیں۔ ان سب میں ہلکا ایسا ہے، جیسے آدمی ماں سے زنا کرے۔ **کما فی سنن ابن ماجہ باب التغلیظ فی الربٰو ص ۱۶۵ والمصنف عبد الرزاق باب ماجاء فی الربٰو ج ۸ص ۳۱۴ والمعجم الاوسط للطبرانی ج۸ص ۷۴ والمستدرک کتاب البیوع ج ۲ص ۳۷]**

لہٰذا محض کاروبار کیلئے سود پر رقم دلوانا اور اسپر رقم دینے والے حربی کافر سے پرسنٹ پر اپنے لئے مقرر کرنا اس بناء پر کہ کافر کے مال پر اس کی ضمانت ہے۔ کیونکر جائز ہوسکتا ہے؟ **واللّٰہ تعالیٰ اعلم بالصواب.**

(۳) انڈین بینک ہو یا کوئی اور ہندوستانی بینک جسمیں کسی مسلمان کی شرکت نہ ہو۔ اس سے جو زائد رقم بینک والوں کی رضا سے ملتی ہے۔ جائز ہے۔ **واللّٰہ تعالیٰ اعلم بالصواب وعلمہٗ جلّ مجدہٗ اتم واحکم بالجواب.**

کتبہ:۔ فقیر محمد ناظر اشرف قادری بریلوی غفرلہ القوی

خادم دارالافتاء دارالعلوم اعلیٰ حضرت رضا نگر کلمنا ناگپور

شراب کمپنی سے خالی بوتلوں کو خرید کر اسکی دھلائی کر کے شراب کمپنی ہی کو شراب بھرنے کیلئے دینا جائز نہیں

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

زید کا کاروبار ایسی شراب کی خالی بوتلوں کا ہے جنہیں وہ شراب کی دوکان و کباڑیوں سے خرید کر دھلائی کرا کر شراب کمپنی کو دیتا ہے۔ وہ کمپنی ان بوتلوں میں دوبارہ شراب بھر کر مارکیٹ میں فروخت کرتی ہے۔ زید کا ایسا کرنا کیسا ہے؟ اور اس کمائی کے تعلق سے شرعی حکم کیا ہے؟

المستفتی:۔ محمد صادق تاج آباد شریف

الجواب بعون الملک العزیز العلام الوهاب

اعانت علی المعصیۃ کیوجہ سے ناجائز ہے کما قال اللہ تعالیٰ ولا تعاونوا علیٰ الاثم والعدوان اور اس کی کمائی خبیث ہے۔ کما ھو موضح فی الاحادیث ومصرح فی کتب الفقہیات ۱۲ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہ:

فقیر محمد ناظر اشرف قادری بریلوی غفرلہ القوی

قربانی کا بکرا ایک سال کا ہونا ضروری ہے اور عیب دار جانور کی قربانی نہیں ہوتی

(۱) کیا فرماتے ہیں علمائے دین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ چھ مہینے کی بکری کا بچہ اگر دیکھنے میں ایک سال کا معلوم ہوتا ہو تو ضان پر قیاس کرتے ہوئے اس کی قربانی جائز ہے یا نہیں؟

(۲) کیا فرماتے ہیں علمائے کرام حسب ذیل مسئلہ کے بارے میں کہ ہم نے ایک گائے خریدی ہے۔ اسکی پیدائشی دم نہیں ہے۔ کیا اس کی قربانی نہیں ہو سکتی ہے؟ آخر نہیں ہونیکی وجہ کیا ہے؟ کیا اماموں میں اختلاف بھی ہے، مفتی بہ قول کیا ہے؟

المستفتی: محمد عبدالکریم رضوی

۷۸۶/۹۲ الجواب بعون الملک الوھاب

(۱) چھ مہینے کی بکری کا بچہ اگر دیکھنے میں ایک سال کا معلوم ہوتا ہو۔ تو ضان پر قیاس کرتے ہوئے اس کی قربانی ناجائز ہے۔ بکری کے لئے ایک سال کا ہونا ضروری ہے۔ جیسا کہ درمختار کتاب الاضحیۃ ج ۲/ص ۲۳۳/ میں ہے۔ **صح ابن خمس من الابل، وحولین من البقر والجاموس، وحول من الشاۃ والمعز**، ردالمحتار کتاب الاضحیۃ ج ۵/ص ۲۰۵/ میں بھی ہے **فی البدائع تقدیر ھٰذہ الاسنان بما ذکر لمنع النقصان ولا الزیادۃ فلو ضحیٰ بسن اقل لا یجوز وباکبر یجوز ھو افضل ۱۲/ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب.**

(۲) جس گائے کی پیدائشی دم نہیں ہے۔ اس کی قربانی کے بارے میں دو قول ہیں۔ ایک جواز کا دوسرا عدم جواز کا، اس میں ائمہ کرام میں سے امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کا

اختلاف ہے، امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک اس کی قربانی جائز ہے۔
جیسا کہ خانیہ میں ہے۔ امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ الشاة اذالم یکن لھا اذن و لا ذنب خلقة یجوز . وقال محمد رحمة اللّٰہ علیه لا یکون ھذا الخ.
لیکن فتویٰ امام محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے قول پر ہے جیسا کہ جامع صغیر کے حوالہ سے فتاویٰ عالمگیری جلد ۵/صفحہ ۲۹۷/میں ہے۔ لاتجوز العمیاة والعوراء البین عورھا والعرجاء البین عرجھا وھی التی لا تقدر ان تمشی برجلھا الی المنسک المریضة البین مرضھا ومقطوعة الاذنین والالیة والذنب بالکلیة والتی لا اذن لھا فی الخلقة وقال امام اھلسنت مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا علیه الرحمة والرضوان فی فتاویٰ الرضویة المجلد الثامن ص ۴۷۱ والعمل بما علیه الاکثر .ھذا احوط وعلیه الاعتماد علیه الفتویٰ......
لہٰذا جس جانور کی پیدائشی دم نہیں ہے۔ وہ عندالشرع اور عرف عام دونوں کے نزدیک عیب دار ہے۔ اس لئے اس کی قربانی ناجائز ہے۔ واللّٰہ تعالیٰ اعلم بالصواب وعلمہٗ جلّ مجدہ اتم واحکم بالجواب.

کتبہ: فقیر محمد ناظر اشرف قادری بریلوی غفرلہ القوی
خادم دارالافتاء دارالعلوم اعلیٰ حضرت رضا نگر کلمنا ناگپور

عیب دار جانور کی قربانی درست ہے یا نہیں؟

کیا فرماتے ہیں علمائے دین مسئلہ ذیل کے بارے میں

کہ قربانی کے لئے ایک جانور خریدا معلوم ہوا کہ اس کی زبان اندر سے کٹی ہوئی ہے۔ جو گھاس چباتے وقت ظاہر ہوتی ہے۔ کیا ایسے عیب والے جانور کی قربانی درست ہے یا نہیں؟

سائل: عبید اللہ خاں دمکاوی ٹائر والے

۷۸۶/۹۲ الجواب بعون الملک العزیز الوھاب

ایسے عیب دار جانور کی قربانی جسکی زبان اندر سے کٹی ہوئی ہے۔ اگر تہائی سے زیادہ کٹی ہے تو جائز نہیں ہے اگر تہائی یا تہائی سے کم کٹی ہے تو جائز ہے۔ جیسا کہ فتاویٰ عالمگیریہ جلد خامس صفحہ ۲۹۸ میں بحوالہ تاتارخانیہ سئل عمّن قطع بعض لسان الاضحیہ وھو اکثر من الثلث ھل تجوز الاضحیة علی قول ابی حنیفة رحمة اللّٰہ تعالیٰ علیہ قال لا ..

کتبہ: فقیر محمد ناظر اشرف قادری بریلوی غفرلہ القوی

خادم دار الافتاء دار العلوم اعلیٰ حضرت رضا نگر کلمنا ناگپور مہاراشٹر

کھانے کے بعد ٹیشو پیپر سے ہاتھ صاف کرنا کیسا ہے؟

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین مسئلہ شرعیہ میں

کہ کھانے کے بعد آج کل جدید تہذیب اور ماڈرن طبقہ کے لوگ انگریزی تہذیب وتمدن کو اپناتے ہوئے شادی بیاہ اور منگنی وغیرہ کے موقع پر کھانے سے پہلے بہت کم ہاتھ دھوتے ہیں۔ اور کھانے کے بعد

رومال کی شکل میں جو ٹیشو پیپر ہوتا ہے اس سے ہاتھ صاف کر لیتے ہیں کیا یہ طریقہ شریعت کے مطابق ہے یا نہیں؟

المستفتی:۔محمد نعیم اختر، بمبئی

۷۸٦/۹۲ الجواب بعون الملک العزیز العلّام

شادی بیاہ کے موقع پر ہو یا کسی اور موقع پر کھانے سے پہلے اور کھانے کے بعد دونوں ہاتھوں کو گٹوں تک دھونا سنت ہے۔جیسا کہ ترمذی شریف الجلد الثانی ص۶ و۷ ر پر ہے۔ وعن سلمان قال قرأت في التوراته ان بركة الطعام الوضوء بعده فذكرت ذلك للنبى صلى الله عليه وسلم واخبرته بما قرأت فى التوراة فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم بركة الطعام الوضوء قبله والوضوء بعده..

اور فتاویٰ عالمگیریہ ج ر۵ ص ۳۳۷ ر پر ہے والسنة غسل الايدى قبل الطعام وبعده الخ قال نجم الائمة البخارى وغيره غسل اليد الواحدة أو اصابع اليدين لا يكفىٰ لسنة غسل اليدين قبل الطعام لان المذكور غسل اليدين وذلك الى الرسغ كذا في القنية.

ایسے ہی البحر الرائق ج ۸ كتاب الكراهية ص ۳۳۷ پر ہے ويستحب غسل اليدين قبل الطعام فان فيه بركة وفى البرهانية. والسنة ان يغسل الايدى قبل الطعام وبعده.

نیز بہار شریعت ج ۱٦ ر ص ۱۸۸ ر میں ہے۔سنت یہ ہیکہ قبل طعام و بعد طعام دونوں ہاتھ گٹوں تک دھوئے جائیں۔بعض لوگ صرف ایک ہاتھ فقط انگلیاں دھو لیتے ہیں۔بلکہ صرف چٹکی دھونے پر ہی کفایت کرتے ہیں اس سے سنت ادا نہیں ہوتی۔

جب صرف ہاتھ پر پانی ڈالنے سے یعنی گٹوں تک دونوں ہاتھوں کو نہ دھونے سے سنت ادا نہیں ہوتی

جہاں ہاتھ دھونے کے بجائے کاغذ کا استعمال کیا جائے تو اس سے سنت کیونکر ادا ہوسکتی ہے؟ اسی لئے فقہائے کرام نے کھانے سے پہلے اور کھانے کے بعد کاغذ کے استعمال کو خلاف سنت اور مکروہ قرار دیا ہے۔ اور ٹیشو پیپر بھی کاغذ ہی کی ایک قسم ہے جیسا کہ اس کے نام سے ظاہر ہے اسی لئے بھی ٹیشو پیپر کا استعمال کھانے کے بعد مکروہ ہے۔ جیسا کہ فتاویٰ عالمگیریہ ج ۵ رص ۴۸۸ ر پر ہے۔ **حکی الحاکم عن الامام ان کان یکرہ استعمال الکواغذ فی ولیمة لیمسح بالاصابع و کان یشدد فیه یجر عنه زجراً بلیغاً کذا فی المحیط**

نیز فتاویٰ رضویہ ج ارص ۳۰ ر پر مجدد اعظم امام اہلسنت قدس سرہٗ رقمطراز ہیں۔ کھانے کے بعد کاغذ سے ہاتھ نہ پوچھنا چاہئے'' اسی کے حاشیہ پر مرشد اعظم افقہ الفقہاء سرکار مفتی اعظم عالم نور اللہ مرقدہ نے بھی حاشیہ پر لکھا ہے۔ کہ کھانے کے بعد کاغذ سے ہاتھ پوچھنا نہیں چاہئے۔ یہاں پوچھنا نہ چاہئے کا معنیٰ خلاف سنت اور مکروہ ہی ہے **کما سبق واللّٰہ تعالیٰ اعلم بالصواب**

کتبہ

فقیر محمد ناظر اشرف قادری بریلوی غفرلہ القوی

خادم دار الافتاء دار العلوم اعلیٰ حضرت رضا نگر کلمنا ناگپور

ٹیشو پیپر سے استنجاء کرنا کیسا ہے؟

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مندرجہ ذیل سوال میں
کہ آجکل ٹرینوں کے فرسٹ کلاس اور فلائٹ کے Tolet میں استنجاء یعنی پاکی حاصل کرنے کیلئے ٹیشو پیپر کا استعمال کیا جاتا ہے۔ کیا یہ جائز ہے؟ براے مہربانی جواب عنایت فرمائیں
المستفتی:۔ محمد زبیر عالم، محمد فرقان (دہلی)

۷۸۶/۹۲ الجواب بعون الملک العزیز العلام الوهاب

ہرگز جائز نہیں۔ بلکہ ٹیشو پیپر سے پاکی حاصل کرنا مکروہ تحریمی وناجائز ہے، کیونکہ استنجاء کیلئے منصوص اشیاء کے علاوہ ہر متقوم اور شئی محترم سے پاکی حاصل کرنا مکروہ تحریمی وناجائز ہے۔ اور دوسری وجہ یہ ہیکہ یہود ونصاریٰ کا طریقہ ہے اور تیسری وجہ یہ ہیکہ ٹیشو پیپر از اقسام کاغذ ہے اور کاغذ مطلقاً شئی محترم ہے اور درمختار وردالمحتار ج ۱ر ۴۷۷،۴۷۸ر میں ہے۔ وکره تحريما بعظم وطعام وروث يابس كعذرة يابسة وحجر استنجى به .الا بحرف آخر وآجر فحزف وزجاج وشئ محترم علامہ شامی قدس سرہ السامی تحریر فرماتے ہیں۔ [قوله وشئ محترم]اى ماله احترام واعتبار شرعاً فيدخل فيه كل متقوم الا الماء كما قدمناه والظاهر انه يصدق بمايساوى والظاهر فليسالكراهة اتلافه كما مر والله تعالىٰ اعلم .

کتبہ فقیر محمد ناظر اشرف قادری بریلوی غفرلہ القوی
خادم دار الافتاء دار العلوم اعلیٰ حضرت رضا نگر کلمنا ناگپور

ٹیسٹ ٹیوب بے بی کے ذریعے بچہ پیدا کرنے کا شرعی حکم

۸۶/۹۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام و مفتیان عظام مسئلہ ھذا کے بارے میں
کہ ٹیسٹ ٹیوب کے ذریعہ بچہ پیدا کرنا جائز ہے یا نا جائز ہے؟

ٹیسٹ ٹیوب ایک خاص قسم کی ٹیوب ہے۔ جس میں عورت کے رحم سے بیضۂ تولید کو نکال کر رکھا جاتا ہے پھر مرد کی منی نکال کر اس بیضہ میں ڈالی جاتی ہے۔ اس طرح دونوں کے ملاپ سے بیضہ میں سیلس (Cells) کی افزائش ہوتی رہتی ہے۔ اور یہی سیلس بڑھتے بڑھتے مطلوبہ قوت کے حامل ہو جاتے ہیں۔ اور عورت کے رحم میں نشو و نما پانے کے بعد بچہ کی پیدائش ہوتی ہے۔

بیضۂ تولید نکالنے کا طریقہ یہ ہوتا ہے کہ جن ایام میں عورت کے رحم کی نلی میں قدرۃً بیضۂ تولید تیار ہوتا ہے۔ انہی ایام میں عورت کے ناف کے نیچے تھوڑا سا سوراخ کر کے ایک آلہ (دوربین) کے ذریعہ بیضہ کا پتہ لگایا جاتا ہے پھر بیضہ کو باہر نکالا جاتا ہے۔ اور مرد کا مادۂ تولید ہاتھ کے ذریعہ نکالا جاتا ہے۔ پھر دونوں کو ایک مخصوص قسم کی ٹیوب میں جمع کیا جاتا ہے۔ جب دونوں کے باہمی ملاپ سے اس بات کا اطمینان ہو جاتا ہے۔ کہ اب اس سے استقرار حمل ہو جائیگا۔ تو اسے مخصوص ٹیوب کے ذریعہ عورت کی شرمگاہ کے راستے رحم میں منتقل کر دیا جاتا ہے۔

ٹیسٹ ٹیوب کے استعمال کی حاجت اس وقت پیش آتی ہے۔جب قدرتی طور پر یا مرض وغیرہ کی وجہ سے عورت کے رحم میں بیضۂ تولید نہیں پہونچ پاتا۔اور ایسی صورت میں عورت ومرد کی فطری مباشرت سے بچہ پیدا ہونے کا امکان نہیں رہ جاتا۔

اب سوال یہ ہے کہ مرد کی منی یا غیر مرد کی منی سے ٹیسٹ ٹیوب کے ذریعہ بچہ پیدا کرنا جائز ہے یا نہیں؟ جیسا کہ لوگ اس زمانے میں کررہے ہیں۔اور مفتی ابراہیم صاحب پاکستانی نے ٹیسٹ ٹیوب بے بی کے استعمال کے جواز میں فتویٰ دیا ہے۔حضور مفتی صاحب آپ بالتفصیل اس مسئلہ کی وضاحت فرمائیں۔بینوا و توجروا.

المستفتی:۔محمد شفیع حیدرآباد سندھ پاکستان

۹۲/۸۶ الجواب اللھم ھدایۃ الحق والصواب والیہ المرجع والمآب

صورت مستفسرہ میں برصدق سائل وصحت سوال اگر واقعی نفس الامری طور پر ٹیسٹ ٹیوب کا وہی معنیٰ ومفہوم ہے جو درج سوال ہے تو اس کے ذریعہ بچہ پیدا کرانا شرعاً ناجائز وحرام ہے۔اور جو لوگ اس کے مرتکب ہیں۔وہ سب ناجائز وحرام کا ارتکاب کررہے ہیں۔

ارشاد ربانی ہے۔**والذین ھم لفروجھم حٰفظون** (پ۱۸رسورۂ مومنون رکوع۱)اور وہ جو اپنے شرمگاہوں کی حفاظت کرتے ہیں۔

اور تفسیر جلالین شریف میں اسی کے آگے "**عن الحرام**" ہے۔اس کا مطلب یہ ہوا کہ حرام کاموں سے شرمگاہوں کی حفاظت کرنا فرض ہے

تفسیر خازن ج۳رص۲۶۸رپر فاؤلئک ھم العادون کے تحت ہے. ای الظالمون

المجاوزون عن الحد من الحلال الی الحرام وفیه دلیل علی ان الاستمناء بالید حرام وھو قول اکثر العلماء سئل عطاء عنه فقال مکروہ سمعت ان قوماً یحشرون وایدیھم حبالیٰ فاظن انھم ھؤلاء فقال سعید ابن جبیر عذب اللّٰه امةً کانوا یعبثون بمذاکیرھم ۔یعنی حلال سے حرام کی طرف حد سے بڑھنے والے ظالم لوگ ہیں۔اس آیت میں اس بات پر دلیل ہے کہ ہاتھ سے منی نکالنا حرام ہے(خواہ مرد مشت زنی کر کے نکالے یا عورت انگلی ڈالکر نکالے یہ حکم دونوں کو شامل ہوگا)اور یہی جمہور کا قول ہے۔حضرت عطاء استاذ امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے استمناء بالید کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا یہ مکروہ تحریمی (ناجائز) ہے۔میں نے سنا ہے کہ بیشک ایک قوم قیامت کے دن اٹھائی جائیگی جس کے ہاتھ حاملہ ہونگے تو میں نے سمجھا یہ وہی لوگ ہیں (جو میں نے سمجھا) اس پر حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا اللہ تعالیٰ ایک امت کو عذاب کیا اور وہ قوم وہی لوگ ہیں جو اپنے ذکروں کے ساتھ کھیل کرتے تھے۔(یعنی اپنے ہاتھوں سے منی نکالتے تھے) ٹیسٹ ٹیوب کے ذریعہ بچہ پیدا کرانے کی صورت میں استمناء بالید ہے۔جو حرام ہے۔

اور حدیث شریف میں اس کو ملعون فرمایا ہے۔جیسا کہ حاشیة الجلالین ص ۲۸۷ر پر ہے

ناکح الید ملعون یعنی ہاتھ سے منی نکالنے والا ملعون ہے۔

ھدایہ ج ۱ر ص ۲۱۷ر کے حاشیہ نمبر ۸ر پر شرعة الاسلام کے حوالہ سے ہے **ناکح الید ملعون** فتاویٰ رضویہ مترجم ج ۲۲ر ص ۲۰۲ر پر ہے کہ جلق کا فعل ناپاک حرام و ناجائز ہے اللہ جلّ وعلا نے اس حاجت کے پورا کرنے کو صرف زوجہ و کنیز شرعی بتائی ہے۔اور صاف ارشاد فرمایا دیا ہے کہ **فمن ابتغیٰ وراء ذالک فاؤلئک ھم العادون.**[پ ۱۸ / سورۂ

مومنون ع ۱] تو جوان دو کے سوا کچھ اور چاہے وہی حد سے بڑھنے والے ہیں۔

تفسیر خزائن العرفان میں ہے مسئلہ اس سے معلوم ہوا کہ ہاتھ سے قضاء شہوت کرنا حرام ہے۔ سعید بن جبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ایک امت کو عذاب کیا جو اپنے شرمگاہوں سے کھیل کرتے تھے۔

لہٰذا قرآن و احادیث سے ثابت ہوا کہ جلق یعنی مشت زنی کرنا حرام، اشد حرام ہے۔ خواہ بذاتہ ہاتھ سے منی نکالے یا اپنی زوجہ سے یا ڈاکٹر کے توسط سے یہ فعل شنیع کرائے۔ بہر صورت حرمت میں شک وشبہ نہیں اور استمناء بالید کو عزل پر قیاس کرنا افحش سے ہے جو فقاہت سے عاری، سفاہت اسکے مزاج میں ساری، وہی شخص ہاتھ سے منی نکالنے کو عزل پر قیاس کریگا۔ کیونکہ عزل تو حرہ ومکاتبہ عورت کی اجازت پر موقوف اور بصورت مرض وضعف اس پر جواز کی راہ مفتوح اور عدم تولد کی نیت سے مسدود۔ تو پھر عزل پر قیاس کیونکر درست ہوگا؟

مسلم شریف ج ۱ ص ۴۶۴ پر باب العزل سے متعلق احادیث کریمہ ہیں اسی باب کے تحت امام یحییٰ بن شرف ذکریا نووی علیہ الرحمہ رقمطراز ہیں کہ۔ **العزل هو ان يجامع فاذا قارب الانزال نزع . وانزل خارج الفرج (الى آخر الكلام) ومن حرمه بغير اذن الزوجة الحرة . قال عليها ضرر فى العزل يشترط بجوازه اذنها** ۔ یعنی جس شخص نے اسکو آزاد بیوی کی اجازت کے بغیر حرام کہا۔ تو کہا کہ عزل میں عورت پر ضرر ہے۔ لہٰذا عورت کی اجازت عزل کے جواز کیلئے مشروط ہے۔

آیت کریمہ **والذين هم لفروجهم حفظون** سے دلالۃً استمناء بالید کی نفی وحرمت ثابت۔ اور حدیث پاک **ناكح اليد ملعون** کی عبارت النص سے استمناء بالید کی مطلقاً حرمت متحقق

اور پھر عزل جس کی حرمت نہ دلالۃ قرآن حکیم سے ثابت اور نہ ہی حدیث رسول انام علیہ الصلوۃ والسلام سے مطلقا عدم جواز مقتضی ۔تو پھر ایک کو دوسرے پر قیاس کرنا ہرگز جائز نہیں ہوسکتا ہے ۔مزید برآں عزل کا بلا وجہ شرعی مکروہ ہونا تو بالبداہت ہے اور صور مخصوصہ میں عزل کا جواز رضا من الزوجۃ کی وجہ سے ضرورۃً بالضرور ثابت ہے ۔جب زوجہ کو تولد کی وجہ سے مرض لاحق ہو۔اور بار ہا تولد کی وقت یا اس کے بعد اس کا تجربہ ہو یا لحوق ضعف کا مظنہ بظن غالب ملتحقہ بالیقین ہو۔ورنہ حدیث مبارکہ جس میں سرکار عالمین شافع یوم النشور صلی اللہ تعالی علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں ۔کہ تزوجوا الودود الولود فانی مکاثر بکم الامم یعنی کثرت سے بچہ جننے والی محبت کرنی والی عورت سے شادی کرو، تا کہ میں تم لوگوں کی وجہ سے بروز قیامت کثرت امت پر فخر کرونگا ۔[مشکوۃ المصابیح کتاب النکاح فصل ثانی ص ۲۶۷]

متذکرہ بالا انہیں مختصر حوالوں سے ثابت ہوگیا کہ عزل کا جواز ضرورتا ہے اور من جملہ جمیع احوال میں ہرگز نہیں۔

ٹیسٹ ٹیوب کے ذریعہ بچہ پیدا کرانے میں عدم جواز کے اسباب ووجوہ

(الف) عورت کی ناف کے پاس سوراخ کر کے بیضۂ تولید سے مادۂ منویہ کا سراغ (پتہ) لگانا ۔شرعاً جس کو ضرورت وحاجت کہتے ہیں ۔یہاں منفی، اس لئے کہ علاج ومعالجہ کے طور پر نہیں ہے ۔بلکہ بچہ پیدا کرانے کی نفسانی خواہش کی بنیاد پر ہے ۔اور درایں صورت ضرر واضرار بھی ہے ۔لہذا ٹیسٹ ٹیوب کے ذریعہ بچہ پیدا کرانا ناجائز ہے۔

(ب) مرد یعنی شوہر کے منی کو ہاتھ سے نکالنا خواہ اپنے ہاتھ سے ہو یا ڈاکٹر یا ڈاکٹرنی یا بیوی کے ہاتھ سے ہی کیوں نہ ہو جلق ہے ۔اور جلق شرعاً حرام ہے ۔جیسا کہ سابق میں گزرا۔اسلئے ٹیسٹ ٹیوب کے ذریعہ

بچہ پیدا کرانا ناجائز ہے۔

(ج) ایسا کام جو بلاضرورت وحاجت ڈاکٹر کے ذریعہ خواہ وہ ڈاکٹر مسلم ہو یا غیر مسلم ماہر ہو یا غیر مہارت والا۔ شرمگاہ کے ذریعہ رحم میں بذریعہ انجکشن یا آلۂ مخصوصہ منی کو داخل کرنا عورت کی بے حیائی۔ خلاف شریعت حرکت شنیعہ اور شوہر کی ایسی حرکت شنیعہ کرانا اور اس پر راضی رہنا بے غیرتی و بے حمیتی پر دال۔ الحیاء شعبة من الایمان کا کچھ بھی نہ خیال۔ دعویٰ اسلام، اور منکرات کے دام میں گرفتار ہو کر خلاف شرع مطہر کام۔ جس کا برا انجام۔ قدرت کاملہ عز جلالہ کے دخیل نظام۔ اگر منی کے دخول کے وقت وحشت سے عورت مرگئی یا منیٔ مختلط کے داخل کرنے کے بعد ضرر واضرار کی وجہ سے جان چلی گئی تو ڈاکٹروں کے ساتھ شوہر پر بھی مارنے کا شدید الزام اور اگر زوجہ خود بھی ماہر ڈاکٹرنی ہو تو جب بھی اپنی شرمگاہ میں بذریعہ انجکشن وآلۂ مخصوصہ منی کا ادخال حرام۔ جیسے لکڑی یا موم بتی وغیرہ کو شرمگاہ میں داخل کرنا شرع مطہر کے خلاف اور ہوائے نفسانی اور فعل شیطانی کا ملاپ۔ اگر لکڑی یا موم بتی وغیرہ اندام نہانی میں ٹوٹ گئی تو پھر وہی بے شرمی و بے حیائی کیوجہ سے ڈاکٹر یا ڈاکٹرنی کی محتاجی۔ للہ انصاف کیجئے یہ ٹیسٹ ٹیوب کا استعمال بہرصورت متقاضی عدم جواز وحرمت پر منصوص مقال، اسلئے ٹیسٹ ٹیوب کا استعمال ناجائز ہے۔ پھر آزاد خیال مسلم نژاد جائز کیلئے کیوں مرے جارہے ہیں استغفر اللہ من تلک الخرافات الصریحة القبیحة الشنیعة

(د) جن جرثومون کی افزائش مخصوص مشین کے ذریعہ ہوئی اس کے بعد بیضۂ تولید کے مادۂ منویہ اور مرد کے منی کو عورت کی شرمگاہ کے ذریعہ رحم میں داخل کیا گیا تو کیا اس سے بچہ پیدا ہونا متیقن ہے یا مظنون بظن غالب ملحق بالیقین ہے۔ یا تخلیق صرف ذات بحت جل جلالہ عز اسمہٗ کے اختیار وشان کے شایان

ہے۔اور یہ ہر مسلم کو یقین ہے کہ مادۂ تولید سے تخلیق، اللہ جل مجدہ کے شایان شان تو پھر غیر شرعی فعل کے عدم جواز میں کیا کلام ہے۔اس لئے ٹیسٹ ٹیوب کا استعمال ناجائز ہے۔

(ہ) جب فطری مباشرت سے بچہ پیدا ہونے کا امکان مفقود۔تو کیا ضروری ہے؟ کہ عورت کے رحم میں زوج وزوجہ کی منی داخل کرنے کے بعد بچہ پیدا ہی ہو جائے۔ایسا بھی تو امکان ہے، کہ رحم میں منی داخل کرنے کے بعد رحم میں خرابی پیدا ہو جائے اور دوسرے امراض پیدا ہو کر عورت کی جان چلی جائے۔ اسلئے احتیاطاً ٹیسٹ ٹیوب کا استعمال ناجائز ہے۔

(و) ڈاکٹروں کا کیا بھروسہ؟ کہ وہ عورت کے شوہر کی منی ہی داخل رحم کیا ہوگا۔ڈاکٹروں کے اطمنان دلانے کے باوجود غیر شوہر کی منی کا اختلاط ڈاکٹروں کیلئے کیا مشکل؟ اور پھر ڈاکٹر ہو یا ڈاکٹرنی وہ کوئی متقی وپرہیز گار نہیں چہ جائیکہ ولی یا ولیہ ہو اور اگر ولی یا ولیہ ہو تو اس ناپاک عمل کو کیوں ہاتھ لگائیں گے۔اسلئے ٹیسٹ ٹیوب کا استعمال ناجائز ہے۔

(ز) اور یہ بھی امکان ہے کہ بچہ قدرتی شکل انسانی میں پیدا ہونے کے بجائے ایک عجیب وغریب شکل میں متغیر ہو کر پیدا ہو جائے۔اسلئے ٹیسٹ ٹیوب کا استعمال ناجائز ہے۔

(ح) اور اس کا بھی امکان کیا بعید؟ کہ مادۂ تولید کے رحم میں جانے کے بعد رحم کی خرابی کی وجہ سے بچہ اپاہج ونابینا وغیرہ جنم لیلے۔اسلئے ٹیسٹ ٹیوب کا استعمال ناجائز ہے۔

(ط) اگر شوہر کے علاوہ دوسرے شخص کی منی کا اختلاط ہے تو وہ دوسرا شخص انسان ہے یا حیوان؟ خواہ انسان ہو یا حیوان! دونوں صورتوں میں حرمت بالیقین متحقق ومتبین اس کے جواز پر نہ کسی فقیہ کا خیال اور نہ ہی ائمہ اربعہ کے اقوال۔اسلئے ٹیسٹ ٹیوب کا استعمال ناجائز ہے۔

(ی) کیونکہ غیر زوج کے منی کے اختلاط میں یہ شک یا ظن ممکن ہے۔کہ کافر ومشرک یا مرتد کی منی ہو یا کسی حیوان کی۔اور حیوان کی منی ہونے کی صورت میں تخلیق، خداوندی عزّ اسمہٗ سے

بندر چوہا، بلی، کتا، خنزیر یا کسی اور حیوان کی شکل بد میں بچہ کا تولد ہو اس پر طمانیت وتسکین پر کیا دلیل ساطع؟ اور قرآن حکیم واحادیث کریمہ اور اقوال ائمہ سے کون سی برہان قاطع؟ کہ ٹیسٹ ٹیوب کے ذریعہ ادخال منی کے بعد جو بچہ تولد ہوگا وہ ہم شبیہ انسان ہی ہوگا؟ اس کے رفع پر کیا مانع؟ **اسلئے ٹیسٹ ٹیوب کا استعمال ناجائز ہے۔**

(ک) اور غیر زوج کی منی میں خیال ووہم، گمان وظن کا فرومشرک ومرتد کی منی کے اختلاط سے ارتفاع پر کون سی آیت وحدیث؟ اور زوج وزوجہ کے اذعان کے مرتفع پر کون سا ضعیف سے ضعیف تر قول کتب فقہ میں موجود ہے؟

لہذا بہر صورت ٹیسٹ ٹیوب کے ذریعہ بچہ کا تولد شرعاً ناجائز ہے۔ یہ سب اس صورت کا جواب ہے جو سائل نے لکھا ہے کہ عورت ومرد کی فطری مباشرت سے بچہ پیدا ہونے کا امکان نہیں رہ جاتا۔

پاکستانی مفتی صاحب کا فتویٰ ''ٹیسٹ ٹیوب بے بی کی شرعی حیثیت''

از مفتی محمد ابراہیم قادری رکن اسلامی نظریاتی کونسل پاکستان

کی تحریری فتویٰ کی تردید بلیغ

(۱) مفتی محمد ابراہیم قادری صاحب آغاز تحریر میں لکھتے ہیں۔ کہ ''جیسے صحت مند انسان کھانا منہ سے کھاتا ہے جو کھانے کا فطری طریقہ ہے۔ لیکن اگر وہ ایسا بیمار ہو جائے۔ کہ منہ کے ذریعہ کھانے پر قادر نہ ہو تو اسے ناک کے ذریعہ نلی سے غذا دی جاسکتی ہے۔ ایسے ہی عمل ترویج ایک فطری طریقہ ہے۔ جسے جماع

کہتے ہیں۔ اگر میاں بیوی صحت مند ہیں تو پابند ہیں کہ حصول اولاد کیلئے فطری طریقہ کو اختیار کریں۔
لیکن اگر مرد یا عورت یا دونوں کسی خرابی کی بنیاد پر فطری طریقہ سے اولاد حاصل نہ کر سکیں تو اس کے لئے آج کے دور میں ٹیسٹ ٹیوب بے بی کی ضرورت محسوس کی جاتی ہے"

جواباً عرض ہے کہ مفتی ابراہیم صاحب نے بیمار انسان کی ضرورت پر ٹیسٹ ٹیوب بے بی کی ضرورت کو قیاس کیا ہے۔ یہ قیاس مع الفارق ہے۔ اور اہل علم کیلئے حیرت انگیز بھی۔ کیونکہ ضرورت کا شرعی معنیٰ یہ ہے کہ اس کے بغیر گذارا نہ ہو سکے۔ مثلاً پیاس سے جان جا رہی ہو اور پانی کے چند قطرات بھی میسر نہ ہوں، تو جان بچانا فرض عین ہے۔ اسی لئے ایسے آدمی کیلئے حکم ہے کہ جان بچانے کیلئے اگر شراب ہی مل جائے تو بقدر ضرورت چند قطرے حلق میں ٹپکا کر جان بچالے۔ [فتاویٰ رضویہ ج ۱ ص ۱۵۸]
اور حاجت کا شرعی معنیٰ یہ ہے کہ بے اسکے ضرر ہو الفاظ دیگر جس عمل کے بغیر انسان حرج و مشقت میں پڑ جائے، جیسے فی زمانہ آدھار کارڈ کی حاجت کی وجہ سے تصویر دینے کی حاجت وغیرہ۔ اگر ہندوستان میں رہنے کیلئے آدھار کارڈ نہ بنایا جائے، تو یہاں کی گورنمنٹ کی لاء کے مطابق نیپالی، بنگلہ دیشی یا دوسرے ملک میں رہنے کا الزام عائد نہ کردے۔ اور آدمی جواب دہی میں حرج و مشقت میں نہ پڑ جائے
ضرورت اور حاجت کی تعریفات سے واضح ہو گیا کہ بیمار انسان منہ کے ذریعہ کھانے پر قادر نہ ہو تو اسے ناک کے ذریعہ نلی سے غذا پہونچانا ضروت و حاجت میں داخل ہے۔ یعنی یہاں دونوں صورتیں متحقق ہو سکتی ہیں۔ لیکن اگر فطری طریقہ سے اولاد نہ ہو تو ایسا نہیں ہے کہ میاں بیوی زندہ نہ رہ سکیں، دونوں کی یا ایک کی موت واقع ہو جائے۔ لہذا ٹیسٹ ٹیوب بے بی کے ذریعہ اولاد پیدا کرانے کی ضرورت لاحق ہو
لہذا بیمار انسان کی ضرورت پر ٹیسٹ ٹیوب بے بی کی ضرورت کو قیاس کرنا درست نہیں۔ کیونکہ ٹیسٹ ٹیوب بے بی کے ذریعہ بچہ پیدا کرانا ضرورت میں داخل ہی نہیں۔ جو ضرورت کا شرعی معنیٰ ہے اور حاجت میں بھی شامل نہیں۔ جو حاجت کا شرعی مفہوم ہے۔ اور بعض افراد کا یہ اشتیاق کہ میری جائداد کا

مالک میری نسل سے ہو، اسی اشتیاق کی بنیاد پر ٹیسٹ ٹیوب کے ذریعہ بچہ پیدا کرانا حاجت جانتے ہیں۔ شرع شریف نے جسے عدم حاجت میں شمار کیا، اس پر حاجت حاجت کی رٹ لگانا، آئین اسلام کے سراسر خلاف ہے۔ ارشاد ربانی ہے۔ المال والبنون زينة الحيوة الدنيا والبقيت والصلحت خير عند ربك ثوابا وخير املا [پ ۱۵ ر سورۂ کہف ۱۷]

مال اور بیٹے یہ جیتی دنیا کا سنگار ہیں اور باقی رہنے والی اچھی باتیں، ان کا ثواب تمہارے رب کے یہاں بہتر اور وہ امید میں سب سے بھلی (کنزالایمان)

تفسیر خزائن العرفان میں ہے مال اور اولاد نجات راہ قبر و اخرت کے لئے توشہ نہیں الخ۔ فافترقا بينهما

مفتی محمد ابراہیم قادری نے جواز کی جو صورتیں پیش کی ہیں اور اس پر ابوداؤد شریف وغیرہ سے جو بے جوڑ و بے بنیاد حوالے پیش کیئے ہیں ملاحظہ کریں۔

جواز کی صورتیں

(۱) مرد جماع پر قادر نہیں۔

(۲) جماع پر قادر ہے۔ مگر اس کے مادۂ تولید میں جرثومون کی مقدار اتنی کم ہے کہ اولاد کا حصول اس حالت میں بہت دشوار ہے۔

(۳) مرد ہر لحاظ سے صحت مند ہے۔ مگر بیوی ایسی بیمار ہے کہ جماع کے ذریعہ اولاد کا حصول ناممکن یا مشکل ہے۔ ان سب صورتوں میں اس اطمینان کے بعد کہ شوہر ہی کا نطفہ اس کے بیوی کے رحم میں منتقل کیا جائیگا۔ ٹیسٹ ٹیوب بے بی کا استعمال نہ صرف جائز بلکہ دور حاضر میں اللہ تعالی کی عطا فرمودہ بڑی نعمتوں میں سے ایک ہے۔ (معاذالله رب العلمين)

حوالہ (الف) ابوداؤد شریف میں ہے لا يحل لامرء يؤمن بالله واليوم الآخر ان يسقى ماءه

ذرع غیرہ اس شخص کیلئے جو اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہو حلال نہیں کہ اپنے پانی سے غیر کی کھیتی کو سیراب کرے [ابوداؤد شریف ج ا رص ۲۹۳ رمطبوعہ مجتبائی لاہور]

جواباً عرض ہے کہ جب مرد جماع پر قادر نہیں ہے تو اس کیلئے نکاح نہ کرنا واجب ہے۔ کما صرح الفقہاء فی الکتب المتداولۃ نہ کہ نکاح کر کے بچہ پیدا کرنے کیلئے ٹیسٹ ٹیوب کے استعمال کو جائز قرار دیا جائے۔ بریں عقل و دانش بباید ریست

مفتیٔ مذکور نے سنن ابوداؤد شریف کی حدیث پاک کا جو حوالہ پیش کیا ہے اس حدیث پاک میں تو یہ ہے کہ جو شخص اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہو، اس کیلئے حلال نہیں کہ وہ اپنے پانی سے یعنی منی سے غیر کی کھیتی یعنی بیوی کے علاوہ دوسرے کی بیوی یا بیٹی وغیرہ کی کھیتی کو سیراب کرے۔ اس سے یہ کہاں ثابت ہو گیا ''کہ ٹیسٹ ٹیوب بے بی کا استعمال نہ صرف جائز، بلکہ اللہ تعالیٰ کی عطا فرمودہ بڑی نعمتوں میں سے ایک ہے''۔ یہاں حدیث پاک میں غیر کی کھیتی کو سیراب کرنا حلال نہیں یعنی جائز نہیں۔ بلکہ حرام ہے۔ ٹیسٹ ٹیوب بے بی کے استعمال کے جواز پر پاکستانی مفتی کا حدیث پاک کے سہارے عوام کو خدع وفریب میں ڈالنے پر مجال ہے۔ حالانکہ حدیث پاک سے دلیل ان کے دعوی کے عدم تطابق پر مقال ہے حدیث پاک میں غیر کی کھیتی کو سیراب کرنے کا عدم جواز ہے۔ اور ٹیسٹ ٹیوب کے ذریعہ بچہ پیدا کرنے کو حدیث پاک سے جائز ثابت کرنے کیلئے پیش کرنا حماقت پر زیادت اشرار ہے۔

مفتی محمد ابراہیم پاکستانی کا دوسرا حوالہ ملاحظہ کریں۔ انہی کی زبان میں اس کا ترجمہ نقل کرنے پر اکتفاء کرتا ہوں۔ شیخ وہبہ الزحیلی الشافعی پیدائش ۱۹۳۲ء دمشق کی کتاب الفقہ الاسلامی وادلتہ کے [باب سابع الحظر والاباحۃ ج ۴ رص ۲۶۴۹ رمطبوعہ شام]

یعنی مرد کا نطفہ مصنوعی طریقہ سے عورت کی اندام نہانی میں ڈالنا۔ وہ منی کا عورت کی اندام نہانی میں بغیر جماع کے داخل کرنا ہے۔ اگر یہ عمل شوہر کے نطفہ کے ساتھ ہو۔ اسکی زوجہ کیلئے تو شرعاً جائز ہے۔ اس میں

کوئی پرہیز نہیں بلکہ کبھی مستحب بھی ہوتا ہے جب کہ وہاں جنسی ملاپ سے منع شرعی موجود ہو اور اگر یہ عمل اجنبی مرد کے نطفہ کے ساتھ ہو عورت سے۔ جن کے مابین نکاح نہیں، تو حرام ہے۔ کیونکہ یہ معنیٰ زنا بلکہ زنا۔ مرد کا نطفہ اس عورت کی اندام نہانی میں ڈالنا ہے جن کے درمیان نکاح نہ ہو اور اس عمل کو بھی انسانی منافع وصول کرنے کیلئے منافی شمار کیا جاتا ہے۔

جواباً عرض ہے کہ دوسرے حوالہ سے ظاہر ہے کہ ''مرد کا نطفہ مصنوعی طریقہ سے عورت کے اندام نہانی میں ڈالنا'' اب سوال یہ ہے کہ وہ ڈالنے والا شوہر ہے یا شوہر کا غیر؟ اگر غیر ہے تو غیر کے سامنے بلاضرورت وحاجت اپنی شرمگاہ کا کھولنا ہے، یا شوہر کا کھلوانا جو حرام ہے۔ کما صرح فی الاحادیث الکریمۃ اور اگر ڈالنے والا شوہر ہے تو شوہر کو ڈالنے پر قدرت ہے یا نہیں؟ اگر نہیں ہے۔ تو موت یا دیگر مرض کا اندیشہ قوی تر ہے اور اگر شوہر کو ڈالنے پر قدرت ہے تو جب بھی عورت کو ضرر واضرار اور خوف کی وجہ سے جان کو خطرہ لاحق ہے۔ اور یہ عمل غایظ اخروی منافع کے منافی ہے اور تخلیق صرف خدائے وحدہ لا شریک لہ کی مشیئت پر موقوف ہے۔ اس لئے ٹیسٹ ٹیوب کے استعمال پر پاکستانی مفتی کا قول جواز شرعاً غلط وناروا۔ (اور مصنوعی طریقوں میں وہ سب امکانات بھی ہیں جو ماسبق میں گذرا)

آگے مفتی محمد ابراہیم قادری پاکستانی دوسرے حوالہ کے بعد اپنے مصنوعی فتویٰ پر دوخرابیاں تحریر کرتے ہیں۔

(۱) البتہ اس عمل میں بظاہر دوخرابیاں لازم آتی ہیں ایک مرد کا ارتکاب جلق جو حرام ہے۔

(۲) دوسرا عورت کا لیڈی ڈاکٹر اور اس کے عمل کے روبرو عورت کا کشف۔

''جلق کا جواب یہ ہے کہ اس صورت میں ضروری نہیں کہ مرد کو جلق کا ارتکاب کرنا پڑے کیونکہ عزل اور استمتاء ببدن المرأۃ سے بھی یہ حاجت پوری ہوسکتی ہے''

جواباً عرض ہیکہ عزل اور استمتاء ببدن المرأۃ دونوں واحد ہیں یا جدا جدا؟ ظاہر ہے کہ دونوں متحد

بالذات نہیں ہیں مگر مقصود ومآل واحد ہے۔

اب سماعت فرمایئے کہ عزل اور استمتاء ببدن المرأۃ کی ضرورت وحاجت اسلئے کہ عورت کو فی الحال بچہ پیدا کرنا نہیں ہے اور اگر بچہ تولد کرنا ہی ہو تو عزل یا استمتاء ببدن المرأۃ کی کیا ضرورت وحاجت؟ درمختار کتاب النکاح باب نکاح الرقیق ج ۴ ص ۳۳۴ / ۳۳۵ وغیرہ میں ہے۔ کہ وطی کرنے میں اگر انزال باہر کرنا چاہتا ہے تو اسمیں اجازت کی ضرورت ہے۔ اگر عورت حرہ یا مکاتبہ ہے۔ تو خود اسکی اجازت سے منی باہر گرا سکتا ہے۔ ورنہ نہیں۔

حیرت ہے مفتیٔ مذکور پر کہ دوسری خرابیوں سے صرف نظر وعدم التفات کرتے ہوئے ایک جدید صورت نکالی کہ بچہ پیدا کرنے کیلئے جلق کی کیا ضرورت؟ بلکہ عزل اور استمتاء ببدن المرأۃ سے بھی بچہ پیدا ہو سکتا ہے اس سے کس کو انکار ہے؟ کہ اگر رب العلمین خالق ارض وسماء عز جلالہ چاہے تو ران میں شرمگاہ کے باہر منی گرانے کے باوجود شرمگاہ کا منہ کھلا ہوا اور رحم کا بھی وا ہو۔ تو دخول منی کی صورت میں بچہ پیدا ہو سکتا ہے۔ جیسا کہ تولد کے تعلق سے احادیث مبارکہ اس پر وارد اور اقوال فقہاء اس پر شاہد ہیں۔ میں صرف دو حوالے پر اکتفاء کرتا ہوں۔ فتاویٰ عالمگیریہ ج ۱ ص ۱۵ پر ہے۔ اذا جومعت المرأة فيما دون الفرج ووصل المنى الى رحمها وهي بكر أوثيب لا غسل عليها لفقد السبب وهو الانزال أومواراة الحشفة حتى لو حبلت كان عليها الغسل لو جود الانزال كذا في فتاوىٰ قاضى خان. واذا حبلت فانما عليها الغسل من وقت المجامعة حتى يجب عليها اعادة الصلاة من ذلك الوقت كذا في الملتقط۔

ترجمہ:۔ یعنی جب عورت کی شرمگاہ کے علاوہ میں مجامعت کی گئی اور منی اسکے رحم میں پہونچی درآنحالانکہ وہ باکرہ ہو یا ثیبہ۔ اس پر سبب کے نہ پائے جانے کی وجہ سے غسل واجب نہیں ہے۔ کیونکہ غسل کا سبب انزال ہے یا حشفہ کا داخل ہونا ہے یہاں تک کہ اگر حاملہ ہوگئی تو انزال کے پائے جانے کی وجہ سے اس عورت پر

غسل واجب ہو گیا۔ ایسے ہی فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ اور نیز جب حاملہ ہوئی تو اس عورت پر مجامعت کے وقت سے غسل واجب ہے اور اسی وقت سے نماز کا اعادہ بھی واجب ہے ایسے ہی ملتقط میں ہے۔

بہار شریعت حصہ دوم صفحہ ۳۲۳ پر غسل کے بیان میں ہے" کہ عورت کی ران میں جماع کیا اور انزال کے بعد منی فرج میں گئی یا کنواری سے جماع کیا اور انزال بھی ہو گیا مگر بکارت زائل نہ ہوئی تو عورت پر غسل واجب نہیں ہاں اگر عورت کا حمل رہ جائے تو اب غسل واجب ہونے کا حکم دیا جائیگا۔ اور وقت مجامعت سے جب تک غسل نہیں کیا ہے تمام نمازوں کا اعادہ کرے"

لیکن اسکا وہ مطلب نہیں جو مفتی محمد ابراہیم قادری نے سمجھا ہے کہ جلق کے بجائے عورت کی منی عزل یا استمتاء ببدن المرأۃ کے ذریعہ باہر نکال کر مشین میں جانچ کرنے کے بعد ٹیسٹ ٹیوب بے بی کے ذریعہ مادۂ تولید کو عورت کی شرمگاہ کے توسط سے رحم میں ڈالا جائے۔ اور یہ طریقہ عین شریعت کے مطابق اور جائز ہے۔ حالانکہ ماسبق میں گزر چکا ہے کہ کسی صورت میں بھی ٹیسٹ ٹیوب بے بی کا استعمال ہرگز جائز نہیں۔ (از مفتی محمد ابراہیم قادری صاحب پاکستانی)

اور دوسری صورت یعنی لیڈی ڈاکٹر کے سامنے عورت کا کشف کی دلیل میں مفتیٔ مذکور لکھتے ہیں۔

"اور کشف عورت کا جواب یہ ہیکہ اس کی ممانعت عام حالات میں ہے ضرورت کے اوقات میں کشف جائز ہے۔ جیسے مرد بالغ جسکا ختنہ نہ ہوا ہو دوسرے مرد سے ختنہ کرا سکتا ہے۔ بلکہ عورت بھی عورت سے ختنہ کرا سکتی ہے حالانکہ یہ عمل بغیر کشف عورت کے ممکن نہیں۔ اور اولاد کا حصول بھی ایک ضرورت ہے جس کی خواہش سے حضرات انبیاء علیہم السلام بھی مستثنیٰ نہیں"

جواباً عرض ہیکہ مفتیٔ مذکور کو ضرورت کی تعریف کا علم نہیں اسلام قبول کرنے کے بعد یا خاندانی مسلمان ہو اور کسی مرد بالغ کا ختنہ نہ ہوا ہو تو دونوں صورت میں ختنہ کرنا، کرانا ضرورت میں داخل ہے۔ (فتاویٰ رضویہ مترجم ۲۲ رص ۵۹۳/۵۹۴/۵۹۵ پر ہے کہ۔ اگر ختنہ کی طاقت رکھتا ہو تو ضرور کیا جائے "حدیث

میں ہے ایک صاحب خدمت اقدس حضور ﷺ میں حاضر ہوکر مشرف باسلام ہوئے حضور پرنور ﷺ نے فرمایا۔ الق عنک شعر الکفر ثم اختتن رواہ امام احمد وابو داؤد عن عثیم بن کلیب الحضرمی الجھنی عن ابیہ عن جدہ رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ۔

ترجمہ:۔ زمانۂ کفر کے بال اتار پھر اپنا ختنہ کر (اس کو امام احمد اور امام ابوداؤد نے عثیم بن کلیب حضرمی جہنی سے اس نے اپنے باپ سے اور اس نے اپنے دادا سے روایت کی ہے۔

ہاں اگر خود کرسکتا ہوتو آپ اپنے ہاتھ سے کرلے یا کوئی عورت جو اس کام کو کرسکتی ہو، ممکن ہو، تو اس سے نکاح کرادیا جائے کہ وہ ختنہ کردے۔ اس کے بعد چاہے تو اسے چھوڑ دے یا کوئی کنیز شرعی واقف ہو تو وہ خرید دی جائے۔ اور اگر یہ تینوں صورتیں نہ ہوسکیں تو حجام ختنہ کردے کہ ایسی ضرورت کے لئے ستر دیکھنا دکھانا منع نہیں۔

ردالمحتار، ھدایہ، خانیہ اور دیگر کتب میں اس پر یقین ظاہر کیا گیا ہے کیونکہ مردوں کے لئے ختنہ سنت ہے اور ان فطری کاموں میں سے ہے کہ جن کا چھوڑنا مناسب نہیں (ج ۵ ص ۲۳۷، باب النظر والمس)

درمختار میں ہے والظاهر فی الکبیر انه یختن (ج ۲ ص ۲۴۴، باب الاستبراء)

ہندیہ میں ہے ذکر الکرخی فی الجامع الصغیر ویختنه الحجام کذا فی الفتاویٰ الخانیة۔ (ج ۵ ص ۳۵۷)

ترجمہ:۔ امام کرخی نے جامع صغیر میں فرمایا کہ بالغ آدمی کا ختنہ حجام کرے یونہی فتاویٰ خانیہ میں مذکور ہے۔

خلاصۃ الفتاویٰ میں ہے۔ الشیخ الضعیف اذا اسلم ولا یطیق الختان فان قال اهل البصر لا یطیق یطرق لان ترک الواجب بالعذر جائز فترک السنة اولیٰ (ج ۴ ص ۳۴۰، الفصل الثانی)

ترجمہ:۔ بہت بوڑھا شخص اگر اسلام قبول کرے اور بوجہ ضعف وکمزوری ختنہ نہ کرسکے یا نہ کراسکے تو چند

اہل بصیرت حضرات سے رائے لی جائے اگر وہ کہیں کہ واقعی یہ شخص ختنہ کی طاقت نہیں رکھتا تو اسے بلاختنہ ہی رہنے دیا جائے اور اس کا ختنہ نہ کیا جائے۔

کتب تفاسیر میں مصرح ہے کہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ۸۰ رسال کی عمر شریف میں خود اپنے دست پاک سے اپنا ختنہ کیا۔

لہٰذا ختنہ کرنا، کرانا حضرات انبیاء کرام علیھم الصلوٰۃ و السلام سے متوارث مسنون بنصوص صریحہ صحیحہ ثابت ہے۔ اسی لئے کشف عورت بر بنائے ضرورت وحاجت جواز میں داخل ہوا۔ اور حصول اولاد کی ضرورت یا حاجت پر کون سی نص صریح متوارث ہے کہ ضرورت یا حاجت میں بذریعہ ٹیسٹ ٹیوب بے بی منی عورت کی شرمگاہ سے رحم میں داخل کرائی جائے۔ ہاں صرف اتنا ہیکہ بلاضرورت وحاجت عزل ہرگز نہ کیا جائے۔ کیونکہ ارشاد صاحب لولاک صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ کہ میں بروز قیامت کثرت امت پر فخر کیا جاؤنگا۔

اور مزید یہ حماقت کہ اولاد کی خواہش سے حضرات انبیاء کرام علیہم السلام بھی مستثنیٰ نہیں۔ حضرات انبیاء عظام علیھم الصلوات والتسلیمات کو اولاد کی آرزو وتمنا خواہشات نفسانیہ کی اساس پر نہیں بلکہ ان حضرات کو وحیٔ الٰہی کی بنیاد پر ہوتی ہے کہ میری پاک نسل سے انبیاء کرام وصلحائے امت پیدا ہونگے اور خصوصاً سیدنا ابراہیم خلیل اللہ علیہم الصلوٰۃ والتسلیم کی آرزو وتمنا یہ تھی کہ میری پاک نسل سے نبیٔ آخر الزماں خاتم پیغمبراں شافع روز جزاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ولادت مبارکہ ہوگی۔ تو مفتی محمد ابراہیم صاحب کا دعویٰ، مذکورہ دلائل کی بنیاد پر کیسے ثابت ہوگیا؟ کہ شرعی طور پر ٹیسٹ ٹیوب کا استعمال کر کے بچہ پیدا کرائے۔

تو یہ حضرات انبیاء علیہم السلام کی خواہش کے مطابق ہے؟

امام اہلسنت اعلیٰ حضرت مجدد اعظم قدس سرہ العزیز فتاویٰ رضویہ شریف جلد دوم صفحہ ۱۳۸ رکتاب الطھارۃ

باب الانجاس میں ایک سوال کے جواب میں رقم فرماتے ہیں کہ

الجواب: منی مطلق ناپاک ہی ہے سوا ان پاک نطفوں کے جن سے تخلیق حضرات انبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام ہوئی اور خود انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے نطفے اور ان کا پیشاب بھی پاک ہے یونہی تمام فضلات۔ واللہ تعالیٰ اعلم

اس سے مفتی ابراہیم صاحب کو درس عبرت حاصل کرنا چاہئے کہ انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے اخروی منافع کی تمناؤں کو عام آدمی و عورت بلکہ آزاد خیال مرد و عورت کی خواہشات نفسانی اور حوائے شیطانی کو قیاس کیا ہے۔ استغفر اللہ من ذلک۔

مفتی ابراہیم کا دوسرا جواب یہ ہیکہ ''یہ عمل از قبیلۂ علاج ہے اور علاج و معالجہ میں عورت عورت کے سامنے چھپے ہوئے اعضاء کو کھول سکتی ہے حتیٰ کہ شدید ضرورت میں مرد ڈاکٹر کے سامنے بھی کھول سکتی ہے''

جواباً عرض ہیکہ سابق میں گزر چکا کہ بچہ پیدا کرنا شرعی ضرورت اور حاجت میں داخل نہیں۔ لہٰذا علاج و معالجہ پر قیاس کرنا درست نہیں۔

مفتی ابراہیم صاحب کی دو دلیل جو ٹیسٹ ٹیوب بے بی کے ذریعہ بچہ پیدا کرنے کو جائز قرار دینا ہے۔ ملاحظہ کیجئے۔

دلیل نمبر (۱) ایسے ہی شریعت میں اس کی اجازت ہیکہ مرد اپنی مخطوبہ (یعنی جس لڑکی کو نکاح کا پیغام دینا ہے) کو دیکھ سکے حالانکہ عام حالات میں دیکھنے کی اجازت نہیں۔ ھدایہ میں ہے۔ ان کے ترجمہ پر اکتفاء کرتا ہوں۔ جس نے کسی عورت سے نکاح کا ارادہ کیا تو اس کی طرف دیکھنے میں کوئی حرج نہیں اگر چہ اس کو اس بات کا یقین ہو کہ اس کو اسکی شہوت ہوگی بوجہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان عالی شان کے کہ ''اس کو دیکھ لو یہ زیادہ لائق ہے کہ تم دونوں کے درمیان موافقت پیدا کرا دی جائے اور اس لئے کہ اس کا مقصود

سنت کو قائم کرنا ہے نہ کہ قضاء شہوت۔

دلیل نمبر (۴) اسی میں ہے ان کے ترجمہ پر اکتفاء کرتا ہوں۔" طبیب کے لئے ضرورت کی وجہ سے عورت کے موضع مرض کو دیکھنا جائز ہے اور مناسب ہیکہ کسی عورت کو اس کا علاج سکھلا دے کہ جنس کا جنس کی طرف دیکھنا زیادہ آسان ہے اگر وہ قابل نہ ہو تو عورت کا ہر عضو مرض کی جگہ کے علاوہ چھپا دیا جائے پھر طبیب دیکھے اور جہاں تک ہو سکے اور اپنی نظر کو نیچی رکھے کہ جو چیز ضرورت کی وجہ سے ثابت ہوتی ہے وہ بقدر ضرورت ثابت ہوتی ہے اور یہ ایسی ہے جیسے خافضہ اور ختان کا دیکھنا اور یونہی مرد کیلئے مرد کے حقنہ کی جگہ کو دیکھنا بھی جائز ہے کیونکہ احتقان علاج ہے"

جواباً عرض ہیکہ مفتی ابراہیم صاحب کی دلیل جواز کا یہ دوسرا رخ ہے جس پر انہوں نے دو حوالے پیش کئے ہیں۔ پہلے حوالے کا خلاصہ یہ ہے کہ" سرکار عالمین شافع روز جزاء صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ کہ اس کا مقصود سنت کو قائم کرنا ہے نہ کہ قضاء شہوت" کہ ٹیسٹ ٹیوب کے ذریعہ بچہ پیدا کرا کے کون سی سنت کریمہ قائم کرنا مقصود ہے؟ اور دوسری دلیل جواز میں لکھتے ہیں کہ۔ جو چیز ضرورت کی وجہ سے ثابت ہوتی ہے بقدر ضرورت ثابت ہوتی ہے۔ بیشک درست ہے۔ ہدایہ ج ۴/۴۴۳/ باب الکراھیۃ کی یہ عبارت **ویجوز للطبیب ان ینظر الیٰ موضع المرض منها للضرورة** کے تحت حاشیہ نمبر ۱۴/ پر غایۃ البیان کے حوالہ سے درج ہے۔**لان للضرورة تاثیراً فی الاباحة المحرمات بدلیل اباحة المیتة والخمر عند الضرورة وخشیة التلف**. یعنی طبیب (ڈاکٹر) کیلئے موضع مرض کا دیکھنا ضرورت کی وجہ سے جائز ہے۔ کیونکہ ضرورت کیلئے حرام چیزوں کو مباح کرنے میں تاثیر ہے۔ مردار اور شراب کی اباحت کی دلیل سے ضرورت کے وقت یا جان جانے یا عضو کے برباد ہونے کے خوف کی وجہ سے اور جو چیز ضرورتکی وجہ سے ثابت ہوتی ہے، ضرورت تک ہی محدود رہتی ہے۔ اس لئے طبیب بھی حتیٰ المقدور دوسری طرف نگاہ کرنے سے اجتناب کرے۔ اور ایسے ہی جو آدمی کسی عورت

سے نکاح کا ارادہ کرے تو عورت کو ضرور تا یعنی حاجتاً دیکھ لے۔ کیونکہ اس سے ازدواجی زندگی کا تعلق ہے کیونکہ ایسی صورت میں آنکھوں سے دیکھ لینا اولیٰ ہے۔ اصلاح وایقاع الفت وموافقت کیوجہ سے یہ بات حدیثوں سے ثابت ہے۔

متذکرہ بالا دونوں منصوص طرق نے روز روشن کی طرح عیاں کر دیا۔ کہ ٹیسٹ ٹیوب بے بی کا استعمال نہ سنت کریمہ کو قائم کرنا ہے اور نہ ضرورت اور حاجت کا جو شرعی معنیٰ ہے۔ اس معنیٰ کا مصداق ہے تو پھر عدم جواز ہی راہ مستقیم اور طریق سواء ہے۔

ٹیسٹ ٹیوب بے بی پر متفرع احکام

از مفتی محمد ابراہیم قادری پاکستانی

(۱) ٹیسٹ ٹیوب بے بی کے ذریعہ پیدا ہونے والا بچہ ثابت النسب ہوگا۔ یعنی عورت اس کی ماں اور مرد اس کا باپ کہلائیگا سیکڑوں برس پہلے فقہاء نے ایک جزئیہ تحریر فرمایا اس دور میں وہ محض فرضی جزئیہ تھا مگر اس دور میں وہ حقیقت واقعیہ کا درجہ رکھتا ہے۔

افسوس! مفتی محمد ابراہیم صاحب پاکستانی پر کہ بغیر سمجھے بوجھے انہوں نے یہ لکھ مارا کہ بہت پہلے وہ ایک فرضی جزئیہ تھا حالانکہ وہ فرضی جزئیہ نہیں بلکہ حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ولادت کی طرف نظر فرماتے ہوئے تحریر فرمایا تھا جس کا ذکر آگے آرہا ہے۔

فتح القدیر میں اس کا خاص جزئیہ ملاحظہ ہو۔ **وما قیل لا یلزم من ثبوت النسب منه وطؤہ لان الحبلیٰ فلا یکون بادخال الماء الفرج دون جماع فنادر** ۔اور وہ جو کہا گیا کہ اس سے ثبوت نسب سے اس مرد کا وطی کرنا لازم نہیں آتا اسلئے کہ حمل کبھی جماع کے علاوہ اندام نہانی میں منی داخل کرنے سے بھی ہوتا ہے یہ نادر ہے۔ (ج ۴ ص ۱۷۱ مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر)

یہاں بھی وہی وجہ مذکور جو فرضی جزئیہ کے جواب میں مذکور اور کلام حکیم میں مذبور۔ مفتی ابراہیم

صاحب پاکستانی حکم نادر کے علم سے مجہول۔

اور المغنی لابن قدامہ میں ہے۔ **وقد قیل ان المرأة تحمل من غیر وطئی بان یدخل ماء الرجل فی فرجھا اما بفعلھا او فعل غیرھا ۔**

بیشک عورت وطی کے علاوہ بھی حاملہ ہوتی ہے۔ بایں طرح کے مرد کا نطفہ اس کی اندام نہانی میں داخل ہو جائے یا تو خود اس عورت کے فعل سے یا اس کے علاوہ کے فعل سے۔ (ج ۱ رص ۱۸۷ رمطبوعہ بیروت)

مفتی محمد ابراہیم صاحب قادری پاکستانی کا بچہ کے ثابت النسب ہونے سے متعلق دو جزئیہ منقول ہوا۔ اور انہوں نے ان دونوں جزئیہ کو ٹیسٹ ٹیوب بے بی سے بچہ پیدا کرانے پر منطبق کیا ہے۔

جواباً عرض ہے کہ

(الف) الاشباہ والنظائر میں ہے **النادر کالمستثنی** 'نادر مستثنیٰ کی طرح ہے نادر پر فتویٰ دینا جائز نہیں۔

(ب) نادر پر فتویٰ دینا قول مرجوح پر فتویٰ دینا ہے درمختار ج ۱ رص ۱۷۶ ر۱۷۷ ر میں ہے **المفتیا بالقول المرجوح جھل وخرق للاجماع** قول مرجوح پر فتویٰ دینا جہالت اور اجماع کے خلاف ہے

(ج) فتح القدیر کی عبارت کا مفہوم یہی ہے کہ حمل کبھی جماع کے علاوہ اندام نہانی میں منی داخل کرنے سے بھی ہوتا ہے۔ یہاں ادخال منی کا وہی معنیٰ ہے کہ عورت کی ران میں یا شرمگاہ کے باہر قریب میں جماع کیا شرمگاہ کے اندر حشفہ یا مکمل ذکر داخل نہیں کیا اور انزال ہو گیا منی رحم میں پہونچ گئی قدرت خداوندی سے حمل ٹھہر گیا تو بچہ ثابت النسب کہلائیگا۔ اسی لئے المغنی میں ادخال کی جگہ یدخل تحریر ہے۔ المغنی کی عبارت کا مفادیہ ہے کہ از خود عورت اپنے فعل سے یا اس کے علاوہ کے فعل سے حاملہ ہو جائے اور بچہ پیدا ہو تو بچہ ثابت النسب کہا جائیگا۔ اس کا صاف مطلب یہی ہے کہ غیر کے فعل سے عورت نے شرمگاہ کے ذریعہ اپنے شوہر کی منی ڈالا اور ڈالنے والا خود شوہر ہے یا شوہر کے علاوہ کوئی دوسرا آدمی ہے یہ نفس فعل

جائز نہیں فعل کا نا جائز ہونا اور چیز ہے اور بچہ کا ثابت النسب ہونا اور بات ہے۔

(د) میرے نزدیک بچہ ثابت النسب ہونے کی ایک علت یہ بھی ہو سکتی ہے۔ کہ سیدنا عیسیٰ روح اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام سیدنا روح الامین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے کلمہ شریف سے تولد ہوئے، جو سیدنا روح الامین علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت مریم رضی اللہ تعالیٰ عنہا میں ڈالی۔ خواہ ادخال منی یعنی من کا رحم میں داخل کرنا پایا جائے یا نطفہ ہی مفقود ہو بہر دو صورت بچہ ثابت النسب ہی ہوگا۔

جیسا کہ ارشاد ربانی عز جلالہ ہے۔ اِنَّمَا الْمَسِيْحُ عِيْسَى بْنُ مَرْيَمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ وَ كَلِمَتُهٗ اَلْقٰهَآ اِلٰى مَرْيَمَ وَرُوْحٌ مِّنْهُ ...

اور تفسیر خزائن العرفان میں كَلِمَتُهٗ اَلْقٰهَآ کے تحت فرمایا کہ کن فرمایا اور وہ بغیر باپ اور بغیر نطفہ کے محض امر الٰہی سے پیدا ہو گئے۔

اور دوسری جگہ قرآن حکیم [پ ۱۶/ رکوع ۵/] میں ہے قَالَ اِنَّمَآ اَنَا رَسُوْلُ رَبِّكِ لِاَهَبَ لَكِ غُلٰمًا زَكِيًّا قَالَتْ اَنّٰى يَكُوْنُ لِيْ غُلٰمٌ وَّلَمْ يَمْسَسْنِيْ بَشَرٌ وَّلَمْ اَكُ بَغِيًّا (الیٰ آخر البیان)

ترجمہ:۔ بولا میں تیرے رب کا بھیجا ہوا ہوں کہ میں تجھے ایک ستھرا بیٹا دوں۔ بولی میرے لڑکا کہاں سے ہوگا مجھے تو کسی آدمی نے ہاتھ نہ لگایا نہ میں بدکار ہوں۔

اسی لئے فقہائے کرام نے جماع کے بغیر حمل قرار پانے اور بچہ کو ثابت النسب ماننے پر جزم فرمایا۔

فاعتبروا یا اولی الابصار واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

کتبـــــــــــــــہ

فقیر محمد ناظر اشرف قادری بریلوی غفرلہ القوی

خادم دار الافتاء دار العلوم اعلیحضرت، ناگپور

عقیقہ کا گوشت اجتماعی شادی کے موقع پر مہمانوں کی ضیافت کے طور پر استعمال کیا جا سکتا ہے؟

بخدمت عالی مقام حضرت مفتی صاحب۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

خدمت عالی میں عرض ہے ہم راجستھانی مسلم لوہار اپنی رجسٹرڈ جماعت بنام راجستھانی مسلم لوہار جماعت کے زیر اہتمام ہر سال اجتماعی شادی کا نظام واہتمام کرتے ہیں۔ آگے ہمارے پیش نظر کچھ اور پروگرام ہیں جو مندرجہ ذیل ہیں۔

(۱) کہ اگر عقیقہ کا اجتماعی نظم کر کے عقیقہ کرانے والوں کے جانور جمع کر لئے جائیں اور اس کا گوشت اجتماعی شادی کے موقع پر پکوا کر مہمانوں کی ضیافت کے طور پر استعمال کیا جائے تو ایسا کیا جا سکتا ہے کیا؟

(۲) کہ تنظیم کی ضرورتوں کے لئے جو چندہ وغیرہ وصول کیا جاتا اس میں زکوٰۃ کی رقم بھی وصول کی جاتی جس کا حساب علیحدہ رکھا جاتا ہے اور یہ رقم اپنی ہی برادری کے لوگوں سے وصول کر کے اپنی ہی برادری کے مستحقین بیوہ ویتیم وغریب معذور افراد میں تقسیم کی جاتی ہے۔ ان میں سے بعض افراد کو ماہانہ قسطوں میں اس زکوٰۃ کی رقم سے مدد کی جاتی ہے۔ اس پر شرعی حکم سے مطلع فرمائیں۔

امید ہے کہ ان معاملات میں شرع محمدی کی روشنی میں شرعی حکم کی وضاحت کے ساتھ تفصیلات بیان فرما کر ہماری رہنمائی فرمائیں گے۔ والسلام۔

المستفتی: (احفاظ احمد، نائب صدر، راجستھانی مسلم لوہار جماعت، حنا منزل، کامٹی)

۷۸۶/۹۲ الجواب بعون الملک العزیز العلام الوھاب

(۱) صورت مستفسرہ میں برصدق سائل وصحت سوال عقیقہ کا گوشت بطور ضیافت بھی استعمال کرنا جائز ہے

جیسا کہ فتاویٰ ہندیہ ج ۵ /ص ۳۶۲ / پر ہے العقیقة عن الغلام وعن الجارية وهي ذبح شاة في سابع الولادة وضيافة الناس الخ ہاں بہتر یہ ہے کہ لا اقل بقدر ثلث خیرات کردے، ایک ثلث عزیزوں، غریبوں میں تقسیم کردیں، ایک ثلث اپنے کھانے کیلئے رکھ لیں۔ جیسا کہ فتاویٰ رضویہ ج ۸ /ص ۵۴۴ / پر مصرح ہے۔ ان العقيقة كالاضحية في جميع الشرائط والاحكام ومعلوم ان الاضاحي تقسم لحومها ثلاثا ثلث طعمه وثلث هدية وثلث صدقة وهذا ايضا على عجه الاستحباب دون الوجوب. والله تعالىٰ اعلم بالصواب.

(۲) جائز ہے جبکہ کوئی مانع شرعی نہ ہو جیسا کہ فتاویٰ رضویہ ج ۴ /ص ۴۶۷ / پر مصرح ہے۔ والله تعالىٰ اعلم بالصواب وعلمه جلّ مجده اتم واحكم بالجواب

کتبہ:۔ فقیر ابو محامد غزالی غفرلہ القوی

دار العلوم اعلیٰ حضرت رضا نگر کلمنا ناگپور مہاراشٹر

ما حرره الفاضل الشاب المجيب فهو حق صحيح والمجيب مثاب

فقیر محمد ناظر اشرف قادری غفرلہ القوی

کیا فرماتے ہیں حکیم الملت مدظلہ الاقدس مندرجہ ذیل فیصلے کے متعلق جو جدید ذرائع ابلاغ اور مسائل ہلال کے تعلق سے الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور کے فقہ سیمینار بورڈ دہلی کے ساتویں فقہی سیمینار میں فیصلہ ہوا اور اس تعلق سے مفتی محسن رضا ہادی صاحب قبلہ شیخ الحدیث دار العلوم انوار مصطفیٰ دھرول، گجرات نے جو آپ کو سیمینار کی زیراکس کاپی بھیجی ہے اور جائز کہنے والوں کی فہرست میں کون کون سے مفتیان کرام ہیں اور آپ ان حضرات کے فیصلے سے متفق ہیں یا نہیں؟ تفصیل سے جواب عنایت فرما کر مشکور فرمائیں گے

فقط والسلام: مولانا تراب الدین رضوی، دار العلوم غوثیہ رضویہ، نانڈیر

فیصلے

(بمقام دار القلم، ذاکرنگر، نئی دہلی)

پہلی دوسری نشست: ۱۳؍جمادی الآخر ۱۴۲۶ھ مطابق ۲۰؍جولائی ۲۰۰۵ء صبح ۹؍سے ۱؍بجے تک اور مغرب سے ۱۱؍بجے شب تک

جدید ذرائع ابلاغ اور مسائل ہلال

فقہی سیمینار بورڈ، دہلی کے ساتویں فقہی سیمینار کا سوال نامہ اور تحقیقی جواب

کیا جدید آلات کے ذریعہ ثبوت ہلال ممکن ہے؟

سوال: استفاضہ کسے کہتے ہیں اور کیا خبر رسانی کے جدید ذرائع مثلاً فون، فیکس وغیرہ سے بھی اس کا تحقق ہوسکتا ہے یا نہیں؟ بصورت اثبات کچھ مخصوص شرطوں کے ساتھ یا بلا شرط؟ بر تقدیر اول وہ خاص شرطیں کیا ہیں؟ اس کے جواب میں علمائے کرام نے مقالات لکھے اور فقہی سیمینار بورڈ دہلی کے ساتویں سیمینار کی پہلی نشست میں اس پر زوردار بحثیں ہوئیں۔ بحث وتمحیص کے بعد درج ذیل جواب پر مندوبین کا اتفاق ہوا۔

(۱) استفاضہ خبر کا معنی ہے: خبر کا پھیلنا، مشہور ہونا، شائع وذائع ہونا، فقہائے کرام کی اصطلاح میں استفاضہ "خبر مشہور" کو کہتے ہیں۔

علامہ رحمتی رحمۃ اللہ علیہ نے استفاضہ کے بیان میں " **ان تاتی من تلک البلدة جماعات متعددون کل منهم یخبر عن اهل تلک البلدة** " تحریر فرمایا۔ اس سے مستفاد ہے کہ مخبرین کی تعداد کم از کم (۹) ہونی چاہیے۔ البتہ اس کے لئے کثیر افراد کا آنا یا ان کا جماعت در جماعت ہونا تصویر مفہوم کے طور پر مذکور ہے۔ قید احترازی یا شرط لازم کے طور پر نہیں۔ ورنہ بہت سی احادیث مشہورہ کے مستفیض ہونے میں اشکال لازم آئیگا۔ اس لئے مندوبین کا اس پر اتفاق ہوا کہ استفاضہ متحقق ہونے کے لئے صرف یہ ضروری ہے کہ کثیر افراد خبر دینے والے ہوں۔ ایک مقام سے دوسرے مقام میں آنا یا

جماعت در جماعت ہونا شرط نہیں (۲) خبر رسانی کے جدید ذرائع مثلاً ٹیلی فون موبائل فون سے استفاضہ کا تحقق ہوسکتا ہے۔

عثمان غنی باپورضوی، دارالعلوم انوار مصطفےٰ دھرول، جام نگر، گجرات

۷۸۶/۹۲ الجواب بعون الملک العزیز العلاّم

عزیز محترم علامہ تراب الدین رضوی صاحب سلمہ سلام مسنون

آپ نے جو سوال کیا ہے اس کی قدرے تفصیل اور میں اپنا عندیہ پیش کررہا ہوں ملاحظہ فرمالیں گے۔

محسن ملت حضرت العلام مفتی محسن رضا ہادی صاحب نے میرے اصرار پر ''فقہی سیمینار بورڈ دہلی'' کے پہلے سیمینار کی زیراکس کاپی روانہ فرمائی۔ اور مباحثین کی فہرست نہیں بھیجی فون پر پوچھا گیا تو فرمایا کہ اس کے اصل محرک مفتی نظام الدین مبارکپوری صاحب نے مجھ سے عہد لے لیا ہے کہ مباحثین کی فہرست کسی کو نہ دیں اور جب میں کہوں اس وقت آپ کے لئے دینا جائز ہوگا محسن ملت اپنے عہد و پیمان پر قائم ہیں۔

فقہی سیمینار بورڈ کے پہلے سیمینار کے فیصلے کا پہلا صفحہ میری نگاہوں کے سامنے ہے۔ اسکی بارھویں سطر پر ارشاد فرماتے ہیں کہ فقہائے کرام کی اصطلاح میں استفاضہ خبر مشہور کو کہتے ہیں مقتضائے کلام یہ پیغام دے رہا ہے کہ حضور والا نے نخبۃ الفکر کا بغور مطالعہ فرمایا ہوگا اور یہ سمجھا ہوگا کہ محدثین کے نزدیک جو خبر مشہور ہے وہی اصولین فقہاء کی جماعت واحدہ کی رائے پر خبر مستفیض ہے۔

اور اسی خبر مشہور (مستفیض) کو فقہائے کرام استفاضہ بھی کہتے ہیں۔ اسی لئے ردالمحتار جلد دوم صفحہ ۱۰۲ ر پر علامہ رحمتی علیہ رحمۃ الباری نے استفاضہ سے متعلق جو کچھ فرمایا ہے اسکی ایک سطر تحریر فرما کر اپنے اجتہادی قلم کو یوں جنبش دے رہے ہیں کہ اس سے مستفاد ہے کہ مخبرین کی تعداد کم از کم (۹) ہونی چاہئے البتہ اس کے لئے کثیر افراد کا آنا، یا انکا جماعت در جماعت ہونا تصویر مفہوم کے طور پر مذکور ہے۔ قید احترازی یا

شرط لازم کے طور پر نہیں ورنہ بہت سی احادیث مشہورہ کے مشہور و مستفیض ہونے میں اشکال لازم آئیگا۔

مذکورہ بالا عبارت نے صدر شعبۂ افتاء الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور کے اجتہادی قلم کی حقیقت کو واشگاف کر دیا کہ حضور والا مع مندوبین در بارِ ہلال بھی استفاضہ سے حدیث مشہور سمجھ رہے ہیں۔

ع اس سادگی پہ کون نہ مرجائے اے خدا

مخبرین کی تعداد کم از کم (۹) ہونی چاہئے یہ ینبغی ، یجب کے درجہ میں ہے یا یناسب کے؟ یہ حضرت مفتی نظام الدین صاحب قبلہ یا ان کے مندوبین جانیں۔ البتہ کثیر افراد کا آنا یا ان کا جماعت در جماعت ہونا تصویر مفہوم کے طور پر مذکور ہے، علامہ رحمتی علیہ الرحمہ کی کس عبارت سے مستفاد ہے اس کی وضاحت نہیں ہے۔ اور اس پر طرہ یہ ہے کہ قید احترازی یا شرط لازم کے طور پر نہیں۔ یہ عبارت امام اہلسنت اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان کے محقق و معتمد مسلک پر کھلا چیلنج ہے۔

اس پر مستزاد یہ ہے کہ مندوبین کا اس پر اتفاق ہوا کہ استفاضہ متحقق ہونے کیلئے صرف یہ ضروری ہے کہ کثیر افراد خبر دینے والے ہوں۔ جس کی تعداد کم از کم (۹) ہو ایک مقام سے دوسرے مقام میں آنا یا جماعت در جماعت ہونا شرط لازم کے طور پر نہیں۔

مندوبین کے زمرے میں کون کون اشخاص ہیں مجھے نہیں معلوم۔ اگر محسن ملت اس سے پردہ اٹھا دیتے تو غور کیا جا سکتا تھا۔ کہ مندوبین اجتہاد کے کس درجہ پر فائز ہیں یا تفقہ فی الدین میں انکے رتبے کیا ہیں؟

اب مجھے کہہ لینے دیجئے۔ کہ دربار ہلال جو ''استفاضہ'' مراد ہے وہ خبر مشہور یعنی حدیث مشہور کے مطابق راویوں کے افراد کا تعین نہیں۔ بلکہ استفاضہ سے مراد یہ ہے جیسا کہ منحۃ الخالق حاشیہ بحر الرائق، کتاب الصوم ج ۲ رص ۲۷۰ ر پر مرقوم ہے۔ " **اعلم ان المراد بالا ستفاضة تواتر الخبر من الواردين من بلدة الثبوت الىٰ بلدة التى لم يثبت بها ،لا مجرد الاستفاضة** "

یعنی استفاضہ سے مراد چاند ثابت ہونے کیلئے ایک شہر سے دوسرے شہر میں آنے والے لوگوں کی خبروں کا متواتر ہونا ہے۔ محض خبر مشہور ہونا کافی نہیں۔ اور ایسے ہی علامہ ابن عابدین شامی علیہ الرحمۃ

والرضوان نے اپنے رسالہ تنبیہ الغافلین والوسنان ج ا ر ص ۲۵۲ ر ارقام فرماتے ہیں لما کانت الاستفاضة بمنزلة الخبر المتواتر "

یعنی جب چاند نظر آنے کی خبر۔خبر متواتر کی طرح مشہور ہو۔اور یونہی ردالمحتار ج ۲ ر ص ۹۴ ر پر ذخیرہ کے حوالہ سے شمس الآئمہ حلوانی کا قول موجود ہے "الصحیح من مذهب اصحابنا ان الخبر اذا استفاض و تحقق فیما بین اهل البلدة الاخریٰ یلزمهم حکم هذه البلدة"

یعنی ہمارے احناف کا مفتی بہ مسلک یہی ہے کہ جب خبر مشہور متحقق ہوجائے تو اس شہر والوں پر بھی وہی حکم لازم ہوجاتا ہے۔جسکا خلاصہ یہی ہے کہ خبر مشہور بمنزلہ متواتر ہو اسی لئے تحقق کے صیغہ کا اضافہ کیا گیا ہے

اور اگر استفاضہ سے صرف خبر مشہور مراد ہوتی۔تو تحقق کے صیغے کے اضافہ کی قطعی حاجت نہ ہوتی جیسا کہ جناب صدر شعبۂ افتاء علامۂ زمن مفتی صاحب قبلہ اور ان کے ہمنواء و مندوبین نے سمجھ رکھا ہے۔ اور اگر نظر ناظرین میں قصور نہ ہو اور قلوب میں فتور نہ ہو۔تو چند سطور تحت کی عبارتیں بھی ملاحظہ کیجئے۔

علامہ شامی علیہ الرحمہ کیسا صاف صاف ارشاد فرماتے ہیں۔

" و مثله فی الشر نبلالیة عن المغنی .قلت و وجه الاستدراک ان هذه الاستفاضة لیس فیها شهادة علیٰ قضاء قاض و لا علیٰ شهادة لکن لما کانت بمنزلة الخبر المتواتر "

یعنی اس طرح شرنبلالیہ میں مغنی سے ہے میں نے کہا وجہ استدراک یہ ہے کہ یقیناً یہ استفاضہ جس میں قضائے قاضی پر شہادت نہیں ہے اور نہ ہی شہادت علیٰ الشہادت ہے اس کے باوجود خبر متواتر کے درجہ میں ہے۔

ان ذکر کردہ حوالوں کی روشنی میں ہی حق واضح ہوگیا کہ استفاضہ فقط خبر مشہور یعنی حدیث مشہور کو نہیں کہتے بلکہ در بارۂ ہلال استفاضہ کا معنی و مفہوم کچھ اور ہے اور صدر شعبہ افتاء مع مندوبین کچھ اور سمجھ رہے ہیں اس موقع پر مجھے ایک شعر یاد آ گیا۔

وکم من عائب قولا صحیحا
وآفته من الفہم السقم

قربان جایئے۔ اپنے اس عبقری امام پر جنہوں نے شب و روز قرآن و احادیث کی روشنی میں علم و حکمت کے باغ اگائے۔ اور فقہ حنفی کی ایسی آبیاری فرمائی کہ امام اعظم ابوحنیفہ کا زمانہ ہوتا تو ان کے فتاویٰ دیکھ کر انکی آنکھیں ٹھنڈی ہوتیں۔ اور اپنے خاص تلامذہ میں شمار کرنے میں فخر محسوس کرتے۔ وہی استفاضہ کے باب میں کیا تحریر فرماتے ہیں۔ ملاحظہ فرمایئے (طریق پنجم) استفاضہ یعنی جس اسلامی شہر میں حاکم شرع قاضی اسلام ہو کہ احکام ہلال اسی کے یہاں سے صادر ہوتے ہیں۔ اور خود عالم اور ان احکام میں علم پر عامل و قائم یا کسی عالم دین محقق و معتمد پر اعتماد کا ملتزم و ملازم ہے یا جہاں قاضی شرع نہیں، تو مفتیٔ اسلام مرجع عوام و متبع الاحکام ہو کہ احکام روزہ و عیدین اسی کے فتویٰ سے نفاذ پاتے ہیں۔ عوام کالانعام بطور خود عید و رمضان نہیں ٹھہرا لیتے۔ وہاں سے متعدد جماعتیں آئیں اور سب ایک زبان اپنے علم سے خبر دیں کہ وہاں فلاں دن بر بنائے رویت روزہ ہوا یا عید کی گئی، مجرد بازاری افواہ کہ خبر اڑ گئی اور قائل کا پتہ نہیں۔ پوچھے تو یہی جواب ملتا ہے کہ سنا ہے یا لوگ کہتے ہیں یا بہت پتہ چلا تو کسی مجہول کا انتہاء درجہ منتہائے سند دو ایک شخصوں کی محض حکایت کہ انہوں نے بیان کیا۔ اور شدہ شدہ شائع ہوگئی۔ ایسی خبر ہرگز استفاضہ نہیں۔ بلکہ خود وہاں کی آئی ہوئی متعدد جماعتیں درکار ہیں (یعنی متعدد جماعتوں کا آنا واجب ہے) جو بالاتفاق وہ خبر دیں یہ خبر اگرچہ نہ خود اپنی رویت کی شہادت ہے نہ کسی شہادت پر شہادت۔ نہ بالتصریح قضائے قاضی پر شہادت۔ نہ کتاب قاضی باشہادت مگر اس مستفیض خبر سے بالیقین۔ یا بہ غلبۂ ظن ملتحق بالیقین۔ وہاں رویت و صوم و عید کا ہونا ثابت ہوگا۔ اور جبکہ وہ شہر اسلامی اور احکام و حکام کی وہاں پابندی دوامی ہے تو ضرور مظنون ہوگا۔ کہ امر بحکم (قاضی) واقع ہوا تو اس طریق سے قضائے قاضی کہ حجت شرعیہ ہے ثابت ہو جائیگی۔

دیکھ لیا آپ حضرات نے وہ امام ہمام جنکی حیات فانی کا لحہ لحہ فقہ حنفی کو لالہ زار بنانے میں گذری ہے۔ وہ اپنے مسلک مفتیٰ بہ ومعتمد علیہ میں متعدد جماعتوں کا آنا درکار ہیں اور سب کا ایک زبان ہوکر بالاتفاق اپنے علم سے خبر دینا اور مستفیض خبر سے بالیقین یا بہ غلبہ ظن ملتحق بالیقین ہونا شرط قرار دے رہے ہیں۔

اور مفتی نظام الدین صاحب اور انکے ہمنوا قید احترازی اور شرط لازم ہونے کی نفی کر رہے ہیں۔ فیاللعجب اس کو مسلک اعلیٰ حضرت سے انحراف نہیں تو اور کیا کہا جا سکتا ہے؟

ہاں ہاں! وہی عالم اسلام کا امام ہمام جنکے فتاویٰ سات سمندر پار تک مقبول ومستند مانے جاتے ہیں۔ اور افریقہ کے سپریم کورٹ میں جنکے فتاویٰ پر اعتماد کر کے فیصلے صادر کئے جاتے ہیں۔ انہی کا وہ انسائیکلو پیڈیا، جن کے دامن کی ہوا پاکر مندوبین کی جماعت تفقہ فی الدین کی دعویدار ہے۔ ایک مقام پر ارشاد فرماتے ہیں۔ ''اور ایک صورت یہ بھی متصور کہ دوسرے شہر سے جماعت کثیرہ آئیں۔ اور سب بالاتفاق بیان کریں کہ وہاں ہمارے سامنے لوگ اپنی آنکھ سے چاند دیکھنا بیان کرتے تھے۔ جنکا بیان مورث یقین شرعی تھا۔ اور اسکے متصل چند سطور بعد فرماتے ہیں۔'' جب جماعت تواتر جماعت تواتر سے انکی رویت کی ناقل ہے تو رویت بالیقین ثابت ہوگئی اور شہادت کی حاجت نہ رہی، کہ اثبات احکام میں تواتر بھی قائم مقام شہادت بلکہ اس سے قوی ہے الخ

مندوبین کے ماتھوں پر پسینہ نہ آئے تو چلتے چلتے استفاضہ کے تعلق سے ایک آخری حوالہ اسی امام ہمام کا سماعت فرمائیے جنہوں نے عشق رسالت پناہی کی جوت جگادی، جو بحر الکرامات ہیں اور فتاویٰ رضویہ انکی کرامتوں میں سے ایک جیتی جاگتی، چلتی پھرتی کرامت ہے۔ ایک مقام پر ارشاد فرماتے ہیں۔

''بلکہ وہ استفاضہ جو شرعاً معتبر ہے۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ اس شہر سے گروہ کے گروہ متعدد جماعتیں آئیں اور سب بالاتفاق ایک زبان بیان کریں کہ۔ وہاں فلاں شب چاند دیکھ کر لوگوں نے روزہ رکھا یہاں تک کے انکی خبر پر یقینی شرعی حاصل ہوا''

مجھے سمجھ میں نہیں آ رہا ہے کہ آخر مسلک اعلیٰ حضرت سے عدول کے لئے دہلی کے دارالقلم میں سیمینار کیوں رکھا گیا؟ اس میں کیا کیا مصلحتیں مضمر تھیں؟ کیا اس سیمینار میں موجودہ دور کے اکابر مفتیان کرام بھی موجود تھے یا اٹھارہویں فقہی سیمینار ممبئی کی طرح خطباء اور ائمہ مساجد کا اژدھام تھا۔ الا ماشاء اللہ اگر حقیقت واقعیہ نفس الامر یہ ایسا ہی ہے، جیسا کہ صفحہ اولیٰ کی خطا فاحش حقیقت واقعہ کی چغلی کھا رہی ہے تو بس پھر کیا ہے یہی نا کہ۔ ع

مشکل میں ہیں براتی پر خار وادیے ہیں

میں تطویل کلام سے اجتناب کرتے ہوئے اختصاراً یہ عرض کرنا چاہتا ہوں، کہ رویت ہلال کے تعلق سے اختلاف و انتشار کا مسئلہ کوئی جدید مسئلہ نہیں۔ کہ اس پر حاجت کا سہارا لیکر زور قلم صرف کیا جائے اور ہر چہار جانب سے چند مولوی اور عوام کو کھڑا کر دیا جائے۔ کہ اگر ٹیلیفون اور موبائل وغیرہ سے رویت تسلیم نہ کی گئی تو لوگ دیوبندیوں اور وہابیوں کی عیدگاہوں میں نماز ادا کرلیں گے۔ اسکا نتیجہ یہ ہوگا کہ دھیرے دھیرے باطل گروہ کا گرویدہ ہوکر ایمان سے ہاتھ دھو بیٹھیں گے وغیرہ وغیرہ۔

بلکہ اس تیرہ و تاریک دور میں حاجت اصلیہ یہ ہے کہ تمام اہل سنت کو مسلک اعلیٰ حضرت سے جوڑنے کیلئے رویت کے تعلق سے بھی احادیث کریمہ کا سہارا لیا جائے اور یہ بتایا جائے کہ اختلاف و انتشار ماضی قریب و بعید میں بھی تھا۔ لیکن اس کے باوجود صحابہ کرام سے لیکر امام اہل سنت کے عصر تک احادیث کریمہ پر ہی عمل پیرا رہنے میں نجات سمجھا جاتا رہا۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ کے دور میں ٹیلیفون موجود تھا۔ اس زمانے کے سب دیابنہ بھی رویت کے تعلق سے احادیث رسول پاک ﷺ کے خلاف قدم نہیں اٹھائے بلکہ عدم جواز کے قائل رہے اور جب عوام کا دباؤ بڑھا تو شریعت مطہرہ کی اصلی صورت کو مسخ کرنے کا نشہ چڑھا اور نئے نئے مولوی عوام کے دباؤ میں آکر ٹیلیفون اور ریڈیو کی خبروں پر رویت ہلال کو جائز قرار دے دیا۔ الامان والحفیظ۔ اللہ تعالیٰ تمام سنیوں کو صراط مستقیم پر گامزن رکھے

آمین بجاہ حبیبہ الاعلیٰ و طٰہٰ و یٰسین صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ الکریم

اشرفیہ مبارکپور کے فقہی سیمینار میں ایک متفقہ فیصلہ پر اہم فتویٰ

حضرت مفتی صاحب قبلہ مدظلہ الاقدس السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

ابھی تین ماہ قبل مجلس شرعی جامعہ اشرفیہ مبارکپور کے تحت منعقد ہونے والے اٹھارھویں فقہی سیمینار کے لئے جن مسائل کا تعین ہوا۔ان میں ایک اہم مسئلہ انی میشن کا شرعی حکم بھی موضوع بحث تھا۔اس پر بحث وتمحیص کے بعد باتفاق مندوبین جو فیصلے ہوئے،اس میں ۷ ر نمبر کے تحت یہ فیصلہ بھی ان الفاظ میں موجود ہے کہ ''اسلامی فرائض وواجبات اور اخلاق وآداب کی تعلیم کے نام پر بد مذہبوں نے سی ڈیاں تیار کر رکھی ہیں،جو بہت سے غلط معلومات پر بھی مشتمل ہیں اور ناواقف طلبہ وعوام ان کے ذریعہ مسائل سیکھ رہے ہیں ان طلبہ وعوام کو بچانا ہماری ذمہ داری ہے۔اس لئے جہاں طلبہ وعوام سے علماء اہل سنت براہ راست رابطہ کر کے انھیں تعلیم نہ دے پاتے ہیں وہاں کم ازکم یہ انتظام ہو کہ اپنے علماء کے ذریعہ ایسی آسان اور صحیح سی ڈیاں فراہم ہوں جن سے ناواقف لوگ استفاضہ کر سکے مختصر یہ کہ جہاں حاجت محقق ہو وہاں دینی معلومات کی فراہمی کیلئے ایسی سی ڈیاں تیار کرانا اور استعمال میں لانا جائز ہے جہاں حاجت نہ ہو وہاں جواز بھی نہیں،مجلس شرعی کے اس فیصلہ پر حسب ذیل سوالات کے جوابات مطلوب ہیں۔

[۱] حاجت وضرورت کا مفہوم کیا ہے؟اور انکا دائرہ اثر کیا ہے۔

[۲] جہاں طلباء وعوام سے علمائے اہل سنت براہ راست رابطہ کر کے انہیں تعلیم نہ دے پاتے ہیں وہاں کم ازکم یہ انتظام ہو کہ علمائے کرام کے ذریعہ آسان اور صحیح سی ڈی [باتصویر] فراہم کرنا حاجت میں داخل ہے یا نہیں؟

[۳] جہاں طلباء وعوام کا علمائے اہل سنت سے رابطہ ممکن ہو بلکہ بالفعل رابطہ موجود ہو وہاں ایسی سی ڈیاں [باتصویر] استعمال کرنا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ یہاں پر حاجت کا سہارا لیکر جواز کی راہ نکل سکتی ہے یا نہیں؟

[۴] بدمذہبوں کی بنائی ہوئی باتصویر سی ڈیوں کا تر کی باتر کی بعینہ اسی طرح باتصویر سی ڈیاں تیار کر کے جواب دینا ذمہ دار علمائے اہل سنت پر فرض،واجب،استحباب اباحت کس زمرے میں داخل ہوگا؟

اگر علمائے اہل سنت بدمذہبوں کی سی ڈیوں کے جواب صرف زبانی یا تحریری یا انٹرنیٹ کے ذریعہ دیں تو علمائے اہل سنت اپنی ذمہ داری سے بری الذمہ ہونگے یا نہیں؟

[۵] بلاد ہند، مثلاً عروس البلاد ممبئی، دہلی، کلکتہ، ناگپور وغیرہ وغیرہ جہاں ہمہ وقت عوام وطلبہ کا علمائے اہل سنت سے رابطہ رہتا ہے کیا ان بلاد میں سی ڈیاں بنانے کی حاجت ہے؟ کیا ان بلاد میں سی ڈیوں کو استعمال میں لانا جائز ہے؟ جبکہ فیصلہ میں یہ عبارت بھی موجود ہے کہ جہاں حاجت نہ ہو وہاں جواز بھی نہیں؟

[۶] فقہی سیمینار میں حاجت کا مطلب یہ مرقوم ہے کہ تصویر نہ ہوتو انسان ضرر اور مشقت میں مبتلا ہو جیسے شناختی کارڈ، پاس پورٹ راشن کارڈ کی تصویریں جن کے بغیر انسان ضرر اور حرج میں مبتلا ہوگا۔ اس پر دریافت طلب امر یہ ہے کہ حاجت میں جس ضرر ومشقت کا اعتبار ہے وہ صرف مبتلا شخص کے ضرر ومشقت ہیں یا دوسرے کے بھی؟ جبکہ حاجت کی تعریف سے یہ معلوم ہوتا ہے صرف مبتلاء شخص کا ضرر ومشقت معتبر ہے نہ کہ دوسرے اشخاص کا؟

[۷] جو چیز حاجت یا ضرورت کی وجہ سے جائز ہوتی ہو، تو ضرورت وحاجت پوری ہونے کے بعد بھی جائز ومباح رہے گی یا حکم حرمت عود کر آئیگا؟ مثلاً فقہی سیمینار کے فیصلہ کے مطابق بدمذہبوں کی سی ڈیوں کے جواب میں ذمہ دار علمائے اہل سنت کو آسان اور صحیح سی ڈیاں بنانے کی اجازت دی گئی ہے تو اگر علمائے اہلسنت ایک بار جوابی سی ڈیاں تیار کردیں تو کیا انھیں دوبارہ بھی سی ڈیاں بنانے کی اجازت ہوگی؟ اور بار بار اس قسم کی سی ڈیاں بنانے پر گنہگار ہونگے یا نہیں؟

[۸] فقہی سیمینار میں حاجت کا مفہوم اور مثال پیش کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ اس طرح بعض مواقع اور واقعات کی تصویریں نہ ہو اور ان سے متعلق حکومت یا کورٹ کی تفتیش ہو تو اپنا دفاع مشکل ہوگا اور سخت ضرر ہوگا یہ بھی درجہ حاجت میں ہے مثلاً یورپ وغیرہ کی بعض مسجدوں میں آلات مصوری اس مقصد سے نصب ہوتے ہیں کہ یہ ثبوت فراہم کیا جاسکے کہ یہاں آنے جانے والے کون تھے اور کوئی حادثہ ہوا تو اس کا ذمہ دار کون ہے اس پر دریافت طلب امر یہ ہیکہ درجۂ حاجت کے تحت جو مثال پیش کی گئی ہے وہ درجۂ حاجت میں داخل ہے یا نہیں؟ بلفظ دیگر مثال ممثل لہ کے مطابق ہے یا نہیں؟ جواب صواب عنایت فرما کر

اجر جزیل کے مستحق بنیں۔۔۔۔۔

فقط والسلام المستفتی :۔ مولانا عبدالحلیم اشرفی رضوی، ناگپور

۹۲/۷۸۶ الجواب بعون الملک العزیز الوھّاب

[۲/۱] فتاویٰ رضویہ المجلد الاول ص ۱۵۸ پر ہے کہ۔ضرورت یہ کہ اس کے بغیر گزر نہ ہو سکے۔اور حاجت یہ کہ۔ بے اسکے ضرر ہو۔غمز عیون والبصائر، شرح الاشباہ والنظائر ص ۱۰۸ پر علامہ سید احمد حموی علیہ الرحمہ فتح القدیر کے حوالہ سے لکھتے ہیں "فالضرورت بلوغه حدا ان لم يتناول الممنوع هلك اوقارب وهذا يبيح تناول الحرام "یعنی ضرورت یہ کہ انسان اس حد تک پہونچ جائے، کہ اگر ممنوع چیز نہ دکھائے، تو مرجائے یا قریب بہ مرگ ہوجائے۔تو ایسی صورت میں اس کیلئے حرام کھانا مباح ہوتا ہے۔اور حاجت کو یوں بیان کیا گیا ہے۔

"والحاجة كالجائع الذى لولم يجد مايا كله لم يهلك غير انه يكون فى جهد ومشقة وهذا لا يبيح الحرام الفطر فى الصوم " یعنی حاجت کی مثال وہ بھوکا شخص ہے جیسے کھانے کو نہ ملے تو ہلاک نہ ہو،مگر حرج ومشقت میں پڑ جائے۔ایسے شخص کیلئے حرام مباح نہیں ہوتا۔مگر رخصت دیدی جاتی ہے، جیسا کہ روزہ چھوڑنا مباح ہوتا ہے[اور یہ رخصت اس لئے دی جاتی ہے کہ اس کا بدل موجود ہے یعنی دوسرے ایام میں قدرت کی وجہ سے روزہ رکھنا]

مذکورہ بالا تعریف ومثال سے ضرورت وحاجت کا دائرہ اثر یوں معلوم ومنکشف ہوگیا کہ ضرورت بقدر ضرورت تک محدود رہیگا۔جیسے جان جارہی ہو تو کھانے میں چھوٹے چھوٹے چند لقمے جو سدّ رمق کریں،ادائے فرض کی طاقت دیں، اشباہ ونظائر میں ہے"ما ابيح للضرورة يتقدر بقدرها" ضرورت کی ایک مثال فتاویٰ رضویہ میں یہ بھی دی گئی ہے۔کہ اگر اہل وعیال ایسے ملک میں رہتے ہوں

جہاں جانے کیلئے تصویر شرط قرار دیدی گئی ہو، تو اہل وعیال کے پاس جانے اور انھیں لانے کی ضرورت بیشک ضرورت ہے۔ رؤف ورحیم ﷺ کی شریعت ہرگز یہ حکم نہ دے گی کہ [اس ملک والے] تصویر لیں گے [تو] وہیں رہو، اور انہیں سمندر پار پڑا رہنے دو، کہ نہ تم ان کی موت وحیات میں شریک ہوسکو۔ نہ وہ تمہاری، لہٰذا ایک ہی بار تصویر لیکر ان کے پاس جانا یا انہیں وہاں سے لانے کی اجازت ہے، [بار بار نہیں]

اور چونکہ حاجت کا دائرہ اثر ضرورت سے وسیع تر ہے۔ تو اسی مثال کی توسیع فرماتے ہوئے امام احمد رضا قدس سرہٗ رقمطراز ہیں۔ کہ دوسرے ملک والے نے اب تصویر کی شرط قرار دیدی ہے۔ اور وہاں پہلے سے تجارت قائم ہے۔ تو اگر تجارت قائم رکھنے کو جانا ہے، مگر ایک ہی بار۔ کہ پھر وہیں توطن کا ارادہ ہے۔ یا بار بار۔ مگر تصویر اول ہی بار بار لیجائے گی، تو یہ بھی جواز میں ہے۔ کہ ایک بار جانے سے چارہ نہیں اور اگر ہر بار تصویر دینی ہوگی تو دو صورتیں ہیں۔

اول یہ کہ اس کے پاس ذریعۂ رزق وہی تجارت ہے اور وہ تجارت وہیں چلتی ہے۔ اگر یہاں مال اٹھالائے، بیکار جائے، یا نقصان شدید اٹھائے، تو یہ پھر حرج وضرر کی صورت میں آ گیا۔ والحرج مدفوع۔ اور اگر اس کے قطع میں معتد بہ ضرر نہیں۔ یا وہ تجارت یہاں بھی چلے گی۔ اگر چہ نفع کم ملے گا، تو صرف ایک بار جانے کی اجازت ہے۔ دو بار کی نہیں۔ کہ منفعت کیلئے ناروا روا کرنا ناروا۔

ایک مقام پر امام اہل سنت تنبیہ فرماتے ہیں۔ "ہمیشہ یاد رہے، کہ احکام الٰہیہ بجالانے میں قلیل مشقت کبھی عذر نہیں ہوسکتی۔ مشقت شدید عذر ہے۔"

ضرورت وحاجت کے دائرہ اثر کو فہم ودرک کرنے کے بعد یہ جاننا بھی ضروری ہے کہ ضرورت میں اختیار باقی نہیں رہتا۔ جیسا کہ المنجد ص ۴۴۷ پر بھی ہے۔ "الضروری ماتدعو الحاجة اليه دعاءً قويا ماا كره عليه الانسان ،ماسلب فيه الاختيار للفعل والترك "یعنی ضرورت [ضرورت] یہ ہے کہ جسکی طرف انسان کو شدید حاجت پیش آئے۔ جس پر انسان مجبور ہو جائے۔ جس میں انسان کے

کرنے نہ کرنے کا اختیار مسلوب ہو۔ضرورت کا یہی معنیٰ شرع شریف میں مطلوب ہے۔حضرت مفتی نظام الدین صاحب قبلہ مبارکپوری فقہ اسلامی کے سات بنیادی اصول کے ص ۱۲۸؍ پر لکھتے ہیں کہ ''حاجت میں کرنے ، نہ کرنے کا اختیار باقی رہتا ہے''

فتاویٰ مصطفویہ ج ۳؍ ص ۲۲۷؍ پر شہزادۂ اعلیٰ حضرت حضور مفتی اعظم ہند رضی اللہ تعالیٰ عنہ وارضاہ عنا رقمطراز ہیں کہ ''احکام حالت اضطرار ، اور احکام حالت اختیار جدا ہیں۔ضرورت میں اضطرار ہوتا ہے اور حاجت میں اختیار'' تو اب کسی ملک والے نے اپنے ملک میں داخلہ کیلئے تصویر کی شرط لگا دی۔ کہ بغیر تصویر داخلہ ممنوع۔ اور اہل سنت و جماعت کے ذمہ دار عالم اس ملک میں تبلیغ وارشاد کیلئے جانا چاہتے ہیں تو اس کو جانے کی اجازت اسی وقت ہوگی جب مندرجہ ذیل شرائط پائے جائیں۔

[۱] ضرورت یا حاجت فی الحال متحقق ہو۔

[۲] ضرورت یا حاجت کا کوئی متبادل نہ ہو۔کیونکہ اگر ضرورت یا حاجت کا کوئی متبادل ہے، تو تصویر کھنچوا کر جانے کی اجازت ہرگز نہیں دی جائیگی جیسا کہ مفتی نظام الدین صاحب قبلہ فقہ اسلامی کے ص ۶۵؍ پر لکھتے ہیں۔ پھر بھی اگر حالت اس قدر ابتر ہو جائیں۔ کہ فوراً کسی متبادل کا انتظام نہ ہو۔تو وہ امور فوت یا قریب فوت ہو جائیں۔تو اب فقہی اصطلاح کے مطابق ضرورت کا تحقق تسلیم کر لیا جائیگا۔

اس عبارت کا صاف مطلب یہی ہے کہ اگر متبادل کا انتظام ہے۔تو ضرورت متحقق نہ ہوگی۔ اور یہی بات حاجت میں بھی ہے۔ کہ اگر متبادل موجود ہو تو حاجت متحقق نہ ہو۔

[۳] ضرورت یا حاجت میں ممنوع کا استعمال صرف بقدر ضرورت یا حاجت ہو۔

[۴] اپنے ضرر کا ازالہ اسی کے مثل ضرر سے نہ کیا جائے۔

[۵] یقین نہیں۔تو اقل درجہ ظن غالب ہو، کہ ممنوع کے استعمال سے دین یا جان ، یا عقل ، یا نسل ، یا مال کی حفاظت ہو جائیگی۔

تنبیه ضروری۔ مجرد ظن کافی نہیں۔ بلکہ ظن غالب چاہیے۔ عندالفقہاء ظن اور ظن غالب میں کیا فرق ہے؟ بآسانی ذہنی نقشہ سے ذہن میں منقش کیا جاسکتا ہے۔

حکم ایجابی، سلبی

قطعی　　　　اولا

یقین

جانبین مساوی　　　　اولا

شک

جانب واحد راجح　　　　اولا

ظن غالب ملحق بالیقین	ظن ملحق بالشک	مرجوح
معتبر فی الفقہ	غیر معتبر فی الفقہ	موہوم

[فتاویٰ رضویہ، جلد دوم، صفحہ ۹۹]

ظن غالب ملحق بالیقین۔ اس کو کہتے ہیں کہ ترجیح اس حد تک پہونچ جائے کہ دل دوسری طرف کو بالکل چھوڑ دے۔ ترجیح ہی کی جانب متوجہ رہے۔ اس کو اکبر رائے بھی کہتے ہیں۔ یہی فقہ میں معتبر ہے۔

ظن ملحق بالشک اس کو کہتے ہیں کہ ترجیح اس حد تک پہونچ جائے کہ دل دوسری طرف کو بالکل نہ چھوڑ دے بلکہ جانب آخر کی طرف بھی دھیان جائے۔ اور یہ ظن فقہ میں غیر معتبر ہے۔ فتاویٰ رضویہ ج ۱ ص ۱۱۲ پر امام احمد رضا قدس سرہٗ ارشاد فرماتے ہیں۔ **اقول۔ وبیان ذالک علیٰ ما ظهر للعبد الضعیف بحسن التوفیق من المولیٰ اللطیف ان الحکم بشیٔ اما ان یحتمل خلافه احتمالا صحیحا ناشیا عن دلیل غیر ساقط حتیٰ یکون للقلب الیه رکون اولا، الاول وهو**

الظن ،باصطلاح الفقه ،والثانی ،العلم ويشمل ماذالم يكن ثمه تصورا ماللخلاف اصلا وهو اليقين بالمعنیٰ الاخص او كان تصوره بمجرد امكانه فی حد نفسه من دون ان يكون هٰهنا مشارله من دليل ما اصلا وهو اليقين بالمعنیٰ الاعم او كان عن دليل ساقط مضمحل لا ير كن اليه القلب وهو غالب الظن واكبر الرائی واليقين الفقهی .لالتحاقه فيه باليقين ،وبه علم ان فی الاحكام الفقية لاعبرة بالاحتمال المضمحل الساقط اصلاً"

اب مجھے عرض کر لینے دیجئے ۔کہ مذکورہ بالا ظن غالب کی توضیح سے بلا دغدغہ یہ کہا جا سکتا ہے۔کہ فقہ میں جس ظن کا اعتبار ہے وہ بالتصاویری ڈیوں، میں عنقاء کی طرح مفقود ہے۔جو حاجت کی اڑ لے کر جواز کے قائل ہیں۔ان کا کہنا ہے کہ بدمذہبوں کی سیڈیوں کے مقابلہ میں سنی علماء کی سی ڈیاں بھی لوگ دیکھیں گے۔سنیں گے،اور جادۂ حق پر ثابت قدم ہو جائیں گے۔

ہم نے مانا کہ سنی علماء کی سی ڈیاں دیکھیں گے،سنیں گے،اس کا ظن،ملحق بالشک میں شک نہیں ایسا راجح ہے کہ مرجوح نہیں۔بلکہ یقین میں تذبذب نہیں۔اور جادۂ حق پر ثابت قدم ہو جائیں گے۔یہ حکم ایجابی وسلبی کے یقین وملحق بالیقین کے سوا کسی بھی صورت میں داخل ہوسکتا ہے؟اس میں بھی تردونہیں۔فافهم تو معلوم ہوا کہ حاجت کی یہ شرط بھی قائلین جواز کے ہاتھ سے گئی۔

ذرا اس سلسلے میں چودھویں صدی کے اس عبقری امام ہمام کی لاعطایا النبویہ المجلد التاسع ص ۱۹۸/ کھول کر دیکھیں۔جنکی زندگی کے لمحات فقہ کی زلف برہم کو سنوانے میں تمام ہوگئی وہ فرماتے ہیں

"اعلائے کلمۃ الحق کیلئے تصویر کھینچوانے سے متعلق تین صورتیں ہیں"

[ا] اگر کچھ کافروں نے وہاں سے اسے لکھا کہ ہم تمہارے ہی ہاتھ پر مسلمان ہوں گے۔آ کر ہمیں مسلمان کرلو۔تو لازم [بمعنیٰ فرض] ہے۔کہ جائے کہ اس کے لئے فرض نماز کی نیت توڑ دیناواجب ہوتا

ہے،حدیقۂ ندیہ میں ہے ’’لو قال ذمی لمسلم اعرض علیٰ الاسلام ،یقطع وان کان فی الفرض کذا فی خزانۃ الفتاویٰ‘‘

[۲] یا وہاں کچھ کفار اسلام کی طرف مائل ہیں۔کوئی ہدایت کرنے والا ہو۔تو ظن غالب ہے کہ مسلمان ہوجائیں گے۔اس صورت میں بھی اجازت ہوگی۔’’فان الظن الغالب ملتحق بالیقین‘‘ بلکہ اس صورت میں بھی وجوب چاہیئے [اس کی وجہ یہی کہ ترجیح اس حد تک پہونچ چکی ہے۔کہ دل جانب آخر کو ترک کردیا ہے]

[۳] مذکورہ دونوں صورتوں کے علاوہ ۔اگر عام کفار کی سی حالت ہے۔تو بحمد اللہ تعالیٰ دعوت اسلام (اسلام کی دعوت) ایک ایک ذرہ زمین کو پہونچ چکی ہے۔لہٰذا اب قتال کفار میں تقدیم دعوت مستحب ہے ہدایہ میں ہے ’’یستحب ان یدعو من بلغته الدعو فی الانذار ولا یجب ذٰلک‘‘ اب یہ صرف منفعت کے درجہ میں آگیا،اس کیلئے اجازت نہیں۔کچھ لوگ مذکورہ بالا عبارت کی روشنی میں ہی با تصاویری ڈیوں کا جواز سمجھ رہے ہیں ’’یاللعجب‘‘ جو عبارت عدم جواز کیلئے آخری کیل کی حیثیت رکھتی ہو۔وہ الٹی منطق سمجھا رہے ہیں۔

(تصویر کے تعلق سے ھادی الام علیٰ غایۃ المرام فتاویٰ دار العلوم اعلیٰ حضرت جلد اول میں ملاحظہ کیجئے)

فتاویٰ رضویہ کی عبارت کا خلاصہ تو یہ ہے کہ پہلی اور دوسری جواز کی صورت ہے۔اور تیسری عدم جواز کی۔دونوں صورتوں پر سرسری نظر ڈالئے ،تو یہ عقدہ کھل کر سامنے آتا ہے کہ جن ممالک کے والیوں کی جانب سے تصویر شرط ہے۔وہ اضطرار واجبار کی حالت ہے۔انہی ممالک کے لوگوں کا مطالبہ ہے کہ ہمیں آکر مسلمان کردیجئے ،یا وہ لوگ اسلام کی طرف مائل ہیں۔جسکی تحقیقی اطلاع ہے اور قبول اسلام کا ظن غالب ہے،تو بر بنائے اعلاء کلمۃ الحق فرض عین کہ تکمیل کے لئے الضرورت تبیح المحظورات کے تحت جواز کی راہ نکال لی گئی۔اور صرف ایک بار تصویر کھنچوانے کا حکم صادر کردیا گیا۔لیکن اگر کوئی

متبادل موجود ہوتا۔ تو ہرگز تصویر کھنچوانے کی اجازت نہیں دی جاتی۔

مزید برآں جواز کی مذکورہ دونوں صورتیں فقہی اصطلاح میں جس کو یقین کہا جاتا ہے۔ اسی میں محصور ہیں امام احمد رضا قدس سرہٗ العزیز کی توضیح بلیغ، تنقیح انیق، نافع ومفید نے ذہن کے دریچے وا کردیجئے۔ اور باتصاویری ڈیوں کے عدم جواز کے مسئلہ کو آفتاب نصف النہار سے زیادہ روشن وتابناک کردیا۔ کہ باتصاویری ڈیوں کا جواز "فمن اضطر غیر باغ والا عاد "اور"الاما اضطر تم الیه "کے تحت ضرورت میں داخل نہیں۔ اور شرائط حاجت کے فقدان کی وجہ سے حاجت کو شامل نہیں۔ تو پھر باتصاویری ڈیوں کو ضرورت یا حاجت میں کیسے داخل کیا جاسکتا ہے؟ اس کے باوجود اگر کوئی کہے، کہ غیر ممالک سے طلبہ وعوام کا مطالبہ ہے کہ سنی علماء کی سی ڈیاں بھیجئے تاکہ ہم لوگ صراط مستقیم پر گامزن ہوجائیں۔ اور کسی ذمہ دار عالم کو ظن غالب ہو، اور وہ اپنی تصاویری ڈیاں بنوا کر بھیج دے تو جائز ہونی چاہیئے۔

تو اس سلسلے میں عرض یہ ہے کہ کسی ذمہ دار عالم کا ایسا ظن غالب نہیں ہوتا۔ جو ملحق بالیقین ہو۔ بلکہ حقیقۃً وہ مجرد ظن ہی ہوتا ہے۔ لو فرضنا اگر وہی ظن غالب ہو، جو ملحق بالیقین ہوتا ہے، نہ کہ ملحق بالشک۔ تو عرض ہے کہ امور نادرہ، کشف والہام کی طرح مبنائے احکام فقہ نہیں ہوتے۔ فتاوی رضویہ پنجم میں ہے۔ فقہائے کرام نے تصریح فرمائی ہے۔ ان احکام الفقه تجری علی الغالب من دون نظر الی النادر۔ فتح القدیر ودرالمختار میں بھی ہے۔ فقہ میں اکثر ہی کا اعتبار ہوتا ہے۔ والنادر کالمستثنی۔ پھر یہ کہ حاجت میں جتنے شرائط ہیں۔ وہ علی سبیل المجموع ہیں، نہ کہ علی سبیل الانفراد۔ اور سرکار عالمین شافع یوم النشور ﷺ کا یہ ارشاد پاک بھی ہمارے موقف کی تائید کرتا ہے۔ فرماتے ہیں"اذا امرتکم بشئ فاتوا منه ما استطعتم، واذا نهیتکم عن شئ فاجتنبوا" اور ہمارے موقف کی تائید میں اس کے علاوہ بھی دلائل ہیں۔

الختصر یہ کہ جہاں باتصاویری ڈیوں کے ذریعہ بدمذہبیت پھیل رہی ہے۔ اس مادر ترقی کے دور میں

اس کے متبادلات بھی موجود ہیں۔لہٰذا الیکٹرانک ذرائع ابلاغ جن میں تصاویر ہوتی ہیں۔ان کے سوا انہی ذرائع ابلاغ کا استعمال صرف آوازوں کے ذریعہ بھی ہوسکتا ہے۔افادہ واستفادہ ،احقاق حق وابطال باطل بے تصویر انٹرنیٹ کے ذریعہ بھی ہوسکتا ہے۔ریڈیائی لہروں سے بھی کام لیا جاسکتا ہے۔لہٰذا باتصاویری ڈیوں کوضرورت یا حاجت میں داخل کرنا شرعاً جائز نہیں۔اور رخصت پر عمل کرنا نہیں ہے۔ عوام الناس کی خواہشات کے مطابق فتویٰ دینا ہے۔

[۳] جواز کی راہ ہرگز نہیں نکل سکتی ہے۔

[۴] ذمہ دار علمائے اہل سنت پر سی ڈیوں کے ذریعہ جواب دینا نہ فرض، نہ واجب نہ مستحب اور نہ مباح۔ کیونکہ حاجت میں داخل ہی نہیں جیسا کہ شرائط سے معلوم ہوا،لہٰذا زبانی یا تحریری یا انٹرنیٹ وغیرہ کے ذریعہ جواب دیکر اپنی ذمہ داری سے سبکدوش ہوسکتے ہیں۔

[۵] ناجائز ہے

[٦] حاجت میں ضرر دوسرے مسلم افراد کے ضرر ومشقت بھی داخل ہیں،جیسا کہ کتب فقہ کے مطالعہ کرنے والے اشخاص پر اظہر من الشمس ہے۔امام احمد رضا قدس سرہٗ فتاویٰ رضویہ شریف ج ۹ ر ص ۲۰۰ ر پر ارقام فرماتے ہیں، پھر اپنی ضرورت تو ضرورت ہے ہی دوسرے مسلم کی ضرورت کا بھی لحاظ فرمایا گیا ہے۔

[۱] مثلا دریا کے کنارے نماز پڑھتا ہے۔اور کوئی شخص ڈوبنے لگا،اور یہ بچا سکتا ہے،لازم ہے کہ نیت توڑ دے اور اسے بچائے۔حالانکہ ابطال عمل حرام تھا۔"**قال تعالیٰ ،لا تبطلوا اعمالکم** "اس کے علاوہ مزید تین مثالیں پیش فرما کر اشباہ ودرالمختار سے حوالہ دینے کے بعد فرماتے ہیں۔**اقول** یہ بھی حقیقۃً اپنے نفس کی طرف راجع ،کہ یہ شرعاً ان کے بچانے پر مامور ہے۔۔۔

اگر بینم کہ نابینا وچاہ است

اگر خاموش بنشینم گناہ است

[۷] جو چیز ضرورت یا حاجت کی وجہ سے جائز ہوتی ہے، لہٰذا کسے باشد، ضرورت و حاجت کے سوا ایکبار بھی باتصویری ڈی بنوائے گا تو گنہگار ہوگا، بار بار سی ڈیاں بنوانے کا وبال مزید علیہ ہے۔

[۸] فقہی سیمینار میں حاجت کا مفہوم اور مثال پیش کرنے کے بعد درجۂ حاجت کی جو مثال پیش کی گئی ہے وہ مثال درجۂ حاجت میں داخل ہی نہیں، یعنی مثال، ممثل لہ کے مطابق ہی نہیں کیونکہ آلات صوری کا نصب کرنا، ناصبین کا ذاتی فعل ہے جو اختیاری ہے، اور احتمال ناشی عن غیر الدلیل ہے۔ ہاں اگر گورنمنٹ کی طرف سے جبر، شرعی حد تک ہو جس پر جبر شرعی کا اطلاق ہو سکتا ہے، تو حاجت یا درجۂ حاجت میں داخل ہوگا۱۲ **ھذا ما عندی والعلم بالحق عند ربی العظیم**

کتبہ:۔ فقیر محمد ناظر اشرف قادری بریلوی غفرلہ القوی

خادم الافتاء والحدیث دار العلوم اعلیٰ حضرت ناگپور

ٹائی لگانا ناجائز وحرام ہے

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام ومفتیان عظام مسئلہ شرع میں

کہ مسلمانان اسلام کے بچے اسکول وکالج وغیرہ میں پڑھتے ہیں اور انھیں ٹائی لگانا اسکولی رول کے مطابق ضروری ہوتا ہے اسکے خلاف ورزی کرنے پر سزا بھی دی جاتی ہے حتیٰ کہ اسکول سے خارجہ کی بھی نوبت آتی ہے۔ حضور والا سے پرخلوص گذارش والتماس ہے کہ کیا ٹائی لگانا زمانہ حال کی وجہ سے جائز ہے یا نہیں؟ بزرگان دین کے اقوال مبارکہ سے جواب باصواب رقم فرما کر عنداللہ ماجور ہوں۔

فقط والسلام: آپکا تلمیذ رشید (مولانا) محمد شریف عالم، اتر دیناج پور بنگال

۷۸۶/۹۲ الجواب بعون الملک العزیز الوھاب

ٹائی لگانا شرعاً ناجائز وحرام ہے اور یہ ٹائی شعار مذہب نصاریٰ ہے اور مذہبی شعار میں تغیر وتبدل نہیں ہوتا ہے اور یہی فتویٰ مرشدنا الاعظم سرکار مفتی اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا فتاویٰ مصطفویہ میں موجود ہے تفصیل کیلئے ہمارا مضمون ٹائی کا مسئلہ اور مفتی نظام الدین مبارکپوری جو ماہنامہ سنی آواز ناگپور امیں چھپ چکا ہے، آپ کے مطالعہ کے لئے حاضر ہے

﴿ٹائی کا مسئلہ اور مفتی نظام الدین مبارکپوری﴾

ہمارے اسلاف کرام ہمارے لئے نمونۂ عمل تھے۔ خود عزیمت پر عمل کرتے اور عوام الناس کو عزیمت کی ترغیب وترہیب دیتے رہتے۔ پہلے شریعت پر عمل کرانے کی سعی بلیغ کی جاتی تھی اور آج عوام الناس کی طبیعت کے مطابق فتوے صادر کئے جاتے ہیں۔ پہلے عوام بھی ناجائز کو ناجائز اور حرام کو حرام سمجھتی تھی جس کی تاثیر یہ ہوتی تھی کہ عوام مسلمین کے بے شمار افراد میں خوف خدا اور شرم نبی موجود رہتا تھا۔

لیکن ماضی قریب کے چند برسوں سے تحقیق کے نام پر کچھ ایسے محققین عصر پیدا ہو گئے ہیں۔ کہ عوام کی خواہشات کے مطابق احکام صادر کرنے کا نام رخصت دے رکھا ہے۔ حد تو یہ ہے کہ مسائل جدیدہ کی تحقیق کے نام پر اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہٗ اور سرکار مفتی اعظم ہند نور اللہ مرقدہ کے فتویٰ پر بھی اسباب ستہ کی آڑ لے کر شب خون مارا جارہا ہے اور غیر شرعی فتاوے کا نام شریعت یا زغدر کھا جارہا ہے۔

انہی فتووں کے سلسلے کی ایک کڑی کا نام ہے ''ٹائی کا مسئلہ اور مفتی نظام الدین مبارکپوری'' دہلی کا مشہور ''ماہنامہ جام نور'' شمارہ مارچ ۲۰۱۰ء میں ڈاکٹر فضل الرحمٰن شرر مصباحی صاحب نے تذکار کے تحت حضرت علامہ حافظ عبدالرؤف بلیاوی علیہ الرحمہ کی حیات ظاہری کا ایک مختصر خاکہ پیش کیا ہے۔ جو الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور کی تدریسی زندگی سے متعلق ہے۔ اسی ضمن میں صاحب تذکرہ تحریر فرماتے ہیں کہ

''انہی ایام میں میں نے ایک دن حافظ جی سے پوچھا کہ آج کل ٹائی کا مسئلہ عام ہو گیا ہے کالجوں کے لیکچرار، سرکاری افسران، حتیٰ کے عصری تعلیم کے اسٹوڈنٹ عام طور پر ٹائی استعمال کرتے دیکھے جاتے ہیں جب کہ اس کا استعمال حرام قرار دے دیا گیا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ اب اس کا استعمال لوگ محض فیشن کے طور پر کرتے ہیں کسی خاص قوم کا شعار نہیں رہ گیا ہے۔ اس لئے اس پر **من تشبہ بقوم فھو منھم** کے تحت حرام ہونے کا حکم نہیں دیا جائیگا۔ یہ غالبا ۱۹۵۹ء کی بات ہے جب مجھے ۱۹۹۲ء جشن حضور مفتی اعظم ہند ممبئی میں شرکت کی سعادت حاصل ہوئی۔ اور اسٹیج پر عین خطاب کے دوران ایک فتویٰ گشت کرتے کرتے مجھ تک پہونچا۔ تو میں نے دیکھا کہ اس میں ٹائی کے استعمال کے حرام ہونے کی بات کہی گئی ہے میں نے اپنی اس یادداشت کی بنیاد پر فتویٰ کی تحریر پر اختلافی نوٹ [Descent Note] لگایا میرے برابر میں مولانا یسین اختر مصباحی اور مولانا ادریس بستوی صاحبان بیٹھے ہوئے تھے۔ جو میری تحریر ملاحظہ کررہے تھے۔ انہوں نے بھی دستخط کرنے سے انکار کر دیا۔

برسوں بعد مفتی اشرفیہ حضرت مفتی نظام الدین صاحب سے ٹائی کے استعمال کے تعلق سے بات ہوئی تو انہوں نے صاف لفظوں میں فرمایا۔ کہ ''میں ٹائی کے استعمال کو حرام قرار نہیں دیتا۔ کہ اب یہ کسی قوم کا نہ مذہبی شعار ہے، نہ قومی شعار'' شعار، لغت میں علامت و نشانی کے معنیٰ میں ہے، اور عرف میں کسی قوم یا مذہب کی خاص علامت کو شعار کہتے ہیں۔ مگر یہ بات ذہن نشیں رہے کہ قومی شعار اور مذہبی شعار دونوں کا حکم یکساں نہیں ہے۔ جیسا کہ فتاویٰ رضویہ میں ۴؍ جمادی الاولیٰ ۳۶ھ کے ایک سوال کے جواب

میں امام اہل سنت فرماتے ہیں۔"اگر شعار مذہب ہے، تو کفر ہے۔اور اگر شعار مذہب نہیں ہے بلکہ خصوصیات قومی سے ہے تو ممنوع وناجائز ہے" اور حدیث صحیح "من تشبہ بقوم فھو منھم" 'شعار مذہب کی صورت میں اپنے ظاہری پر محمول ہے۔اور شعار قوم پر اس حدیث کا انطباق بر بنائے زجر وتجدید ہے۔کیونکہ شعار قوم کے احکام ممالک ومراسم کے اختلاف سے مختلف ہوتے ہیں۔اس کا مطلب یہی ہے کہ شعار مذہب کے احکام ممالک ومراسم کے اختلاف سے مختلف نہیں ہوتے۔ہاں عدم علم کی بنیاد پر حکم تسہیل ہوسکتی ہے۔

اب دیکھنا یہ ہے کہ ٹائی شعار مذہب ہے یا نہیں۔تو اس سلسلے میں دنیائے سنیت کی اس عبقری شخصیت کا فتویٰ ملاحظہ کیجئے۔جنکی ولایت کی بشارت وقت ولادت شیخ الشیوخ سراج السالکین،قطب العارفین سیدنا ابوالحسن نوری مارہروی رضی اللہ تعالیٰ عنہ وارضاہ عنا نے دی۔وہ تاجدار اہلسنت،سراج الفقہاء نائب غوث الوریٰ،فتاویٰ مصطفویہ جلد ثالث ص۲۴۰ر پر ارقام فرماتے ہیں۔

"ٹائی لگانا حرام،حرام ہے وہ شعار کفار،بدانجام ہے،نہایت بدکام ہے۔وہ کھلا رد فرمان خداوند ذوالجلال والاکرام ہے۔ٹائی نصاریٰ کے یہاں ان کے عقیدۂ باطلہ میں یادگار ہے۔حضرت مسیح علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سولی دیئے جانے،اور سارے نصاریٰ کے فدیہ ہوجانے کی۔والعیاذ باللہ تعالیٰ،ہر نصرانی یوں ٹائی اپنے گلے میں ڈالے رہتا ہے۔ہر توپ میں نشان صلب رکھتا ہے،جسے کراس مارک کہتے ہیں ٹائی کی طرح یہ کراس مارک بھی رد قرآن ہے۔" والعیاذ باللہ تعالیٰ۔

کہ قرآن فرماتا ہے "ماقتلوہ وما صلبوہ"" "یہود نے عیسیٰ مسیح کو قتل کیا نہ سولی دی" صلی اللہ تعالیٰ علیٰ سیدنا محمد وعلیہ جمیع الانبیاء والمرسلین وعلیٰ اٰل سیدنا ومولانا محمد وصحبہ وبارک وسلم۔

مگر جہال اس حقیقت سے نہ واقف ہیں۔وہ اسے محض ایک وضع جانتے ہیں اس لئے انہیں اس کے

لگانے پر کافر نہ کہا جائیگا۔ کفریت قول یا فعل اور بات ہے۔ اور مرتکب کو کافر ٹھہرانا اور "واللہ تعالیٰ ہادی وھو مولیٰ اعظم"

حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمۃ والرضوان کا مذکورہ بالا فتویٰ ۲۹؍رجب ۸۶ھ کا ہے۔ جو میری اس تحریر کے وقت ۴۷؍سال ۲؍ماہ کا عرصہ ہو رہا ہے۔ اور ڈاکٹر صاحب کے بقول، حافظ جی کے قول کا زمانہ تقریباً ۵۷؍ستاون برس ہے یعنی حضور مفتی اعظم ہند کے فتویٰ ارقام فرمانے سے دس سال قبل حافظ جی نے فرمایا تھا۔ کہ اب اس کا استعمال لوگ فیشن کے طور پر کرتے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ جو کام فیشن کے طور پر کرے وہ جائز و مباح ہے؟

گویا معذرت کے ساتھ اب یہ کہا جا سکتا ہے۔ کہ امام اہلسنت کے بتائے ہوئے اسباب ستہ توڑ مروڑ کر سبعہ ہو گئے تھے۔ اب ترقی کر کے ثمانیہ ہو چکے ہیں۔ معاذ اللہ رب العلمین۔ اگر فیشن کو ہی بنیاد بنالیا جائے۔ تو بعض علاقوں میں خشخشی داڑھی کا فیشن، ولایتی کتے پالنے کا فیشن، گرل فرینڈ وغیرہ وغیرہ کا فیشن ثمانیہ کے وسیع دائرہ کے تحت جائز و مباح ہو کر شریعت اسلامیہ کیلئے مذاق کا باعث بن جائیگا۔ حافظ جی کا مزید برآں یہ کہنا کسی خاص قوم کا شعار نہیں رہ گیا ہے۔ اس لئے اس پر "من تشبہ بقوم فھو منھم" کے تحت حرام ہونے کا حکم نہیں دیا جائیگا۔

اس جملہ سے ڈاکٹر صاحب در پردہ حافظ جی کی علمی لیاقت پر زبردست حملہ کناں ہیں۔ اس لئے کہ حافظ جی علیہ الرحمہ درسی علوم پر ملکہ تامہ رکھنے والی ذات کا نام تھا۔ اس جیسی مقدس ذات سے بے مواقع مذکورہ جملہ کا صدور علم فقہ سے عاری ہونے کا بین ثبوت ہے۔ کیونکہ فقہ کا ہر طالب علم اچھی طرح جانتا ہے۔ کہ من تشبہ والی حدیث صحیح کا اطلاق قومی شعار پر زجر و توبیخ کے طور پر ہے۔ بر بنائے حقیقت نہیں۔ تو پھر حافظ جی علیہ الرحمہ جیسی تبحر علم رکھنے والی ذات ثائی کے استعمال کو صرف قومی شعار جانیں۔ اور مذہبی شعار نہ مانیں۔ اور اپنے عصر میں "من تشبہ والی حدیث صحیح کا انطباق قومی شعار پر کر کے حرمت کے منکر

ہو جائیں ۔ اوران کو یہ معلوم ہی نہ ہو کہ حدیث صحیح کا اطلاق حقیقۃً بالذات مذہبی شعار پر ہے نہ کہ قومی شعار پر ۔ مگر ڈاکٹر صاحب حافظ جی علیہ الرحمہ کی طرف مذکورہ قول کا انتساب کر کے یہ باور کرانا چاہتے ہیں کہ ٹائی قومی شعار ہے ۔ مذہبی شعار نہیں ۔ اور حافظ جی علیہ الرحمہ کا یہی عندیہ ہے ۔ اور علم وحکمت ، تدبر وتفقہ فی الدین میں حافظ جی کے بالمقابل سرکار مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ کی حیثیت سمندر کے مقابل بلبلے سے زیادہ اور کچھ نہیں ہے ۔ یا آفتاب کے مقابل چمکتے ذرے سے زیادہ اور کچھ بھی نہیں ہے

اسی لئے ڈاکٹر صاحب نے اپنی یادداشت کی بنیاد پر ۱۹۹۲ء میں جشن حضور مفتی اعظم ہند کے موقع پر عین خطاب کے دوران ایک فتویٰ گشت کرتے کرتے ان تک پہونچا ۔ تو انہوں نے اس فتویٰ کی تحریر پر اختلافی نوٹ لگا دیا ۔ ڈاکٹر فضل کا اختلافی نوٹ لگانا تھا کہ انہی کے مساوی دو فقیہان عصر نے دستخط سے انکار کر کے ڈاکٹر صاحب کے تفقہ فی الدین پر آخری کیل ٹھونک دی ۔

ڈاکٹر صاحب ایک زمانے سے اپنے موقف کی تائید وتوثیق کیلئے جدید مفتی کے متلاشی تھے اور برسوں بعد مفتی نظام الدین ان کے ہاتھ آگئے ۔ تحریر فرماتے ہیں ۔

''برسوں بعد مفتیٔ اشرفیہ حضرت مولانا مفتی نظام صاحب سے ٹائی کے استعمال کے تعلق سے بات ہوئی ۔ تو انہوں نے صاف لفظوں میں فرمایا ۔ کہ میں ٹائی کے استعمال کو حرام قرار نہیں دیتا ۔ کہ اب یہ کسی قوم کا نہ مذہبی شعار ہے ۔ نہ قومی شعار''

فکر ونظر کی بات تو یہ ہے کہ سرکار مفتی اعظم ہند نور اللہ مرقدہ کے فتویٰ مبارکہ سے مفتیٔ اشرفیہ کے عدول کی وجہ کیا ہے ؟ اسباب ستہ یا کچھ اور ؟ اف ! اسباب ستہ کا بوجھ حضرت والا کندھوں پر لیکر کہاں کہاں پھرتے رہیں گے ۔ اسے تو خدا ہی بہتر جانتا ہے ۔

لیکن اتنی بات میں ضرور عرض کروں گا کہ مفتیٔ اشرفیہ کا کلمۂ طیبہ [لغوی معنی کر] یہ ہے کہ اب یہ کسی قوم کا مذہبی شعار ہے ۔ نہ قومی ۔ تو کیا جو مذہبی شعار ہے ، وہ بھی تبدل زمان ومکان سے متغیر ہوتا ہے یا

نہیں؟ [۱] مثلاً رکشابندھن۔ ہندوؤں کا مذہبی شعار ہے۔ اور بعض علاقوں میں مسلمان بھی اس بلا میں گرفتار ہیں تو کیا رکشابندھن غیر مسلموں کے مذہبی شعار سے خارج ہو جائیگا؟

[۲] مثلاً ہولی۔ ہندوؤں کا مذہبی شعار ہے۔ بہار و بنگال، آسام واتر پردیس کے بہت سے مقامات پر مسلمان بکثرت ہولی کھیلتے ہیں۔ تو کیا ہولی غیر مسلموں کے مذہبی شعار سے خارج ہو کر اہل اسلام کیلئے جائز ہو جائیگا؟

[۳] مثلاً داڑھی رکھنا مسلمانوں کا مذہبی شعار ہے۔ اور تمام مذاہب باطلہ کے سنت سادھو، پادری اور سکھ وغیرہ داڑھی رکھتے ہیں تو کیا داڑھی رکھنا بڑھانا بر بنائے اشتراک، مذہبی شعار سے خارج ہو جائیگا؟ وغیرہ وغیرہ۔ اگر ایسا ہی ہے کہ مذہبی شعار سے خروج متقین ہے تو اس کے لئے بینہ لازمی ہے، اور مفتی اشرفیہ کا اپنا کلمہ طیبہ [لغوی معنی کر] کہ اب یہ کسی قوم کا نہ مذہبی شعار ہے۔ نہ قومی صداقت پر محمول ہوگا کیونکہ مفتیٔ اشرفیہ کو اقرار ہے کہ اب سے پہلے ماضی قریب وبعید میں ٹائی کسی قوم کا مذہبی شعار تھا، اور قومی شعار بھی، یعنی دونوں کا اجماع۔ یا اقرار اس پر کہ مذہبی شعار تو تھا قومی شعار نہیں، یا اقرار اس پر کہ صرف قومی شعار تھا مذہبی شعار نہیں، اور دونوں کا ارتفاع، تو خود مرتفع، لہٰذا اس میں مفتی اشرفیہ سے سوال ہی بیکار و بے سود۔ اور قومی شعار کے بارے میں امام اہل سنت کا ارشاد گرامی گذر چکا کہ ممالک مراسم کے اختلاف سے اس کے احکام سے منفصل ہیں تو معلوم ہو گیا کہ سرکار مفتی اعظم ہند علیہ الرحمۃ والرضوان کا فتویٰ بازغہ اعلیٰ حضرت امام اہلسنت رضی اللہ تعالیٰ عنہ وارضاہ عنا کے ارشاد کے مطابق ہے وآخر دعونا ان الحمد للہ رب العلمین....

کتبہ: فقیر محمد ناظر اشرف قادری

خادم دارالافتاء دارالعلوم اعلیحضرت ناگپور

سجدۂ تعظیمی کے متعلق سرکار تاج الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان کے فتویٰ کے خلاف کچھ مولویوں نے بہت شور وغوغا مچایا اور تاج الشریعہ کو بارگاہ محبوب الٰہی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا گستاخ بتانے کی سعی مذموم کی، حضور حکیم الملت محقق عصر مدظلہ الاقدس نے حضرت کے فتویٰ کے اثبات میں ایک مضمون تحریر فرمایا جو نقوش تاج الشریعہ وجہان تاج الشریعہ میں شائع ہوا حضور تاج الشریعہ کے فتوے پر ناقدین کے نقد وجرح کے سدباب کیلئے فتاویٰ دار العلوم اعلیٰ حضرت شامل کیا گیا ہے۔(مرتب)

باسمہ تعالیٰ وتقدس

سرکار تاج الشریعہ کے فتاوے تحقیق کے آئینے میں

سرکار تاج الشریعہ کے فتاوے تحقیق کے آئینے میں، یہ ایک ایسا سنگلاخ موضوع ہے جو **مایبحث فیہ عن عوارضہ الذاتیۃ** کا محتاج ہے۔عوارض غریبیہ سے ابحاث اہل علم کیلئے سمع خراشی کا باعث ہوگا۔اور حقائق سے حجابات اٹھانے کیلئے ایک ایسے فرد فرید کی ضرورت ہے جو فقہ اور اصول فقہ اور اسکے نظائر علوم پر ید طولیٰ رکھتا ہو،اور اس کے مالہ وماعلیہ پر نظر غامض ہو اور فیہ ومافیہ پر مکمل طور پر واقف ہو تو وہ اس موضوع کو ہاتھ لگائے۔اور مجھ ہیچمنداں نے اس موضوع کا انتخاب

اس لئے کیا کہ احباب کی خواہش کا احترام بھی ہو جائے اور فیضان الٰہی سے باب فقہ پر دستک دینے کی صلاحیت بھی پیدا ہو جائے، اور مرشدان عظام کے فیوض و برکات سے میں کس حد تک کامیاب ہو پایا ہوں اہل فتیا کی تنقیدات سے مجھے اپنے کمتری کا احساس بھی ہو جائے۔ اور مستقبل میں میری اصلاح کے اسباب بھی مہیا ہو جائیں۔ اور بس

سرکار تاج الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان اس خاندانی طبیب حاذق کا نام تھا جو علوم عقلیہ ونقلیہ پر مکمل دسترس رکھتے تھے وہ علوم وفنون کے بحر ذخار تھے حقیقت تو یہ ہے کہ اس صدی میں ان کی ذات میں علوم اسلامیہ اور فنون لطیفہ کا ایک جہاں آباد تھا۔ جسکی وجہ سے پوری ملت طاہرہ انہیں وارث علوم امام احمد رضا قدس سرہ ماننے پر مجبور تھی، انکی علمی سطوت اور فقہی بصیرت کے آگے حل وحرم عرب وعجم کے شیوخ کی گردنیں جھک گئیں، اور سر خم ہو گئے۔ وہ آیات قرآن حکیم سے استدلال کے طرق بھی جانتے تھے۔ احادیث کریمہ، آثار صحابہ، تفاسیر تابعین وتبع سے اپنے مدعیٰ کا اثبات بھی فرماتے تھے۔ ان کو اجماع واتفاق، نقول واصول، اشبہ واوجہ، ارجح واصح، مرجوح ومردود، حق وباطل وغیرہا فقہی جزئیات اور اصولی اصطلاحات پر عبور حاصل تھا، اقوال ائمہ مجتہدین فی الشرع وفی المذہب پر بھی نظر دقیق تھی۔ اور اصحاب ترجیح وتخریج وتمئیز کے درجات سے بھی آشنا تھے۔ مرور زمانہ کیوجہ سے اسباب ستہ میں سے کسی ایک کا انطباق کہاں ناگزیر ہے۔ اس پر بھی دستگاہ کامل تھی۔ حتیٰ المقدور عزیمت پر فتویٰ صادر فرماتے اور جہاں صعوبت کے مراحل سے گذرنا پڑتا اور کوئی صورت عزیمت کی نظر نہ آتی تو ایسی صورت میں رخص پر قلم کو جنبش دیتے۔

فقہ حنفی کا کیسا ہی لاینحل مسئلہ ہو، وہ چٹکیوں میں حل فرما دیتے، ایسا محسوس ہوتا تھا کہ رب ذوالجلال والاکرام نے انھیں بھی اپنے اجداد کرام کیطرح فطرت فقہ پر پیدا فرما دیا تھا۔ وہ ہر حال

میں دین حنیف کی خدمت کرنا چاہتے تھے، سفر میں ہو یا حضر میں، بیماری کی حالت میں ہو یا تندرستی میں اپنے متعینہ اوقات میں کتب فقہ کا مطالعہ فرماتے، اور تدریسی امور بھی انجام دیتے، اور ان علوم وفنون کی طرف بھی التفات فرماتے جن جن علوم وفنون کی ایک فقیہ بے بدل کو حاجت ہوتی ہے۔

میں نے بارہا مشاہدہ کیا ہے کہ بہت سے مسائل جن میں مفتیان کرام بحر ظلمات کے تلاطم میں تھپیڑے کھاتے، سرکار تاج الشریعہ نے دو جملوں میں ایسا شافی جواب عنایت فرمادیا جس سے سرمو انحراف نہیں کیا جا سکتا۔ اور اگر مابین العلماء کسی مسئلہ میں اختلاف ہوتا اور آپس میں جنگ وجدال کی نوبت تک پہونچتی تو پہلے پہل رفع نزاع کیلئے دونوں کو تنبیہ فرماتے، اور تنبیہ غبیہ سے کام نہیں بنتا تو صلح وتصفیہ کا موقع عنایت فرماتے، اور اس کے باوجود کوئی عالم دوسرے پر حکم جڑ دیتا تو ان علماء کے باہمی مشورے سے حکم بنکر حکم مسئلہ کو واضح فرمادیتے، اور جو حکم مسئلہ نافذ فرماتے تو وہی شریعت حقہ قرار پاتا۔ اور عام عالم کے ماسواء جو بحر فقہ کا فقہی غواص ہوتا تو وہ غوطہ زنی کے بعد صدف سے وہی موتی نکالکر لاتے جو سرکار تاج الشریعہ نے تبسم ریزی کے ساتھ فرمادیا تھا یا قلم زد کردیا تھا، اور ایسے ہی کسی محبوب خدا جل علیٰ کی طرف کسی قول مرجوح کا انتساب پاتے تو وہی فقہی لفظ استعمال فرماتے جسکو فقہائے اسلام نے یا مجتہدین اعلام نے انتساب فرمایا ہے۔ غالباً جدید لفظ کا انضمام غیر مناسب خیال فرماتے تھے۔ ایسا معلوم ہوتا کہ خدائے لم یزل ولایزال نے اہلسنت کے کشتی کے ناخدا ہونے کی حیثیت سے سرکار تاج الشریعہ علیہ الرحمہ کو ازل ہی میں انتخاب فرمالیا تھا یہی وجہ تھی کہ دقیق سے دقیق تر مسئلہ پر قلم حقیقت رقم کو جنبش دیتے تو وہ جمہور فقہائے کرام یا متکلمین عظام کے مسلک حق کے عین مطابق قرار پاتے۔ ان کی طرز تحریر آباء کرام کی روش لیئے ہوئے ہوتے۔ انکے فتاوے کی دو مطبوعہ جلدیں اسپر شاہد عدل ہیں۔ جس کی ایک زندہ اور تابندہ مثال سجدہ

تحیت سے متعلق ہے۔

سائل نے سجدہ تحیت سے متعلق سوال کیا اور آغاز سوال میں تحریر کیا کہ سیدنا اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی قدس سرہ فتاویٰ رضویہ جلد دہم قلمی میں تحریر فرماتے ہیں کہ صحیح یہ ہے کہ سجدۂ تحیت حرام ہے لیکن عندالتحقیق اس حد تک نہیں کہ قائل خلاف پر اندیشۂ کفر ہو،

سائلین نے اس کے بعد تحریر کیا ہے۔

"کیف وقد قال به سلطان الاولیاء نظام الحق والدین رضی اللّٰہ تعالیٰ عنه واستدل به بانه کان واجباً بالامر ثم نسخ الوجوب فیبقی الندب"

جسکا خلاصہ یہ ہے کہ سیدنا سلطان الاولیاء محبوب الٰہی رضی المولیٰ تعالیٰ عنہ وارضاہ عنا نے ارشاد ربانی **واذ قلنا للملٰئکة اسجدوا لآدم** (پ ا رکوع ۴) سے استدلال فرمایا ہے کہ "**اسجدوا**" فعل امر ہے اور امر اصل میں وجوب کیلئے آتا ہے۔ مگر معنیٰ وجوب نہ بن سکے یا منسوخ ہوجائے تو ندب باقی رہتا ہے، یہ سیدنا محبوب الٰہی رضی المولیٰ تعالیٰ عنہ وارضاہ عنا نے بر بنائے اجتہاد فرمایا ہے۔ اور اگر مجتہد سے اجتہاد میں خطا ہوجائے تو مواخذہ نہیں بلکہ ایک گونہ اجر کا مستحق ہوتا ہے۔ جیسا کہ ارشاد صاحب لولاک ﷺ ہے "**اذا حکم الحاکم فاجتهد فاصاب فله اجران واذا حکم فاجتهد ثم اخطاء فله اجر**" (بخاری شریف المجلد الثانی ص ۱۰۹۲)

اور امام فخر الدین رازی علیہ رحمۃ الباری کی تفسیر کبیر جزء ثانی ص ۲۴۳، ۲۴۴ سورۂ نساء میں مثبت ہے کہ سیدنا عمر بن خطاب رضی المولیٰ تعالیٰ عنہ وارضاہ عنا نے سرکار شافع یوم النشور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور اس کے اصحاب کے فعل سے دلیل دیتے ہوئے کثرت اصداق سے منع فرمایا اور جب قریش کی ایک عورت نے اعتراض کیا اور آیت قرآنی **و آتیتم احداهن قنطاراً** سے دلیل

دی تو حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رجوع فرمایا اور ارشاد فرمایا "امرأۃ اصابت ورجل اخطاء" (ملخصاً من التفسیر الکبیر)

امام اہلسنت اعلیٰحضرت قدس سرہ العزیز فرماتے ہیں کہ

"اپنی ان ناپاکیوں کے ہوتے اپنے گریباں میں منہ نہیں ڈالتا اور قرآن وحدیث فقہ واجماع ائمہ واولیاء پر ایک اور ملعون تہمت گڑھتا ہے جو لوگ سجدۂ تعظیمی کو منع کرتے ہیں وہ حضرت محبوب الٰہی اور ان کے پیران عظام کو جاہل وفاسق بنانا چاہتے ہیں لاالہ الا اللہ کبرت کلمۃ تخرج من افواھھم ان یقولون الا کذباً (پ۱۸ارکوع۵)

یعنی اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی سچا معبود نہیں بڑی بات ہے جو ان کے منہ سے نکلتی ہے وہ تو نہیں کہتے مگر نرا جھوٹ۔ ہر عاقل مسلمان جانتا ہے نوع بشر میں عصمت خاصۂ انبیاء ہے نبی کے سوا کوئی کیسے ہی عالی مرتبے والا ہو ایسا نہیں جس سے کوئی نہ کوئی قول ضعیف خلاف دلیل یا خلاف جمہور نہ صادر ہوا ہو"

اور پھر چند سطور کے بعد رقمطراز ہیں کہ

قطعاً معلوم کہ اجماع امت کا توڑنے والا کم از کم فاسق۔ ائمہ میں کون ایسا ہے حتیٰ کہ صحابہ جن کا کوئی نہ کوئی قول مرجوح ہے۔ وہ معاذ اللہ نہ جاہل نہ فاسق۔ لیکن جو قول جمہور کے خلاف ان میں کسی کے قول مرجوح پر حکم یا فتویٰ دے وہ ضرور جاہل وفاسق ہے۔

تو حضرت سیدنا محبوب الٰہی اور ان کے پیران عظام رضی اللہ تعالیٰ عنہم محبوبان خدا ہیں اور جواز سجدۂ تحیت کے جمہور اولیاء واجماع علماء وفقہ وحدیث وقرآن کے خلاف ہے مرجوح ومھجور اور ایسے قول کی سند سے یہ جو اسپر فتویٰ دیرہا ہے وہ جاہل وفاسق ضرور ہے الخ (رسالہ الزبدۃ الزکیۃ

لتحریم سجود التحیۃ)

حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان فرماتے ہیں کہ

خطا کی دو قسمیں ہے(۱) خطاء عنادی یہ مجتہد کی شان نہیں اور (۲) خطاء اجتہادی یہ مجتہد سے ہوتی ہے اور اسپر عند اللہ اصلاً مواخذہ نہیں

مگر احکام دنیا میں وہ دو قسم پر ہے۔ خطاء مقرر کہ اس کے صاحب پر انکار نہ ہوگا یہ وہ خطائے اجتہادی ہے جس سے دین میں کوئی فتنہ نہ ہوتا ہو جیسے ہمارے نزدیک مقتدی کا امام کے پیچھے سورۂ فاتحہ پڑھنا،

دوسری خطاء منکر یہ وہ خطائے اجتہادی ہے جس کے صاحب پر انکار کیا جائیگا کہ اسکی خطاء باعث فتنہ ہے۔ جیسے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا حضرت سیدنا امیر المومنین علی مرتضی کرم اللہ وجہہ الکریم سے خلاف اسی قسم کی خطاء کا تھا (بہار شریعت حصہ اول امامت کا بیان بحوالہ فتاویٰ رضویہ جلد۲۹رص ۳۳۶/۳۳۵)

حدیث رسول انام علیہ افضل الصلوۃ والسلام نے اجتہادی خطا کو خطا فرمایا سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ وارضاہ عنا نے اپنے حق میں "رجل اخطاء "فرمایا سیدنا امیر معاویہ رضی المولیٰ تعالیٰ عنہ جو جلیل القدر صحابی رسول اعظم علیہ الصلوۃ والسلام ہیں کاتب وحیٔ خداوند قدوس جل علیٰ ہیں ان کیلئے خطا کا لفظ استعمال ہوا اور یہاں خطائے اجتہادی خطاء منکر مراد ہے۔ اسی طرح سرکار تاج الشریعہ علیہ الرحمہ کے فتویٰ میں خطا کا لفظ تحریر ہے یہ اسی قبیل سے ہے۔

سائلین نے سوال میں مدارج النبوۃ جلد اول کی عبارت پیش کی ہے "یک قسم دیگر است کہ آں را سجدۂ تحیت گویند و در بعضے روایات فقہیہ رخصتے درآں واقع شدہ، مختار کراہت وحرمت است" پھر مجدد

الف ثانی علیہ رحمۃ الباری کے مکتوبات کا حوالہ تحریر کیا گیا ہے، جس کے آخر میں ہے ''ہر چند جمع (از فقہاء) تجویز ایں معنیٰ نمایند اما حق تواضع ایشاں باید کہ تجویز معنیٰ نکنند'' (مکتوبات جلد۲ص ۲۳۵ مکتوب۹۲)

اس کے بعد سائل نے نمبر ا رمیں یہ سوال درج کیا کہ ''زید سجدۂ تحیت کو حرام لکھتا ہے لیکن اس کے باوجود مجوزین سجدۂ تحیت سے میل ملاپ رکھتا ہے ان سے بائیکاٹ قطع سلام وکلام نہیں کرتا آیا زید کا شرعاً یہ فعل قبیح ہے یا نہیں؟ تو حضرت نظام الدین اولیاء اور بعض فقہائے کرام کو محترم اور قابل عظمت جاننا ان کے مزرات پر جانا ان کے ماننے والوں کو قابل عزت جاننا اور ان سے سلام وکلام کرنا کیسا ہے؟

سرکار تاج الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان کے مطالعہ میں سائلین کی عبارتوں کے علاوہ امام احمد رضا قدس سرہ العزیز کی الزبدۃ الزکیۃ تھی جس تحقیقی فتویٰ کے عوارض ذاتیہ ''ادلّہ اربعہ'' اور قول مفتیٰ بہ ومرجح ومصحح وجمہور پر کامل نگاہ تھی بلکہ یوں کہا جائے کہ وہ تمام دلائل قاطعہ وبراہین ساطعہ کے حافظ تھے (کیونکہ انہوں نے الزبدۃ الزکیۃ کی تعریب بھی فرمائی ہے) اسی لئے انہوں نے جواب کی ابتداء میں رقم فرمایا کہ ''سائلین نے جس قدر عبارتیں سوال میں نقل کیں ان سب کا حاصل یہی ہے کہ انبیاء واولیاء کو سجدہ تحیت ناجائز وحرام ہے اور یہی صحیح ومختار ہے۔ اسکا خلاف خطاء ہے اور مفتی پر لازم ہے کہ وہ اسی قول پر فتویٰ دے جو صحیح ومعتمد ہو اور اسی پر عمل کرے در مختار میں ہے۔ واما نحن فعلینا اتباع ما رجحوہ وماصححوہ کما افتونا فی حیاتھم''

(درمختار ج۱ص۱۸۰/۱۸۱)

اور فاضل مصری سیدی احمد طحطاوی علیہ الرحمۃ والرضوان کی ایک عبارت بطور شہادت پیش فرمایا پھر

مزید استشہاد کے طور پر تحریر کیا۔ الفتیاء بالقول المرجوح جهل و خرق للاجماع ، یعنی مذہب مرجوح پر فتویٰ دینا جہل اور اجماع کی مخالفت ہے

اسپر طحطاوی میں ہے

قوله (جهل) ای من القاضی والمفتی بما نصوا علیه من ذلک لا یعمل به قوله (خرق للاجماع) فهو باطل و حرام (حاشیه طحطاوی علیٰ الدر المختار ج ا ص ۵۰)

اسکے بعد ان عبارتوں کی توضیح سے حقیقت مسئلہ کی عقدہ کشائی فرماتے ہوئے لکھا ہے کہ قول مرجوح پر فتویٰ دینا باطل و ناجائز و حرام ہے الخ اور پھر اپنے جد کریم امام اہلسنت قدس سرہ کی سنت کریمہ پر عمل کرتے ہوئے رقم فرمایا کہ "اور حضرت محبوب الٰہی اور ان بعض فقہاء پر طعن جائز نہیں بلکہ ان کے ساتھ حسن ظن اور ان کا احترام لازم ہے کیونکہ عصمت خاصہ انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام ہیں۔ جیسا کہ امام اہلسنت علیہ والرحمۃ والرضوان کی ماسبق عبارت میں مفصل طور پر گذرا۔

اور ارشاد ربانی جل جلالہ ہے جاء الحق وزهق الباطل ان الباطل كان زهوقا تو جب قول مرجوح باطل ٹھہرا تو قول راجح کا حق ہونا ثابت ہوگیا کیونکہ باطل کے بالمقابل حق اور حق کے بالمقابل باطل قرآن حکیم کی آیت سے ظاہر۔ اسی لئے سرکار تاج الشریعہ نے تحریر فرمایا کہ

"حسن ظن یہ ہے کہ ان حضرات سے اس مسئلہ میں خطاءٔ (اجتہادی) ایسا ہوگیا نہ کہ انہوں نے دانستہ حق کو چھوڑا اور باطل کو اپنایا"

قربان جایئے سرکار تاج الشریعہ کے محتاط فتویٰ کی عبارت پر کہ انہوں نے جمہور ائمہ و اولیاء و فقہاء کا حکم بھی تحریر کیا اور سرکار محبوب الٰہی نظام الدین اولیاء رضی المولیٰ تعالیٰ عنہ وارضاہ عنا کے

ادب واحترام کو ملحوظ خاطر رکھا کہ طعن جائز نہیں اور حسن ظن واحترام لازم" یہاں لازم بمعنی فرض ہے۔اور اپنے وسعت مطالعہ اور دقت نظر کیوجہ سے صرف خطاء کا لفظ استعمال فرمایا جس سے عند الفقہاء خطائے اجتہادی مراد ومقصود ہوتا ہے۔جس پر بر بنائے اجتہاد اجر واحد کا استحقاق حدیث رسول انام علیہ افضل الصلوات والسلام سے ثابت ہے۔اور قول مرجوح کو فقہاء نے باطل کہا تو تاج الشریعہ نے صرف باطل ہی لکھا اپنی طرف سے غیر فقہی لفظ کا اضافہ نہیں فرمایا اور قرآن حکیم میں باطل کے مقابل حق آیا ہے تو انھوں نے صرف حق کا لفظ ہی اپنی تحقیقی فتوی میں رقم فرمایا اسپر کچھ دوسر الفظ استعمال نہیں فرمایا اور مزید فرمایا کہ "لہذا ان کے مزارات پر عقیدت سے جانے اور ان کے احترام میں مضائقہ نہیں اور ان کے وہ معتقدین جو اس مسئلہ میں بعد وضوح حق کہ ان کے ہمخیال نہیں ان سے میل وملاپ میں بھی حرج نہیں ہاں جو دانستہ ناحق پر مصر ہوں ضرور مستحق ترک ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب"

اور یہی سیدنا امام اہلسنت علیہ الرحمۃ والرضوان نے فرمایا کہ

جو قول جمہور کے خلاف ان میں سے کسی کے قول مرجوح پر حکم یا فتوی دے تو وہ ضرور جاہل وفاسق ہے اور حضرت سیدنا محبوب الہی اور ان کے پیران عظام رضی اللہ تعالیٰ عنہم محبوبان خدا ہیں جس سے آفتاب نیمروز کیطرح روشن ہو گیا کہ مجتہد فقیہ کیلئے حکم علیحدہ ہوتا ہے اور ناقل مفتی جو قول مرجوح پر حکم یا فتوی صادر کرے اس کیلئے حکم علیحدہ ہوتا ہے۔

مجتہد نہ جاہل نہ فاسق (فروعیات میں)

ناقل مفتی جاہل بھی اور فاسق بھی (جب قول مرجوح پر فتوی دے)

مجتہد کو باوجود خطاء اجتہاد کا ثواب

ناقل مفتی کوقول مرجوح اختیار کرنے پر عتاب

مجتہد اپنے قول پر عمل کرے تو آثم نہیں (جب اجماع قطعی، قطعی الدلالۃ قطعی الثبوت نہ ہو)

ناقل مفتی مجتہد کے قول مرجوح پر عمل پیرا ہوتو آثم ہے

لہذا جب ناقل مفتی کیلئے یہ حکم سابق لاحق ہے تو قول مرجوح باطل ومردود پر عوام کالانعام حق کو دانستہ ترک کر کے سجدۂ تعظیمی پر مصر ہوں تو ان لوگوں پر عتاب خداوندی اور آثم ہونے میں کیا کلام؟ اسی لئے سرکار تاج الشریعہ نے فرمایا ہے کہ جو (عامی) دانستہ ناحق پر مصر ہوں ضرور مستحق ترک ہے

لہذا مذکورہ فتویٰ طغویٰ سے مبرا ومنزہ ہے۔ سرکار تاج الشریعہ علیہ الرحمہ نے نہ جزاف سے کام لیا ہے اور نہ ہی غیر شرعی طور پر کوئی ناشائستہ لفظ کا استعمال فرمایا ہے اور سجدۂ تعظیمی کی حرمت پر استشہاد کیلئے یہ ایک جامع ومختصر اور ایک عظیم سرمایہ ہے جو الزبدۃ الزکیۃ لتحریم سجود التحیۃ کا عصر عصیر ہے۱۲۔

فقیر محمد ناظر اشرف قادری بریلوی غفرلہ القوی

دار العلوم اعلیٰ حضرت رضا نگر کلمنا ناگپور مہاراشٹر

دارالعلوم اعلیٰحضرت

حقیقت کے آئینے میں

- علم دین کا عظیم قلعہ
- ملّت مسلمہ کا وقار
- مذہب اہل سنت کا آئینہ دار
- مسلک اعلیٰحضرت کا سچا ترجمان
- گمراہ کن افکار و نظریات اور ایمان کش تحریکوں سے نسل انسانی کا محافظ
- عقائد اہل سنت کی ترویج کیلئے دارالافتاء اور دارالتصنیف کا انتظام
- فرقۂ ضالہ کو دندان شکن جواب دینے کیلئے فن مناظرہ کی تعلیم کا قیام

دارالعلوم اعلیٰحضرت رضا نگر کلمنا ناگپور ۲۶ مہاراشٹر